



اظہارِ حق کا اُردو ترجمہ اور شرح و تحقیق

مکتبہ نوری دارالعلوم کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بَابِ قرآن

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی شہرہ آفاق تالیف

اظہار الحق

کا اردو ترجمہ اور شرح و تحقیق

جلد سوم

شرح و تحقیق

محمد تقی عثمانی

استاذ دارالعلوم کراچی

ترجمہ

مولانا اکبر علی صاحب

استاذ حدیث دارالعلوم کراچی

مکتبہ دارالعلوم کراچی

باہتمام : محمد قاسم گلگتی
طبع جدید : شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ جولائی ۲۰۱۰ء
فون : 5042280 - 5049455
ای میل : mdukhi@cyber.net.pk

ملنے کے پتے

- مکتبہ دارالعلوم احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی ﴿ناشر﴾
- ادارۃ المعارف احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
- مکتبہ معارف القرآن احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
- ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
- دارالاشاعت اردو بازار کراچی
- بیت الکتب گلش اقبال نزد اشرف المدارس کراچی

فہرست مضامین اظہار الحق جلد سوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳	ملا صادق کی شہادت		چوتھی فصل
۱۳	عائلی کی شہادت	۱	احادیث پر بادریوں کے پانچ اعتراضات
۱۳	صحابہ کرامؓ کے مؤمن ہونے کی شہادت	۱	پہلا اعتراض: رادی حضورؐ کے رشتہ دار تھے
	قرآن سے،	۱۰	اس کا جواب
۲۳ تا ۱۵	بارہ شہادتیں،	۵	صحابہ کرامؓ کی نسبت شیعوں کے اقوال
۲۶	اہل بیت کی شہادتیں خلفائے ثلاثہ کے	۶	الزامی جواب
	حق میں،	۹	دوسرا جواب: قرآن کی حقانیت پر شیخ
۲۹ تا ۲۱	پانچ شہادتیں		علماء کے اقوال،
۳۰	احادیث پر دوسرا اعتراض	۱۰	محمد بن علی بابویہ کی شہادت
۳۰	جواب	۱۰	سید مرتضیٰ کی شہادت
۳۲	تیسرا اعتراض: بعض احادیث غلط واقعہ میں	۱۱	سید مرتضیٰ کی دوسری شہادت
۳۲	جواب	۱۲	قاضی نور اللہ شوستری کی شہادت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۶	اختلاف نمبر ۲۹ خدا صادقوں پر بھی تلوار عطا	۳۵	عیسائی تعلیمات پر دہریوں اور ملحدوں
۷۸	اختلاف نمبر ۳۰ و ۳۱		کا استہزاء،
۷۹	اختلاف نمبر ۳۲، کفارہ کون ہے؟	۳۶ تا ۳۹	پانچ شہادتیں
۸۰ تا ۸۳	اختلاف نمبر ۳۳ تا ۴۰	۴۰	چوتھا اعتراض؛ احادیث قرآن کی
۸۵	کیا خدا کو دیکھنا ممکن ہے؟ اختلاف نمبر ۴۱		مخالفت ہیں، اور اس کا جواب،
۸۶ تا ۹۱	اختلاف نمبر ۴۲ تا ۵۰	۴۱	ذو جَدَّكَ مَثَلًا قَبْدَمِي کی تفسیر
۹۲	تعدیل و رواج، غلامی اور اختصار	۴۶	مضامین محدود ہونے کی شہادت
	بائبل کی نظر میں،		کتب مقدسہ سے،
۹۷	باب ششم، محمد رسول اللہ	۴۸	پانچواں اعتراض؛ حدیثوں میں تعارض
۹۷	پہلی فصل؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی		اختلاف، اس کا جواب،
	نبوت؛ اس فصل میں تین مسالک ہیں،	۵۰	مقدس کتابوں کے اختلافات جو محدثین
	پہلا مسلک معجزات		نے بیان کئے ہیں،
۹۸	پہلی قسم ماضی مستقبل کی صحیح خبریں	۵۱ تا ۵۵	اختلاف نمبر ۹ تا ۱۰
۹۸	آنحضرت کی پیشینگوئیاں	۵۵	باپ دادوں کا گناہ بیٹوں پر
۱۱۳	مقدس کتابوں کی پیشینگوئیاں جو غلط نکلیں	۵۸	زکریا بن برکیہ کا قتل،
۱۱۵	دوسری قسم؛ عملی معجزات		انجیل مٹی کی ایک اور تعریف
۱۱۵	پہلا معجزہ؛ معراج	۶۰ تا ۶۶	اختلاف نمبر ۱۰ تا ۲۱
۱۱۷	معراج جسمانی کے بارے میں ولیم سمیٹھ	۶۶	عیسوی کے ساتھ کھلی نا انصافی
	کی رائے،	۶۸ تا ۷۱	اختلاف نمبر ۲۲ تا ۲۵،
۱۱۸	عروج آسمانی بائبل کی نظر میں	۷۲	اختلاف نمبر ۲۶، خدا پچھتا تا ہے،
۱۲۱	متبرہ شوق لغت	۷۲	اختلاف نمبر ۲۷
		۷۳	اختلاف نمبر ۲۸، خدا عورتوں کو برہنہ کرتا ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۷	حضرت زینبؓ کی رخصتی، معجزہ نمبر ۱۷	۱۲۲	حکمرین کے اعتراضات
۱۵۸ تا ۱۵۷	برکت کے مزید واقعات؛ معجزہ نمبر ۱۸ تا ۲۰	۱۲۳	معتزین کے اعتراض کا جواب
۱۶۰	درخت کی شہادت، معجزہ نمبر ۲۱؛	۱۲۴ تا ۱۳۱	دوسری وجہ تاسا تو ہیں وجہ
۱۶۱	درخت تاج فرمان ہو گئے، معجزہ نمبر ۲۲	۱۳۲	اس اعتراض کے عقلی جوابات
۱۶۲	درخت نے سلام کیا، معجزہ نمبر ۲۳	۱۳۳ تا ۱۳۶	پہلی وجہ تاسا تو ہیں وجہ
۱۶۳	ستون کا آپ کیلئے رونا، معجزہ نمبر ۲۴	۱۳۷	مصنف میزان الحق کے اعتراضات
۱۶۴	بست اشارہ سے گر پڑے، معجزہ نمبر ۲۵	۱۳۸	ایک اور پادری صاحب کے اعتراضات
۱۶۵	مردوں کا بولنا اور بکری کی زندگی؛ معجزہ نمبر ۲۶ تا ۲۷	۱۳۹	معجزہ نمبر ۲، کنکریوں سے کفار کی ہلاکت
۱۶۶	غزوہ اُحد کے دو واقعات، معجزہ نمبر ۲۸	۱۴۰	معجزہ نمبر ۳، زور کے مقام پر انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا،
۱۶۷	ناجینا کو شفاء ہو گئی؛ معجزہ نمبر ۲۹	۱۴۱	معجزہ نمبر ۵؛ حدیبیہ کے مقام پر
۱۶۸	مریضوں کی شفاء کے مزید واقعات	۱۴۲	معجزہ نمبر ۶؛ غزوہ بواط میں
۱۶۹	معجزہ نمبر ۳۰ تا ۳۳؛	۱۴۳	معجزہ نمبر ۷؛ غزوہ تبوک کے موقع پر
۱۷۰ تا ۱۷۱	معجزات نمبر ۳۵ تا ۴۰	۱۴۴	معجزہ نمبر ۸؛ حضرت عمران کی حدیث
۱۷۲	دوسرا مسلک، آنحضرتؐ کے اخلاق	۱۴۵	معجزہ نمبر ۱۱، ایک شخص کے کھانسیں برکت
۱۷۳	تیسرا مسلک، آنحضرتؐ کی پاکیزہ شریعت	۱۴۶	معجزہ نمبر ۱۱؛ چند روٹیاں انہی آدمیوں نے کھائیں،
۱۷۴	چوتھا مسلک، آنحضرتؐ کی تعلیمات کی اشاعت	۱۴۷	معجزہ نمبر ۱۲، حضرت جابرؓ کے کھانسیں برکت
۱۷۵	بائبل کے پایہ اعتبار سے متعلق ایک دلچسپ بحث،	۱۴۸	معجزہ نمبر ۱۳، حضرت ابویوسفؓ کی دعوت
۱۸۰	پانچواں مسلک،	۱۴۹	میں کھانے کی زیادتی،
۱۸۱	چھٹا مسلک، بائبل میں آنحضرتؐ کی بشارتیں	۱۵۰	معجزہ نمبر ۱۴ و نمبر ۱۵؛
		۱۵۱	معجزہ نمبر ۱۶، تبوک کا واقعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۷ تا ۲۵۸	پانچویں و چھٹی بشارت	۱۸۲	آٹھ تہیدیں باتیں
۲۷۷	ایک مزدوری تنبیہ	۱۸۳	بشارت کیلئے مفصل اور واضح ہونا ضروری نہیں
۲۸۱	آٹھویں بشارت کتاب یسعیاہ سے	۱۹۰	امراؤ کی اور عبد الحکیم سیالکوٹی کے اقوال
۲۹۱	نویں بشارت کتاب یسعیاہ سے	۱۹۱	اہل کتاب کو مسیح ان ایلیا کے علاوہ ایک اور
۲۹۷	دسویں بشارت اشعیاہ سے		نبی کا انتظار تھا، تیسری بات
۲۹۹	گیارہویں بشارت حضرت انبیاء کا جواب	۱۹۲	حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاء نہ تھے،
۳۰۲	بارہویں بشارت حضرت حزقیا کی زبانی	۱۹۷	حضرت مسیح کی بشارت کو یہودی نہیں مانتے
۳۰۵	تیرہویں بشارت، آسمانی بادشاہی	۱۹۸	حضرت مسیح کی بشارتیں جدیدہ میں
۳۱۱	چودھویں بشارت، امتیں اور ان کی مزدوری	۲۰۶ تا ۲۰۰	فوشیشینگونیان،
۳۱۲	سولہویں بشارت، آخری قوم	۲۱۳ تا ۲۰۷	ترجموں میں تحریف کی تیرہ مثالیں
۳۱۷ تا ۳۱۷	پہلی وجہ سے تیسری وجہ تک	۲۱۵	اصل الفاظ لکھنے کی جگہ ان کے ترجمے
۳۱۸	بشارت نمبر ۱، نکاشفی کی پیشینگوئی	۲۲۰	لکھنے کی مثالیں،
۳۲۱	تنبیہ، اٹھارہویں بشارت فارقلیط	۲۲۰	حنوز کی تشریف آوری کی پہلی پیشینگوئی
۳۳۰	فارقلیط سے مراد روح القدس نہیں،	۲۳۱ تا ۲۳۱	دلیل نمبر ۱۰ تا نمبر ۱۰
	بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پہلی دلیل	۲۳۲	اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی، مین واقعات
۳۳۰ تا ۳۳۱	دلیل نمبر ۲ تا نمبر ۱۳	۲۳۳	ایک اعتراض کا جواب
۳۳۱	عیسائیوں کے پانچ اعتراضات اور ان کے	۲۳۴	اس بشارت پر فتنہ کے دو اعتراض
	جوابات، پہلا اعتراض،	۲۳۵	بشارت کے الفاظ میں تحریف ہوتی ہے
۳۳۶ تا ۳۳۵	دوسرا و تیسرا اعتراض،		اس کی تین دلیلیں
۳۳۹	چوتھا اعتراض	۲۳۷	دوسرے اعتراض کا جواب
۳۵۳	دیگر کتب مقدسہ سے بشارت کی مثال	۲۳۸	دوسری بشارت
۳۶۳	مزدوری اطلاع	۲۵۱	استثنائی تیسری بشارت فاروقی جلوہ گر ہوگی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۷	الزام نمبر ۱۵، باپ کی بیوی سے زنا،	۳۸۸	دوسری فصل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
۳۱۸	یہوداہ نے اپنی بیوی سے زنا کیا، الزام نمبر ۱۶		کی رسالت پر عیسائیوں کے اعتراضات
۳۲۲	حضرت ہارونؑ نے بچھڑے کو دیوتا بنادیا		اور ان کے جواب،
	الزام نمبر ۱۷	۳۹۰	انبیاء علیہم السلام کی شان میں عیسائیوں
۳۲۶	الزام نمبر ۱۸ و ۱۹		کے ناپاک عقیدے اور شرمناک الزامات
۳۲۷	تختیاں توڑیں، الزام نمبر ۲۰		حضرت آدمؑ نے قویہ نہیں کی، الزام ۱
۳۲۸	موسیٰ و ہارونؑ کی نافرمانی، الزام نمبر ۲۱	۳۹۱	حضور فوج کا شراب پی کر برہنہ ہو جانا
۳۲۹	شمعون اور قلیلہ کا قصہ، الزام نمبر ۲۲		الزام نمبر ۲
۳۳۰	حضرت داؤدؑ کا جھوٹ، الزام نمبر ۲۳	۳۹۲	حضرت ابراہیمؑ کا شرک، الزام نمبر ۳
۳۳۱	حضرت داؤدؑ کا زنا، الزام نمبر ۲۴	۳۹۲	حضرت ابراہیمؑ کا لالچ، الزام نمبر ۴
۳۳۶	پچیسواں الزام،	۳۹۶ تا ۳۹۴	الزام نمبر ۵ و ۶
۳۳۶	ابی سلول کا زنا، الزام نمبر ۲۶	۳۹۸	الزام نمبر ۷، حضرت لوطؑ کا اپنی بیٹیوں
۳۳۸	حضرت سلیمانؑ کی فحاشی اور بت پرستی		سے زنا کرنا،
	الزام نمبر ۲۷	۴۰۳	الزام نمبر ۸، حضرت اسحقؑ کا جھوٹ
۳۳۳	اثنا تیسواں و انیسواں الزام	۴۰۴	الزام نمبر ۹، حضرت یعقوبؑ کی خود غرضی
۳۳۳	یہوداہ کی چوری، الزام نمبر ۳۰	۴۰۶	الزام نمبر ۱۰
۳۴۶	حواریوں کی یوفائی، الزام نمبر ۳۱	۴۰۶	الزام نمبر ۱۱، حضرت یعقوبؑ کے نکاح
۳۴۷	پطرس کا جھوٹ، الزام نمبر ۳۲		کا شرمناک قصہ،
۳۵۰	کائنات کی غداری، الزام نمبر ۳۳	۴۱۲	الزام نمبر ۱۲، راحیل کی چوری، جھوٹ
	عیسائیوں کا اسلام پر اعتراض جہاد کے		اور بت پرستی،
	حکم کے بارے میں،	۴۱۳	الزام نمبر ۱۳، خاندان یعقوبؑ کی بت پرستی
۳۵۱ تا ۳۵۱	پانچ بنیادی باتیں پہلی بات دوسری بات،	۴۱۴	الزام نمبر ۱۴، حضرت یعقوبؑ کی اولاد پر حق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۰	حضرت داؤدؑ کی بیوی کا ہر	۴۵۵	دوسری شریعتوں میں جہاد پہلی
۵۳۵	دوسری بات	۴۶۰	مثال سے اکیسویں مثال تک
۵۴۱	تیسری بات	۴۷۴ تا ۴۷۷	تیسری بات و چوتھی بات
۵۴۳	چوتھی بات	۴۷۴	عیسائیوں کے لرزہ خیز مظالم یہودیوں پر
۵۴۴	بائبل کی چند اور خلاف عقل باتیں	۴۹۵	جہاد کی حقیقت، پانچویں بات
	پہلی مثال	۴۹۶	خالد بن ولیدؓ کا خط امیر لشکر فارس کے نام
۵۴۵ تا ۵۴۸	مثال نمبر ۲ تا نمبر ۶	۴۹۷	صلح بیت المقدس کا معاہدہ
۵۴۷	تیسری مثال	۵۰۹	عیسائیوں کا اسلام پر دوسرا اعتراض
۵۴۹	چوتھی مثال		کہ آنحضرتؐ کے پاس معجزے نہ تھے
۵۵۱	پانچویں مثال	۵۱۳	عہد جدید سے مطلوبہ معجزہ پیش نہ کرنے
۵۵۲	چھٹی مثال	۵۱۳	کے شواہد؛ شاہد نمبر ۱
۵۵۳	پانچویں بات	۵۱۵ تا ۵۲۰	شاہد نمبر ۲ تا ۸
۵۶۳	کیسٹوک پادریوں کی شرمناک حرکات	۵۲۱	قرآنی آیات سے معجزہ کا ثبوت
۵۶۶	چھٹی و ساتویں بات	۵۲۵	شاہد نمبر ۱ تا ۵
۵۶۷	آٹھویں بات	۵۲۷	عیسائیوں کا اسلام پر تیسرا اعتراض
۵۷۲	عیسائیوں کا اسلام پر چوتھا اعتراض		تعداد از واج
	آپ کے گناہ	۵۲۸	جواب کی تمہید، پہلی بات

تَمَامٌ

چوتھی فصل

احادیث پر پادریوں کے پانچ اعتراضات

پہلا اعتراض، راوی حضور کے رشتہ دار تھے

حدیث کے نقل کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، اور آپ کے عزیز رشتہ دار یا صحابی، اس لئے اُن کی شہادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معتبر نہیں،

جواب

یہ اعتراض تھوڑے سے تغیر کے بعد خود معترضین پر آپڑتا ہے، کیونکہ مسیح کے حالات اور ان کے اقوال جو موجودہ انجیلوں میں مذکور ہیں اُن کے نقل کرنے والے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں یا اُن کا فرضی باپ یوسف نجاریا آپ کے شاگرد، اس لئے ان لوگوں کی شہادت آپ کے حق میں معتبر نہیں ہو سکتی،

اور اگر عیسائی حضرات یہ کہیں کہ حضور کے عزیز دل اور صحابہ کا ایمان ناقابلِ اعتدال

تھا، کیونکہ یہ لوگ دنیوی ریاست کے حصول کے لئے ایمان ظاہر کرتے تھے، تو یہ احتمال تو قطعی باطل ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی تیرہ سالہ زندگی کافروں کی ایذا رسانی کی بناء پر نہایت کلفت اور مصائب سے بھر پور تھی، اس ساری مدت میں آپ کے صحابہ کو بھی کافروں کی ایذا رسانی کا شکار ہونا پڑا، اور ہمیشہ مستلزم مصائب رہے، یہاں تک کہ وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر حبشہ اور مدینہ میں جا کر پناہ لینے پر مجبور ہوئے، اس موقع میں ان کی جانب سے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کہ ان کو طبع دنیا یا حرص ریاست کا خیال آسکے،

مزید برآں یہی احتمال حواریں کی نسبت بھی تو ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ سب نہایت تنگ دست اور شکار پیشہ تھے، ان لوگوں نے یہودیوں سے بھی یہی سُن رکھا تھا، کہ مسیح عظیم الشان بادشاہ ہوں گے، پھر جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں تو اُن پر یہ سمجھ کر ایمان لائے کہ آپ کے اتباع کرنے سے بڑے بڑے عہدے ملیں گے، اور مچھلیاں شکار کرنے والے جال کے جھنجھٹ سے چٹکارا حاصل ہو جائے گا، نیز جب عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے یہ وعدہ بھی کیا کہ:

”جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے حبلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے

پچھے ہوئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کر دو گے“

جیسا کہ انجیل متی کے باب ۱۹ میں صاف موجود ہے، نیز حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ بھی فرمایا تھا کہ:

۱۵ یہ غالباً جناب پطرس کی طرف اشارہ ہے جو مچھلیاں پکڑ کر گزارا کیا کرتے تھے ۱۲ تقی ۱۵ آیت ۲۸

”ایسا کوئی نہیں جس نے گھریا بھائیوں یا بہنوں یا ماں باپ یا بچوں یا کیتوں کو
میری خاطر اور انجیل کی خاطر چھوڑ دیا ہو اور اب اس زمانے میں تو گناہ ہائے“

جیسا کہ انجیل مرقس کے باب ۱۱ میں تصریح ہے، اسی طرح مسیح نے اور بہت سی چیزوں کا
وعدہ کیا، اس لئے حواریین کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک صاحب ملک بادشاہ
بن جائے گا، اور ہر ایک اسرائیل کی ایک ایک نسل پر حکمرانی کرے گا، اور اگر بالفرض
یہ چیز نہ بھی حاصل ہوئی تو کم از کم اس دنیا میں آپ کے اتباع کی وجہ سے چھوڑی ہوئی چیز
کا اس دنیا میں تسوگنا عوض مل جائے گا، اور یہ چیز ان کے ذہن و دماغ میں اس قدر
پختہ جم گئی تھی کہ یعقوب دیو حنا نے جوزیدی کے بیٹے ہیں، یا ان کی والدہ نے دونوں
انجیلوں کی مختلف روایتوں کی بناء پر وزارت غلطی کے عہدے کا مطالبہ بھی کیا، تاکہ ان
میں سے ایک مسیح کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں طرف آپ کی بادشاہت میں بیٹھا
کریں، چنانچہ انجیل متی کے باب ۲۳ میں صاف طور پر مذکور ہے، اسی طرح انجیل مرقس
کے باب ۱۰ میں،

مگر جب انھوں نے دیکھا کہ ہم کو ہماری خیالی سلطنت نصیب نہیں ہوئی، نہ اس
دنیا میں تسوگنا عوض مل سکا، بلکہ مسیح بھی دنیوی دولت سے قطعی محروم اور جوں کے
توں، تنگدست اور قلاش رہے، یہودیوں کے خوف سے ڈرتے اور ایک مقام سے
دوسرے مقام پر بھاگتے پھرے، انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ یہودی مسیح کے پکڑنے اور
قتل کرنے کے درپے ہیں، تب ان کو ہوش آیا کہ ہم غلط سمجھ رہے تھے، اور مذکورہ
وعدے محض سراب کے مانند تھے، جس کو پیاسا غلطی سے پانی سمجھتا ہے، ان میں سے

۱۵ آیات ۲۹، ۳۰ ۵۲ یہ واقعہ انجیل متی کے الفاظ میں ص ۴۲ ج ۲ پر گزرجا چکے، تقی

ایک صاحب نے تو اس خیالی سلطنت اور وہی ترقیات کے عوض میں فقط ہمیں ایم لینے پر قناعت کر کے مسیح کو دشمنوں اور یہودیوں کے ہاتھوں گرفتار کرادیا، اور اس کے صلے میں یہ قلیل رقم اُن سے وصول کی، اور باقی اصحاب مسیح کی گرفتاری کے موقع پر نہ صرف یہ کہ اُن کو چھوڑ کر بھاگ گئے، بلکہ عین مرتبہ اُن کو پہچاننے سے بھی انکار کیا، پھر ان میں جو صاحب حواریں میں سے سب بلند پایہ اور کلیسا کے بانی اور مسیح کے خلیفہ میں یعنی حضرت پطرس، انھوں نے توصات طور پر اپنے مسیح پر لعنت فرمائی، اور قسم کھا کر اُن کو پہچاننے سے انکار کیا، غرض کہ مسیح کے سولی دیئے جانے کے بعد حواریں اپنے فرضی اور خیالی منصوبوں سے ناامید ہو گئے، پھر جب دوبارہ مسیح کو زندہ دیکھا تو انکی امیدوں میں از سر نو جان پڑ گئی، کہ ممکن ہے اس مرتبہ ہم سلطنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، چنانچہ مسیح کے آسمان پر چڑھنے کے وقت یہ سب مخلصین پھر مسیح کے گرد جمع ہو کر دریافت کرنے لگے کہ کیا اس وقت کھوئی ہوئی بادشاہت اسرائیل کو پھر ملے گی، جیسا کہ کتاب اعمال کے باب اول میں صاف طور پر لکھا ہے،

اور آسمان پر چڑھنے کے بعد تو حواریں کے دلوں میں ایک جدید خیال نے کڑک لی، جو اُن کے نزدیک اس خیالی سلطنت سے بھی بڑھ کر تھا، جس سے وہ لوگ مسیح کے آسمان پر جانے تک محروم رہے، وہ یہ کہ مسیح دوبارہ عنقریب آسمان سے نازل ہوں گے، اور یہ کہ قیامت بہت ہی نزدیک ہو، جیسا کہ باب اول کی فصل ۳ و ۴ میں معلوم ہو چکا ہے، اور یہ کہ نازل ہونے کے بعد دجال کو قتل کریں گے، اور شیطان کو

۱۵ مٹی، ۳۵: ۲۶، لوقا، ۳۳: ۲۲، مرقس، ۱۳: ۲۰، یوحنا، ۱۸: ۱۶،

۱۷ آئے خداوند کیا تو اسی وقت اسرائیل کو بادشاہی پھر عطا کرے گا؟ (اعمال ۲)

ہزار سال کے لئے قید کر دیں گے، اور مسیح کے نزول کے بعد ہم لوگ تختوں پر جلوس فرما ہوں گے، اور دنیا میں اس پوری مدت میں عیش کی زندگی گذاریں گے، ... جیسا کہ کتاب المشاہدات کے باب ۲۰ سے اور کرتھیوں کے نام پہلے خط کے باب آیت ۲ سے مفہوم ہوتا ہے، پھر قیامت ثانیہ آنے پر ان کو جنت میں دائمی اور ابدی مسرت نصیب ہوگی، اس لئے انھوں نے مسیح کے احوال بیان کرنے میں اور ان کی تعریف کرنے میں مبالغہ آمیزی کی، چنانچہ جو تھائیجیلی اپنی انجیل کے آخر میں کہتا ہے کہ:

”اور میں بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے، اگر وہ جدا جدا لکھے جلتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔“

حالانکہ یہ حقیقت ہو کہ یہ محض جھوٹ اور شاعرانہ مبالغہ ہے، یہ لوگ اس قسم کی مبالغہ آمیز باتوں کے ذریعے جاہلوں کو اپنے حال میں پھنسا یا کرتے تھے، یہاں تک کہ مر گئے، مگر اپنی مراد کو پھر بھی حاصل نہ کر سکے، اس لئے ان کی شہادت مسیح کے حق میں کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے،

یہ ساری بات الزام کے طریق پر کہی جاتی ہے، خدا خواستہ ہمارا اعتقاد ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا کہ کئی مرتبہ صاف طور پر کہا جا چکا ہے،

پھر جس طرح یہ احتمال حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے سچے حواریوں کے حق میں غلط اور باطل ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی نسبت بھی باطل اور لغو ہے،

صحابہ کرام کی نسبت شیعوں کے اقوال سے استدلال کا جواب

کبھی کبھی پادری حضرات عوام کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے اُن کے سامنے وہ باتیں

پیش کرتے ہیں جو شیعہ حضرات نے صحابہ کرامؓ کی شان میں جھوٹی اور بے بنیاد گھڑ رکھی ہیں، اس کے دو جواب ہیں، ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی،

الزامی جواب

الزامی جواب تو یہ ہے کہ مولف موسیٰ بن ہشامؒ کی تاریخ کی جلد اول میں کہتا ہے کہ: ”فرقہ ابونسیہ جو پہلی صدی میں گزرا ہے اس کا عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ تھا کہ وہ فقط انسان تھے، جو مریمؑ اور یوسفؑ مجاہد سے دوسرے عام انسانوں کی طرح معمول کے مطابق پیدا ہوئے، اور شریعت موسوی کو ماننا فقط یہودیوں کے لئے مخصوص نہیں ہے، بلکہ دوسروں پر بھی اسی طرح ضروری اور واجب ہے، اور نہات کے لئے شریعت موسویہ کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، چرنگہ پولس اس عقیدے میں ان کا ہمنوا نہ تھا، اور اس معاملے میں ان کے سخت خلاف رہا، اس لئے وہ لوگ اس کی شدید مذمت کرتے اور اس کی تحریروں کو بے حد حقیر خیال کرتے ہیں۔“

لائڈز نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۶، ۳ پر کہتا ہے کہ:

”مقدمین نے ہم کو خبر دی ہے کہ یہ فرقہ پولس اور اس کے خطوط کی سخت تردید کرتا ہے۔“

اسی طرح ایل اپنی تاریخ میں اس فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

”یہ فرقہ عہد عقیق کی کتابوں میں سے صرف توریت کو تسلیم کرتا ہے، اور سلیمان، داؤد، ارمیا، اور حزقیال علیہم السلام سے سخت نفرت رکھتا ہے، عہد جدید کی

کتابوں میں سے صرف انجیل مٹی کو تسلیم کرتا ہے، اور اس میں بھی اس نے بہت سے مواقع پر تعریف کر دی ہے، یہاں تک کہ اس کے پہلے دونوں ابواب کو اس سے خارج کر دیا ہے

نیز یہی بل اپنی تاریخ میں فرقہ مارسیونیہ کے بیان میں یوں کہتا ہے کہ،
 اُس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا دو ہیں، ایک خالق خیر، دوسرا خالق شر، اور یہ بھی
 کہتا ہے کہ توریت اور عہد عتیق کی تمام کتابیں، خالق شر کی جانب سے ہیں، جو
 سب کی سب عہد جدید کی کتابوں کے مخالف ہیں،
 پھر کہتا ہے،

اُس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اپنی موت کے بعد جہنم میں داخل ہوئے،
 اور وہاں پر انھوں نے قابیل اور اہل سدوم کی رُوحوں کو جہنم کے عذاب سے
 رہائی دی، کیونکہ یہ لوگ اس کے پاس حاضر رہے، اور خدا نے خالق شر کی
 اطاعت انھوں نے نہیں کی، مگر ہابیل و نوح و ابراہیم اور دوسرے صالحین
 کی رُوحوں کو بدستور جہنم میں رہنے دیا، کیونکہ یہ سب فریق ان کے خلاف تھے،
 اُن کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جہان کا خالق، صرف وہی خدا نہیں ہے، جس نے
 عیسیٰ کو بھیجا، اور رسول بنایا، اسی وجہ سے یہ فرقہ عہد عتیق کی کتابوں کو اہامی
 نہیں مانتا، اور عہد جدید کی کتابوں میں صرف انجیل نو کا کو تسلیم کرتا ہے، مگر
 اس کے پہلے دونوں بابوں کا انکار کرتا ہے، نیز پولس کے خطوط میں سے صرف
 دس خطوط کو تسلیم کرتا ہو لیکن جو چیز اُن کی رائے کے خلاف ہو اس کو رد کر دیتا ہے
 لارڈ نے اپنی تفسیر کی جلد ۳ میں فرقہ مانی کمیز کے بیان میں آگسٹائن کا قول نقل کرتا ہو کہ

وہ خدا جس نے موسیٰ کو توریت دی اور اسرائیل پیغمبروں سے کلام کیا، وہ خدا ہی نہ تھا، بلکہ ایک شیطان تھا، یہ منرقہ عہد جدید کی کتابوں کو تسلیم کرتا ہے، مگر یہ بھی اصرار کرتا ہے کہ ان کتابوں میں الحاق کیا گیا ہے، اور جس حصے کو پسند کرتا ہے، قبول کرتا ہے اور باقی کو چھوڑ دیتا ہے، اور اس کے مقابلے میں جھوٹی کتابوں کو ترجیح دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ یقیناً سچی ہیں؟

پھر لارڈ فراسی جلد میں یوں کہتا ہے کہ:

اس پورے فرقے نے کسی زمانے میں بھی عہد عتیق کی مقدس کتابوں کو تسلیم نہیں کیا؟
اعمال لوکلاس میں اس فرقے کا عقیدہ یہ لکھا ہے:

"شیطان نے یہودیوں کے پیغمبروں کو فریب دیا، اور شیطان ہی نے موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں سے کلام کیا، یہ منرقہ انجیل یوحنا کے باب آیت سے استدلال کرتا ہے، کہ مسیح نے اُن کے باتے میں کہا ہے کہ وہ چور اور دہزن تھے، نیز اس فرقے نے عہد جدید کو نکالا۔"

یہی حال دوسرے فرقوں کا ہے، مگر ہم نے تثلیث کے عدد کی رعایت صرف ان تین فرقوں کا حال بیان کرنے پر اکتفا کیا، اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ کیا ان منرقوں کے اقوال پر دسٹنٹ کے علماء پر پورے پورے صادق آتے ہیں یا نہیں؟ اگر ان پر یہ اقوال پورے اُترتے ہیں تو ان کو بھی حسب ذیل دسٹنٹ پیغمبروں کو عقیدہ بنانا ہوگا،

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام صرف انسان ہیں، جو یوسف نجار سے پیدا ہوئے تھے،

۲۔ توریت پر عمل کرنا نجات کے لئے نہایت ضروری ہے،

۳۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں: "جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور دہزن کو ہیں۔" (یوحنا، ۱: ۸)

- ۳۔ پولس بڑا شریر اور اس کے اقوال واجب الرد ہیں،
 - ۴۔ خدا صرف دو ہیں، ایک نیکی کا خالق، دوسرا ہدی کا پیدا کرنے والا،
 - ۵۔ قابیل اور سدوم والوں کی روحوں کو عیسیٰ کی موت سے جہنم کے عذاب سے نجات مل گئی، اور ہابیل و نوح اور ابراہیمؑ کی اور متقدمین بزرگوں کی روحیں عیسیٰ کی موت کے بعد بھی بدستور عذاب جہنم میں مستلایں،
 - ۶۔ یہ سب کے سب شیطان کی اطاعت کرنے والے تھے،
 - ۷۔ توریت اور عہد عتیق کی تمام کتابیں شیطان کی جانب سے ہیں،
 - ۸۔ موسیٰؑ اور اسرائیلی پیغمبروں سے کلام کرنا لاخدا نہیں تھا، بلکہ شیطان تھا،
 - ۹۔ عہد جدید کی کتابوں میں اضافہ کر کے انھیں محرف کر دیا گیا ہے،
 - ۱۰۔ بعض جھوٹی کتابیں بھی یقیناً سچی ہیں،
- اور اگر ان تینوں فرقوں کے اقوال فرقہ پرور ٹسٹنٹ والوں کو تسلیم نہیں ہیں تو کبھی ایک اسلامی فرقے کا قول جمہور مسلمانوں کے مقابلے میں کیونکر حجت ہو سکتا ہے؟ بالخصوص جبکہ وہ بات قرآن اور مستند اماموں کے اقوال کے صریح مخالف ہو،

دوسرا جواب

قرآن کی حقانیت پر شیعہ علماء کے اقوال

تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تمام اثنا عشری علماء کے نزدیک تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، اور اگر کوئی شخص قرآن میں کسی کمی اور نقصان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا قول ان علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے،

(۱) محمد بن علی بابویہ کی شہادت | چنانچہ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ جو علمائے امامہ اثنا عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء ہیں، اپنے رسالے

الاعتقاد میں کہتے ہیں:

”ہمارا عقیدہ قرآن کی نسبت یہ ہے کہ وہ قرآن جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا وہ یہی موجود قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، البتہ اس کی سورتوں کی تعداد لوگوں کے نزدیک ۱۱۴ ہے، مگر ہمارے نزدیک سورۃ الفصحیٰ اور الم نشرح مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں اسی طرح لایلات اور الم ترکیف دونوں ایک سورۃ ہیں، اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے وہ جھوٹا ہے۔“

(۲) سید مرتضیٰ کی شہادت | تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے اس میں سید مرتضیٰ ذوالجہد علم الہدٰی ابو القاسم حلی

بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ:

”قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بالکل اسی طرح جیسا کہ آج ہے مجموعی صورت میں موجود تھا۔“

اپنے اس دعوے پر علامہ موصوف نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن اس زمانے میں پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا، اور پورا زبانی یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے حفاظ صحابہ کی ایک پوری جماعت کی نشان دہی کی ہے، نیز یہ کہ قرآن حضور کو سنایا جاتا اور آپ کے سامنے ڈھرایا جاتا تھا، اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے جن میں عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب وغیرہ ہیں متعدد مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے کافی قرآن ختم کئے، یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ طور پر مجموعے کی شکل میں موجود اور مرتب تھا، متفرق اور منتشر ہرگز نہیں تھا،

یہ بھی کہتے ہیں کہ فرقہ امامیہ یا حوثیہ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ قطعی قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس خلاف کا منشاء بعض محدثین کی ضعیف روایتیں ہیں، جن کو انھوں نے صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اس قسم کی روایتوں کی ان روایتوں کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں ہے جن کی صحت قطعی اور یقینی ہے،

(۳) **سید مرتضیٰ ہی کی دوسری شہادت** | سید صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ: قرآن کی صحت کا علم یقین اس درجے

کا ہے جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات یا اہل عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین، کیونکہ قرآن کی فعل و روایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے، اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شریعہ احکام دینیہ کا ماخذ ہے، اور مسلمان علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہاء کر دی ہے

۱۔ فرقہ امامیہ، یہ شاید حضرات کا ایک بہت خالی فرقہ تھا جس کا کہنا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ برحق تھے اور ان کے سوا جتنے حضرات مسند خلافت پر بیٹھے وہ معزاً غلط تھے، ان میں سے بعض لوگ تحریف قرآن کے بھی قائل تھے، اور کبار صحابہؓ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے،

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الملل والنحل للشیخ رستاق، ص ۲۶۵ تا ۲۵۹ ج اول)

یہاں تک کہ قرآن کی ہر چیز مثلاً اس کے اعراب اور قرآنوں جردت و آیتوں
تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی، پھر اس قدر شدید اہتمام و توجہ تمام کے بعد
کیونکہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر و تبدل ہو یا کمی بیشی ہو۔

(۴) قاضی نور اللہ شوستری کی شہادت

قاضی نور اللہ شوستری جو شیعہ علماء میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب
”مصابیہ النواصب“ میں یوں کہا ہے کہ:

”فرد شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ قرآن کے محرف ہونے
کے قائل ہیں، سو جہور شیعہ کی طرف اس کی نسبت ہرگز درست نہیں ہے، یہ
بات ایسے قلیل العدد ادا قابل اعتبار لوگوں کی ہے جن کی کوئی قیمت و پوزیشن
شیعوں میں نہیں ہے۔“

(۵) ملا صادق کی شہادت

ملا صادق نے کلینی کی شرح میں لکھا ہے کہ:
”قرآن اُسی موجودہ ترتیب کے ساتھ بارہویں امام کے ظہور کے وقت ظاہر
اور مشہور ہوگا۔“

۱۔ محمد یعقوب کلینی، شیعہ فخریہ کے مشہور عالم ہیں جن کی کتاب الکافی شیعہ فقہ و حدیث
کی مستند ترین کتاب ہے، تقی

(۶) عاملی کی شہادت

محمد بن حسن حر عاملی نے جو فرقہ امامیہ کے جلیل القدر محدث ہیں اپنے ایک رسالے میں بعض معاصرین کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

”جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواریخ کے اعلیٰ مرتبے پر بیجا ہوا ہے، ہزاروں صحابہؓ اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے، اور عہد رسالت میں وہ جمع اور مدون ہو چکا تھا۔“

ان گزشتہ شہادتوں سے پورے طور پر یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ متحقق علماء شیعہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا وہ بالکل وہی ہے جو اس زمانے میں مجموعے کے طور پر لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اس سے زائد بالکل نہیں ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زور میں جمع اور مدون ہو گیا تھا، اور ہزاروں صحابہؓ نے اس کو یاد اور نقل کیا، صحابہؓ کی بڑی جماعت نے جن میں عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ بھی شامل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سنایا، اور بارہویں امام کے ہلور کے وقت بھی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر اور مشہور ہو گا، اور جو قدرے قلیل شیعہ حضرات اس میں تغیر تبدل و تحریف کے قائل ہیں، ان کا قول باطل اور مردود ہے، خود شیعوں میں وہ لائق اعتبار نہیں ہیں اور جو بعض ضعیف روایتیں تحریف کی نسبت ملتی ہیں وہ ان قطعی اور یقینی روایات کے مقابلے میں قطعی کوئی اعتبار نہیں رکھیں، جو قرآن کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں،

اور یہ بات ہے بھی درست، اس لئے کہ خبر واحد اگر کسی علم کی موجب ہو، لیکن یقینی دلائل میں کوئی چیز اس پر دلالت کرنے والی نہ ہو تو اس کا رد کرنا واجب ہے، چنانچہ اس کی تصریح ابن مطہر المحلی نے اپنی کتاب مبادی الوصول الی علم الاصول میں خوب اچھی طرح کی ہے، اور خود قرآنی شہادت اِنَّا نَخُنُّ نَزَّلْنَا الَّذِیْ کُتِبَ عَلَیْکَ لَعَاظِمُوْنَ کی تفسیر میں علامہ شبیدہ کی سب سے معتبر تفسیر صراط المستقیم میں کہا گیا ہے کہ:

”یعنی ہم قرآن کی حفاظت کریں گے، تحریر اور تبدیل سے کی اور پیش سے“ جب یہ بات ناظرین کے ذہن نشین ہو گئی تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم صاف طور پر صحابہ کرامؓ کی نسبت اعلان کر رہا ہے کہ صحابہؓ سے کہیں کوئی ایسا فیصل صادر نہیں ہوا جو موجب کفر اور ایمان سے خارج کر دینے والا ہو، چنانچہ حسب فیل آیات اس کی شاہد ہیں:

صحابہ کرامؓ کے مومن ہونے کی شہادت قرآن سے،

پہلی شہادت | سورۃ توبہ میں ارشاد ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ	اور جاہل سیرین و انصار میں سے اسلام
الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ الَّذِينَ	کی طرف سبقت کرنے والے اور وہ لوگ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ	جنہوں نے نیکی میں اُن کی پیروی کی،
اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ	اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ	راضی ہو گئے، اور اللہ نے اُن کے لئے
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا	ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے

نہیں بہتی ہیں، یہ لوگ اُن باغات میں
ہمیشہ رہنے والے ہونگے، یہ بڑی کامیابی ہے؟

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

مہاجرین و انصار میں سب سے پہلے ایمان قبول کرنے والوں کی نسبت اس
آیت میں چار صفتیں ذکر کی گئی ہیں:-

۱۔ اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے،

۲۔ وہ لوگ اللہ سے راضی ہو چکے ہیں،

۳۔ ان کے حق میں جنت کی خوش خبری دی گئی ہے،

۴۔ جنت کی دوامی اور ابدی رہائش کا اُن سے وعدہ فرمایا گیا ہے،

اب ظاہر ہے کہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم مہاجرین
میں سے ایمان لانے والی جماعت میں سب سے مقدم اور پیش پیش ہیں، بالکل اسی طرح
جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، لہذا اُن سب کے حق میں یہ چاروں مندرجہ بالا صفات
ثابت ہو گئیں، اور ان کی خلافت کی صحت بھی ثابت ہو گئی، اب کسی معتبر شخص اور
بدگو کا ان کے حق میں طعن کرنا بالکل باطل اور مردود ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ حضرت
علیؑ کی شان میں عیب جوئی یا طعن غلط اور باطل ہے،

دوسری شہادت | سورۃ توبہ میں دوسری جگہ یوں فرمایا گیا:

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے
ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں
اور مال سے چہاد کیا، وہ لوگ اللہ کے
نزدیک رتبے کے اعتبار سے بہت عظیم ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
أَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ
وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا
نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا
إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

اور یہی لوگ کامیاب ہیں، ان کا پروردگار
انہیں اپنی رحمت اور رضا مندی اور
ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن
میں ان کے توپاؤں اور تختیں ہوں گی، یہ لوگ
ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس
عظیم اجر ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے آیت بالا میں اُن لوگوں کی نسبت جو ایمان لائے اور جنہوں نے
ہجرت کی اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دی، چار باتوں کی شہادت دی ہے،

۱۔ ان کے مراتب و درجات خدا کے یہاں بہت بلند ہیں،

۲۔ وہ لوگ اپنی مراد و مقصد میں کامیاب ہیں

۳۔ اُن کو جنت و رحمت اور اپنی خوشنودی کے مستحق ہو جانے کی بشارت دی گئی،

۴۔ ان کے حق میں ہمیشہ جنت کی سکونت اور رہائش کی ضمانت دی گئی ہے،

اور اس چوتھے وعدے کو تین مختلف عبارتوں کے ساتھ مضبوط اور مؤکد فرمایا، یعنی "مقیم"
"خالدین فیہا" "ابدًا"

اور یہ بات یقینی ہے کہ خلفائے ثلاثہ مؤمن بھی ہیں، جہاں سب بھی، جان و مال کی

خدا کی راہ میں قربانی دینے والے بھی، بالکل اسی طرح جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
ہذا ان کے لئے بھی چاروں صفات ثابت ہوئیں،

تیسری شہادت ^(۳) سورہ توبہ میں ایک جگہ یوں سرمایا گیا ہے کہ:-

لَٰكِنَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ

لَٰكِنَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ

أَمْوَالَهُمْ جَاهِلُونَ وَأَبَاؤَهُمْ
وَأَنفُسُهُمْ وَأُولَئِكَ لَهُمْ
الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُقْلِعُونَ، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ، خَالِدِينَ فِيهَا، ذَلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ،

جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی جان
اور مال سے جاہل کیا، اور اپنی کیلئے بھلائی
پیدا، اور یہی نفع پانے والے ہیں، اللہ
نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ لوگ
ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے،
یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس میں بھی اللہ نے مومنین مجاہدین کے چار اوصاف ذکر فرمائے ہیں،

۱۔ دنیا و آخرت کی جملہ نعمتیں اُن کے لئے مخصوص ہیں،

۲۔ یہ لوگ فلاح و نجات کے مستحق ہیں،

۳۔ جنت کا وعدہ،

۴۔ جنت کی دوامی رہائش کی یقین دہانی،

یقینی بات ہے کہ جب خلفائے ثلاثہ مومن و مجاہدین تو یہ چاروں وعدے بھی اُن کے

لئے ضروری ہیں،

چوتھی شہادت (۴) سورۃ توبہ ہی میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآتٍ
لَّهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ يَمُوتُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعُودًا

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی
جان اور ان کا مال اس قیمت پر
کہ ان کے لئے جنت ہو، لڑتے ہیں اللہ
کی راہ میں پھر کئے ہیں اور مارتے ہیں، وعدہ

عَلَيْهِ حَقَّانِ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَدَّى بِعَهْدِهِ
مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشْرُوا بِبَيْعِكُمُ
الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، الشَّابُّونَ
الْعَابِدُونَ الشَّائِحُونَ
الزَّائِعُونَ السَّاجِدُونَ
الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللَّهِ، وَبَشِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ،

ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا، توریت اور انجیل اور
قرآن میں اور کون ہو قول میں پورا اللہ سے زیادہ
سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے
اس سے، اور یہی ہے بڑی کامیابی،
وہ توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنیوالے ہیں،
شکر کرنے والے، بے تعلق رہنے والے،
رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، حکم
کرنے والے نیک بات کا، اور منع کرنیوالے
بری بات سے، اور حفاظت کرنے والے اُن
حدود کی جو باندھی اللہ نے، اور خوشخبری
ساتھ ایمان والوں کو،

اس سے خدا تعالیٰ نے مومنین مجاہدین کے لئے جنت کا پختہ وعدہ فرمایا، اور ان کے
لواوصاف بیان فرمائے، ثابت ہوا کہ خلفائے صحابہ بھی ان صفات کے ساتھ موصوف
اور جنت کے مستحق ہیں،

پانچویں شہادت | سورہ حج میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الَّذِينَ إِذَا تَمَلَّكْنَا هُمْ فِي
الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ
آتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبَشِيرِ

وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین میں جگہ عطا کریں
تو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے
ہیں، اور نیکی کا حکم کرتے ہیں، اور برائی
سے روکتے ہیں، اور اللہ ہی کے لئے تمام

عَاقِبَةُ الْأُمُورِ،

کاموں کا انجام ہے :

اس میں اَلَّذِيْنَ اِنْ تَكُنَّا لَهُمْ بِاِقْبَلِ كِ صفت ہے، یعنی "الَّذِيْنَ اَخْرَجُوا" کی، لامحالہ اس کا مصداق صرف مہاجرین ہی ہو سکتے ہیں، نہ کہ انصار، کیونکہ وہ لوگ اپنے وطن سے بے وطن نہیں کئے گئے، اب اللہ کا ارشاد مہاجرین کی نسبت یہ ہے کہ اگر ہم ان کو زمین کی حکومت اور پادشاہت دیدیں تو یہ لوگ چار کام ضرور انجام دیں گے، یعنی نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی، فیکل کی تعلیم دینا، بُرائی اور بدی سے روکنا۔

اوپر یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ نے خلفائے اربعہ کو زمین کی حکومت و سلطنت عطا فرمائی تھی، تو ضروری ہو گا کہ انھوں نے اللہ کے بیان فرمودہ چاروں کام بھی کئے ہونگے لہذا اُن سب کا حق پر ہونا ثابت ہوا، نِزْدَ يَلٰہِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پہلے جو حکومت دیے جانے کا ذکر ہوا ہے وہ یقینی طور پر واقع ہوئے الا کہ پھر آخر میں یہ سب حکومت و سلطنت اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گی، جس کی پادشاہی ابدی ہے اور غیر فانی ہے،

چھٹی شہادت | السورۃ ج ہی میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ :-

"اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسی کہ چاہو اس کے واسطے محنت، اِنْفِئِمُوْا پسند کیا، اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل، دین تمھارے باپ ابراہیم کا، دینی نام رکھا تمھارا مسلمان پہلے سے، اَلْوَسَّاسُ قرآن میں تاکہ رسول ہو بتا نہیو الا تم پہ اور

وَجَاهِدُوا فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادٍ
هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ
فِي الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّثْلَ اَیْسِكُمْ
اِبْرٰہِیْمَ هُوَ مَسْمُومٌ الْمُسْلِمِیْنَ
مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لَیَكُوْنُ
الرَّسُوْلُ شٰہِدًا عَلَیْكُمْ وَ

تَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
فَارْقِمُوا الصَّلَاةَ وَالْأَوْزَارَ
وَاعْتَصِمُوا بِاللهِ هُوَ مَوْلَانَا
فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

تم ہوتا نے والے لوگوں پر، سوف تم
رکھنا اور دیتے رموز کوا، اور مضبوط
پکڑو اللہ کو، وہ تمہارا مالک ہو، سو خوب
مالک ہو اور خوب مددگار

اس آیت میں اللہ نے صحابہ کو مسلمان کے نام سے موسوم کیا ہے،
ساتویں شہادت | سورہ نور میں یوں فرمایا گیا ہے کہ :-

وَعَنْ اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا
مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
حَتَّى اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
أَمْنًا، يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ
بِي شَيْئًا، وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک
عمل کئے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ
انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس
طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا،
اور ان کے لئے اس دین کو قوت عطا کرے گا
جسے ان کے لئے پسند کیا ہے، اور انہیں
ان کے خوف کے بعد امن عطا کرے گا
وہ میری عبادت کریں گے، اور میرے
ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، اور
اس کے بعد جو شخص کفر کرے تو ایسے
لوگ فاسق ہیں

آیت بالا میں ”مِنْكُمْ“ کا تین ”تبعیض کے لئے ہے، اور ”كَمْ“ ضمیر خطاب ہے۔
یہ دونوں چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کے مخاطب وہ بعض مؤمنین ہیں

جو اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے، سارے مومنین مراد نہیں ہیں، اور
 فقط استخلاف بتا رہا ہے کہ اس وعدے کی تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگی، اور
 یہ بھی پیش نظر رکھئے کہ چونکہ آپؐ خاتم الانبیاءؑ ہیں اس لئے آپؐ کے بعد کسی نبی کے
 ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لامحالہ استخلاف سے مراد امامت والا طریقہ ہی ہو سکتا
 ہے، اور وہ ضمیر جو "لستخلفنہم" سے لے کر "لا یشرکون" تک جاری ہے یہ سب کی سب
 جمع کے صیغے کے ساتھ لائی گئی ہیں، اور جمع کا اطلاق حقیقتاً مین سے کم پر نہیں آتا، تو ضروری
 ہوا کہ جن اماموں کے لئے یہ وعدہ ہو رہا ہے ان کی تعداد تین سے کسی طرح کم نہ ہو، اسی
 طرح "لیمکنن لہم" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے ان کے لئے قوت و شوکت اور
 تنفیذ احکام کا دنیا میں وعدہ فرمایا ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ طاقت اور دہدہ
 کے مالک ہوں گے، دنیا میں ان کا حکم چلے گا، اور "دینہم الذی ارتقى لہم" کے
 الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے مبارک دور میں جس دین کی اشاعت
 ہوگی وہ خدا کا پسندیدہ دین ہوگا، اسی طرح "لیبدلنہم من بعد خوفہم امناً" کے
 الفاظ اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ ان کو اپنے عہد خلافت میں کسی کا خوف نہ ہوگا، بلکہ
 مکمل امن و امان کا دور ہوگا، خوف و دہشت اور تغیر والی زندگی ان کی نہ ہوگی۔ اور
 "لیمبدلنہم ذلالتہم بکون بی شیبثا" اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے دور خلافت میں
 بھی صاحب ایمان ہوں گے، شرم کرنے والے نہ ہوں گے،

آپؐ نے دیکھا کہ آیت پورے طور پر ائمہ اربعہ کی امامت کی صحت پر بالخصوص خلفاء
 ثلاثہ ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان ذی النورینؓ کی امامت کے صحیح ہونے پر دلالت
 کر رہی ہے، کیونکہ بڑی بڑی فتوحات اور مضبوط حکومت، دین کا غلبہ اور جو امن و امان

اُن کے مبارک ہمد میں ہوا وہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے زمانے میں نہ ہو سکا، کیونکہ ان کا سارا دور آپس کی خانہ جنگی سے نپٹنے میں ختم ہو گیا، ثابت ہو گیا کہ شیعہ حضرات جو طعنہ و اعتراض خلفائے ثلاثہ کے حق میں یا خواجہ حضرات حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کے حق میں کرتے ہیں وہ غلط اور ناقابل التفات ہیں،

آٹھویں شہادت ^(۸) یہ کہ حق میں ان ہا جسیرین اور انصار کے حق میں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود تھے یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:-

يَذُجَعَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي	عجب رکھی منکروں نے لہجے دلوں میں
قُلُوبِهِمُ الْحَبِيَّةَ حَمِيَّةَ	کہ نادانی کی ضد پھراتا اللہ نے اپنی
الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ	طرت سے اطمینان اپنے رسول پر اور
مَكِئَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى	مسلمانوں پر اور قائم رکھا ان کو اور
الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّكَاتِ	کی بات پر اور وہی تھے اس کے
عِلْمَتِهِ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ	لائق، اور اس کام کے، اور ہے
بِهَادِ أَهْلُهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ	اللہ ہر چیز سے خبردار
شَيْءٍ عَلِيمًا	

اس آیت میں اُن حضرات کے حق میں چار باتوں کی شہادت دی گئی ہے:-

- ۱۔ یہ سب لوگ سکینہ کے نزول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے
- ۲۔ وہ مؤمن ہیں،
- ۳۔ تقویٰ اور پرہیزگاری والا کلمہ ان کے جو دیکھا ایسا لازم ہے کہ کبھی جدا نہیں ہو سکتا،

۴۔ وہ لوگ اس تقویٰ والے کلمے کے سب سے زیادہ مستحق اور لائق ہیں،

اور یہ بات یقینی ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں شامل ہیں، اس لئے یہ چاروں اوصاف ان میں بھی ثابت ہوئے، اب جو شخص ان کے حق میں اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اس کا عقیدہ باطل اور قرآن کے صریح خلاف ہے،
نویں شہادت سورہ فتح میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ، وَ

الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى

الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ

رُكْعًا سَاجِدًا يُبْتَغُونَ فَضْلًا

مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا، يَشِيَاهُمُ

فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ،

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو

ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں

اور آپس میں مہربان، تم ان کو رکوع کرتے

اور سجدہ کرتے دیکھو گے، وہ اللہ کے فضل

اور رضامندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی

علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر ہے

اس میں صحابہ کی تعریف یوں فرمائی گئی ہے کہ وہ کافروں کے لئے سخت اور آپس میں بڑے مہربان اور رکوع و سجدہ کرنے والے، اللہ کے فضل و رضا کے طالب ہیں، اب اگر کوئی شخص اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے بھی ان بزرگوں کے حق میں اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ خطا کار ہے،

دسویں شہادت اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں یوں فرمایا ہے کہ:

وَلَيْكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ

الْإِسْلَامَ وَزَيَّنَهُ فِي

قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ

لیکن اللہ نے ایمان کو تمھارے لئے

محبوب کر دیا، اور اسے تمھارے دلوں

میں مزین کر دیا، اور کفر و فسق اور نافرمانی

الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ
أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ
تھارے لئے مکروہ کر دیا، یہی لوگ
ہدایت یافتہ ہیں :

آیت بالا سے حسب ذیل امور کا انکشاف ہوا :-

۱۔ صحابہ کرام کو ایمان محبوب تھا،

۲۔ کفر و فسق اور گناہ مبغوض و ناپسند تھا،

۳۔ یہ لوگ راہ حق پر اور رشد و ہدایت کے ساتھ موصوف تھے،

اب ان باتوں کے خلاف ان کے حق میں عقیدہ رکھنا سراسر خطا اور غلطی ہے،

گیارہویں شہادت ^(۱۱) سورہ حشر میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ :-

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ أَمْوَالُهُمْ يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنْ اللَّهِ وَرِضْوَانًا، وَيَنْصُرُ دِينَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ، وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُ دُونَ فِي صُلٍّ ذَرِيرَةً حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ	تواسطے ان مفلسوں و ملحدوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنی گھروں اور اپنے مالوں سے، ڈھونڈتے آؤ ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی، وہ لوگ وہی ہیں سچے، اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی، اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور
---	---

خَصَاصَةً وَمَنْ يَتَوَقَّ شَيْخَ
مقدم کہتے ہیں انکو اپنی جان سے اور اگرچہ ہوا پتہ
نَفْسِهِ فَأَوْلَىٰ لَخَلَقَ هُمُ
اد پر فاقہ، اور جو پچا گیا اپنے ہی کے لالچ سے
الْمُفْلِحُونَ ہ

اس میں حق تعالیٰ شانہ نے مہاجرین و انصار کے چھ اوصاف بیان فرماتے ہوئے
ان کی تعریف فرمائی ہے۔

۱۔ ان مہاجرین کی ہجرت دنیا کے لئے ہرگز نہ تھی، بلکہ محض خالص رضائے الہی
حاصل کرنے کے لئے تھی،

۲۔ یہ لوگ خدا اور اس کے رسول کے دین کے مددگار تھے،

۳۔ یہ لوگ اپنے قول و فعل میں صادق تھے،

۴۔ انصار اُن لوگوں سے محبت رکھتے تھے جو مدینہ ہجرت کر کے آتے تھے،

۵۔ انصار اس وقت مسرور و خوش ہوتے ہیں جب مہاجرین کو کوئی چیز ملتی ہو،

۶۔ انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو باوجود اپنی احتیاج کے اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے،

یہ چھ صفات کمال ایمان پر دلالت کرتی ہیں، اب جو شخص اُن کے حق میں اس کے

خلاف عقیدہ رکھے گا وہ سخت غلطی پر ہے، یہ فقرا مہاجرین جن کے گزشتہ اوصاف

قرآن نے بیان کئے ہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ سے خطاب کیا کرتے تھے

یا خلیفۃ رسول اللہ، ادھر اللہ اُن کے سچے ہونے کی شہادت دے رہا ہو تو ضروری بات

ہے کہ وہ اس قول میں بھی سچے ہوں، اور جب یہ بات ہے تو ان کی امامت کی صحت

کا یقین کرنا ضروری ہے،

بارہویں شہادت [سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:-

<p>تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔</p>	<p>كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ،</p>
--	--

اس میں خدا نے صحابہؓ کی تین صفات بیان کیں :-

- ۱۔ یہ لوگ تمام امتوں میں بہترین جماعت ہیں،
- ۲۔ یہ لوگ ہمیشہ نیکی کی تعلیم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں،
- ۳۔ یہ لوگ اللہ پر ایمان لانے والے تھے،

غرض اس قسم کی اور دوسری آیات بھی موجود ہیں، مگر میں عیسیٰ علیہ السلام کے
حواریوں اور بارہ اماموں کی شمار کے مطابق صرف بارہ قرآنی قیمتیں پیش کر رہا ہوں، البتہ
اہل بیت رضی اللہ عنہم کے پانچ اقوال پختن کے عدد کی موافقت کرتے ہوئے نعتل
کرتا ہوں :-

اہل بیت کی شہادتیں خلفائے ثلاثہ کے حق میں

پہلی شہادت (۱) شیعوں کی نہایت ہی معتبر کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا ارشاد گرامی اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ:

”فلاں شخص کتنا اچھا اور بہترین ہے، کیونکہ اس نے (۱) کچی کو سیدھا کیا،
(۲) سنگین بیماری کا علاج کیا (۳) سنت کو قائم اور جاری کیا، (۴) بدعت کی

لہ اصل میں لفظ یہی: ”وَدَاوِيَ الْعَمْدَ“ عَمْدَ (من) عَمْدَ کے معنی ہیں ”بیماری کا کسی کو کمزور کر دینا“ اسی
مناسبت سے یہاں ترجمہ ”بیماری سے کر دیا گیا ہے“ ۱۲۰ نقلی

مخالفت کی وہ دنیا سے پاکہ اس گیا (۶) بہت کم عیب والا تھا (۷) بہترین افعال
کرتا رہا (۸) بڑے افعال سے محترز رہا (۹) اللہ کی سرمانبرداری کرتا رہا (۱۰) اللہ سے
اس کے حقوق میں سب زلیں ڈرنے والا تھا، خود تو چلا گیا، لیکن لوگوں کو منتشر نہ
پر اگندہ چھوڑ گیا، کہ اس میں گمراہ کے لئے کوئی ہدایت ملے گی صورت اور حالت یافتہ
کے لئے کوئی یقین کی شکل نہیں ہے۔

اس کلام میں فلاں شخص سے مراد اکثر شارحین کے نزدیک بالخصوص شایخ بحرانی کی
لئے ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور بعض شارحین کے نزدیک اس کا مصداق
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر یا عمرؓ
کے دس اوصاف اس ارشاد میں شمار کئے جن کا پایا جانا ان میں ضروری ہے، اور چونکہ یہ
اوصاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار کے مطابق ان حضرات کی وفات کے بعد
بیان کئے جا رہے ہیں، اس لئے اُن کی خلافت کے صحیح ہونے میں ذرہ برابر شک کی
گنجائش نہیں رہتی،

دوسری شہادت شیعوں کے بڑے فاضل محمد علی بن عیسیٰ اردبیلی اشاعری کی
تصنیف کشف النعمۃ میں لکھا ہے کہ:

”امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے جڑاؤ تلوار کی نسبت مسئلہ
پوچھا کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ بیشک جائز ہے، کیونکہ ابو بکر صدیقؓ
نے بھی جڑاؤ تلوار استعمال فرمائی ہے۔ راوی نے کہا کہ کیا آپ اس قسم کی بات
کہتے ہیں؟ یہ سنکر امام موصوف جوش میں آکر اپنی مسند سے کودے، اور سر ہلکا کہ
بیشک وہ صدیق ہیں، بے شک وہ صدیق ہیں، بے شک وہ صدیق ہیں، جو

اُن کو صدیق نہ مانے اللہ دنیا و آخرت میں اس کی بات نہ مانے ۛ
 امام موصوف کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ابو بکرؓ یقیناً صدیق ہیں اور
 ان کی اس صفت کا انکار کرنے والا دنیا و آخرت میں جھوٹا ہو گا،
تیسری شہادت حضرت علیؓ کے بعض خطوط میں جو شارحین بیج البلاغہ نے
 نقل کئے ہیں، ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں یوں فرمایا گیا ہے کہ،

مجھ کو اپنی زندگی کی قسم، اسلام میں ان دونوں بزرگوں کا پایہ بہت بلند ہے،
 اسلام کے لئے ان دونوں کی شہادت بہت بڑا نقصان ہے، اللہ ان دونوں
 پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اور ان کے بہترین اعمال کا ان کو صلہ عطا کرے ۛ
چوتھی شہادت شیخہ اثنا عشریہ کے بہت بڑے عالم مصنف کتاب الفصول نے
 امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا ہے کہ،

”امام موصوف نے اُن لوگوں سے جو ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی عیب خیزی
 اور نکتہ چینی میں مصروف تھے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو یہ بات نہ بتاؤ گے کہ تم ان
 مباحسین میں سے ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے محض خدا کی خوشنودی
 حاصل کرنے، اور اللہ اور رسول کی مدد کے لئے جدا کر دیئے گئے تھے؟ انھوں نے
 جواب دیا کہ نہیں ہم ان لوگوں میں داخل نہیں ہیں، فرمایا تو کیا تم اُن لوگوں
 میں سے ہو جو مدینہ میں مباحسین کی آمد سے قبل معیم چلے آتے تھے، اور
 ایمان لا چکے تھے، اور جو مباحسین کے پاس پہنچتا تھا وہ اس سے محبت کرتے
 تھے؟ انھوں نے کہا ہم لوگ اُن میں سے بھی نہیں ہیں، فرمایا کہ تم نے خود
 اعتراف کر لیا کہ تم ان دونوں جماعتوں میں داخل نہیں ہو، اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کی نسبت اللہ نے فرمایا کہ :-
 وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
 الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا
 رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

اب ظاہر ہے کہ صدیقؑ، فاروقؑ اور ذی النورینؑ کے حق میں بدگوئی کرنے والے
 ان تینوں جماعتوں سے خارج ہوتے ہیں جن کی اللہ نے مدح فرمائی ہے، اور جس کی شہادت
 امام موصوف بھی دے رہے ہیں،

پانچویں شہادت ^(۴) وہ تفسیر جو امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہو
 اس میں یوں کہا گیا ہے کہ :

اللہ نے آدمؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میں محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد
 اصحاب سے محبت رکھنے والے ہر شخص پر اتنی رحمت نازل کروں گا کہ اگر اس کو
 تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے جو ابتداء دنیا سے قیامت تک پیدا ہونے والی ہو
 اگرچہ وہ کافر ہی ہوں تو وہ اس رحمت کی بناء پر مومن اور نیک انجام ہو کر سخن
 جنت بن جائیں گے، اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یا اصحاب سے
 یا ان میں سے کسی ایک سے بغض و دشمنی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا شدید
 عذاب عطا کرے گا کہ اگر اس کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو ہلاک کر دے ۔

۱۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے :- ”اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما،
 اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے، اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے
 کوئی کھوٹ نہ رکھ، اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ آپ مہربان اور رحیم ہیں۔“ نفی

معلوم ہوا کہ محبت دینی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اصحاب و دونوں سے ہو، نہ کہ صرف ایک سے، اور یہ کہ اولاد یا اصحاب میں سے کسی ایک سے دشمنی اور بغض ہلاکت کے لئے کافی ہے، حق تعالیٰ شانہ ہم کو صحابہ کرامؓ یا اہل بیت عظام میں اعتقاد اور ہنگامی کرنے سے بچائے، اور ہمارے قلوب میں مرتے دم تک ان کی محبت باقی رکھو۔ ان بے شمار آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث کی بنا پر اہل حق نے صحابہ کرام کی تعظیم و احترام و ادب کو واجب قرار دیا ہے،

احادیث پر دوسرا اعتراض

محدثین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بعد پیدا ہوئے،

حدیث کی کتابوں کے مؤلفین نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور معجزات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے نہیں کیا، اور نہ آپ سے آپ کے اقوال بلا واسطہ سنے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سو دو سو سال بعد وہ اقوال تو اتر کے سائے اور ان کو جمع کر لیا، بلکہ ان میں سے نصف مقدار معتبر نہ ہونے کی وجہ حذف کر دی،

جواب

یہ بات تیسری فصل میں ناظرین کو معلوم ہو چکی ہے کہ زبانی روایت جمہور اہل کتاب کے نزدیک معتبر ہے، اور اس کا معتبر ہونا اس موجودہ انجیل سے بھی ثابت ہو جو آجکل رائج ہے، اور فرقہ پر وٹسٹنٹ تو بے شمار چیسروں میں جن کی تعداد مانی سیک اسقف کے اقرار کے مطابق چھ سو ہے، زبانی روایت کا اعتبار کرنے پر مجبور ہے، نیز یہ کہ

سفر اشغال کے پورے پانچ باب حرقیاء کے زلمے میں سلیمان علیہ السلام کی وفات سے بھی دو سو ستر سال بعد زبانی روایتوں سے جمع کئے گئے ہیں، اسی طرح انجیل مرقس اور انجیل یوحنا اور کتاب الاعمال کے ۹ باب صرف زبانی روایتوں سے لکھے گئے ہیں۔

یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ اہم اور عظیم الشان واقعات و معاملات محفوظ رہے ہیں، اور زلمے کا امتداد بھی اُن پر اثر انداز نہیں ہوتا، اور یہ کہ تابعین حضرات نے احادیث کو کتابوں میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا، البتہ انھوں نے فقہی ابواب کی ترتیب کے موافق اپنی کتابوں کو ترتیب نہیں دیا تھا،

ان کے بعد تبع تابعین نے فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا، پھر ان سب کے بعد بخاری اور دوسری صحاح کے مؤلفوں نے صرف صحیح حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کیا، اور کمزور حدیثوں کو ترک کر دیا، نیز صحاح کے ہر مؤلف نے ہر حدیث کو اپنے سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری سند کے ساتھ نقل کیا، اسی طرح اسامہ الرجال کے نام سے عظیم الشان فن قائم کیا، اور کتابیں تصنیف کیں، جس کے ذریعے حدیث کے ہر راوی اور ناقل کا پورا پورا حال باسانی معلوم ہو سکتا ہے، نیز یہ کہ مسند صحیح حدیث کا کیونکر اعتبار کرتے ہیں؟

ان جملہ امور کے معلوم ہونے کے بعد مسلمانوں پر اس سلسلے میں کوئی بھی عترت من واقع نہیں ہو سکتا، اس طرح اُن کا یہ کہنا کہ ساری روایتیں تواتر کے ساتھ سنی اور نص معتد غلط اور معتبر نہ ہونے کی وجہ سے ساقط کر دی یہ بات غلط ہے، اس لئے محدثین کسی ایسی حدیث کو جو تواتر کے ساتھ سنی گئی ہو معتبر نہ ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں کر سکتے، کیونکہ ایسی حدیث تو محدثین کے نزدیک واجب الاعتبار ہے، ہاں بیشک

ان ضعیف حدیثوں کو ضرور چھوڑ دیا جن کی سندیں کاہل نہ تھیں اور ان کا چھوڑنا مضر نہیں، جیسا کہ ناظرین دوسرے باب میں آدم کلارک کی شہادت معلوم کر چکے ہیں، وہ کہتا ہے کہ،

یہ بات محقق ہے کہ بہت سی جھوٹی انجیلیں عہدِ مسیحی کی ابتدائی صدیوں میں رائج تھیں، ان غیر صحیح اور جھوٹی روایات کی بکثرت نے توفا کو جدید انجیل مرتب کرنے پر آمادہ کیا، اور اس قسم کی جھوٹی انجیلوں کی تعداد سے زیادہ مذکور باقی جاتی ہے، اس قسم کی جھوٹی انجیلوں کے بہت سے اجزاء آج بھی باقی ہیں چنانچہ ٹابرکا یوس نے ان جھوٹی انجیلوں کو جمع کر کے تین جلدوں میں طبع کیا ہے۔

تیسرا اعتراض

بعض احادیث خلاف واقعہ ہیں؛

یہ کہ ہر عاقل غیر متعصب جان سکتا ہے کہ اکثر حدیثوں کے معانی صادق اور واقع کے مطابق نہیں ہیں،

جواب

یہ ہے کہ کوئی صحیح حدیث اس قسم کی پیش نہیں کی جاسکتی جس کا مضمون ممتنع اور عقل کے خلاف ہو، اب رہے وہ معجزات جو مادیات کے خلاف ہیں یا جنت و دوزخ کے بعض حالات یا فرشتوں کے احوال جن کی نظیر اس دنیا میں موجود نہیں ہے، سو اگر وہ ان چیزوں کو اس لئے مستبعد اور بعید سمجھتے ہیں کہ وہ دلائل کی بناء پر محال ہیں، تو

عیسائی حضرات کے ذمہ اُن دلائل کا پیش کرنا ضروری ہوگا، اور ہمارے ذمے اُن کا جواب دینا بیشک لازمی ہوگا،

اور اگر وہ محض اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ باہیں محض عادت کے خلاف ہیں، یا اس دنیا میں ان کی مثالیں یا نظیریں نہیں پائی جاتیں، تو یہ چہیز ہمارے لئے بالکل مفہور نہیں ہے، کیونکہ اگر معجزہ عادت کے موافق ہو تو وہ حقیقت میں معجزہ ہی نہیں ہو سکتا، بھلا بتائیے کہ لاشمی کا اثر دہا بن جانا، اور پھر اس کا تمام جادو گروں کے سانپوں کو بھگل جانا، پھر اس کا بغیر حجم میں کمی بیشی کے اپنی پہلی حالت پر واپس ہو کر لاشمی بن جانا، اور اسی طرح کوئی علیہ السلام کے تمام معجزے عادت کے خلاف نہیں ہیں؟ اسی طرح کیا اُس دوسرے عالم کو اس دنیا پر اور وہاں کی اشیاء کو یہاں کی چیزوں پر قیاس کرنا یہ غلط قیاس نہیں ہے؟ بے شک اگر کوئی قطعی دلیل ایسی موجود ہے جس سے عالم آخرت میں اس شے کے یقینی طور پر محال ہونے پر دلالت ہو رہی ہو تو بے شک اس حالت کو محال تسلیم کیا جاسکتا ہے، لیکن بغیر کسی قطعی دلیل کے عالم آخرت میں اس کے وجود سے انکار کی جرأت نہیں کی جاسکتی،

کیا ایسی موٹی بات ان لوگوں کو نظر نہیں آتی کہ دنیا کے مختلف حصوں اور اقلیموں کا حال یکساں نہیں ہے، ایک چیز جو ایک اقلیم میں پائی جاتی ہے اس کا دوسری اقلیم میں نام و نشان بھی نظر نہیں آتا، اب اگر ایک اقلیم کا شخص بعض ایسی عجیب چیزوں کا حامل

۱۔ دیکھئے خرداد ۴: ۱۷۴،

۲۔ قدیم علمائے جغرافیہ نے زمین کو اس کی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے سات حصوں پر منقسم کیا تھا، ان میں سے ہر حصے کو اقلیم کہا جاتا ہے، تقی

سنا ہے، جو دوسری اقلیم کے ساتھ مخصوص ہیں تو اس کو ضرور وہ مستبعد اور بعید معلوم ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس کا انکار کرنے لگتا ہے، مگر یہ بات تب ہوتی ہے جب کہ اس نے بلا تواتر یہ بات سنی ہو،

اسی طرح بعض چیزیں جو کسی ایک زمانے میں بعید معلوم ہوتی ہیں دوسرے وقت میں مستبعد نہیں معلوم ہوتیں، چنانچہ سمندری راستوں کو اس قدر تیزی کے ساتھ مشینی جہازوں کے ذریعہ یا خشکی کی مسافت کو اتنی تیزی کے ساتھ موٹروں کے ذریعے طے کر لینا جو ہمارے زمانے میں ایک عام بات ہو چکی ہے، ان جہازوں اور موٹروں کی ایجاد سے پہلے لوگوں کے نزدیک نہایت بعید اور مستبعد سمجھا جاتا تھا، اسی طرح ٹیلیگرام یا تار برقی کے ذریعے ایک ڈسکنڈ میں ہزاروں میل دور کی خبر کا پہنچ جانا ان آلات کی ایجاد سے پہلے یقیناً لوگوں کی نظروں میں مستبعد تھا، لیکن ان چیزوں کی ایجاد اور ان کے مشاہدہ اور امتحان کے بعد اب وہ بعید اور مستبعد نہیں رہا،

مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ معترضین عیسائی حضرات کی یہ پرانی عام عادت تھی کہ وہ انصاف کی آنکھ بند کر کے ہر اس چیز کی نسبت جو ان کی نگاہ و خیال میں مستبعد معلوم ہوتی ہے محال ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں، علمائے پروٹسٹنٹ نے یہ نامعقول عادت اپنی قوم کے ان لوگوں سے سیکھی ہے جن کو ملحد اور بددین کہتے ہیں، مگر ان علماء پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ خود ان کی کتابیں بے شمار غلط چیزوں سے بھری پڑی ہیں، جن کا کچھ نمونہ باب اول کی تیسری فصل میں ہم نقل کر آئے ہیں، ان معترضین کو اپنے ہم قوم لوگوں کے استیصاد سے بوش نہ آیا، اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ان دہریوں نے معترضین کے ساتھ کیا تھا، حالانکہ ان ملحدوں نے عیسائیوں کے عقیدوں اور روایتوں

کو جو عقل کے خلاف سمجھا تھا وہ یقیناً زیادہ وزنی تھا، اور یہ عیسائی حضرات جو اعتراضات حدیثی پر کرتے ہیں وہ ان کی نسبت سے بہت کمزور ہیں، ہم نمونے کے طور پر ان مقامات کو ذکر کرتے ہیں جن کا مذاق دہریوں اور ملحودوں نے اڑا لیا ہے، مثلاً

عیسائی تعلیمات پر دہریوں اور ملحودوں کا استہزاء

پہلی شہادت (۱) کتاب گنتی باب ۲۲ آیت ۲۸ میں ہے :

”محب خداوند نے گدھی کی زبان کھول دی اور اس نے بلعام سے کہا میں نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے، کہ تو نے مجھے تین بار مارا؟ بلعام نے گدھی سے کہا اس لئے کہ تو مجھے چڑایا، کاش میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں تجھے ابھی مار ڈالتا، گدھی نے بلعام سے کہا، کیا میں تیری دسی گدھی نہیں ہوں جس پر تو اپنی ساری عمر آج تک سوار ہوتا آیا ہے؟ کیا میں تیرے ساتھ پہلے کبھی ایسا کرتی تھی؟ اس نے کہا نہیں۔“

(آیات ۲۸ تا ۳۰)

ہورن اپنی تفسیر کی جہل، صفحہ ۶۳۶ میں لکھتا ہے کہ کافر لوگ کچھ دنوں سے گدھی کے بلعام سے باتیں کرنے کا انکار کرنے لگے ہیں، اور اس چیز کا مذاق اڑاتے ہیں،

۱۔ بلعام بن بعلجے موآبیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف لڑنے کے لئے بلایا تھا، بائبل میں ہے کہ جب بلعام ان کی دعوت پر موآب جا رہا تھا، تو راستے میں اس کی گدھی نے اس کے فرشتے کو دیکھ کر جھج گئی، بلعام نے اسے مارا تو اس نے یہ بات کہی،

دوسری شہادت کتاب سلاطین اول کے باب ۱ میں ہے کہ: کوئے عرصہ دراز تک

ایلیا پیغمبر کے لئے گوشت اور روٹی لاتے رہے، اور یہ چپیزان کے ہم قوموں کے خیال میں محض ایک گپ ہے، جس پر وہ ہنستے ہیں، یہاں تک کہ ان کا مشہور محقق ہورن بھی اُن کا ہم خیال ہو گیا، اور اپنے مفسرین اور مترجمین کو تین درجہ سے احمق اور بے وقوف قرار دیا، جیسا کہ آپ کو باب کی تیسری فصل میں معلوم ہو چکا ہے،

تیسری شہادت کتاب حزقی ایل باب آیت ۴ میں جو واقعہ ہے ہم اے عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق نقل کرتے ہیں:

”پھر تو اپنی باتیں کر دے پر لیٹ رہ، اور بنی اسرائیل کی بدکرداری اس پر رکھ دے۔
جنے دونوں تک تو لیٹا رہے گا تو ان کی بدکرداری برداشت کرے گا، اور میں نے ان کی بدکرداری کے برسوں کو ان دونوں کے شمار کے مطابق جو تین سو نوے دن ہیں تجھ پر رکھا ہے، سو تو بنی اسرائیل کی بدکرداری برداشت کرے گا، اور جب تو اُن کو پورا کر چے تو پھر اپنی داہنی کر دے پر لیٹ رہ، اور چالیس دن تک بنی یہوداہ کی بدکرداری کو برداشت کر، میں نے تیرے لئے ایک ایک سال کے بدلے ایک ایک دن مسترد کیا ہے، پھر تو یروشلم کے محاصرے کی طرف متنہ کر، اور اپنا بازو دنگا کر، اور اس کے خلاف نبوت کر، اور دیکھ میں تجھ پر بندہ من ڈالوں گا کہ تو کر دے نہ لے سکے، جب تک کہ اپنے محاصرے کے دنوں کو پورا نہ کرے۔“

۱۵ دیکھئے صفحہ ۸۱ جلد اول،

۱۶ یہ بائبل کے بقول حضرت حزقی ایل علیہ السلام کو ان کی طرف سے حکم سنایا جا رہا ہے،

اور تو اپنے لئے گیسوں اور بخار اور باقلا اور مسور اور چا اور باجر لے، اور ان کو ایک
 ہی برتن میں رکھ، اور ان کی اتنی روٹیاں پکاجتنے دنوں تک تو پہل کر دے پریشاد ہو گا
 تو تین سو نوے دنوں تک ان کو کھانا، اور تیرا کھانا وزن کر کے بیس مشعل روزانہ
 ہو گا جو تو کھاتے گا، تو گلے گلے کھانا، تو پانی بھی ناپ کر ایک صین کا چھتا
 پئے گا، تو گلے گلے پیو، اور تو غوکے پھلکے کھانا اور تو ان کی انگلیوں کے سنے
 انسان کی نجاست سے ان کو نصیحتنا۔ (آیات، ۱۲ تا ۱۴)

اس میں اللہ تعالیٰ نے حزقیال علیہ السلام کو تین حکم دیئے

- ۱۔ اپنی باتیں کر دے پر تین سو نوے دن تک سوتے رہیں، اور اولاد اسرائیل
 کے گناہوں کو برداشت کریں، پھر داہنی کر دے پر چالیس دن تک سوئیں
 اور یسوداہ کی اولاد کے گناہ اپنے اوپر لادیں،
- ۲۔ اور شلیم کے محاصرے کے وقت سامنے کی جانب منہ رکھیں اس حالت میں
 کہ اٹھ بندھے ہوں، اور جب تک محاصرے کی دت پھڑی نہ ہو ایک سجا
 سے دوسری جانب متوجہ نہ ہوں،

۳۔ ۳۹۰ دن تک وہ زندہ یکہ ردی کو انسان کا پاخانہ لگا کر کھاتے رہیں،

ان کے ہم قوم ان احکام کا مذاق اڑاتے ہیں، اور ان احکام کے منجانب اللہ

۱۵ یعنی توبہ

۱۶ اہل باطن میں ایسا ہی ہے: (تخلطہ بزرگ بیخروج من الانسان) لیکن موجودہ اردو اور
 انگریزی ترجموں میں اس کی جگہ یہ الفاظ ہیں "انسان کی نجاست سے ان کو کھانا" جس سے مفہوم
 بالکل ہی بدل جاگے، حق

ہونے کو مستبعد سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ باتیں واهیات اور عقل کے خلاف ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقدس پیغمبر کو یہ حکم ہرگز نہیں دے سکتا کہ تین سو نوے دن تک روزانہ ایک روٹی انسان کی خلافت لگا کر کھاتا ہے، کیا سوائے اس ترکاری کے کوئی اور ستان موجود رہا تھا؟ ہاں بے شک ایک صورت ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ پاک لوگوں کے لئے پانخانہ بھی پاک بنا دیا گیا ہے، چنانچہ ان کے مقدس پولس کے کلام سے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ ططس کے نام اس کے خط کے باب اول آیت ۱۵ میں صاف طور پر موجود ہے۔

اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ کتاب حزقی ایل ہی کے باب ۱۸ آیت ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل کے واسطے سے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ:

”بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صاف کی صداقت اس کے لئے ہوگی اور شریکی شراست شری کے لئے“

پھر اس کے بعد خود حضرت حزقیل ہی کو چار سو تیس دن تک اسرائیل اور یہوذا کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا حکم کیے دیا جاسکتا ہے!

چوتھی شہادت کتاب یسعیاہ کے باب میں ہے کہ اللہ نے اُن کو حکم دیا تھا کہ تین سال تک ننگے بدن اور ننگے پاؤں رہو، اور اس حالت میں چلو پھرو، عیسائیوں کے ہم قوم اس حکم کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، اور ہتھڑا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو جو صبح لعقل ہے، مجنون بھی نہیں ہے، حکم دے رہا ہے کہ دو تین برس تک

لے پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں“ (ططس، ۱: ۱۵)

۱۵۔ جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا (یسعیاہ، ۳: ۲۰)

تمام مردوں عورتوں کے سامنے مادرِ زاد بیگا پھرتا رہے؟

پانچویں شہادت ^(۵) ہر سیچ کی کتاب کے بابِ اول میں لکھا ہے کہ:

”جا، ایک بدکار بیوی اور بدکار کی اولاد اپنے لئے“

پھر اسی کتاب کے بابِ ثانی میں ہے کہ:

”جا، اُس عورت سے جو اپنے یار کی پیاری اور بدکار ہے محنت رکھ“

دوسری طرف کتابِ احبار کے باب ۲۱ آیت ۱۳ میں کاہن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

”اور وہ کنواری عورت سے بیاہ کرے جو بیوہ یا مطلقہ یا ناپاک عورت یا فاحشہ

ہو ان سے وہ بیاہ نہ کرے، بلکہ وہ اپنی ہی قوم کی کنواری کو بیاہ لے“

اور انجیل متی کے باب ۵ میں ہے کہ:

”جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر جھگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا“

پھر کیسے ممکن ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو مذکورہ باتوں کا حکم دیدیا ہو؟

اسی قسم کی اور بھی مستبعد باتیں ہیں، اگر کوئی صاحبِ دیکھنا چاہیں تو عیسائیوں

کے ہم قوموں کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں،

۱۱ آیت ۱

۱۲ آیت ۲

۱۳ متی ۵: ۲۸

چوتھا اعتراض

حدیثیں و قرآن کے مخالف ہیں

اکثر حدیثیں قرآن کے مخالف ہیں، کیونکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا، اور حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ سے بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے، اور حدیثیں دعویٰ کرتی ہیں کہ آپ معصوم تھے، قرآن اعلان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں گمراہی اور جہالت میں مبتلا تھے، (نعوذ باللہ) جیسا کہ سورۃ الفیل میں وَذَرَجَكَ مَذَلًا فَهَدَىٰ بِاسْمِهِ شُورَىٰ مِی مَّا كُنْتَ تَدْرِی مَالِیْكَ كِتَابٌ وَلَا اِلٰهَ اِلٰهَ اِيْمَانٌ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا تَهْدٰی بِہِ مَنْ نَّشَآءُ مِمَّنْ يَعْبَادُ عَلٰمِی یہ بات صاف طور پر موجود ہے، اس کے برعکس حدیثیں یوں کہتی ہیں کہ آپ خلیق اور پیدا کنشی طور پر ایمان کے ساتھ موصوف تھے، اور اسی لئے آپ سے بہت سے معجزے ظاہر ہوئے، قرآن و حدیث کے درمیان تضاد اور مخالفت ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثبوت ہم پر بنایا ہے،

جواب

پہل دو چیزیں چونکہ ان بڑے مطاعن اور محبوب میں عیسائیوں کے نزدیک

۱۔ اللہ نے آپ کو بے راہ پایا پھر ہدایت دی (ضحیٰ : ۱۷)

۲۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہو، اور نہ یہ کہ ایمان کیلئے، لیکن ہم نے اُسے ایک نور بنا دیا جس کے

ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں (شوریٰ : ۱۷۵)

شارکی جاتی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ استدس میں نکالے جاتے ہیں، اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان دونوں چیزوں سے باب میں بحث کریں، جو مطالعہ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے، اسی موقع پر دونوں کا جواب دیا جائے گا،

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَكَذَا تَفْسِيرُ ^{البتہ تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں ضال سے مراد ضال}

عن الايمان انہیں ہے کہ کافر کے معنی میں ہو سکے، اور عیسائیوں کے لئے موجب اعتزاز بنے، بلکہ اس آیت کی چند تفسیریں ہیں،

اول مرفوع روایت میں منقول ہے ”کہ میں بچپن میں اپنے دادا عبدالمطلب سے راستہ بھول کر الگ ہو گیا تھا، قریب تھا کہ شدت بھوک سے جان جاتی رہے کہ اللہ نے صحیح راستے پر ڈال دیا، اور میں دادا کے پاس پہنچ گیا“

دوسرے مطلب یہ ہو کہ ہم نے آپ کو اپنی شریعت سے ناواقف پایا، یعنی آپ کو اپنی شریعت کا علم الہام الہی کے بعد ہوا، یا وحی کے ذریعے، غرض خدا نے ہی شریعت کی جانب کسی وحی جلی کے ذریعے اور کسی وحی خفی کے ذریعے سے آپ کی رہنمائی کی، حبشہ لیں اور بیضاوی دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کو حکم و احکام کے علم سے ناواقف پایا، پس خدا نے آپ کی رہنمائی کی اور وحی کے ذریعے حکم و احکام کی تعلیم دی، اور غور و فکر کی توفیق عطا فرمائی، اسی قسم کا ارشاد موسیٰ علیہ السلام کے حق

۱۰ یعنی ایمان سے بھٹکا ہوا،

۱۱ قلت لم أجده مرفوعاً فإني قلبت ونظرت وانارده ابن عباس بطريق وكعب بطريق آخر كما ذكره البغوي وابن كثير والبغوي (راجع تفسیر القرطبی ص ۹۰ و ۹۱ ج ۲۰ و تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۳ ج ۲) ،

میں آیت ذیل میں سرایا گیا ہے: "فَعَلَّمَهَا إِذَا دَاوَا نَا مِنَ الْقَتَالَيْنِ"

تیسرے یہ کہ عربی کا اس قسم کا محاورہ ہے، جیسے کہا جاتا ہے: "مَثَلُ الْمَاءِ فِي اللَّيْلِ" یعنی پانی دودھ میں گھل مل گیا۔ لہذا آیت کا مطلب یہ ہو کہ پہلے آپ مکہ کے کافروں میں گھلے ملے تھے، اور ممتاز دینیاں اور ان سے الگ نہ تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طاقت و رہنمائی دیا، جس سے آپ نے خدا کے دین کو چمکادیا، اسی معنی میں آیت ذیل میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے: "وَإِذَا اخْتَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ مِنْكُمْ لَمَّا لَقِيَ تَحْلِيْلُ حَجْرٍ مِّنْهُ" چوتھے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس سے قبل نبوت کے ملنے کی کوئی توقع یا امکان نظر نہ آتا تھا، بلکہ اس کا تصور و خیال بھی آپ کو نہ ہوا تھا، کیونکہ یہود و نصاریٰ میں یہ بات عام طور پر پھیل چکی تھی کہ نبوت صرف اسرائیل کی اولاد کے ساتھ مخصوص ہے، پس ہم نے آپ کے لئے نبوت کی راہ کھول دی جس کی آپ کو کچھ بھی توقع نہ تھی،

پانچویں یہ کہ آپ اس سے پہلے ہجرت اور ترک وطن کے مجاز نہ تھے، نہ آپ کو اس کا علم تھا نہ اس کی توقع کہ وطن چھوڑنے کی اجازت اور حکم ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے اذن و اجازت کے ساتھ ہجرت کی راہ کھول دی،

چھٹے یہ کہ اہل عرب ایسے درخت کو جو کسی چٹیل میدان میں یکہ دہنا پایا جائے "مَنَالَه" کہا کرتے تھے، اب آیت شریفہ کے معنی یہ ہوتے کہ گویا حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ وہ عرب کا علاقہ اُس چٹیل بیابان کی طرح تھا جس میں کوئی ایسا درخت جس پر ایمان کا پھل آتا ہو سوائے آپ کی ذات گرامی کے کوئی نہ تھا، گویا آپ جہل و ضلالت کے

لہ اس آیت میں ہو کہ کیا جب ہم زمین میں گھل مل جائیں گے تو کیا پھر نئی ہدایتیں ہیں ہوں گے؟ (سجدا ۱۰)

مصر میں پائے جانے والے یکتا ایمان کے درخت تھے، پس ہم نے آپ کے ذریعے
 مخلوق کی رہنمائی کی، اسکی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ملتی ہے، چنانچہ فرمایا:
 ”أَلْحِكْمَةُ مَنَالَةُ الْمُؤْمِنِينَ“

ساتویں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ قبلہ کی نسبت متعبد و حیران تھے، کیونکہ آپ کی
 پُرانی آرزو تھی کہ کعبۃ اللہ کو قبلہ بنایا جائے، لیکن آپ کو پتہ نہ تھا کہ یہ آرزو وہدی ہوگی
 یا نہیں! اس تخیل کو ضلال کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا، پھر اللہ نے اس کا پتہ آپ کو اس
 ارشاد سے کر دیا کہ: ”فَلَسُو لَيْبَتَكَ قِبْلَةً حَتَّى تَصَاهَا“

آٹھویں ضلال کے معنی عربی زبان میں محبت کے بھی آتے ہیں، چنانچہ آیت
 ”ثَلَاثَ لَيْفٍ ضَلَالٍ لِّلْقَدِیْمِیْنَ“ میں محبت ہی کے معنی مراد ہیں، اب مطلب یہ
 ہوا کہ آپ محب اور اللہ کے عاشق تھے، پس ہم نے آپ کی رہنمائی ان احکام شرعیہ
 کی جانب کی جن کے ذریعے آپ کو اپنے محبوب کے تقرب کی دولت نصیب ہو جا،
 نویں یہ مطلب ہے کہ ہم نے آپ کو اپنی قوم میں کس مہر کی حالت میں پایا کہ
 وہ لوگ آپ کو اذیتیں دیتے چلے جاتے تھے، اور آپ کی شخصیت کا قطعی احترام لحاظ
 کرتے تھے، پس آپ کے مشن اور تحریک کو طاقتور بنا کر آپ کو ان کا حاکم اور والی بنا دیا

۱۔ حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے: ”وَمَا لَمْ يَفْعَلْ بِهَا مِنْ لِيْ بِهَرِيْرَةٍ بَسْدَفِيْهِ رَحْمَةً وَ لَفْظُ الْكَلَمَةِ الْمَحْسُورَةِ
 خَالَةُ التَّوْمَنِ“ ذکر القبرین فی کتاب العلم من مشکوٰۃ الصالح، ص ۲۲، طبع کراچی،
 ۲۔ ہم آپ کو ایسا قبلہ دیدیں گے جو آپ کو پسند ہو گا۔ (بقرة)
 ۳۔ بلاشبہ تم اپنی پُرانی گمراہی میں ہرگز (بوسعت) یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ
 کہا تھا، اور یہاں ظاہر ہے کہ ضلال سے مراد محبت ہے، نفی

دوسری یہ کہ اس سے قبل آپ کو آسانی راستوں اور راہوں کا پتہ نہ تھا، شب معراج کے ذریعہ ہم نے آپ کی رہنمائی آسانی راستوں کی جانب فرمائی،

گیارہویں یہ کہ ہم نے آپ کو بھولنے والا پایا، پس آپ کو یاد دلادیا، یعنی شب معراج میں حضوری کے وقت اللہ کی ہیبت اور خشیت کی وجہ سے اس موقع پر دربار شاہی کے آداب کے تحت جو کچھ آپ کو عرض کرنا چاہئے تھا وہ آپ بھول گئے تھے، اللہ نے آپ کو خدا کی حمد و ثناء کا مضمون یاد دلادیا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ لا اھیی ثناء علیک، اس معنی کے لئے اس آیت میں ضلال کا لفظ استعمال ہوا ہے، "ان فصل احد لھما فضل کما احد لھما الاخریٰ"

بارہویں حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ آپ کو احکام قرآنی کے بیان و توضیح میں متحیر اور حیران پایا، پس آپ کو اس کی توضیح و تفسیر کا طریقہ بتادیا، آیت ذیل اس پر شاہد ہو:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ

نیز آیت ذیل بھی اس مضمون کی تائید کرتی ہے: لَا تَعْجَلْ بِهِ لَتَمُتَكَ لَتَتَّبِعَ

لہ گواہ عزیمتیں دیکھیں ہونی چاہئیں! اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے سورہ بقرہ میں ہے کہ اگر ایک بھول جائے دوسری اسے یاد دلاتے :

۱۱ اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) اتارا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے کھول کھول کر وہ باتیں بیان فرمادیں جو ان کے لئے انما ری گئی ہیں" (نمل)

۱۲ روایات میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت آپ قرآنی آیات کو یاد کرنے کے لئے انہیں ساتھ ساتھ دہراتے تھے کہ بھول نہ جائیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اپنی زبان کو اس (قرآن) کے ساتھ حرکت مت دو تاکہ تم اس کے ساتھ جلدی کرو بلاشبہ ہمارے ذمہ اس کا صحیح کرنا اور پڑھنا ہے، پھر جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس کے پڑھنے کی اتباع کیجئے، پھر اس کی تشریح دہمیں بھی ہمارے ذمہ ہے" (قیامہ)

بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْتَ قَاتِعَ قُرْآنِهِ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ، اسی طرح آیت ذیل، وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ تَبَيَّنَ لِي الْغَيْبُ،

غرض کسی صورت میں بھی اس آیت سے ہدایتوں کا استدلال اپنے دعوے پر صحیح نہیں ہے، آیت مذکور کی تفسیر ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک طریق سے کرنا ضروری ہے پھر ان معانی کے ساتھ جن کو مفسرین نے آیت ذیل کی تفسیر میں ذکر کیا ہے "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ" کیونکہ اس سے بلاشبہ دینی امور میں ضلالت اور غواہی کی نفی مقصود ہے، مطلب یہ ہے کہ نہ آپ سے کفر کا صدور ہوا اور نہ اس سے کم چیز، یعنی فسق کا،

دوسری آیت میں کتاب سے مراد قرآن اور ایمان سے مراد احکام شرعیہ کی تفصیلات ہیں، مطلب یہ ہے کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اس کے پڑھنے اور جملہ فرائض و احکام کی تفصیلات کا علم آپ کو نہ تھا، یہ بات قطعی صیح ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے نازل ہونے سے قبل توحید پر اجمالی طور پر ایمان رکھتے تھے، اسکی اور جملہ احکام شرعیہ کی تفصیلات کا حال آپ کو معلوم نہ تھا، جو آپ کو نزول وحی کے بعد حاصل ہوا،

۱۔ اور آپ قرآن (کو پڑھنے) میں جلدی نہ کیجئے، قبل اس کے کہ اس کی وحی آپ پر پوری ہو جائے، اور یہ کہتے کہ اے میرے پروردگار علم کے اعتبار سے مجھ میں اضافہ فرمائیے" (طہ، ۱۱۲)

۲۔ نہ تمہارے ساتھی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) بھٹکے، نہ گمراہ ہوئے" (الجم، ۱۱۲)

۳۔ یعنی ممانعت تباری ما الکتاب الخ میں، ت

اپہر ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ آیت ذیل وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ میں ایمان سے مراد نماز ہے، اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ قرآن اور نماز سے وقف نہ تھے، اور یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے قبل اس نماز کی کیفیت کا جو بعد کو آپ کی شریعت میں مشروع ہوئی ہے علم نہیں تھا، یا پھر ایمان سے مضاف محذوف ہونے کی بناء پر ابی ایمان مراد ہیں، یعنی آپ کو قرآن اور اہل ایمان کا علم نہ تھا، کہ کون لوگ آپ پر ایمان لائیں گے، اور مضاف کا محذوف ہونا کتب مقدسہ میں بکثرت موجود ہے چنانچہ ۱۔

مُضَافٌ مَحْذُوفٌ ہونے کی شہادت کتب مقدسہ

زبور نمبر ۸، آیت نمبر ۲۳ میں ہے:

”ہم خداوند پرستہ بنکر غضبناک ہوا، اور یعقوب کے خلاف آگ بھڑک اٹھی، اور اسرائیل پر قبر ٹوٹ پڑا“

اور کتاب یسعیاہ باب نمبر ۵۱ آیت نمبر ۴ میں ہے:

”اور اس وقت یوں ہوگا کہ یعقوب کی حثمت گھٹ جائیگی، اور اس کا چہرہ لی دار بدن دُبط ہو جائے گا۔“

اور یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۲۲ میں ہے:

”تو بھی اے یعقوب! تو نے مجھے نہ پکارا بلکہ اے اسرائیل! تو مجھ سے تنگ آگیا۔“

۱۔ ”اور اللہ تعالیٰ ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہے۔“ (البقرہ: ۱۷۷)

۲۔ ”موجودہ زبور ۷۸: ۲۱،

اور آیت ۲۸ میں ہے :

”اس لئے میں نے مقدس کے امیروں کو ناپاک ٹھہرا دیا، اور یعقوب کو لعنت اور اسرائیل کو طعنہ زنی کے حوالے کیا۔“

اور کتاب ہرمیاء باب نمبر ۳ آیت نمبر ۶ میں ہے :

”اور یوسیاہ بادشاہ کے ایام میں خداوند نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تو نے دیکھا برگشتہ اسرائیل نے کیا کیا ہے؟ وہ ہر ایک اونچے پہاڑ پر اور ہر ایک درخت کے نیچے گئی اور وہاں بیکاری کی، اور جب وہ یہ سب کچھ کر چکی تو میں نے کہا وہ میری طرف واپس آئے گی، پر وہ نہ آئی، اور اس کی بے وفائی یہوداہ نے یہ حال دیکھا، پھر میں نے دیکھا کہ جب برگشتہ اسرائیل کی زناکاری کے سبب میں نے اس کو طلاق دیدی اور اسے طلاق نامہ لکھ دیا، تو بھی اس کی بے وفائی یہوداہ نہ ڈری، بلکہ اس نے بھی جا کر بیکاری کی، اور خداوند فرمایا ہے کہ باوجود اس سب کے اس کی بے وفائی یہوداہ کے دل سے میری طرف نہ پھری، بلکہ ریاکاری سے لے برگشتہ اسرائیل واپس آئے (آیات ۱۲ تا ۱۶)

اور کتاب ہوسیع باب نمبر ۳ آیت نمبر ۱۵ میں ہے :

”مے اسرائیل! اگرچہ تو بیکاری کے تو بھی ایسا نہ ہو کہ یہوداہ بھی گنہگار ہو..... کیونکہ اسرائیل نے سرکش بھیاکی ماتمہ سرکشی کی ہے..... اسرائیلیم بتوں سے مل گیا ہے“ (آیات ۱۵ تا ۱۷)

اور ہوسیع باب نمبر ۸ میں ہے :

”اسرائیل نے بھلائی کو ترک کر دیا.....“ اسرائیل بھلا گیا، اب

قوموں کے درمیان ناپسندیدہ برتن کے مانند ہوں گے..... اسرائیلیم نے

گمہنگاری کے لئے بہت سی تشریحاتیں بنائیں..... اسرائیلی نے اپنے

خان کو فراموش کر کے بُت خانے بنائے ہیں: (علی الترتیب آیات ۳، ۸، ۱۱، ۱۲)

اب ان عبارتوں میں مضاف کا حذف ماننا نہایت ضروری ہے، ورنہ خدا کی پناہ یہ لازم آئے گا کہ یعقوب علیہ السلام مغضوب علیہ اور کم بزرگی والے اور خدا کی طرف دعوت نہ دینے والے اور قاتل و ناشکرے اور ان کی نافرمان پڑی ہر ذرت کے بچے زنا کرنے والی تھی، اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے نہ تھے، اور سرکش بھمیا کی طرح تھے، اور نیکی کو حقیر سمجھنے والے تھے، اور ناپاک برتن کی مانند اور خدا کو بھولے ہوئے تھے،

پانچواں اعتراض

حدیثوں میں تعارض و اختلاف

حدیثوں میں اختلاف و تعارض پایا جاتا ہے،

جواب

ہمارے نزدیک معتبر حدیثیں وہ ہیں جو کتب صحاح میں منقول ہیں، اور جو حدیثیں ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں نہ وہ ہمارے نزدیک معتبر ہیں، اور نہ صحیح حدیثوں سے ان کا تعارض ممکن ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ ابتدائی صدیوں میں ستر سے زیادہ پائی جانے والی انجیلیں عیسائی حضرات کے نزدیک موجودہ چار انجیلوں کی

معارض نہیں ہو سکتیں۔

اور صحیح حدیثوں میں اگر کہیں تعارض بظاہر نظر آتا ہے تو وہ عموماً معمولی تاقل کے بعد دور ہو جاتا ہے، اور پھر بھی یہ اختلاف اتنا شدید نہیں ہو سکتا جس قدر ان کی معتدس کتابوں کی روایتوں میں آج تک چلا آ رہا ہے، چنانچہ پہلے باب میں اس کے ۱۲۳ نمونے آپ دیکھ چکے ہیں، اور اگر ہم ان کی مقبول کتابوں میں سے ایسے اختلاف نقل کرنے لگیں جس قسم کے عیسائی لوگ بعض صحیح حدیثوں میں ثابت کرتے ہیں تو کوئی باب بھی اس قسم کے اختلاف سے خالی نہیں ملے گا،

جن لوگوں کو علمائے پرڈسٹنٹ ملحد اور بددین کہتے ہیں انھوں نے اس قسم کے اختلافات بہت کچھ نقل کئے ہیں، اور ان کا خوب مذاق اڑایا ہے، اگر کوئی صاحب دیکھنے کا شوق رکھتے ہوں تو وہ ان کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں، ہم بھی بطور نمونے کے جان کلام کی کتاب مطبوعہ ۱۸۳۹ء لندن سے اور کتاب اکیہو مو مطبوعہ لندن ۱۸۱۳ء وغیرہ سے ۲۵ اختلافات جو اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں ہیں دونوں عہدوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں، اور صرف اختلافات کے نقل کرنے پر اس لئے اکتفا کرتے ہیں کہ معترضین (خدا ان کو ہدایت دے) نے اگرچہ ان اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے ادب کے حدود سے تجاوز کیا ہے، مگر بخدا اس گستاخی اور بے ادبی سے بھر بھی کم ہے، جو ان کے کلام میں

لے نعارض تسلیم کرتے ہیں کہ ابتداء میں بہت سے لوگوں نے انجیلیں لکھی تھیں، ان انجیلوں میں بہت سی باتیں اناجیل اربعہ کے خلاف بھی ہیں، لیکن وہ لوگ چار انجیلوں کی بابت کو درست قرار دیکر باقی تمام روایات کو رد کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اناجیل اربعہ سنا قوی ہیں، اور باقی انجیلیں ان کے مقابلے میں کمزور، اس لئے کوئی تعارض نہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر طعن و تشنیع کرتے وقت بالخصوص مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے وقت کی جاتی ہے، چنانچہ اختلاف نمبر ۲۴ میں جو قول ہم ضمناً نقل کریں گے اس سے آپ کو یہ بات واضح ہو جائے گی، اور یہ اعتراض ہم نے صرف نظریں کی بستی میں اٹھا کرنے کی غرض سے نقل کئے ہیں تاکہ معلوم ہو جا کہ علماء پر ڈسٹنٹ جن قسم کے اعتراضات صحیح حدیثوں پر کرتے ہیں وہ ان اعتراضات سے بہت ہی خفیف و رکھے ہیں جن قسم کے اعتراض ان کے ہم قوم مقدس کتابوں کے مضامین پر کرتے ہیں، میں نے ان اعتراضات کو اس لئے نقل نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک وہ ٹھیک اور مناسب ہیں، بلکہ ہم تو دونوں فرق کی لغوات سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، اور پناہ مانگتے ہیں مگر نقل کفر کفر نباشد کے تحت بیان کئے جاتے ہیں،

مقدس کتابوں کے اختلافات جو محدثین نے بیان کئے ہیں

اختلاف نمبر ۱۔

زبور نمبر ۱۴ کی آیت ۸ میں ہے:

خداوند رحیم و کریم ہے، وہ قبر کرنے میں دھما اور خفقت میں غنی ہے، خداوند

سب پر مہربان ہے۔ (آیت ۸ و ۹)

اور کتاب سموئیل اول باب نمبر ۹ آیت نمبر ۱۹ میں ہے:

”اور اس نے (یعنی خدا نے) بیت شمس کے لوگوں کو مارا، اس لئے کہ انہوں نے خداوند

کے صندوق کے اندر جھانکا تھا، سو اس نے ان کے پچاس ہزار اور ستر آدمی مار ڈالے“

ذرا خدا کی بیشمار رحمت اور بردباری ملاحظہ کیجئے، کہ خاص اپنی قوم کے پچاس ہزار ستر انسانوں

کو کس بیدردی کے ساتھ معمولی خطا پر قتل کر ڈالا؟

اختلاف نمبر ۲۔

کتاب استثناء باب نمبر ۳۲ آیت نمبر ۱ میں ہے :
 "وہ خداوند کو دیرانے اور سولے ہولناک بیابان میں ملا، خداوند اس کے چوگرد ہا
 اس نے اس کی خبر لی اور اسے اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح رکھا،
 اور کتاب گنتی باب نمبر ۲۵ آیت نمبر ۲ میں ہے :

"تب خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھر دیا، اور خداوند نے موسیٰ سے کہا قوم کے
 سب سرداروں کو پکڑ کر خداوند کے حضور دھوپ میں ٹانگ لٹاؤ، تاکہ خداوند کا شدید
 قہر اسرائیل پر سے ٹل جائے،
 پھر اسی باب کی آیت نمبر ۹ میں ہے :

"اور جتنے اُس دہار سے مرے اُن کا شمار چوبیس ہزار تھا،
 ذرا ملاحظہ کیجئے اپنی قوم کی کس طرح اپنی آنکھوں کے برابر حفاظت کی ہے کہ موسیٰ کو حکم
 دیدیا کہ قوم کے سارے رئیسوں کو پھانسی چڑھا دو، اور چوبیس ہزار انسان ہلاک کر دیئے،
 اختلاف نمبر ۳۔

کتاب استثناء کے باب نمبر ۲ آیت نمبر ۱ میں ہے :
 "اور تو اپنے دل میں خیال نہ لے کہ جس طرح آدمی اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتا ہے ویسے ہی خدا
 تیرا خدا تجھ کو تنبیہ کرتا ہے۔"

۱۔ بائبل کے بیان کے مطابق یہ حضرت موسیٰ کا کلام ہے جس میں وہ بنی اسرائیل پر خدا کی شفقتوں کا ذکر
 فرماتے ہیں کہ اللہ نے ان کی کیسی خبر گیری سنرمانی،
 ۲۔ یعنی سولی سے لے کر،

اور کتاب گنتی باب نمبر ۱۱ آیت ۳۳ میں ہے :

”اور اُن کا گوشت انھوں نے راتوں سے کانا ہی تھا اور اُسے چبانے بھی نہ پائے تھے،
کہ خداوند کا قہران لوگوں پر بھڑک اٹھا، اور خداوند نے ان کو بڑی سخت دھار سے مارا۔“
کیا کہنے ہیں باب کی طرح سزا دینے کے، وہ بیچلے بھوکے فاقہ مست لوگ جب اُن کو گوشت
نصیب ہوا تو ابھی انھوں نے کھانا ہی شروع کیا تھا کہ ایک دم غریبوں پر اتنی سخت مار پڑی،
اختلاف نمبر ۴۔

کتاب میخا کے باب نمبر ۷ کی آیت نمبر ۱ میں اللہ کی نسبت یوں فرمایا گیا ہے :
”وہ شفقت کرنا پسند کرتا ہے“

اور کتاب استثناء کے باب نمبر ۷ آیت نمبر ۲ میں یوں کہا گیا ہے :

”اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو
تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا، تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ اُن پر رحم کرنا“

اور اسی باب کی آیت نمبر ۱۹ میں ہے :

”اور تو ان سب قوموں کو جن کو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کر لے گا نابود کر ڈالنا،
تو اُن پر تیرے نہ کھانا“

ذرا دیکھئے اللہ کو کہ کس قدر رحم و کرم کو پسند فرما رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے ساتھ عظیم الشان
قتیلوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے، اور ان پر قلعی رحم نہ کرنے کا اور معاف نہ کرنے کا،
اختلاف نمبر ۵۔

رسالہ یعقوب کے باب نمبر ۷ آیت نمبر ۱۱ میں یوں کہا گیا ہے کہ :

”اور خداوند کی طرف سے اس کا جوا انجام ہوا اسے بھی معلوم کر لیا جس سے خداوند کا

بہت ترس اور رحم ظاہر ہوتا ہے۔

اور کتاب ہوش کے باب نمبر ۳۳ آیت نمبر ۱۶ میں یوں ہے کہ:

”سامریہ اپنے جرم کی سزا پائے گا، کیونکہ اس نے اپنے خدا سے بغاوت کی ہے، وہ تلوار سے گرجائیں گے، ان کے بچے پارہ پارہ ہوں گے، اور باردار عورتوں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے،

معصوم بچوں اور حاملہ عورتوں کے حق میں کتنی شفقت اور رحم کا مظاہر ہو کیا جا رہا ہے،
اختلاف نمبر ۶۔

نوحہ یرمیاہ کے باب نمبر ۳ آیت نمبر ۳۳ میں یوں ہے کہ:

”کیونکہ وہ بنی آدم پر خوشی سے ڈکھ اور مصیبت نہیں بھیجتا۔“

لیکن اُس کا بنی آدم پر ڈکھ، مصیبت نہ بھیجنا اس درجے کا ہے کہ اس نے

لے واضح ہے کہ اسلام نے دشمن کے ساتھ کہیں اس قسم کی بدسلوکی کو رد نہیں رکھا، اسلام کے اصول جنگ کا پہلا سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَلَقَ جَنِيحًا
قَالَ: ائْطَلِقُوا إِنْسِمَ اللَّهِ وَلَا تَقْتُلُوا شَيْعًا قَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً
وَلَا تَغْلُوا وَضُمُوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلَحُوا وَاحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ
رواہ ابوداؤد (رجع الفوائد، ص ۸ ج ۲)

ترجمہ:- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو (ان سے) فرماتے کہ اللہ کے نام پر جاؤ، اور نہ کسی بہت عمر رسیدہ بوڑھے کو قتل کرنا، نہ کسی چھوٹے بچے کو اور نہ کسی عورت کو، اور مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اور اپنے مالِ غنیمت کو حرج کرنا، اور اصلاح کرنا اور اچھا سلوک کرنا، بلاشبہ اللہ تم کو کاروں کو پسند کرتا ہے۔

(رجع الفوائد، صفحہ ۸ جلد ۲)

اشدودین کو بواہر میں مستلا کر کے ہلاک کر دیا چنانچہ اس کی تصریح سفر سموئیل اول کے باب ۱۱ میں ہوئی ہے، اسی طرح پانچوں بادشاہوں کے لشکر کے ہزاروں انسانوں کو آسمان سے جڑے جڑے پتھر برساکر ہلاک کر ڈالا جن کی تعداد ان مقتولین کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے، جن کو بنی اسرائیل تلوار قتل کیا جیسا کہ کتاب یوشع کے باب نمبر ۱۰ میں صاف طور پر لکھا ہے، اسی طرح بے شمار بنی اسرائیل کو سانپوں اور اڑدہوں کو بھیج کر ہلاک کر دیا، جیسا کہ کتاب گنتی کے باب نمبر ۲۱ میں تصریح ہے،

اختلاف نمبر :-

کتاب تواریح اول کے باب ۱۶ آیت ۲۱ میں ہے:

”کیونکہ اس کی یعنی خدا کی شفقت اہی ہے“

اور زبور نمبر ۱۳۵ کی آیت ۹ میں اس طرح ہے:

”خداوند سب پر مہربان ہے، اور اس کی رحمت اس کی ساری مخلوق پر ہے“

مگر اس کی دائمی مہربانی اور عام شفقت ساری مخلوق پر اس درجے کی ہے کہ اس نے نوح علیہ السلام کے عہد میں سوائے کشتی والوں کے سائے حیوانات اور انسانوں کو طوفان کے

۱۔ اشدودین، فلسطین کے شہر اشدود (Ashdod) کی طرف منسوب ہیں، ایک زمانے میں صندوقِ شہادت اس شہر میں لایا گیا تھا جس کی بناء پر یہاں کے باشندوں کو دہائے عام میں گرفتار کیا گیا (کتاب یوشع، باب ۱۰)

۲۔ اس شہر کے لوگوں کو چھوٹے سے بڑے تک مار لورڈان کے گلیاں بکھنے لگیں (۱۔ سموئیل ۵: ۹)

۳۔ یوشع ۱۰: ۱۱

۴۔ گنتی ۲۱: ۹

ذریعے ہلاک کر ڈالا، اور سزوم اور مامورہ اور اس کے علاقے کے تمام باشندوں کو آسمان سے آگ اور گندھک کی بارش برسا کر ہلاک کر دیا، جیسا کہ کتاب پیدائش کے باب ۱۹ میں اس کی تصریح موجود ہے،

اختلاف نمبر ۸

کتاب ہشتاد کے باب ۲۲ آیت ۶ میں ہے،

بیٹوں کے بدلے باپ لے نہ جائیں، نہ باپ کے بدلے بیٹے، ایسے جائیں ہر ایک

اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے،

اور کتاب سموئیل ثانی کے باب ۱۷ میں یوں لکھا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے شاؤل کی اولاد میں سے سات آدمیوں کو خدا کے حکم سے جیون والوں کے حوالے کر دیا تاکہ وہ شاؤل کے جرم کے بدلے میں ان کو قتل کر ڈالیں چنانچہ انھوں نے ان ساتوں کو سولی دیدی، حالانکہ داؤد علیہ السلام نے شاؤل سے عہد کیا تھا اور قسم کھا کر کہا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کو ہلاک نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ کتاب سموئیل اول کے باب ۲۳ میں مندرجہ لکھا ہے، ملاحظہ کیجئے خدا کے حکم سے عہد شکنی کی جاتی ہے،

کتاب خروج باب ۲۱ آیت ۱۷ میں کہا گیا ہے کہ،

باپ مارا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں

کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے،

اختلاف نمبر ۹

باپ اول کا گناہ بیٹوں پر

مل ۲ سموئیل، ۱: ۲۱، ۹

مل ۱: ۲۱، ۹ سے خداوند کی قسم کھا کر تو میرے بعد میری نسل کو ہلاک نہیں کرے گا..... سو داؤد نے شاؤل سے قسم کھائی (۱۔ سموئیل ۲۳: ۲۱، ۲۲)۔

اور کتاب حزقی ایل باب ۸ آیت ۲۰ میں ہے کہ :

”جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، مینا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے“

معلوم ہوا کہ بیٹے باپ کے قصور کے ذمے دار ایک پشت میں بھی نہیں ہیں، چہ جائیکہ چار پشتوں تک، اور یہ بوجھ لادنا اگر چالیسوں تک ہی رہتا تب بھی قیمت تھا، لیکن خدا نے مجبور نے اس حکم کو توڑ ڈالا، اور حکم دے ڈالا کہ باپوں کے جرم کے بدلے میں پشتہا پشت تک ان کی اولاد ذمہ دار ہوگی، اور باپ دادوں کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گی، چنانچہ سفر سموئیل اول کے باب ۵ میں لکھا ہے کہ :

”تبت الافواج یوں فرماتا ہے کہ مجھے اس کا خیال ہو کہ عیال نے اسرائیل سے کیا کیا، اور جب یہ مصر سے بھل آئے تو وہ راہ میں اُن کا مخالفت ہو کر آیا، سواب تو جا، اور عیال کو مار، اور جو کچھ اُن کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے، اور اُن پر رحم مت کر، بلکہ مرد اور عورت

ملہ عیالین یا عیالہ (Amalek) ایک قوی ہیکل قوم جو جزیری فلسطین پر قابض ہو گئی تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو مصر سے نکال کر لایا ہے تھے تو اُس نے اُن کا راستہ روکا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے حضرت یوشع نے اُن کا مقابلہ کر کے انھیں شکست دی تھی، (دخروج ۱۷: ۸ تا ۱۳) اس وجہ سے اُن کے خلاف دائمی اعلان جنگ کر دیا گیا (دخروج ۱۷: ۱۶ و ہستناء ۲۵: ۱۷) پھر طلوت یا شاول نے اُن سے جہاد کیا (سموئیل ۱۳: ۳۸، ۱۵: ۸) اور حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے سردار جالوت کو قتل کر دیا (سموئیل ۱۷: ۲۷ و ۱۷: ۳۰) اس واقع کے بعض اجزاء کی تصدیق فسران کریم نے بھی سورہ بقرہ میں کی ہے، نفی

نہے تھے اور شیر خوار بچے بیل اور بھیڑ بکریاں، اونٹ اور گدے سب کو قتل کر ڈالے

(آیات ۳۰۲)

ملاحظہ کیجئے خدا کو اپنی قوتِ حافظہ پر زور دے کر چار سو سال پیچھے یاد آیا کہ عمامہ نے بنی اسرائیل پر کیا کیا مظالم کئے تھے، اب اس قدر طویل مدت گزرنے کے بعد ان کی اولاد سے انتقام لینے اور ان کے مرد و عورت اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور گائے، بکری، اور گدھوں کی قتل کا حکم دے رہا ہے، اور چونکہ شاول نے اس خدائی فرمان پر عمل نہ کیا تو خدا اس کو بادشاہ بنانے پر پشیمان ہوا،

اور اکلوتا بیٹا جو معبود ثانی بھی ہے وہ تو چار قدم اور آگے بڑھ گیا، اور اس نے چار ہزار سال بعد باپ دادوں کے گناہ اولاد پر ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ ابخیل متی کے باب ۲۷ میں یوں ہے کہ:

”تا کہ سب راست بازوں کا خون جو زمین پر بہا گیا تم پر آئے، راست باز حابل کے خون سے لیکر برکیاہ کے بیٹے زکریاہ کے خون تک جسے تم نے مقدس اور قربانگاہ کے درمیان قتل کیا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانے کے لوگوں پر آئے گا“ (آیات ۳۵، ۳۶)

پھر باپ جو معبود اول ہے، وہ اور چار قدم آگے بڑھتا ہے، اور سوچتا ہے کہ آدم کا گناہ موجودہ عہد تک کی تمام اولاد کو اٹھانا چاہئے، حالانکہ اس واقعہ کو چار ہزار تیس سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، اور آدم سے مسیح تک ستر وشتیس گزر چکی ہیں (جیسا کہ نوحا کی

۱۔ یہ بائبل کی اس عبارت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ خداوند کا کلام سموئیل کو پہنچا کہ مجھے افسوس ہو کہ میں نے شاول کو بادشاہ ہونے کیلئے مقرر کیا کیونکہ وہ میری ہر دی سے پھر گیا۔ (۱۔ سموئیل ۱۵: ۱۱)

انجیل کے باب میں اس کی تصریح ہے، اور یہ بات قائم کی کہ اگر آدم کے اس گناہ کا کوئی عمدہ کفارہ نہ ہو تو اولاد آدم سب کی سب جہنم کی مستحق ہے، پھر اس کے سوا اور کوئی شکل نظر نہیں آتی کہ اپنے بیٹے کو جو معبود ثانی ہے اور کفارے کے لئے اس سے بہتر اور لائق نہیں ہو دنیا کے کہنے سالوں یعنی یہودیوں کے ہاتھوں سولی دلائی جائے، اس کے سوا اولاد آدم کی نہات کی اور کوئی صورت خدا کی سمجھ میں نہیں آتی چنانچہ اس کو سولی دینے جلنے کا حکم صادر کر دیا، اور دشمنوں کے ہاتھوں میں ڈال کر تکلیف کے وقت اس کی فریاد بھی سن کر نہ دی، اور غریب بیٹا شدت تکلیف سے چلا چلا کر باپ کو یہ کہہ کر پکارتا رہا کہ اے میرے معبود تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟ پھر دوبارہ چلایا اور مر گیا، پھر مرنے کے بعد ملعون ہو کر جہنم میں داخل ہو گیا (نور نعوذ باللہ منہ)

زکریا بن برکیا کا قتل، اس کے علاوہ عہد قین کی کبھی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زکریا بن برکیا عبادت گاہ اور تشریان گاہ کے دریاں قتل کئے گئے ہوں، البتہ کتاب تواریخ ثانی کے باب ۲۴

میں تصریح کی ہے کہ زکریا بن یویدع کا بن خدا کے گھر کے صحن میں یو آتش بادشاہ کے عہد میں قتل کیا گیا، پھر بادشاہ کے عنصلاموں نے اس کو زکریا کے خون کے عوصن میں قتل کر دیا،

۱۔ ملاحظہ ہو انجیل متی ۲۴: ۵۱ تا ۵۵، لوقا ۱۵: ۲۲، ۳۸، ۴۳، ۴۶، مرقس ۱۵: ۲۲ تا ۲۸، یوحنا ۱۹: ۱۴

۱۹: ۱۴

۲۔ دیکھئے مکتبہ ہذا صفحہ ۹۳ جلد ۲،

۳۔ ۲ تواریخ ۲۱: ۲۳

۴۔ ۲ تواریخ ۲۵: ۲۳

پس انجیل نے یہودِ ع کو برکیاء سے بدل کر تحریف کر دی، اسی لئے لوقا نے اپنی انجیل کے باب میں صرف ذکرِ یاکے نام پر اکتفا کیا ہے، اور باپ کا نام ذکر نہیں کیا، اب آپ ان مذکورہ ۱۵ یعنی واقعہ تو ذکرِ یاء بن یہودِ ع کا تھا، انجیل متی میں اسے ذکرِ یاء بن برکیاء کی طرف منسوب کر دیا گیا، بائبل کے مشہور اح اس مقام پر اس کی توجیہ میں حیران ہیں، اور اس غلطی کی عجیب تاویل کرتے ہیں، آرائے ناکس تفسیر عبدالمحبہ میں لکھا ہے:

”لوقا کے برخلاف متی میں یہاں ذکرِ یاء کو برکیاء کا بیٹا کہا گیا ہے، حالانکہ درحقیقت جس شخص کو خدا کے گھر میں قتل کیا گیا وہ ذکرِ یاء بن یہودِ ع تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برکیاء یہودِ ع ہی کا کوئی دور دراز کا بھائی تھا جس کی طرف ذکرِ یاء کو منسوب کر دیا گیا، کیونکہ دو اور مقامات پر بھی ذکرِ یاء کو بن برکیاء کہا گیا ہے، حالانکہ خاندان ایک ہی ہے، رویمچے یسعیاہ ۲: ۸ اور ذکرِ یاء ۱: ۱) لیکن اس کے بعد مزید تحقیق کی گئی تو اسی جیسا ایک اور واقعہ تاریخ میں ملا، اور وہ یہ کہ ذکرِ یاء بن باروک نامی ایک شخص کو بھی اسی طرح ظلماً قتل کیا گیا اور یہ واقعہ مشرق میں برشلیم کی تباہی سے بہت پہلے کا نہیں ہے، جیسا کہ مورخ یوسیفوس نے ذکر کیا ہے، اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ انجیل متی کے کس بہت ہی پرہوش ناقل نے ”ج“ غلطی سے یہاں اپنی طرف سے ابن برکیاء بڑھا دیا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ اگرچہ واقعہ ہمارے خداوند کے بعد کا ہے مگر ہمارے خداوند نے پہلے ہی اس واقعہ کو معلوم کر لیا ہو گویا مشرق میں ”ج“

ناکس صاحب سندرجہ بالا عبارت میں جو دو تاویلیں کی ہیں ان میں سے دوسری تو صرف یہ کہ انتہائی دور دراز کا معصک خیز اور انجیل متی کے سیاق و سباق کے بالکل خلاف ہے کہ چونکہ متی میں ماضی میں ہونے والے قتل کا تذکرہ مستقبل کا نہیں) بلکہ خود انجیل کے نقل کرنا والوں کی جلد بازی اور بے ہمتیا علی کا کھلا ثبوت ہے، رہا یہ کہنا کہ ذکرِ یاء بن یہودِ ع کا کوئی دور دراز کا باپ برکیاء ہوگا، سو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور یسعیاہ ذکرِ یاء کے جو حوالے انھوں نے پتے کئے ہیں وہ اس لئے غلط ہیں کہ جس ذکرِ یاء بن برکیاء کا وہاں ذکر ہے وہ بالکل دوسرے ہیں اُن کے قتل کا واقعہ بائبل میں نہیں ہے، چنانچہ مونسنگز ناکس نے ترجمہ بائبل کے حاشیے پر اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس مقام پر یسعیاہ ۲: ۸ اور ذکرِ یاء ۱: ۱ کا حوالہ نہیں دیا جاسکتا،

(کیونکہ بائبل متی ۱۳: ۳۵) ۱۲ تقی

نوشانوں کو ملاحظہ فرما کر نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ان سے اللہ کی بے شمار رحمت اپنی مخلوق پر کس طرح ثابت ہوئی؟

اختلاف نمبر ۱۰۔

زبور نمبر ۳۰ آیت ۵ میں یوں ہے کہ:

”کیونکہ اس کا قبر دم بھر کھلے“

اور کتاب مفتی کے باب ۳۲ آیت ۱۳ میں یوں ہے کہ:

”سو خداوند کا قبر اسرائیل پر بھڑکا، اور اُس نے ان کو بیابان میں چالیس برس تک

آوارہ پھرایا، جب تک کہ اس پشت کے سب لوگ جنہوں نے خداوند کے ردِ پروگناہ

کیا تھا نابود نہ ہو گئے“

ذرا دیکھنے کے لائق ہے یہ ایک گھڑی کا غضب کہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

اختلاف نمبر ۱۱۔

کتاب پیدائش کے باب ۱ آیت اول میں یوں ہے کہ:

”میں خدا کے قادر ہوں“

اور کتاب القضاۃ کے باب ۱۹ آیت ۱ میں یوں ہے:

”اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا، سو اُس نے کوہستانیوں کو نکال دیا، پروادی کے

ہاشندوں کو محال نہ سکا، کیونکہ اس کے پاس لوہے کے تختے تھے“

خدا کی قدرت کا اندازہ دیکھئے کہ وہ بیمار اس وادی کے رہنے والوں کو محض اس لئے

ہلاک نہ کر سکا کہ ان کے پاس بے شمار لوہے کی بنی ہوئی سواریاں تھیں،

اختلاف نمبر ۱۲۔

کتاب استنار کے باب آیت ۱ میں ہے کہ :-

”کیونکہ خداوند بخارا خدا اہل ان کا کہ خداوندوں کا خداوند ہے، وہ بزرگوار اور قادر

اور حبیب خدا ہے“

اور کتاب ماموس کے باب آیت ۳ ترجمہ عربی ۸۳۲ء میں یوں ہے کہ :

”یاد رکھو! میں تمہارے نیچے ایسا چکا ہوں جیسے پلوں سے لدی ہوئی گاڑی چکی ہوتی ہو“

ترجمہ فارسی ۸۳۸ء میں لکھا ہے :

”ابنک من در زیر شما چپیدہ شدہ ام چنانچہ اراہ پُر از اقد چپیدہ می شود“

ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ اپنی تمام عظمت و جباریت کے باوجود بنی اسرائیل کے ساتھ کیسا

چپکا ہوا ہے !

اختلاف نمبر ۱۳

کتاب یسعیاہ کے باب ۴۰ آیت ۲۸ میں ہے کہ :

”خداوند خدا نے ابدی و تمام زمین کا خالق ٹھکانا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا“

اور کتاب القضاۃ کے باب آیت ۲۳ میں یوں ہے کہ :

”خداوند کے فرشتے نے کہا تم میری روز پر لعنت کرو، اس کے باشندوں پر سخت لعنت

کرو، کیونکہ وہ خداوند کی ملک کو زور آوروں کے مقابل خداوند کی ملک کو نہ آئے“

غور کیجئے! خدا کی طاقت و قوت کا عالم کیسا نرا لا ہے ! اور اس کا کمزور و ضعیف نہ ہونا کیسا عجیب

نظر آ رہا ہے، کہ وہ زبردستوں کے مقابلے میں امداد کا محتاج تھا، اور جو اس کی مدد کو نہیں پہنچا

اسے یہ عربی سے ترجمہ ہو، موجودہ اردو ترجمے کی عبارت اس کے خلاف یہ ہے : ”میں تم کو ایسا دباؤں گا جیسے پلوں

سے لدی ہوئی گاڑی دباتی ہے“

اس پر لعنت کرتا ہے،

کتاب ملائکہ کے باب ۹ کی آیت ۹ میں یوں ہے کہ :

”میں تم سخت ملعون ہوں کیونکہ تم نے بلکہ تمام قوم نے مجھے ٹھگایا،

یہ بھی اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے خدا کو لوٹ لیا تھا، اور وہ ان پر

لعنت برساتا تھا، ان چاروں مثالوں سے اللہ کی بیان کردہ قدرت کا حال پورے طور پر

منکشف ہو رہا ہے،

اختلاف نمبر ۱۴ :-

کتاب امثال کے باب ۱۵ آیت ۳ میں یوں ہے کہ ۱۔

”خداوند کی آنکھیں ہر جگہ ہیں، اور نیکوں اور بدوں کے گناہ ہیں“

اور کتاب پیدائش کے باب ۴ آیت ۴ میں اس طرح ہے کہ ۱۔

”جب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟

ذرا دیکھئے : خدا کے ہر جگہ آنکھوں سے دیکھنے کی کیفیت، کہ اس کو آدم سے جب کہ وہ جنت

کے درخت کے درمیان جا کر چھپ گئے تھے پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کہ آپ کہاں تھو؟

اختلاف نمبر ۱۵ :-

کتاب تواریخ ثانی کے باب ۹ آیت ۹ میں ہے کہ :

”خداوند کی آنکھیں ساری زمین پر پھرتی ہیں“

اور کتاب پیدائش کے باب ۵ آیت ۵ میں یوں ہے کہ :

”اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کے لئے گیا“

کیا کہنے ہیں، خداوند کے تمام زمین کو اپنی نگاہ میں رکھنے کے کہ اس کو اترنے اور دیکھنے کی

ضرورت پیش آرہی ہے، تاکہ شہر اور برج کا حال معلوم کرے،

اختلاف نمبر ۱۶ :-

زبور نمبر ۱۳۹ کی آیت ۲ میں اس طرح ہے کہ :-

”تو میرا اٹھنا بیٹھا جاتا ہے، تو میرے خیال کو دور سے سمجھ لیتا ہے“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کے تمام طریقوں کو جانتا ہے، اور ان کے افعال سے باخبر ہے۔

اور کتاب پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۰ میں ہے :

”پھر خداوند نے فرمایا چونکہ سدوم اور غمورہ کا شور بڑھ گیا، اور ان کا جرم نہایت

سنگین ہو گیا ہے، اس لئے میں اب جا کر دیکھوں گا کہ کیا انھوں نے سراسر دیسا ہی

کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کروں گا“

(آیات ۲۰ و ۲۱)

ذرا ملاحظہ ہو کہ اللہ کو کس قدر اپنے بندوں کے اعمال و افعال سے واقفیت حاصل ہے،

کہ وہ یہ بھی جاننے کے لئے کہ سدوم و غمورہ کے باشندوں کے بارے میں جو شور مچا

وہ واقعی ہے، اور وہ کام بھی ایسے ہی کر رہے ہیں یا محض مصنوعی اور جھوٹا ہے، زمین پر

اُترنے اور دیکھنے کا محتاج ہو رہا ہے،

اختلاف نمبر ۱۷ :-

زبور مذکور کی آیت ۵ میں یوں ہے کہ :

”یہ عرفان میرے لئے نہایت عجیب ہے، یہ بلند ہے، میں اس تک نہیں پہنچ سکتا“

لے انبارالحی میں ایسا ہی ہے، مگر موجودہ زبور میں یہ آیت نمبر ۶ ہے، تنقی

اور کتاب خروج باب ۳۳ آیت ۵ میں ہے:

”سو تو اپنے زیور اٹار ڈال تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تیرے ساتھ کیا کرنا چاہتے“

ماشاء اللہ خدا کا علم کیسا عظیم الشان ہے کہ جو اس کی فہم سمجھ سے خارج ہے، اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، جب تک وہ اپنے لباس اٹار دیتا

اور کتاب خروج باب ۱ آیت ۴ میں ہے:

”متب خداوند نے موسیٰ سے کہا میں آسمان سے تم لوگوں کے لئے روٹیاں برسا دوں گا

سو یہ لوگ محل محل کر فقط ایک دن کا حصہ ہر روز پھوڑ لیا کریں کہ اس سے میں اُن کی

آزائش کر دوں گا کہ وہ میری شریعت پر چلیں گے یا نہیں؟

اور کتاب استثناء باب آیت ۲ میں ہے:

”اور تو اس سارے طریق کو یاد رکھنا، جس پر ان چالیس برسوں میں خداوند تیرے خدا

نے تجھ کو اس بیابان میں چلایا تاکہ وہ تجھ کو عاجز کر کے آزمائے، اور تیرے دل کی

بات دریافت کرے کہ تو اس کے حکم کو ماننے لگایا نہیں؟

تو گویا خدائے تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کے جاننے کے لئے امتحان کے محتاج ہیں

اس لئے اُن پر روٹیاں برسا کر اور چالیس سال چٹیل میدان میں مزادے کر ان کا امتحان کیا،

ان چھ مثالوں سے خدا کے عالم الغیب ہونے کا حال خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا،

اختلاف نمبر ۱۸ :-

کتاب ملاکی باب آیت ۶ میں ہے:

لہ اظہار الحق میں یہ حوالہ ایسا ہی ہے، مگر یہیں یہ عبارت باب آیت ۲ میں ملی، غالباً اصل نسخے میں

یہاں کتابت کی غلطی ہے،

اختلاف نمبر ۲۰ :-

کتاب پیدائش کے باب آیت ۲۱ میں آسمان اور ستاروں اور حیوانات کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ خوب صورت اور اچھے ہیں، اور پھر کتاب یوب کے باب ۵ کی آیت ۱۱ میں کہا گیا ہے کہ "آسمان بھی اس کی نظر میں پاک نہیں"

اور باب ۲۵ آیت ۵ میں یوں ہے:

"اور تارے اس کی نظر میں پاک نہیں"

نیز کتاب احبار کے باب ۱۱ میں بہت سے جانور پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی

نسبت یہ کہا گیا ہے کہ "وہ قبیح اور حرام ہیں"

کتاب حزقی ایل باب ۱ آیت ۲۵ میں ہے:

"اے بنی اسرائیل سنو تو! کیا میری روش

راست نہیں کیا تمہاری روش ناراست نہیں؟

اختلاف نمبر ۲۱

عیسو کے ساتھ کھلی نا انصافی

اور کتاب ملاکی باب اول آیت ۲ میں ہے:

"میں نے تم سے محبت رکھی تو بھی تم کہتے ہو تو نے کس بات میں ہم سے محبت ظاہر

کی؟ خداوند فرماتا ہے کیا عیسو یعقوب کا بھائی نہ تھا، لیکن میں نے یعقوب سے محبت

۵ عیسو (Esau) حضرت اسحق علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے (پیدائش ۲۵: ۲۵) اور آدمیوں کے جد امجد ہیں (پیدائش ۲۶: ۳۲) بائبل میں اُن کے باپے میں ایک عجیب منصفانہ واقعہ بیان کیا گیا ہے، بائبل کا بیان ہے کہ تورات اور اس سے پہلے کے قانون میں سب سے بڑی اولاد (پہلوٹھی) کو کچھ مخصوص حقوق حاصل ہوتے تھے (استثناء ۲۱: ۱۵ اور عبرانیوں ۱۲: ۲۱) جو عیسو کو پہلوٹھا ہونے کی بنا پر حاصل تھے، لیکن ایک دن وہ جنگل سے تھکے ہوئے آئے، بھوک بہت لگ رہی تھی، اُن کے بھائی یعقوب علیہ السلام نے دال پکائی ہوئی تھی، عیسو نے اُن سے دال مانگی، تو حضرت یعقوب (باقی صفحہ)

رکھی، اور عیسو سے عداوت رکھی، اور اس کے پہاڑوں کو دیران کیا، اور اس کی میراث

بیابان کے گیدڑوں کو دی۔ (آیات ۳۵۲)

زراند کے رستے کی استقامت ملاحظہ فرمائیے کہ عیسو سے ناحق دشمنی کرتا ہے اس کے پہاڑوں کو چٹیل میدان اور اس کی میراث جنگل کے گیدڑوں کے لئے تجویز کرتا ہے،

رہنہ ماسیہ صفحہ ۶۶) نے اس شرط پر دال کھلانے کا وعدہ کر دیا کہ عیسو پہلوٹھے کے حق سے ان کے حق میں دستبردار ہو جائیں، عیسو نے سخت بھوک کی وجہ سے یہ منظور کر لیا، اور اس طرح اُن کا حق حضرت یعقوبؑ کو مل گیا، (پیدائش ۲۹: ۲۲ تا ۲۴) پھر جب حضرت احقؑ ضعیف اور نابینا ہو گئے تو ایک دن انھوں نے عیسو سے کہا کہ تم میرے لئے جنگل سے شکار لاؤ، اور میری حسبِ منشاء مجھے پکا کر کھلاؤ، میں تمہیں برکت کی دعاؤں دوں گا، عیسو اس حکم کی تعمیل کرنے جنگل چلے گئے، حضرت احقؑ کی بیوی رابعہ کو حضرت یعقوبؑ سے زیادہ محبت تھی، جب عیسو جنگل چلے گئے تو انھوں نے یہ چال چلی کہ دُڈ بکری کے اچھے بچے لے کر انھیں بہت عمدہ طریقے سے پکایا، اور حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ تم یہ کھانا لے کر حضرت احقؑ کو کھلاؤ اور ان پر یہ ظاہر کر دو کہ تم ہی عیسو ہو، اور جنگل سے شکار مار کر لاتے ہو، حضرت یعقوبؑ نے ایسا ہی کیا، اور (معاذ اللہ) جھوٹ بول کر اپنے آپ کو عیسو ظاہر کیا، حضرت احقؑ چونکہ نابینا تھے، اس لئے انھوں نے حضرت یعقوبؑ کے ہاتھ کو ٹٹول کر دیکھا کیونکہ عیسو کی علامت یہ تھی کہ اُن کے ہاتھ پر بڑے بڑے بال تھے، مگر رابعہ نے پہلے ہی یعقوب علیہ السلام کو بکری کی کھال پہنادی تھی، اس لئے وہ دھوکا کھا گئے، اور برکت کی تمام دعائیں بھی انھیں دیا اور اپنی کو اپنا جانشین بنایا، جب عیسو جنگل سے آئے اور یہ ماجرا دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوئے، حضرت احقؑ نے بھی اس پر صرغِ تعجب کا اظہار کیا، اور کہا کہ اب میں برکت کی تمام دعائیں یعقوبؑ کو دو چکا ہوں (کتاب پیدائش ۱۲: ۱۰) یہ تھا بچائے عیسو کا قصور، جس کی بنا پر کتابِ ملاکی میں کہا جا رہا ہے کہ خدا کو اس سے عداوت ہو گئی، اور جس کی وجہ سے یسوع مسیح صاحبِ لے تہ بدینہ کا خطاب دیتے ہیں (عبرانیوں ۱۱: ۱۶)

خود فرمائیے کہ اس قسم کے قصے خدا کے عدل و انصاف اور انبیاء علیہم السلام کے کردار کے بارے میں کیا تصور پیش کرتے ہیں! اس پر بھی یہ اصرار ہے کہ انھیں الہامی مانو اور سادی یقین کر دو، سبحان اللہ، ہذا بہتانِ عظیم ۱۲ تقی

اختلاف نمبر ۲۲ :-

مکاشفہ کے باب ۱۵ آیت ۳ میں ہے کہ :

”اے خداوند خدا قادر مطلق، تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں“

کتاب حزقیال باب ۲۰ آیت ۲۵ میں ہے کہ :

”تمہیں نے اُن کو بُرے آئین اور ایسے احکام دیئے جن سے وہ زندہ نہ رہیں“

اختلاف نمبر ۲۳ :-

زبور نمبر ۱۱۹ کی آیت ۶۸ میں کہا گیا ہے کہ :

”تو بھلا ہے اور بھلائی کرتا ہے، مجھے اپنے آئین بسکھا“

باب ۹ آیت ۲۳ میں یوں ہے کہ ۱

”تب خدا نے ابلیس کو اور سکم کے لوگوں کے درمیان ایک بُری رُوح بھیجی، اور

ابلیس کو ابلیس کے دغا بازی کرنے کے“

ملاحظہ ہو خدا کی نیکی اور اصلاح پسندی کا ریکارڈ کہ محض قتنہ انگیزی کے واسطے ایک کین رُوح کو مسلط کر دیا،

اختلاف نمبر ۲۴ :-

اکثر آیتوں میں زنا کی حرمت ثابت ہے، اور اگر پادری صاحبان کو ان کے قول

میں سچا مانا جائے..... پھر تو لازم آئے گا کہ خود خدا نے یوسف نجار کی

بیوی سے زنا کیا، اور وہ اس زنا سے حاملہ بھی ہوئی، (خدا کی پناہ) اس مقام پر لمحدین تو

۱۵ دیکھئے خروج ۲۰: ۱۳، استثنا ۱۸: ۵، متی ۱۹: ۱۸، رومیوں ۱۳: ۹، وکلتیوں ۱۹: ۵،

وغیرہ،

صدے تجاوز کرتے ہیں، اور اتنا فحش ہستہزار کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے روگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، میں صرف ناظرین کی آگاہی کے لئے صرف صاحب اکیسہو موکا قول نقل کرتا ہوں، اور اس کے ہستہزار سے قطع نظر کرتا ہوں، یہ ملحد اپنی کتاب مبلووعہ ۸۱۳ء کے صفحہ ۴۴ میں کہتا ہے :

”اس انجیل میں جس کا نام ٹی ٹی اور ٹی آف میری ہے اور جس کا شمار اس دور میں جبرٹی انجیلوں میں کیا جاتا ہے لکھا ہے کہ مریم علیہا السلام کو بیت المقدس کی مٹ کے لئے آزاد اور وقف کر دیا گیا تھا، اور وہ سوڈہ برس تک وہاں رہیں، اس قول کو فادر جیروم زلدیر نے قبول اور پسند کیا ہے، اور وہ اس کی صحت کا معتقد ہے لہذا اس صورت میں کہ مریم بیت المقدس کے کسی کاہن سے حاملہ ہوتی ہوں، اور اس کاہن نے مریم کو یہ ترکیب سکھائی ہو، کہ تم یہ کہہ دینا کہ میں روح القدس سے حاملہ ہوں“

اس کے بعد اس ملحد نے لوقا کی تحریر کا شدید مذاق اڑایا ہے، اور کہا ہے :

”یہ واقعہ یہودیوں کے نزدیک بالکل اس طرح ثابت ہے کہ ایک سپاہی کالا کا مریم کا عاشق ہو گیا تھا، اور اسی کی شیع حرکت سے جیسا یوں کا شیخ پیدا ہوا، اسی بناء پر مریم پر یوسف نجار بگڑا، اور غضبناک ہو کر اپنی اس خاتن بیوی کو چھوڑ دیا، اور بابل چلا گیا، اور مریم یسوع کو لے کر مصر چلی گئیں، وہاں پہنچے ہوئے یسوع نے جادو کا علم سکھا، اور سیکھ کر یہودیہ آ گیا تاکہ لوگوں کو دکھائے“

لے الہارالحق میں اصل یہ ”تعدہ یسوع هناك النیر نجات“ اس کا ترجمہ ہم نے اندازہ سے جادو کا علم کیا ہے، انگریزی ترجمہ ہے ”یہی ترجمہ کیا ہے“ النیر نجات کے صحیح اور یقینی معنی یہیں معلوم نہیں ہو سکے، تعنی

پھر کہتا ہے کہ :-

”بت پرستوں میں اس قسم کی بے شمار سپردہ اور دہمیات روایتیں مشہور اور رائج ہیں مثلاً یہ کہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کا معبود ^{۱۱}مزداسے جو ^{۱۲}جو پٹر کے دماغ سے پیدا ہوا، اور ^{۱۳}بیکس جو پٹر کی ران میں تھا، اور ^{۱۴}جو چین والوں کا معبود ہے، ایک کنواری عورت سے پیدا ہوا جو سورج کی شعاع سے حاملہ ہوئی تھی۔“

اس مقام کے مناسب وہ واقعہ ہے جس کو جان لٹرنے اپنی کتاب ^{۱۵}مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں نقل کیا ہے کہ :-

”جو ناساؤ تھ کاٹ نے اب سے کچھ مدت پہلے ابام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں وہی عورت ہوں جس کی نسبت خدا نے سفرنگوین کے باب آیت ۵۰ میں فرمایا ہے، ”یہ متحق ہے تیرے سر کی“ اور اس کے حق میں مکاشفہ کے باب ۱۲ میں یوں ہے کہ ”پھر آسمان پر ایک

۱۱۔ ^{۱۲}مزد (Minerva) عہد قبل مسیح میں اسے اطالوی باشندے اپنی دیوی (goddess) مانتے تھے، اطالوی زبان میں ”منس“ کے معنی دماغ کے ہیں، اور چونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ مزد جو پٹر کے دماغ سے پیدا ہوئی اس لئے اس کا نام مزدوارکھا، بخشدق مہنگ روم میں اس کے نام کا ایک بڑا مندر موجود تھا، جہاں ۱۹ مارچ کو مزد کا مقدس دن منایا جاتا تھا (برٹانیکا، ص ۵۲۳ ج ۱۵)

۱۳۔ ^{۱۴}جو پٹر (رومیوں اور اتالویوں کا سب سے بڑا دیوتا جسے وہ آسمانی دیوتا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ قحط کے ایام میں بارش وہی برساتا ہے، روم کے بعض طاقوں میں اس کے نام کے بعض قدیم مندر اب بھی موجود ہیں، یہ لوگ دنیا میں سب سے مقدس شخص کو اس کا خلیفہ مانتے تھے، ۱۳ ستمبر کو اس کی پوجا کا جشن منایا جاتا تھا، مزد اور جو تو اس دیوتا کے ماتحت کچھ جانتے تھے (برٹانیکا، ص ۸۷، ۸۸ ج ۱۳)

۱۵۔ الکھارالحق میں ایسا ہی ہے ”وہی تَشْجِیْنُ دَرَأْسَلَق“ اور موجودہ اردو ترجمے کی عبارت یہ ہے :-
وہ تیرے سر کو کچلے گا۔“

بڑا نشان دکھاتی رہا، یعنی ایک عورت نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی، اور چاند
اس کے پاؤں کے نیچے تھا، اور بارہ ستاروں کا کچ اس کے سر پر، وہ حاملہ تھی، اور وہ
زہ میں چھلاتی تھی، اور بچہ جننے کی تکلیف میں تھی، اور محمد کو عیسیٰ کا حمل ہوا، بہت مسیحی
اس کے تلخ ہو گئے، اور اس حمل سے ان کو بے حد خوشی ہوئی، اور سونے چاندی کے
برتن بنائے۔

مگر ہم نے آج تک کسی سے نہیں سنا کہ اس کے اس حمل سے برکت والا بچہ پیدا بھی ہوا یا نہیں
اور اگر پیدا ہوا تو اس کو بھی باپ کی طرح الوہیت اور خدائی کا مرتبہ ملا یا نہیں؟ اور اگر ملے
تو کیا اس نے اپنے مستقدوں کے عقیدہ تثلیث کو ترجیح سے بدلایا، نہیں؟ اور کیا اس نے
اللہ کا لقب یعنی باپ کو دادا کے لقب سے تبدیل کیا نہیں؟

اختلاف نمبر ۲۵؛

کتاب گنتی کے باب ۲۳ آیت ۹ میں ہے کہ ۱۔

”خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے، اور نہ وہ آدم زاد ہے، کہ (مشرک منہ ہو)“

اور کتاب پیدائش باب ۱ آیت ۹ میں ہے:

”تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا، اور خداوند
نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا دے زمین پر سے شاڈالوں کا، انسان
سے لے کر حیوان اور ریگنے والے جاندار اور ہوا کے پرندوں تک، کیونکہ میں اُن کے
بنانے سے ملول ہوں۔“

۱۔ اظہار الحق میں ایسا ہی ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمے میں اس کی جگہ یہ لفظ ہیں: ”اپنا ارادہ بدلے“

اختلاف نمبر ۲۶ خدا پچھتا تا ہے،

کتاب سمویل اول باب ۵ آیت ۲۹ میں ہے:
”اور جو اسرائیل کی قوت ہے وہ نہ تو جھوٹ بولتا ہے، اور نہ
پچھتا تا ہے، کیونکہ وہ انسان نہیں ہے کہ پچھتا تا ہے۔“

اور اسی باب کی آیت ۱۰ میں ہے:

”اور خداوند کا کلام سمویل کو پہنچا، کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ
بنونے کے لئے مقرر کیا، کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے۔“ (آیت ۱۰ اور ۱۱)

اور آیت ۲۵ میں ہے:

”اور خداوند ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کر کے ملول ہوا۔“

اختلاف نمبر ۲۷۔

کتاب امثال باب ۱۲ آیت ۲۲ میں ہے:

”جھوٹے لبوں سے حسد اور نفرت ہے۔“

اور کتاب خروج باب ۲ آیت ۷ میں ہے:

”اور میں نے کہا ہے کہ میں تم کو مصر کے دکھ میں نکال کر کنعانیوں اور حیتیوں اور

اموریوں اور فرزیوں اور حویلوں اور یوسیوں کے ملک میں لے چلوں گا، جہاں

دودھ اور شہد بہتا ہے، اور وہ تیری بات مانیں گے، اور تو اسرائیل بزرگوں کو ساتھ

لے کر مصر کے بادشاہ کے پاس جانا، اور اسی سے کہنا کہ خداوند عبرانیوں کے خدا کی

ہم سے ملاقات ہوئی، اب تو ہم کو تین دن کی منزل تک سیاحان میں جانے دے تاکہ

ہم خداوند اپنے خدا کے لئے قربانی کریں۔“

اور اسی کتاب کے باب ۵ آیت ۳ میں ہے:

تب انھوں نے کہا کہ عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے، سو ہم کو اجازت دے کہ ہم تین دن کی منزل سیلابان میں جا کر خداوند اپنے خدا کے لئے تشریفانی کریں تا نہ ہو کہ وہ ہم میں وہاں بھیج دے، یا ہم کو تلوار سے مروا دے۔

اور اسی کتاب کے باب ۱۱ آیت ۲ میں حضرت موسیٰؑ سے خطاب کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا ارشاد اس طرح مذکور ہے:

ثواب تو لوگوں کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے پڑوسی

اور ہر عورت اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے؛

اور خرد ج باب ۱۲ آیت ۳۵ میں ہے کہ:

اور بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کے کہنے کے موافق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے سونے چاندی

کے زیور اور کپڑے مانگ لئے۔

ملاحظہ ہو خدا کی جھوٹ سے نفرت کی کتنی عمدہ تصویر پیش کی گئی ہے کہ اس نے موسیٰؑ

اور ہارونؑ دونوں کو فرعون کے سامنے جھوٹ بولنے کا حکم دیا، جنانچہ ان دونوں نے جھوٹ

بولنا، اسی طرح بنی اسرائیل کے ہر مرد و عورت نے جھوٹ دیا، فریب دہی اور دھوکہ

بازی سے پڑوسیوں کا مال لینے اور اس میں تصرف کرنے کا حکم دیا، حالانکہ توریت کے

بہت سے مقامات پر پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید پائی جاتی ہے، کیا حقوق کی

ادائیگی کا طریقہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے؟ جن کا حکم ان کو مصر سے نکلنے کے وقت دیا گیا، اور کیا

خدا کے لئے یہ زیبا ہے کہ ان کو خیانت اور بد عہدی کی تعلیم دے؟

اور کتاب سموئیل اول کے باب ۱۶ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سموئیل علیہ السلام

سے منبرمایا:

”تو اپنے سینگ میں تیل بھرا اور جا، میں تجھے بیت لحمی بستی کے پاس بھیجتا ہوں، کیونکہ میں نے اس کے بیٹوں میں سے ایک اپنی طرف سے بادشاہ چنا ہے، سموتیل نے کہا میں کیونکر جاؤں؟ اگر سادّ دل سن لے گا تو مجھے ماری ڈالے گا، خداوند نے کہا ایک بچھیا اپنے ساتھ لے جا، اور کہنا کہ میں خداوند کے لئے تشریفانی کو آیا ہوں.....“

در سموتیل نے وہی جو خداوند نے کہا تھا کیا اور بیت لحم میں آیا؟ آیات اہمہ، تو گویا اللہ نے سموتیل کو حکم دیا کہ جھوٹ بولے، کیونکہ اس کو تودار کے چھوٹے اور اس کو پادشا بنانے کے لئے بھیجا تھا، نہ کہ تشریفانی کے لئے،

اس سے قبل تیسرے اعتراض کے جواب کے سلسلے میں اسی باب کی دوسری فصل میں معلوم ہو چکا ہے، کہ اللہ نے گراہی کی ریح کو چھوڑ دیا، تاکہ وہ چار سو پیغمبروں کے منہ میں جھوٹ ڈالے، اور ان کو گمراہ کرے، پھر وہ جھوٹ ہیں،

ان چاروں مثالوں سے خدا کے جھوٹے ہونٹوں سے نفرت کرنے کی حقیقت کا پول ابھی طرح کھل گیا ہو گا۔

اس سفر خروج کے باب ۲۰ آیت ۲۶ میں یوں ہے کہ:-

اختلاف نمبر ۸۔

”تو میری تشریفان گاہ پر بیٹھ بیٹھ نہ چڑھنا،

خدا عورتوں کو برہنہ کرتا ہے

تاکہ وہ تیری برہنگی اس پر ظاہر ہو“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو مرد کا پوشیدہ حصّہ کھلانا نا پسند ہے، چہ جائیکہ عورت کا پوشیدہ حصّہ۔

۱۵۔ یسٰی حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کا نام ہے، اور ان کے جس بیٹے کو بادشاہ بنانے کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے، ان سے مراد بھی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں،

۱۶۔ دیکھئے ص ۲ ج ۲

اب ملاحظہ کیجئے کتاب اشعیا کے باب آیت ۱۷ میں یہاں کہا گیا ہے کہ :

”عداؤں صیون کی بیٹیوں کی پردہ دہری کرے گا :

اور کتاب یسعیاہ باب ۴۷ آیت ۲ میں ہے :

لہذا انبارالحق میں بائبل کے جس عربی ترجمے سے عبارت نقل کی گئی ہے، یہ اس کا ترجمہ ہو رہی الفاظ یہ ہیں :
 ویقطع الرب عورات بنات صیون، لیکن ہائے پاس بائبل کے جتنے تراجم ہیں ان میں سے ہر ایک کی عبارت دوسرے سے مختلف ہوا۔ ترجمہ میں ہے ”عداؤں صیون کی بیٹیوں کے سرنگے اور یہوداہ ان کے بدن کے بدن بے پردہ کرے گا“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۷ء میں ہے ”یصلع السيد هامہ بنات صیون و یعزى المراتب حوراتہن“ بین ”آقا صیون کی بیٹیوں کے سرنگا کرے گا، اور خدا ان کے بدن بے پردہ کرے گا“ اور انگریزی ترجمہ (کننگ جیمز ورژن) میں ہے :

” Lord Will Smite with a scate the crown of daughters of Zion and the lord will discover their secret parts“

یعنی ”خداوند کھڑکی ایک سخت ضرب کے ذریعے صیون کی بیٹیوں کے سرکناج اتار دے گا، اور خداوند ان کے پوشیدہ مقامات کو برہنہ کر دے گا“ — اور کیمٹلک بائبل (ناکس ورژن) میں یہ آیت نمبر ۱۷ ہو اور اس کے الفاظ یہ ہیں :

”Ay! but the lord has his doom ready for them, bald of head and teem of temples the women of sion shall known“.

یعنی ”سنو! کہ مگر خداوند نے ان (صیون کی بیٹیوں) کے لئے بڑا انجام تیار کر لیا ہے، صیون کی بیٹیاں اپنی حرکتوں کو گنجے سر اور ننگی کنپٹیوں کے ساتھ جانیں گی۔“

ان میں سے ہر ترجمے کی عبارت دوسرے سے کس قدر مختلف ہے ؟

تہنکی لے اور آٹا پیس، اپنا نقاب اُتار اور دامن سمیٹ لے، ٹانگیں تنگی کر کے ندریوں کو
 جوڑ کر، تیرا بدن بے پردہ کیا جائے گا، بلکہ تیرا ستر بھی دیکھا جائے گا، میں بدلہ لوں گا، اور
 کس پر شفقت نہ کروں گا، (آیات ۳۰ و ۳۱)

اور کتاب پیدا تیش باب ۲۰ آیت ۱۸ میں ہے:
 ”کیونکہ خداوند ابراہم کی بیوی سارہ کے سبب ابلی ملک کے خاندان کے سب رحم بند
 کر دیئے تھے“

اور باب ۲۹ آیت ۳۱ میں ہے:
 ”اور جب خداوند نے دیکھا کہ تیرا سے نفرت کی گئی تو اس نے اس کا رحم کھولا، مگر
 راخیل باغج رہی“

اور باب ۳۰ آیت ۲۲ میں ہے:
 ”اور خدا نے راخیل کو یاد کیا، اور خدا نے اس کی سسر اس کے رحم کو کھولا۔“
 ذرا خدا کی مردوں کے کشف عورت سے نفرت ملاحظہ فرمائیے، اور پھر عورتوں کے عیبوں کی
 پردہ درسی، ان کو ہر منہ کرنا، ان کے رحموں کو کھول دینا اور بند کر دینا پیش نظر رکھئے،
 کتاب یرمیاہ کے باب ۹ آیت ۲۳ میں ہے کہ:
 ”میں ہی خداوند ہوں، جو دنیا میں شفقت عدل
 اور راستبازی کو عمل میں لاتا ہوں۔“

اختلاف نمبر ۲۹

خدا صادقوں پر بھی تلوار چلاتا ہے

۱۔ یہ خدا کا دختر بابل کو خطاب ہے۔

۲۔ رحم کو کھولنے اور بند کرنے سے مراد چونکہ بچہ پیدا کرنا اور باغج بنانا ہے، اس لئے یہ اعتراض ہماری
 ناقص راستے میں درست نہیں ہے، نقل

حالانکہ اس کے رحم و شفقت کو پسند کرنے اور سچائی سے خوش ہونے کا حال تو آپ معلوم ہی کر چکے ہیں، اب اس کے عدل و انصاف کو ملاحظہ فرمائیں، کتاب حزقیال کے باب آیت ۳ میں یوں ہے کہ:

”اور اس سے خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں، اور اپنی تلوار دنیا سے نکالوں گا، اور تیرے صادقوں اور تیرے شریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا، اور چونکہ میں تیرے صادقوں اور شریروں کو کاٹ ڈالوں گا اس لئے میری تلوار اپنے میاں سے نکل کر جنوب سے شمال تک تہلہ بھر پڑے گی“

پھر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ شریروں کا قتل علمائے پردٹسٹ کے نزدیک عین انصاف ہے، مگر نیک کا قتل کیونکر عدل بن سکتا ہے!

اور کتاب یرمیاہ باب ۱۳ آیت ۱۳ میں ہے کہ:-

”جب تو ان سے کہنا خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھو! میں اس ملک کے سب باشندوں کو، ہائے بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھے ہیں، اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سب باشندوں کو سستی سے بھر دوں گا، اور میں ان کو ایک دوسرے پر میاں تک کہ باپ بیٹوں پر پڑے مار دوں گا۔ خداوند فرماتا ہے میں نہ شفقت کروں گا، نہ رعایت اور نہ رحم کروں گا کہ ان کو ہلاک نہ کروں“

پہلے سارے ملک کے باشندوں کو مستی سے بھر دینا اور پھر ان کو قتل کرنا کونسا نرا انصاف ہے اور کتاب خروج باب ۱۲ آیت ۲۹ میں ہے:

”اور آدمی رات کو خداوند نے ملک مصر کے سب پہلوٹھوں کو فرعون جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا اس کے پہلوٹھے سے لے کر وہ قیدی جو قید خانے میں تھا اس کے پہلوٹھے

تک بلکہ چو پاؤں کے پہلو ٹھوں کی بھی ہلاک کر دیا۔

مصر کے تمام پہلو ٹھوں کو لور چو پاؤں کو قتل کر دینا کہاں کا انصاف ہو سکتا ہے، کیونکہ مصر کے پہلو ٹھوں میں ہزاروں چھوٹی عمر کے معصوم بچے بھی ہیں، اور اسی طرح چھوٹی عمر کے چوپائے بھی سب بے گناہ ہیں،

اختلاف نمبر ۲۰

کتاب حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۳ میں ہے:

”خداوند خدا فرماتا ہے کیا شریر کی موت میں میری خوشی ہے، اور اس میں نہیں کہ وہ اپنی روش سے باز آئے اور زندہ رہے؟“

اور باب ۲۳ آیت ۱۱ میں ہے:

”تو ان سے کہہ خداوند خدا فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم شریر کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں، بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اور زندہ رہے۔“
دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ شریر کی موت کو پسند نہیں کرتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ وہ توبہ کرے اور نجات پائے، لیکن کتاب یوشع کے باب کی آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ:
”کیونکہ یہ خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ ان کے دلوں کو سخت کر دیا، اور انھیں ہلاک کر ڈالا۔“

اختلاف نمبر ۳۱

یہ تین تیس کے نام پہلے خط کے باب آیت ۲۷ میں ہے:

۱۵ یہ اظہار الحق کی عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ موصوفہ اردو اور انگریزی ترجموں میں عبارت یوں ہے کہ: ”کیونکہ“
خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کر دے کہ وہ جنگ میں اسلحہ کا مقابلہ کریں تاکہ وہ ان کو ہلاک

وہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور بچائی لی بچان تک پہنچیں۔

اور تفسیلیں کیوں کے نام دوسرے خط کے باب آیت ۱۱ میں ہے کہ :

”اسی سب سے خلائق کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا۔ تاکہ وہ جھوٹ کر سچ
جائیں، اور حقے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں وہ سب
سزا پائیں۔“

کتاب امثال باب ۲۱ آیت ۱۸ میں ہے :

”شریر صادق کا فدیہ ہوگا، اور دغا باز ماسخبازدوں کے
بدلہ میں دیا جائے گا۔“

اختلاف نمبر ۳۲
کفارہ کون ہے ؟

اور یوحنا کے پہلے خط باب آیت ۲ میں ہے :

”اور دینی، مالی گناہوں کا کفارہ ہے، اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام
دنیا کے گناہوں کا بھی۔“

پہلی آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بدکار لوگ نیکوکاروں کا کفارہ بنیں گے، اور بدکاری
آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مسیح علیہ السلام جو عیسائیوں کے نزدیک محصوم ہیں
وہ بدکاروں کے لئے کفارہ بن گئے،

فائدہ

بعض پادری حضرات جو دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو کوئی عمدہ قسم کا کفارہ
نصیب نہیں یہ بات اس لئے غلط ہے کہ اگر امثال کی عبارتوں کے حکم میں غور کریں، اور
بنی نوع انسان کے مختلف طبقات کو پیش نظر رکھیں تو ہم کو یہ چیز صاف طور پر ملتی ہے

۱۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام،

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کے متعدد کفارے مسلمان کے ہر ہر فرد کے لئے کارآمد اور مفید ہیں، اس کے علاوہ جب شیخ تمام عالم کے انسانوں کے لئے ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں جیسا کہ یوحنا کا اقرار ہے تو ان مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ کیونکر نہ ہوں گے، جو خدا کی توحید اور مسیح کی نبوت، اُن کی سچائی، اُن کی والدہ کی سچائی اور پاکدامنی کے معتقد ہیں، بلکہ اگر کوئی شخص انصاف سے کام لے تو سمجھ سکتا ہے کہ بدی زندگی کے مستحق صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں، نہ کہ اور کوئی، جیسا کہ باب چہارم سے معلوم ہو چکا ہے۔

اختلاف نمبر ۳۳۔

کتاب خراج باب ۲۰ میں ہے کہ :

”تو خون نہ کرنا، تو زنا نہ کرنا“

اور کتاب زکریا باب ۱۴ آیت ۲ میں ہے :

”میں سب قوموں کو فراہم کر دوں گا کہ یہ دشمن سے جنگ کریں، اور شہر لے لیا جائیگا

اور گھوڑے جائیں گے، اور عورتیں بے حرمت کی جائیں گی“

دیکھئے خدا وعدہ کرتا ہے کہ تمام قوموں کو اس لئے جمع کرے گا کہ وہ خاص اس کی قوم کو

قتل کریں، اُن کی عورتوں کو رسوا کریں اور ان کے ساتھ زنا کریں، اور پہلی آیت میں

اس کے برعکس ہے،

اختلاف نمبر ۳۴۔

کتاب حقوق باب آیت ۱۳ میں ہے :

”تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں تو بی کو نہیں دیکھ سکتا، اور کچ رہتاری پر بجاہ نہیں کر سکتا“

اور کتاب یسٰیہ باب ۴۵ آیت ۷ میں ہے:

میں ہی روشنی کا موجب اور تاریکی کا خالق ہوں، میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں، میں ہی خداوند یہ سب کچھ کرنے والا ہوں۔

اختلاف نمبر ۳۵

زبور نمبر ۳۲ کی آیت ۱۵ میں ہے:

خداوند کی نگاہ صادقوں پر ہے، اور اس کے کان ان کی فریاد پر لگے رہتے ہیں۔۔۔۔۔
صادق چلاتے اور خداوند نے سنا اور ان کو ان کے سب دکھوں سے بچھا دیا، خداوند
شکستہ دلوں کے نزدیک ہے، اور خستہ جانوں کو بچاتا ہے، (کیات ۵ تا ۷)

اور زبور نمبر ۳۲ آیت ۱ میں ہے:

تو میرے خدا اے میرے خدا! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟ تو میری مدد اور میرے
نالہ و نسر یاد سے کیوں دور رہتا ہے؟ اے میرے خدا میں دن کو پکارتا ہوں پر تو
جواب نہیں دیتا، اور رات کو بھی اور خاموش نہیں ہوتا۔

اور انجیل متی باب ۲۷ آیت ۴۶ میں ہے:

تو (فوجی) کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا، ایل، ایل، لما شبتنی؟
اے میرے خدا اے میرے خدا! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟

کوئی بتائے کہ کیا داؤد علیہ السلام و مسیح علیہ السلام نیکوں میں شامل نہیں ہیں؟ اور
شکستہ دل اور متواضع جان والوں میں داخل نہیں ہیں؟ پھر خداوند نے ان کو کیوں

۱۷ موجودہ اردو ترجمے میں یہاں "فوجی" کے بجائے "تیسرے" پر کا بلفظ ہے، اس اختلاف کی تفصیل
پیچہ نمبر ۲۱۹ ج ۱ پر نمبر ۸۱ کے تحت گزر چکی ہے، تقی

چھوڑو! اور ان کی پیچ و بچار اور فریاد کہیں نہیں سنی!

اختلاف نمبر ۳۶۔

کتاب یرمیاہ کے باب ۲۹ آیت ۱۳ میں ہے:

”تم مجھے ڈھونڈو، اور پاؤ گے، جب پرے سے میرے طالب ہو گے۔“

اور کتاب ایوب باب ۲۲ آیت ۳ میں ہے:

”کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے، تاکہ میں میں اس کی مسند تک

پہنچ جاتا۔“

حالانکہ ایوب علیہ السلام کے حق میں خدا نے شہادت دی تھی، کہ وہ نیک اور راد راست پر ہیں، اللہ سے ڈرنے والے اور بدی سے دور ہیں، جیسا کہ ان کی کتاب کے باب ۲ میں تصریح ہے، اس کے باوجود اس مقدس کوا اللہ کے پانے کے راستے کا علم نصیب نہیں ہوا، چہ جائیکہ خدا کا پانا۔

اختلاف نمبر ۳۷

کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۴ میں ہے:

”تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی عورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا، جو اوپر

آسمان میں یا پچھے زمین پر یا زمین کے نیچے پائی میں ہے۔“

اور اسی کتاب کے باب ۲۵ آیت ۸ میں ہے:

”اور سونے کے دو کڑوی سرپیش کے دونوں سروں پر.....“

۱۔ محوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا۔ وہ شخص کمال اور استباز تھا، اور خدا سے

ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔ (ایوب ۱۰)

تکرار کیا تا

اختلاف نمبر ۳۸

یہوداہ کے خط کی آیت ۶ میں ہے کہ :

”اور میں فرشتوں نے اپنی حکومت کو قائم نہ رکھا، بلکہ اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا اس
دن کو دائمی قید میں تاریکی کے اندر روزِ عظیم کی عدالت تک رکھا ہے۔“
معلوم ہوا کہ شیاطین بڑی بڑی زنجیروں میں قیامت تک کے لئے مقید کر دیے گئے ہیں،
حالانکہ کتاب ایوب کے باب ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان مقید نہیں ہے، بلکہ آزاد ہے
اور خدا کے پاس حاضر رہتا ہے،

اختلاف نمبر ۳۹

پطرس کے دوسرے خط کے باب ۲ آیت ۲ میں ہے کہ :

”خدا نے گناہ کرنے والے فرشتوں کو نہ چھوڑا، بلکہ جہنم میں بیچ کر تاریک خاروں میں
ڈال دیا تاکہ عدالت کے دن تک حراست میں رہیں۔“

۱۔ اس آیت میں صندوقِ شہادت بنانے کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ صندوق
کے دونوں سروں پر دو فرشتوں کی مرتیں بنانا، پہلی آیت میں مدت بنانے کو قطعی ناجائز کہا گیا تھا
اس میں باقاعدہ حکم دیا جا رہا ہے، تقی
۲۔ ”اور ایک دن خدا کے بیٹے آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں، اور ان کے درمیان شیطان بھی
آیائے (ایوب ۱: ۱۶، ۱۷)“

اور انجیل مثنیٰ کے باب ۴ میں ہے کہ:

”شہنشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آزمایا۔“

اختلاف نمبر ۴۰۔

زبور نمبر ۹۰ آیت ۴ میں ہے کہ:

”کیونکہ تیری نظر میں ہزار برس ایسے ہیں جیسے کل کلون جو گزر گیا، اور جیسے رات کا ایک پہرہ“

اور پطرس کے دوسرے خط کے باب ۳ آیت ۸ میں ہے:

”خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے، اور ہزار برس ایک دن کے برابر“

اس کے باوجود کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ:

”اور کمان ابدل میں ہوگی، اور میں اس پر نگاہ کروں گا، تاکہ اس ابدی عہد کو یاد کروں جو خدا کے اور زمین کے سب طرح کے جاندار کے درمیان ہے۔“

قوس کا کسی عہد کے لئے علامت ہونا کوئی صحیح بات نہیں ہے، کیونکہ قوس ہر ابدل میں نہیں ہوتی، بلکہ جب ابدل رقیق ہو اس وقت ہوتی ہے، اور یہ وقت اتنی کثرت سے بارش ہونے کا نہیں ہوتا، جس سے طوفان کا خطرہ ہو سکے، لہذا ضرورت کے وقت یہ

۱۔ کتاب پیدائش میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد سے یہ عہد کیا تھا کہ جیسے طوفان تمہارے زمانے میں آگیا دہرایا آئندہ کبھی نہ آئے گا، اس عہد کی نشانی یہ معشرہ کی کہ آسمان پر ابدل کے اندر قوس قزح (دھنک) ظاہر ہوگی، اور یہ اس عہد کے تازہ رہنے کی علامت ہوگی، تقی

چیز علامت نہیں ہوگی، بلکہ بعد از ضرورت بے موقع واقع ہوگی۔

کیا خدا کو دیکھنا ممکن ہے

کتاب خراج باب ۳۳ آیت ۲۰ میں ہے کہ اللہ نے حضرت

اختلاف نمبر ۴۱

موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا،

”تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ انسان مجھے

دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا۔“

لیکن کتاب پیدائش باب ۳۲ آیت ۳۰ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ارشاد اسی طرح مذکور ہے:

”میں نے خدا کو رو بردیکھا، پھر بھی میری جان بچی رہی۔“

معلوم ہوا کہ یعقوب علیہ السلام نے خدا کو آنے سامنے دیکھا، اور پھر بھی زندہ رہے، اور جس قصے میں یہ قول واقع ہوا ہے اس میں کچھ اور بھی ناقابل بیان باتیں ہیں، اول یہ کہ اللہ اور یعقوبؑ کے درمیان باقاعدہ گفتگو ہوئی، دوسرے یہ کہ گفتگو اور مقابلہ صبح تک جاری رہا، تیسرے یہ کہ اس مقابلے میں کوئی کسی پر غالب نہ آسکا، بلکہ گفتگو برابر رہی، چوتھے یہ کہ خدا خود سے اپنے آپ کو نہ چھڑا سکا، بلکہ یہ کہا کہ مجھ کو چھوڑ دے، پانچویں یہ کہ یعقوبؑ نے خدا کو بغیر معاوضہ لئے ہوتے نہ چھوڑا، اور معاوضہ یہ لیا کہ خدا نے انہیں برکت دی، چھٹے خدا نے یعقوبؑ سے اُن کا نام دریافت کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو ان کا نام معلوم تھا۔

۱۔ مطلب یہ ہے کہ طوفان کے نہ ہونے کے بعد کو تو اس وقت تازہ کرنا چاہئے جب طوفان کا خطرہ ہو، اور جب آسمان پر قوس قزح ظاہر ہوتی ہے تو طوفان کا خطرہ نہیں ہوتا، اُس وقت اس عہد کو تازہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نفی

۲۔ یہ پورا واقعہ بائبل کی زبانی ص ۸۶ ج دوم پر گزر چکا ہے، نفی

اختلاف نمبر ۴۲،

یوحنا کے پہلے خط کے باب ۴ آیت ۱۲ میں ہے کہ:

”خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا“

اور سفر خروج کے باب ۲۴ آیت ۹ میں یوں ہے کہ:

”جب موسیٰ اور ہارون اور ناب اور دہوراد بنی اسرائیل کے شہزادے اور

مخمس، اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا، اور اس کے پاؤں کے نیچے نیلم کے پتھر

کا چوڑا سا تختہ جو آسمان کے مانند شفاف تھا، اور اس نے بنی اسرائیل کے شرفاء

پر اپنا ہاتھ نہ بڑھایا، سوائے انھوں نے خدا کو دیکھا، اور کھایا اور پیا۔“

معلوم ہوا کہ موسیٰ اور ہارون نیز شہزادے بنی اسرائیل نے نہ صرف خدا کو دیکھا، بلکہ اللہ

کے ساتھ دعوت بھی اُلاتی، اور غیب کھلایا پیا،

ہم گزارش کریں گے کہ اول تو آخری جملہ بظاہر اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ انھوں نے

خدا ہی کو کھایا پیا یا تھا، لیکن مقصود غالباً یہی ہے جو معترضین نے سمجھا ہے، دوسرے معلوم ہوتا

ہے کہ بنی اسرائیل کا خدا لغوی بالہندوستان کے مشرکین کے خداؤں مثل راجندر اور کرشن

کی شکل و صورت کا ہے، کیونکہ ان کے خداؤں کا رنگ جیسا کہ ان کی کتابوں میں تصریح ہے

آسمانی رنگ ہے،

اختلاف نمبر ۴۳۔

تیمتیس کے نام پہلے خط کے باب ۱ آیت ۱۶ میں ہے کہ:

”اے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔“

اور مکاشفہ کے باب میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

یوحنا نے آسمان پر خدا کو سبب یثب اور عقیق کے مشابہ شکل میں دیکھا تھا، کہ وہ
عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔

اختلاف نمبر ۲۲۔

انجیل یوحنا کے باب ۵ آیت ۳۷ میں یسوع کا قول یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے
یوں ہے کہ:-

”تم نے نہ کہیں اس کی آواز سنی ہے اور نہ اس کی صورت دیکھی،“

حالانکہ ابھی ابھی گزشتہ امثال میں آپ خدا کے دیکھے جانے کا حال سن چکے ہیں، اب
رہا اس کی آواز سننے کا معاملہ سو سفر استشار کے باب آیت ۲۴ میں یوں ہے کہ،
”خدا زندہ ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور عظمت ہم کو دکھائی، اور ہم نے اس کی آواز
آگ میں سے آتی سنی۔“

اختلاف نمبر ۲۵۔

انجیل یوحنا کے باب آیت ۲۴ میں ہے کہ:-

”خدا روح ہے“

اور انجیل لوقا کے باب ۲۴ آیت ۳۹ میں اس طرح ہے کہ:-

”روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی“

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ خدا کے نہ گوشت ہے، اور نہ ہڈی، حالانکہ عیسائیوں
کی کتابوں سے ثابت ہے کہ خدا کے تمام اعضاء سر سے پاؤں تک ہیں، انہوں نے ان اعضاء
کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی مثالیں پیش کی ہیں، جو آپ کو چوتھے باب کے مقدمہ

۱۷ دیکھئے مکاشفہ ۲: ۲ تا ۴۔

میں معلوم ہو چکی ہیں

پھر اس کے بعد خود ہی مذاق اڑاتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے کہ آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خدا یا باغبان ہے یا سمسار؟ یا کہار؟ یا درزی؟ یا جراح؟ یا تانی؟ یا دانی؟ یا قصائی؟ یا کاشنگار؟ یا ڈوکاندار؟ وغیرہ، کیونکہ اس معاملہ میں ان کی کتابوں کے اقوال میں بہت کچھ اختلاف ہے، کتاب پیدائش کے باب آیت ۸ میں یوں ہے کہ:

”خداوند خدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا باغبان ہے، اس کی تائید کتاب اشعیا کے باب ۴۱ آیت ۱۹ سے بھی ہوتی ہے، مگر کتاب سموئیل اول کے باب آیت ۳۵ میں ہے کہ:

”میں اُس کے لئے ایک پائیدار گھر بناؤں گا“

اس کی تائید کتاب سموئیل ثانی کے باب آیت ۱۱ و نمبر ۲ اور سفر ملوک اول باب آیت ۳۸ سے اور زبور نمبر ۱۲ کی آیت ۱ سے بھی ہوتی ہے، ان تمام روایتوں سے پتہ چلا کہ خدا سمسار ہے، مگر کتاب یسعیاہ کے باب ۶۴ آیت ۸ میں یوں ہے کہ:

”تو بھی اے خداوند! تو ہمارا باپ ہے، ہم مٹی ہیں، اور تو ہمارا کہار ہے، اور سب کے

سب تیری دستکاری ہیں“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کہار ہے، مگر کتاب پیدائش باب آیت ۲۱ میں ہے کہ:

”اور خداوند خدا نے آدم اور اس کی بیوی کے واسطے چمڑے کے کرتے بنا کر

ان کو پہناتے“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا خیاط ہے، لیکن کتاب یرمیاہ باب آیت ۱ میں یوں ہوا کہ
 "تیرے زخموں سے مشفایا بخشوں گا۔" اس کے معلوم ہوا کہ خدا جراح ہے،
 مگر کتاب اشعیاہ باب آیت ۲۰ میں اس طرح ہے کہ:

"اسی روز خداوند اس استرے سے جو دریائے فرات کے پار سے کرایہ پر لیا، یعنی
 اسور کے بادشاہ سے سرادر پاؤں کے بل مونڈے گا، اور اس سے ڈاڑھی بھی کھوجی
 جائے گی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خدا (نحوذ باللہ) حجام ہے، لیکن کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۳
 سے اور باب ۳ آیت ۲۳ میں لکھا ہے کہ "خدا نرم اور دانی ہے۔" یہ دونوں چیسریں
 ابھی ابھی اختلاف نمبر ۲۸ میں گزر چکی ہیں،

لیکن کتاب یسعیاہ باب ۲۲ آیت ۶ میں ہے کہ:

"خداوند کی تلوار خون آلود ہے، وہ چربی اور تیزوں اور بکروں کے ہوسے اور مینڈھوں
 کے گردوں کی چربی سے چکنا گئی۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا قصاب ہے، لیکن کتاب یسعیاہ باب آیت
 ۱۵ میں ہے:

"دیکھ میں تجھے گھاٹی کا نیا اور تیز و نہانے دار آکے بناؤں گا، تو پہاڑوں کو کوٹے گا،
 اور ان کو ریزہ ریزہ کرے گا، اور ٹیلوں کو بھوسے کی مانند بنائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کاشتکار ہے، مگر کتاب یوایل باب آیت ۸ میں ہے کہ:
 "تمہارے بیٹے بیٹیوں کو بنی یہوداہ کے ہاتھ بچوں گا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا دکاندار ہے، لیکن کتاب یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۱۳ میں ہے:

”اور تیرے سب فرزند خداوند سے تعلیم پائیں گے۔“
اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا اعلم ہے، لیکن کتاب پیدائش باب ۳۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا پہلوان ہے،

اختلاف نمبر ۳۶:-

سفر سموئیل ثانی باب ۲۲ آیت ۹ میں یوں ہے کہ،
”اس کے تھنوں سے دھواں اٹھا، اور اس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے
لگی، اگلے اس سے دھک اُٹھے۔“

اور کتاب ایوب باب ۴۰ آیت ۱۰ میں یوں ہے کہ،
”خدا کے دم سے برف جم جاتی ہے، اور پانی کا پھیلاؤ تنگ ہو جاتا ہے۔“
اختلاف نمبر ۴۷:-

کتاب ہوسیع باب ۵ آیت ۱۲ میں یوں ہے کہ:
”تین افرانیم کے لئے کپڑا ہوں گا، اور یہوداہ کے گھرانے کے لئے گھن۔“
اور اسی کتاب کے باب ۱۳ آیت ۷ میں یوں ہے کہ:
”میں اُن کے لئے شیر برکی مانند ہوا، چیتے کی مانند راہ میں اُن کی گھات میں بیٹھوں گا۔“
بحان اللہ! کہیں تو خدا اتنا کمزور اور ضعیف الخلق اور نحیف الجسم کہ کپڑے اور گھن کی
طرح، یا پھر دوسرے وقت شیر اور چیتے جیسا طاقتور شہنشاہ حیوانات،
اختلاف نمبر ۴۸:-

مراثی ارمیاہ باب ۳ آیت ۱۰ میں یوں ہے کہ:-

۱۔ اس باب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا خدا کے ساتھ کشتی لڑنے کا قصہ مذکور ہے جو ص ۲۷۸ پر گزر چکا ہے۔

”وہ میرے لئے گمات میں بیٹھا ہوا ریچ اور کیڑا کا شیر ہیر ہے“

اور کتاب اشعیاء باب ۴۰ آیت ۱۱ میں یوں ہے کہ:

”پان کی مانند اپنا کلمہ چراتے گا“

خدا بھی عجیب ہو کہیں شیر اور درندہ ہوتا ہے اور کہیں محافظ چرواہا،

اختلاف نمبر ۴۹۔

سفر خروج باب ۵ آیت ۳ میں یوں ہے کہ: ”خداوند صاحب جنگ ہے“

اور عبرانیوں کے نام باب ۱۳ آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ: ”خدا طبعان کا چشمہ ہے“

اختلاف نمبر ۵۰۔

یوحنا کے باب ۴ آیت ۸ میں یوں ہے کہ: ”خدا بخت ہے“

اور کتاب یرمیاہ باب ۲۱ آیت ۵ میں ہے کہ:

”میں آپ اپنے بڑھائے ہوئے ہاتھ سے اور قوت بازو سے تھامے خلافت

لڑاؤں گا“

چونکہ پچاس اختلافات نقل کئے جا چکے ہیں، اس لئے ہم تطویل کے اندیشے سے آتی

لے انبار الحق میں ایسا ہی ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ انجیل یوحنا کی عبارت ہے، لیکن یہ درست نہیں، یہ عبارت

یوحنا کے پہلے خط کی ہے، غالباً یہاں کاتب سے ہو ہوا ہے۔

لے یہاں ایک بار پھر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ ان پچاس اعتراضات میں سے بعض ہمارے نزدیک غلط بلکہ

غور ہو رہے اور وہ ہیں، اور بہت سے درست بھی ہیں، لیکن ان کو نقل کرنے کا منشاء صرف یہ ہو کہ جس قسم کے

اعتراضات نصاریٰ احادیث پر کرتے ہیں اس قسم کے اعتراضات انہی کے لمحدین اور آزاد خیال

(لوگوں نے بائبل پر کئے ہیں، پادری حضرات ان اعتراضات کو غلط قرار

دیتے ہیں، مگر پھر اسی قسم کے اعتراض احادیث پر کرتے ہیں، تنقی،

مقدار پر اکتفا کرتے ہیں، اگر کسی صاحب کو مزید شوق ہو تو معترضین عیسائیوں کی کتابوں کی چھان بین سے اس قسم کے بے شمار اختلافات اس کو مل جائیں گے۔

تعدّد ازواج، غلامی اور اختصار
 کتاب ہستنا، باب ۲۱ آیت ۱۵ میں ہے،
 اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ
 اور دوسری غیر محبوبہ الخ۔

اور کتاب یسوع باب ۲، آیت ۲ میں ہے:

”اور یسوع نے اسی دن اُن کو جماعت کے لئے اور اس مقام پر جسے خداوند خود چنے
 اس کے مذبح کے لئے لکڑیاں اور پانی بھرنے والے معتر کیا۔
 اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع نے اہل جبعون کو غلام بنالیا تھا، اور کتاب یسعیاہ
 باب ۵۶ میں ہے:

”خداوند یوں فرماتا ہے کہ وہ خوش ہے جو میرے ستون کو مانتے ہیں اور ان کاموں کو جو مجھے
 پسند ہیں اختیار کرتے ہیں، اور میرے عہد پر قائم رہتے ہیں میں ان کو اپنے غم میں اپنی
 چہار دیواری کے اندر ایسا نام و نشان بخشوں گا جو بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی بڑھکر ہوگا،
 میں ہر ایک کو ایک ابدی نام دوں گا جو مٹایا نہ جائے گا۔“

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ نے تعدّد ازواج کو جائز فرمایا ہے، اور غلامی کو بھی جائز قرار
 دیا ہے، اور وہ خفی لوگوں سے بھی راضی ہے، حالانکہ یہ سب چیزیں انگریزوں کے نزدیک

۱۵ اس لئے کہ اس سے پہلی آیات میں تصریح ہے کہ اہل جبعون حضرت یوشع کے ہاتھ میں جنگی قیدی تھے،
 جنہیں انہوں نے قتل کرنے کی بجائے غلام بنالیا۔
 ۱۶ خبیث یعنی خفی لوگ،

مذہب اور معیوب ہیں، یا شرعی نقطہ نگاہ سے یا عقلی فیصلہ کی بنا پر،
 کرتھیوں کے نام پہلے خط کے باب اول آیت ۲۵ میں ہے :
 ”کیونکہ خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے“
 اور کتاب حزقی ایل باب ۱۴ آیت ۹ میں ہے :

”اور اگر نبی فریب کھا کر کہے تو میں خداوند نے اس نبی کو منسرب دیا“
 ان ۱۰ زں آیتوں سے اللہ کی بیوقوفی اور انبیاء کو گمراہ کرنے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے
 (نعوذ باللہ منہ)

جان کلارک ملحد ان بعض اقوال مذکورہ کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ :-
 ”بنی اسرائیل کا یہ خدا نہ صرف قاتل، ظلم، جھوٹا اور ناحق ہی ہے، بلکہ وہ جلاتے
 والی آگ بھی ہے، جیسا کہ پولس نے رسالہ عبرانیہ کے باب ۱۲، آیت ۲۹ میں کہا ہے
 ”ہمارا خدا بحسم کرنے والی آگ ہے“ اور اس مجبور کے ہاتھوں پڑنا ناخوشناک
 ہے، جیسا کہ پولس رسالہ عبرانیہ کے باب ۱۰، آیت ۲۱ میں کہتا ہے کہ : ”زندہ خدا کے
 ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے“ ؛ لہذا اس قسم کے خدا کی غلامی سے جس قدر
 ممکن ہو مجتہد کے ساتھ آزادی میسر ہو جائے تو بہتر ہے، کیونکہ جب اس سے اس کا
 اٹھوٹا اور چیتا بیٹا بھی نہ بچ سکا تو اور کون ہے جس کو اس کی رحمت کی توقع ہو سکے؟
 اور یہ خدا جس کی نسبت یہ کتابیں اس کے خدا ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں قابل
 اعتماد خدا نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کی کوئی حقیقت ثابت نہیں
 اور افسوس اور اودام کا مجموعہ یا پیغمبروں کو گمراہ کرنے والا ہے“

دیکھ لیا آپ نے ان پادری صاحبان کے ہم قوم لوگوں کے خیالات کو کہ انکی ذہنت
کہاں تک جا پہنچی،

بات واضح رہے کہ عیسائی حضرات کے اعتراضات انگریزی وغیرہ ترجموں کے
مطابق ہیں، اس لئے اگر ناظرین کسی آیت کے عدد میں، یا بعض مضامین عربی ترجمے
کے خلاف پائیں تو اس کا سبب ترجموں کا اختلاف ہوگا ۛ

بَابُ ثَمَانٍ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

ابٹم

محمد رسول اللہ

پہلی فصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات

اس فصل میں چھ مسلک ہیں

پہلا مسلک، معجزات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بے شمار معجزات صادر ہوئے۔ ہم اس مسلک میں قرآن اور صحیح حدیثوں سے حدیث اسناد کے بعد نمونے کے طور پر تھوڑے سے ذکر کرتے ہیں جن کو ہم دو قسموں میں بیان کریں گے۔

باب پنجم کی فصل نمبر ۲ میں ہم پوری تفصیل کے ساتھ یہ چیز ثابت کر چکے ہیں کہ زبانی

۱۵ یعنی چھ مختلف طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کیا گیا ہے۔

جلد دیکھئے ص ۱۱۵ ج ۲،

روایتوں کا اعتبار کرنا عقل اور نقل دونوں لحاظ سے کوئی قباحت نہیں رکھتا، بشرطیکہ ان شرائط کے مطابق ہوں جو ہمارے علماء نے روایت کے اعتبار کے لئے مقرر کی ہیں،

پہلی قسم
ماضی مستقبل کی صحیح خبریں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبریں زمانہ ماضی یا آئندہ سے متعلق ہیں، مثلاً انبیاء علیہم السلام کے واقعات، گزشتہ امتوں کے قصے، جن کو نہ آپ نے

کسی سے سنا اور نہ کسی کتاب کے ذریعہ وہ آپ کو حاصل ہوئے، چنانچہ باب پنجم کی فصل کے امر رابع سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ انہی واقعات کی طرف اللہ نے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے:

بَلِّغْ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ
نُوحِيْمًا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ
تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ
مِنْ قَبْلِ هَذَا،

یہ مجھ کو ان غیبی خبروں کے ہے جنہیں
ہم بذریعے وحی آپ پر اُتاتے ہیں،
اس سے پہلے نہ آپ ان خبروں سے
واقف تھے اور نہ آپ کی قوم،

زادہ اختلاف جو بعض واقعات کی نسبت قرآن کریم اور اہل کتاب کی کتابوں میں پایا جاتا ہے، اس کا جواب دوسرے اعتراض کے جواب کے سلسلے میں باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ میں دیا جا چکا ہے۔

انحضرت کی پیشین گوئیاں
آئندہ پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبریں دی ہیں، وہ بھی بشارتیں ہیں، مثلاً:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا:

قَامَ فِينَا مَقَامًا تَرَكَ
شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ
ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ
إِلَّا حَذَّثَهُ حِفْظُهُ مَنْ
حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ
نَسِيَهُ، فَتَدْعِيهِ
أَصْحَابِي هَوًى لَاءٍ وَإِنَّهُ
لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ فَأَعْرِفْهُ
وَأَذْكُرْهُ كَمَا يَذْكُرُ
الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّحْبِلِ
إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا زَارَ
عَرَفَهُ،
(رواہ البخاری و مسلم)

حنور صل اللہ علیہ وسلم ایک مدت تک
ہمارے پاس تشریف فرما ہے، آپ نے
اپنے زمانے سے لے کر قیامت تک پیش
آنے والا کوئی واقعہ ایسا نہیں چھوڑا ہے
نہ فرمایا ہو جس کو یاد رکھنا تھا اس نے اگر
یاد رکھا، اور جس نے بھلا نا تھا اس نے
بھلا دیا، میرے یہ ساتھی سب اس چیز کو
جلتے ہیں، جب اُن واقعات میں سے
کوئی واقعہ پیش آتا ہے، تو میں فوراً اس کو
پہچان لیتا ہوں، اور وہ مجھے اس طرح
یاد آتا ہے جس طرح ایک ہار دیکھے ہوئے
انسان کی صورت ایک عرصہ غائب رہنے
کے بعد دوبارہ سامنے آنے پر پہچانی
جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

باب پنجم فصل ۱۔ امرئ کے ذیل میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ تشرآن کریم میں
اس نوع کی دی ہوئی خبریں ۲۲ ہیں، اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَهُ الشَّيْخَانِ وَالْبَيِّنَاتُ كَذَلِكَ فِي جَمِيعِ الْفَوَائِدِ رص ۱۹۰ ج ۲ کتاب المناقب باب
من أخباره صلى الله عليه وسلم بالمغيبات،

<p>تمہا تم کو یہ خیال ہو کہ جنت میں پہلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گذرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جہڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے، کب آوے گی اللہ کی مدد، سن رکھو! اللہ کی مدد قریب ہے۔</p>	<p>أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ قَدْ خُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمْ يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَثَلُ الْبَاسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَزُلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ</p>
--	--

اللہ نے اس آیت میں مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ تم کو خوب جھنجھوڑا جائے گا،
 اس حد تک کہ خدا سے مدد اور نصرت کے طالب ہو گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اپنے اصحاب سے فرمایا کہ:

تقابلِ عرب کے تم پر هجوم کرنے اور حملہ آور ہونے کی وجہ سے تم سخت مشقت
 میں ڈالے جاؤ گے، مگر انجام کار فتح تم کو ہی ہوگی۔

نیز فرمایا:

متحد و گروہ حملہ آوروں کے تھاماری سمت آنے والے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کے موافق وہ گروہ حملہ آور ہوئے جو دس ہزار
 کی تعداد میں تھے، جنہوں نے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا، ایک ماہ تک شدید لڑائی
 جاری رہی، مسلمان بیچاریے سخت تنگی اور پریشانی نیز مرعوبیت کا شکار تھے، مگر کہا تو

۱۵ یعنی غزوہ احزاب کے موقع پر،

یہی کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا ہم سے خدا اور اس کے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا، اور خدا اور اس کا رسولؐ سچے ہیں۔ اس چیز نے اُن کے یقین و ایمان، طاعت و انقیاد میں اور ترقی کر دی۔

ائمہ حدیث نے روایات ذیل نقل کی ہیں:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مکہ، بیت المقدس، یمن، شام و عراق کی فتوحات کی خبر دی،

۲۔ امن و امان کی پیشینگوئی کی کہ اس حد تک ہو جائے گا کہ تنہا ایک عورت حیرہ سے مکہ تک اس طور پر سفر کرے گی کہ حشر کے سوا اس کو اور کسی کا

۱۔ صحابہ کا یہ قول خود قرآن کریم نے سورہ احزاب میں نقل فرمایا ہے،

۲۔ مصنف نے ان احادیث کے مآخذ بیان نہیں فرمائے۔ ہم حاشیہ پر روایات کے الفاظ اور ان کے مآخذ لے رہے ہیں، اس میں اس بات کی کوشش کریں گے کہ جن الفاظ کے ساتھ مصنف نے روایت نقل کی ہو۔

اس کی تخریج کی جائے تاہم بعض جگہوں پر مجبوراً حسن کی رعایت کی گئی ہے ۱۳ تفسیر

۱۴ فتح مکہ کی پیشینگوئی کہی روایتا میں ہے۔ غالباً سب سے پہلے پیشینگوئی آپؐ نے کعبہ بڑاؤ عثمان بن طلحہ کے سامنے ہجرت سے کسی پہلے فرمادی تھی، خود سعد بن ابی وقاصؓ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۰ ج اول)

۱۵ أخرجه البخاری والاکثر، صحیح عن عوف بن مالک الأشجعی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعدد ستاين یدی الناحۃ مونی ثم فتح بیت المقدس الحدیث (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص ۱۱۰ ج ۲)

۱۶ أخرجه الشیخان عن سفیان بن ابی ہبیرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تفتح الیمن فیاقی قوم یسرون ثم تفتح الشام فیاقی قوم یمیون ثم تفتح العراق الحدیث (ایضاً ص ۱۱۰ ج ۲)

دور نہ ہوگا۔

- ۳۔ خبر کی نسبت اطلاع دی کہ کل آئندہ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا۔
- ۴۔ روم اور فارس کی نسبت پیشینگوئی فرمائی کہ دونوں سلطنتوں کے خزانے مسلمان تقسیم کریں گے۔
- ۵۔ فارس کی لڑکیاں مسلمانوں کی خادمہ بنیں گی، یہ تمام خبریں آپؐ کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق صحابہ ہی کے زمانے میں بعینہ واقع ہوئیں،
- ۶۔ میری امت ہتھ مرقوں پر بٹ جائے گی۔
- ۷۔ اہل فارس سے ایک بادشاہ نکلتا ہوں گی، پھر کبھی قیامت تک اُن کو سلطنت نصیب نہ ہوگی، اور رومیوں کی سلطنت چند صدیوں تک جاری رہے گی،

۱۔ اخرج الطبرانی وعبد الرزاق عن جابر بن سمرہ یوشک ان تخرج الفیئۃ من المدینۃ الی الحیرۃ لانتخاف احداً الا اللہ (کنز العمال ص ۹۳، ج ۶) والحدیث لہ طرق اخری وردی عن عتی بن حاتم ترمذی من الحیرۃ حتی تکون بابیت (کنز العمال)

۲۔ اخرج بشیر بن مسلم عن سلتہ بن اذکوع فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عین الراحۃ عند رجل یجہد اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ فاذا فتح یصل واما زبہ فقالوا ہذا علی فاعطاه الراۃ ففتح اللہ علیہ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۵۲، ج ۱)

۳۔ اخرج الطبرانی والحاکم وغیرہ عن عبد اللہ بن خولہ فی حدیث مرفوع "تفتق کلم الشام والروم وفارس" حتی یکون لحدکم من الدلیل کذا کنز الحدیث (کنز العمال کتاب الفضائل ص ۹۳، ج ۶) برزحم طلب ک ق ص ۱

۴۔ ان اللہ تعالیٰ وعسک فی فارس ثم الروم نساؤہم وابناؤہم الحدیث اخرج نعیم بن حماد فی الفتن عن صفوان بن عیر مرسل (کنز العمال ص ۹۳، ج ۶)

۵۔ تفسر ق امی علی ثلث وسبعین سنۃ اخرج الحاکم والبیہقی عن ابی ہریرۃ ومعاویۃ (الخصائص ص ۱۴۶، ج ۲)

ہر قرن کے خاتمے پر دوسرا اس کی جگہ لے لے گا۔

رومیوں سے مراد اہل یورپ اور عیسائی ہیں، حضورؐ کی دی ہوئی خبر کے مطابق فارس کی سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا، اس کے برعکس رومیوں کی سلطنت اگرچہ دورِ فاروقی میں ملکِ شام سے مٹ گئی، اور ہرقل شکست کھا کر شام سے فرار ہو گیا، اور اپنی سلطنت کے آخری حصے میں پناہ گزین ہوا، مگر ان کی سلطنت پورے طور پر نہیں مٹی۔ بلکہ ایک قرن کے خاتمے پر دوسرا قرن اس کی جگہ لیتا چلا گیا۔

۸۔ خدا نے میرے لئے زمین کی طنائیں کھینچ دی ہیں، اور سمیٹ دیا ہے،

جس سے میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا۔ میری امت کی بادشاہت اُن تمام علاقوں تک پہنچے گی جو میرے لئے سمیٹ دیئے گئے ہیں

مطلب یہ ہے کہ خدا نے میرے لئے تمام زمین کو سمیٹ دیا ہے، اور اس کے دورِ راز علاقوں کو قریب کر دیا ہے، یہاں تک کہ میں اس کی تمام حالات پر مطلع ہو گیا ہوں، اور میری امت اس تمام علاقے کو رفتہ رفتہ تدریجاً فتح کرتی جائے گی، یہاں تک کہ اس تمام زمین کی مالک بن جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق و مغرب کے دونوں حصوں کے ساتھ فتوحات کو مقید کر دیا، اس وجہ سے آپؐ کی امت مشرق و مغرب میں پھیل گئی، یعنی سرزمین ہند

لے الفارس لمحۃ اولیٰ نطقن ثم لا فارس بعدہ بذالہ و الروم ذوات القرون کلھا بلک قرن خلفہ قرن اخرہ الحارث ابن ابی اسامۃ عن ابن مہریر (الخصائص ص ۳۲ ج ۲)

لے ان اللہ تعالیٰ زوی فی الارض فرایت مشاورتہا و معاہداتہا و ان ملک امتی سیلخ مازی لی ہنا، فی حدیث طویل اخرہ کثیر من المحدثین منہم الامام مسلم و ابو داؤد و الترمذی عن ثوبان (کنز العمال ص ۹۲ ج ۶ کتاب الفضائل)

سے لے کر جو مشرق کا آخری سرا ہے، بحرِ کرم تک جو مغرب کا آخری حصہ ہے، مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، جنوب و شمال میں مسلمانوں کا عمل و فعل اس شان و کیفیت سے نہیں ہوا جیسا کہ مغرب و مشرق میں ہوا، شاید "مشرق" صیغہ جمع لانے میں اور اس کو ذکرِ اقدم رکھنے میں اشارہ ان واقعات کی جانب ہے جو وہاں پیش آنے والے ہیں، نیز اس طرف بھی کہ وہاں دوسرے ملکوں کی نسبت علماء زیادہ ہوں گے، چنانچہ مشرق کے علماء مغرب کے علماء سے کما و کیف زیادہ ہوئے ہیں،

۹۔ مغرب کے باشندے حق پر غالب رہیں گے، قیامت تک: ایک دوسری روایت میں جو ابو امامہؓ سے منقول ہے یوں ہے کہ: "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت تک) وہ اسی حالت پر رہیں گے، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ وہ لوگ کہاں کے ہوں گے؟ فرمایا کہ بیت المقدس کے۔"

جہود علماء کے نزدیک اہل مغرب کے مراد شام کے لوگ ہیں، اس لئے کہ وہ ملک حجاز سے مغرب کی سمت ہے، کیونکہ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ وہ شام کے باشندے ہونگے۔
۱۰۔ "یہ کہ جب تک عرضی اللہ عنہ زندہ ہیں، فتنے اپنا سر نہیں اٹھائیں گے۔"

اور ایسا ہی ہوا بھی، کہ عمر فاروقؓ کی ذات گرامی فتنوں کے باب کے لئے دیوار بنی رہی۔

۱۱۔ اخبرہ مسلم عن سعد بن رفاعة لا يزال اهل الغرب ظاهرين على اعدائهم حتى تقوم الساعة (جمع الفوائد ص ۲ ج ۲ فضائل بذة الامم)

۱۲۔ اما الرواية فمعروفة عند البخاري وغيره عن المنيرة بن شعبة "وليس فيها زيادة اهل بيت المقدس ولم اجده الزيادة فيما بحت،

۱۳۔ عن ابى ذر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يصيبكم فتنة مادام بذا فيكم يعني عمر. اخبره الطبراني في الاوسط ۴

۱۱۔ امام مہدی ظاہر ہوں گے۔

۱۲۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے،

۱۳۔ دجال مٹے گا، یہ تینوں چیزیں انشاء اللہ اپنے وقت پر ظاہر ہوں گی۔

۱۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کرتے ہوئے شہید کئے جائیں گے۔

۱۵۔ بدترین انسان وہ ہوگا جو اس کو اس سے رنگ نہ لے گا، یعنی حضرت علیؑ کی رضی مباہک

کو ان کے سر کے خون میں لتھیرے گا، یعنی شہید کرے گا۔

یہ دونوں بزرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق شہید کئے گئے۔

۱۶۔ اور یہ کہ حضرت حمزہؓ کو باغی گردہ شہید کرے گا، چنانچہ ان کو حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ کی جماعت نے شہید کیا،

۱۷۔ تیرے بعد میری امت میں خلافت تین سال تک رہے گی، اس کے بعد نبوتی

۱۔ اس باب میں احادیث معنی متواتر ہیں، واضح شئی فی ذالباب حدیث النورس بن سمان الطویل وفیہ ذکر
المہدی وصی الدجال، اخرجہ بشیخان (صحیح الفوائد ص ۲۹۳ ج ۲)

۲۔ شہادت کی خبر تو حضرت انسؓ وغیرہ سے کئی روایتوں میں مروی ہے (کنز، ص ۳۸۱ ج ۱ بروز ابن عساکر)
لیکن اس میں تلاوت قرآن کا ذکر نہیں ہے، کنز اور صحیح الفوائد میں بلخ جستر کے باوجود ہم اسے نہیں مانگے
واللہ اعلم بالصواب

۳۔ اَلَا اِنَّكُمْ بِاشَقِّ الرَّجُلِیْنَ اَجْمَرَ ثَوْدًا ذِی عَرَانَاةٍ وَالَّذِیْ یُعْزِبُکَ یَا عَلِیُّ عَلٰی ہَذِهِ حَتّٰی یَبْلُغَ حَذُوہُ، اخرجہ الطبرانی
فی الکبیر عن عمار بن یاسرؓ وعن بہیبةؓ بلخہ آخر (کنز العمال ص ۱۵۲ ج ۶ و صحیح الفوائد ص ۲۱۲ ج ۲)

۴۔ رَجَحَ حَمْرًا تَقَطَّلَ الْفَتَّةُ الْبَاغِیَّةُ، اخرجہ احمد عن ابی سعیدؓ (کنز، ص ۱۴۴ ج ۶)

۵۔ الْخِلَافَةُ فِی اَمْتِیْ ثَلَاثُوْنَ عَامًا ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا، اخرجہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ والنسائی والحاکم للسیاق
وابو نعیم عن سفینۃ (المختار فی الکبریٰ، ص ۱۱۶ ج ۲)

سلطنت میں تبدیل ہو جائے گی۔

چنانچہ اسی طرح پر ہوا، کیونکہ خلافت حقہ کا خاتمہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور خلافت پر ختم ہو جاتا ہے، یعنی ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت کی مدت دو سال تین ماہ بیس روز ہے اور عمر فاروقؓ کی خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ چار دن ہے، پھر خلافت عثمانؓ کی مدت گیارہ سال گیارہ ماہ اٹھارہ روز ہے پھر حضرت علیؓ کا زمانہ خلافت چار سال دس ماہ یا نو ماہ ہے اور اس کے خاتمے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے جس کو شامل کرنے کے بعد تیس سال کی مدت پوری ہو جاتی ہے۔

۱۸۔ تیری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ذریعے ہوگی جس کا مصداق یزید اور بنی مروان ہیں۔

۱۹۔ ”انصار کی تعداد گھٹتی چلی جائے گی، یہاں تک کہ جو تناسب کھانے میں نمک کا ہوتا ہو اسی نسبت مسلمانوں میں ان کی تعداد رہ جائے گی، اور ان کی پرالگسندگی اسی طرح رہے گی کہ ان کی کوئی قابل ذکر جماعت باقی نہ رہے گی۔“ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔

۲۰۔ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور دوسرا ہلاکت برسانے والا پیدا ہوگا جس کا

۱۔ ہلاک امت علیٰ پیری اُغیمۃ من قریش۔“ اخرجہ شیخان عن ابی ہریرۃ (المصنوع، ص ۱۳۸ ج ۲)
 ۲۔ ولیق الانصار حتی یکنوا فی الناس بمنزلۃ الملح فی الطعام“ الحدیث اخرجہ البخاری والطبرانی واحمد وابن سعید
 ابن عباس (کنز العمال ص ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ ج ۹ و جمع الفوائد ص ۲۳۴ ج ۲)
 ۳۔ ان فی ثقیف کذابا و میرا“ اخرجہ مسلم عن اسامہ، اسی حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہؓ نے یہ حدیث
 تھاج بن یوسف کو سنائی اور یہ کہ کذاب کو تو ہم نے دیکھ لیا (غالباً مسیلۃ الکذاب مراد ہے) رہا ہلاک
 کرنے والا سو میرے خیال میں وہ میرے سوا کوئی اور نہیں۔ و اخرج ابیہقی عن ابن عمر نوفا مشدداً۔
 المنصائح الکبریٰ ص ۱۳۲ ج ۲

مصدق ان کے نزدیک حجاج اور محمد ہیں،

۳۱۔ دو مہینے یعنی وہار اور طاعون بیت المقدس کی فتح کے بعد واقع ہوں گی؟ چنانچہ یہ وہار دور فاروقی میں بیت المقدس کی بس عمرو اس میں پھیل جہاں پر حضرت عمرؓ کا شکر مقیم تھا، یہ سب پہلا طاعون ہے جو اسلام میں واقع ہوا، جس میں مرنے والوں کی تعداد تین دن میں ستر ہزار بیان کی جاتی ہے،

۳۲۔ "مسلمان سمندروں میں جہاد کریں گے اس طرح جس طرح دنیا کے سلاطین تختوں پر" صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ:-

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپؐ گھائے گھائے اپنی رضاعی خالہ حضرت ام حرامؓ بنت ملحان کے یہاں تشریف لیجا یا کرتے تھے، جو بعد میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی اہلیہ بنیں، حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا، پھر آپ کے سر مبارک میں جونیں دیکھنے لگیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، اُم حرامؓ نے پوچھا کہ آپؐ کس بنا پر ہنسنے لگے؟ فرمایا کہ کچھ لوگ میری امت کے جو خدا کی راہ میں جہاد کے لئے نکلیں گے میرے سامنے پیش کئے گئے جو اس سمندر کے بڑے بڑے حصوں میں تخت نشین بادشاہوں کی طرح سفر کریں گے، اُم حرامؓ نے عرض کیا اللہ سے دعا کرو مجھے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائیے، فرمایا تم ان میں سے پہلی جماعت میں ہوگی، چنانچہ حضور معاویہؓ

لے فاء امتی بالطعن والطاعون" أخرجه احمد والطبرانی والبيهقي وابن خزيمة والبيهقي عن (ابن مونس) في الاختصاص، ص ۳۴ (ج ۲)

کے بعد خلافت میں جو مجاہدین کا لشکر بحری سفر کو روانہ ہوا اس میں حضرت ام حرامؓ بھی تھیں، سمندری سفر کے اختتام کے بعد خشکی میں اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے گر پڑیں، اور وفات پا گئیں۔

۲۲۔ "اگر ایمان ستارہ ثریا میں دکھایا جاتا ہو تب بھی اہل فارس کی اولاد وہاں سے اس کو حاصل کر لے گی" اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جانب بھی اشارہ پایا جاتا ہے،

۲۳۔ "اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کی وفات کے بعد آپ سے ملنے والی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوں گی" اس پیشینگوئی کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد واقع ہوئی،

۲۴۔ "اور بیشک یہ میرا بیٹا (یعنی حضرت حسنؓ) مردار ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کر دے گا" آپ کی دی ہوئی خبر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ان کے ماننے والوں اور اہل شام کے درمیان صلح کرادی،

۲۵۔ "ابوذر رضی اللہ عنہ تاحیات بے تعلق کی زندگی گزاریں گے، اور اسی حالت

۱۔ "اخرج الشیخان عن انس و البھاری عن عمیر بن الاسود عن ام حرام بن تغیر سیر (المصنف، ص ۱۱ ج ۲)
 ۲۔ "لو كان الايمان عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى يتناول" (اخرج مسلم عن ابی ہریرۃ رکن۔ المعال، ص ۲۶۳ ج ۶)

۳۔ "اول من يلحق من اهل انت يا فاطمة" الحديث اخرج ابن عساکر عن داؤد رکن، ص ۲۱۹ ج ۶
 ۴۔ "ان ابني هذا مستيد معي الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين" اخرج البھاری عن ابی بکرۃ (المصنف، ص ۱۳۳ ج ۲)

میں اُن کی وفات ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا،

۲۷۔ وفات کے بعد بیویوں میں سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی بیوی وہ ہوگی جس کے

ہاتھ سب سے لائے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے زینب بنت جحش کا انتقال ہوا

کیونکہ وہ صدقہ و خیرات کرنے میں طویل البید تھیں،

۲۸۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مقام طلف میں شہید ہوئے گئے۔ یہ وہی مقام ہے جو

کوفہ کے علاقے میں دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں پہلے کربلا کے

نام سے مشہور ہے، اس پیشینگوئی کے موافق حضرت زینب بنت جحش کا انتقال ہوا

ہوئے،

۲۹۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن جشم سے فرمایا کہ: تمہارا کیا حال ہوگا

اس وقت جب تم کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے؟ حضرت عمرؓ کے

زمانے میں جب وہ کنگن اُن کی خدمت میں لاتے گئے تو آپ نے سراقہؓ کو

پہنا کر فرمایا کہ خدا کا شکر ہو جس نے کسریٰ سے چھینکر کنگن سراقہؓ کو پہنائے،

سَلَةُ يَمُوتَنَّ رَجُلٌ مِنْكُمْ بَغْلَاءَ مِنْ الْأَمْنِ قَالَ ابُو ذَرٍّ فَأَنَا ذَٰلِكَ الرَّجُلُ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ دَاوُودُ بْنُ أَبِي ذَرٍّ

رَفِي الْبَابِ رَوَايَاتُ كَثِيرَةٍ أُخْرِجَتْ (رَاجِعِ الْفَصَائِلِ الْكُبْرَى ص ۱۳۰ و ۱۳۱ ج ۲)

سَلَةُ أَسْرَمَكَ لِحَقَابِي الْهَوَلُ يَدَا لَا هُنَاكَ تَعْلُ بِيَدَا وَتَصَدَّقْ

أَخْرَجَهُ سَلَةُ عَنْ مَائِشَةَ وَابْنِ أَبِي شَيْبَةَ (الْفَصَائِلِ الْكُبْرَى ص ۱۲۹ ج ۲)

سَلَةُ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي سَلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ الْحُسَيْنَ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ وَعِنْدَهُ جَبْرِيلُ فِي مَشْرَبَةٍ مَائِشَةَ وَقَالَ لِي

جَبْرِيلُ سَتَقْتُلُهُ أَمَّا أَنْ شَفْتُ أَخْبَرْتُكَ بِالْأَرْضِ الَّتِي يَقْتُلُ فِيهَا دَاوُدَ بْنَ جَبْرِيلَ بِيَدِ الْإِلَهِ (الْفَصَائِلِ ص ۱۲۵ ج ۲)

سَلَةُ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّرَاقَةُ بْنُ مَائِشَةَ كَيْفَ بَكَ إِذَا بَسْتَ سَوَارِي

كَسْرِي؟ قَالَ فَلَمَّا اتَى عَمْرُو بْنُ سَوَارِي كَسْرِي دَعَا سَرَاقَةَ فَابْتَسَمَ وَقَالَ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَلَبَهَا كَسْرِي بْنَ هَرْمَزٍ وَابْتَسَمَ

سَرَاقَةُ الْأَعْرَابِيُّ (الْفَصَائِلِ الْكُبْرَى ص ۱۱۳ ج ۲)

۳۰۔ جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اکیدہ کے پاس روانہ کیا اور سہرا یا کہ
”تم اس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے“ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔

۳۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جس کو شیخین نے نقل کیا ہے، ”حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک
ملک حجاز میں ایک ایسی آگ روشن ہوگی جس کی روشنی میں بصری کے اونٹوں
کا گزر نہ ہو، لہذا آئیں گے“

۳۲۔ میں ہمیشہ گورنر جنتہ مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پر بڑی ربر دست
پائی اس ریکسہ سے، رحیم جامی الاحری شہید ہیں ہوئی، جو مشکل
کے دن تک معمولی رہی پھر تو اس قدر نمایاں ہوئی کہ خاص و عام ہر شخص نے اس کا مشاہدہ
کر لیا، گو مشکل کے دن تک چونکہ خوب نمایاں نہیں ہوئی تھی اس لئے بعض لوگوں کو
پتہ نہ چلا، بدھ کے دن اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ زمین ہلنے لگی، اور لوگوں کی چیخ بکار
سے آسمان گونج اٹھا، زمین کی مسلسل جنبش اور زلزلوں سے اہل مدینہ کو ہلاکت کا یقین ہو گیا

۱۔ ”كنت في جيش خالد بن الوليد حين بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الاكيدر ملك بني النضير فقال النبي
صلى الله عليه وسلم انك تجده يصيد البقر“ اخرج ابو نعيم وابو مندة وابن عساكر عن بجر بن مجرة (كنز العمال ص ۳۱۵)
ج ۵ كتاب الغزوات، واحسنرج ابن اسحاق مثله عن يزيد بن رومان وعبد الله بن ابى بكر (المبداية و
النهاية، ص ۱۰۷ ج ۵)

۲۔ ”لأن قوم الساعة حتى تخرج نار بار من الحجاز يعني منها اعناق الابل ببصرى“ اخرج الحاكم عن ابى هريرة
وعن ابى ذر مثله (الخصائص ص ۱۵۰ ج ۲)
۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں: ”قلت قد خرجت هذه النار سنة اربع وخمسين
سنة“ (الخصائص الكبرى ص ۱۵۱ ج ۲)

جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت فصا میں ایسا دھواں بلند ہوا جو تہہ بہ تہہ اور عظیم الشان تھا، پھر وہ آگ بلند ہوئی اور پھلتی چلی گئی، یہاں تک کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں، اور تنعیم کے میدان قریطہ کے قریب حرہ کی جانب ٹھہر گئی، اور ایک بڑے شہر کی صورت میں نظر آتی تھی، جس کو ایک شہر پناہ نے گھیر رکھا ہوا، اور اس پر ایسے کنگرے تھے جیسے قلعوں کے ہوتے ہیں، اور بہت سے برج اور منائے بھی تھے، بہت سے لوگ دکھائی دیتے تھے جو اس آگ کو ہنکار رہے تھے، جس پہاڑ سے اس کا گزر ہوتا اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی، اور پگھلا دیتی، اور ان سب چیزوں کے مجموعہ سے ایک سُرخ ہنر اور دوسری نیلی نظر آتی تھی، بادل کی کرک کی طرح اس کا آواز بھونکے ہوئے، قدر قریب ہونے کے باوجود مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے، رمی ہو، یہاں یعنی رمی، ۲۷ رجب یعنی شب معراج میں یہ آگ بجھی،

شیخ قطب الدین عسقلانیؒ نے اس آگ کے حالات میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام محل الایجاز فی الاعجاز بناں الحجاز رکھا ہے،
غرض یہ پیشینگوئی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان پیشینگوئیوں میں سے ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آگ کے ظہور سے تقریباً چھ سو پچاس سال پہلے اس کے ظہور کی خبر دی تھی، صحیح بخاری میں اس کے ظہور سے چار سو سال قبل یہ روایت لکھی ہوئی موجود تھی، اور صحیح بخاری اپنی تالیف کے زمانے سے لے کر موجودہ زمانے تک مقبول چلی آتی ہے، جس کی سند براہ راست امام بخاریؒ سے اُن کی حیات میں نوے ہزار افراد نے لی ہے، اس لئے کسی معاذ اور ہٹ دھرم کے لئے اس سچی خبر کی تردید و تکذیب یا انکار کی مجال نہیں ہے،

۳۲۔ امام مسلم نے کتاب الفتن میں عبداللہ بن مسعود سے دجال کے احوال میں نقل کیا ہے، اُن کے شاگرد سیر بن جابر کہتے ہیں:

”ایک مُرخ آدمی کوفے میں چل رہا تھا، ایک شخص جس کے آنے کی عادت نہ تھی، ابن مسعود کی خدمت میں آیا، اور کہنے لگا قیامت آگئی، راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر ابن مسعود جو تکبہ لگائے بیٹھے تھے، سیدھے بیٹھ گئے، اور منبر پایا کہ قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میراث ناقابل تقسیم نہ ہو، اور مالِ غنیمت پر خوشی منانے والا کوئی نہ ہو، پھر اپنے ہاتھ سے شام کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ شام والوں کے دشمن اور اہل شام ایک دوسرے کے لئے جمع ہوں گے، میں نے کہا کہ رومی لوگ؟ کہا کہ ہاں، اور یہاں پر دشمنی ہے، ملتِ محمدی کی شکست ہوگی مسلمانوں کی ایک جماعت موت کا جھڑپ کرے گی، یہ عرب و روم کے واپس نہیں ہوں گے، پھر فریقین میں بڑے زور کی جنگ ہوگی، یہاں تک کہ دونوں کے درمیان رات حائل ہو جائے گی، اور کسی فترت کو بھی غلبہ حاصل نہ ہوگا، اور اس روز لڑائی والی پوری جماعت ختم ہو جائے گی، پھر اگلے روز اس طرح موت کی شرماء کرے گی کہ ایک جماعت جنگ کرے گی، اور شام تک شدید جنگ جاری رہے گی، اور کوئی فریق دوسرے پر غلبہ حاصل نہ کر سکے گا، اور وہ جماعت ختم ہو جائے گی، پھر چوتھے روز بقایا مسلمان رومیوں کے مقابلے میں آکر لڑیں گے، اور اللہ تعالیٰ رومیوں کو ہلاک کر دے گا، اور رومیوں کے مقتولین کی تعداد اس قدر ہوگی جس کی کوئی نظیر کبھی دیکھنے میں نہ آئی ہوگی، یہاں تک کہ ایک پرندہ اگر ان مقتولین کی نعشوں کو پار کرنا چاہے گا تو چلتا چلتا تنک کر گر پڑے گا، اور مر جائے گا، پس ایک باپ کی اولاد جو اگر تنہا کی تعداد

میں تھے، سوائے ایک کے سب ہلاک ہو گئے ہوں گے، اس حال میں مالِ غنیمت کو لے کر خوش ہونے والا کون ملے گا؟ اور کونسی میراث ہو سکتی ہے، جس کی تقسیم عمل میں آئے؟ ابھی لوگ اس حالت میں ہوں گے کہ شور برپا ہو گا کہ ان کے پیچھے دجال اُن کے گھروں میں گھس آیا ہے، یہ سن کر مجاہدین سب کچھ چھوڑ کر اپنے گھروں کی جانب متوجہ ہوں گے۔

ناظرین کتب کی بصیرت کے لئے یہ بات عرض کرنا ضروری ہے کہ علماء پر ٹیسٹ اپنی پُرانی عادت کے مطابق تا سمجھ عوام کے سامنے قرآن و حدیث میں دی جانے والی خبروں اور پیشینگوئیوں پر غلط اعتراض کر کے ان کو دھوکے اور مغالطے میں ڈالتے ہیں، اس لئے ہم نمونے کے طور پر کچھ پیشینگوئیاں جو اسرائیلی پیغمبروں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، اُن کی مقدس کتابوں سے نقل کرتے ہیں، صرف اس غرض سے کہ مخاطبین کو معلوم ہو جائے کہ ان کے اعتراضات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں کی نسبت قلعی غلط اور بے جا ہیں، ورنہ ہماری نیت خدا خواستہ انہما علیہم السلام کے اقوال کے بارے میں ہرگز بُری نہیں ہے، کیونکہ ان روایتوں کی کوئی صحیح سند پیغمبروں تک موجود نہیں ہے، اس لئے کہ ان کا درجہ ان کمزور و ضعیف روایتوں کا ہے، جو احادیث کے طور پر منقول ہوں، اب جو اُن میں غلط ہوں گی وہ یقیناً ان پیغمبروں کا قول نہیں ہو سکتا، اس لئے اس پر اعتراض درست ہو گا، اب سنتے:

(مقدس کتابوں کی پیشینگوئیاں اگلے صفحہ پر)

مقدس کتابوں کی بیان کردہ پیشینگوئیاں جو غلط نکلیں؛

پہلی وہ پیشینگوئی جو کتاب پیدائش کے باب میں منقول ہے، دوسری وہ جو کتاب اشعیا کے باب آیت ۸ میں منقول ہے، تیسری وہ خبر جو کتاب ارمیا کے باب ۲۹ میں منقول ہے، چوتھے وہ خبر جو کتاب حزقیال کے باب ۲۹ میں اور پانچویں وہ خبر جو کتاب دانیال کے باب میں مذکور ہے، چھٹے وہ خبر جو کتاب مذکور کے باب میں منقول ہے، ساتویں وہ خبر جو کتاب مذکور کے باب ۱۲ میں ہے، آٹھویں خبر جو سفر سموئیل ثانی باب میں ہے، نویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب ۱۲ آیت ۲۹ و ۳۰ میں ہے، دسویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب ۱۱ آیت ۲۸ و ۲۹ میں ہے، گیارہویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب ۲۴ میں ہے، بارہویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب میں مذکور ہے،

یہ تمام پیشینگوئیاں غلط اور جھوٹی ثابت ہوئیں، جیسا کہ باب اول سے معلوم ہو چکا ہے۔ اب اگر کوئی عیسائی معترض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ پیشینگوئیوں پر جو آئندہ پیش آنے والے امور کی نسبت آپ نے کی ہیں اعتراض کرنے کی جرأت کرے تو اس کے لئے ضرور ہر گنا کہ پہلے اُن مذکورہ پیشینگوئیوں کی سچائی ثابت کرے، جو کہ اُن کی مقدس کتابوں میں موجود ہیں۔ تب اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں پر اعتراض کرنے کا حق ہو سکتا ہے،

لے ان پیشینگوئیوں کے غلط ہونے کی تفصیل بحث جداول ص ۴۵۴ سے لے کر ص ۴۸۱ تک گزر چکی ہے

دوسری قسم

عملی معجزات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معجزات صادر ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے، ان میں سے چالیس ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں:

پہلا معجزہ، معراج

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ	”پاک ہو وہ ذات جو اپنے بندے کو
لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لگن
إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي	جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں نازل کی
بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ	ہیں، تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیوں میں سے
آيَاتِنَا	کچھ دکھائیں۔“

یہ آیت اور دوسری صحیح احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری معراج جسمانی ہوئی، حدیثوں سے تو بہت ہی واضح طور پر دلالت

ہوتی ہے، نیز آیت شریفہ میں لفظ عبد ایسا لفظ ہے جو قطعی طور پر معراج کے جہانی ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس کا استعمال جسم و روح کے مجموعے کے لئے ہوتا ہے، جیسا کہ آیت ذیل میں ہے:

اَرَاَيْتَ الَّذِي يَبْنِي عِبْدًا
اِذَا هَمَلَ

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو ایک
بندہ کو ناز پڑھتے وقت روکتا ہے“

نیز سورہ جن میں فرمایا:

وَاَنْتَ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ
كَاذُوًا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا

”اور یہ کہ جب کہڑا ہوا اللہ کا بندہ کہ
اس کو پکارے تو گویں کہ بندہ ہو لگتا ہے اس پر شیشا“

بلاشبہ دونوں آیتوں میں عبد کا مصداق جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہو، اسی طرح

یہاں بھی یہی مراد ہوگا،

دوسری دلیل یہ ہے کہ کافروں نے اس واقعے کو مستبعد قرار دیا اور انکار کیا، اور بعض کمزور عقیدے کے مسلمان بھی اس کو شکر مرتد ہو گئے، اب اگر یہ معراج جہانی نہ تھی، اور بیداری میں بھی نہیں ہوتی تھی، تو پھر ان کے مستبعد قرار دینے اور انکار کرنے کی کوئی وجہ اور کمزور اعتقاد والے مسلمانوں کے مرتد ہونے اور فتنے میں پڑنے کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ خواب میں اس قسم کے واقعات کا دیکھنا کسی کے نزدیک بھی محال نہیں ہے، اور نہ ایسے خوابوں کو کوئی مستبعد سمجھتا ہے، نہ انکار کرتا ہے، مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میں نے خواب میں اپنی جگہ لیٹے لیٹے ایک بار مشرق کا اور دوبارہ مغرب کا چکر لگایا ہے، اور میری کسی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، تو اس خواب کو نہ کوئی مستبعد قرار دے گا، اور نہ انکار کرے گا، نہ اس میں عقل یا نقل طور پر کوئی استحالة

پایا جاتا ہے، عقلاً تو اس لئے کہ عالم کا پیدا کرنے والا ہر ممکن شے پر قادر ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں اتنی تیز حرکت کا پیدا ہو جانا ممکن ہے، لہذا اس پر خدا کا قادر ہونا بھی ممکن ہوا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا ہونا خلافت عادت ہے، مگر یہ ہمارے حق میں مفید ہوگا، کیونکہ معجزاتِ الہی کاموں کو کہا جاتا ہے جو عادت کے خلاف صادر ہوں، اور نقلی طور پر اس لئے کہ جسم عنصری کا آسمانوں تک چڑھ جانا اہل کتاب کے نزدیک محال نہیں ہے،

معراج جسمانی کے بارے میں
دلیم ہمت کی رائے

پادری دلیم ہمت اپنی کتاب طریق الاولیاء میں
حنوک علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے
جویم علیہ السلام کی ولادت سے تین ہزار تین سو

بیاسی سال قبل گذرے ہیں یہ کہتا ہے :

”اللہ نے اُن کو آسمان پر زندہ اٹھالیا، تاکہ وہ موت کو نہ دیکھے، جیسا کہ لکھا ہو
کہ وہ گم ہو گئے، کیونکہ ان کو خدا نے زمین سے آسمان کی طرف منتقل کر دیا، پس
انہوں نے دنیا کو بغیر بیماری یا درد و تکلیف اور موت کے چھوڑ دیا، اور جسمِ بہت
آسمانی بادشاہت میں داخل ہو گئے۔“

اس میں جیسا کہ لکھا ہے ”کے الفاظ سے کتاب پیدائش کے باب آیت ۲۲ کی منجبت اشارہ کیا گیا ہے،

لے جوں جوں سا تفس ترقی کرتی جاتی ہے اس حقیقت کا مزید انکشاف ہوتا جاتا ہے، حال ہی میں ایک
خلاتی مسافر مصنوعی سیارے کے ذریعے خلا میں پہنچا تھا، تو اس نے خلا کے مدار سے صرف تین منٹ میں
پوری دنیا کا پتھر لگایا تھا، اور جدید سائنس دانوں کا تو یہ کہنا ہے کہ تیز رفتاری ایک ایسی صفت
ہو جس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی، نقل

لے حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلا رہا، اور وہ قاتب ہو گیا، کیونکہ خدا نے اسے اٹھالیا (پیدائش ۵: ۱۳) ،

عروج آسمانی بائبل کی نظر میں | اور کتب سلاطین ثانی باب آیت ۱ میں ہے:
”اور جب خداوند ایلیاہ کو بگولے میں آسمان پر

اٹھالینے کو تھا تو ایسا ہوا کہ ایلیاہ الیشع کو ساتھ لے کر جہاں سے چلا ”آیت نمبر ۱۱“
اور وہ آگے چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے کہ دیکھو ایک آتش رتھ اور آتش گھوڑا
نے ان دونوں کو جد کر دیا، اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا۔
مشہور مفسر آدم کلا راک اس مقام کی شرح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:
”بلاشبہ ایلیاہ زندہ آسمان پر چڑھائے گئے“

اور انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹ میں ہے:

”موضع خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھالیا گیا، اور
خدا کی داہنی جانب بٹھایا گیا۔“

پولس کرنتھیوں کے نام دوسرے خط کے باب نمبر ۱۲ میں اُن کے آسمان پر چڑھنے کا
حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”میں مسیح میں ایک شخص کو جانتا ہوں، چودہ برس ہوئے کہ وہ یکایک تیسرے آسمان پر
اٹھالیا گیا، نہ مجھے یہ معلوم کہ بدن سمیت نہ یہ معلوم کہ بغیر بدن کے، یہ خدا کو معلوم
ہے، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس شخص نے بدن سمیت یا بغیر بدن کے یہ مجھ کو معلوم
نہیں خدا کو معلوم ہے، یکایک فرد دس میں پچھ کر ایسی باتیں سنیں جو کہنے کی نہیں
اور جن کا کہنا آدمی کو روا نہیں۔“

اور یوحنا اپنے مکاشفہ کے باب ۴ آیت ۱ میں کہتا ہے:

”ان باتوں کے بعد جو میں نے لکھا کہ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان میں ایک دروازہ

کھلا ہوا ہے، اور جس کو میں نے پیشتر نرسے کی سی آواز سے اپنے ساتھ ہاتھ کرتے
سنا تھا وہی فرما رہا ہے کہ یہاں اوپر آ جا، میں تجھے وہ ہاتھ دکھاؤں گا جن کا ان باتوں
کے بعد ہونا ضروری ہے، فوراً میں روح میں آ گیا، اور کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک
تخت رکھا ہو، اور اس تخت پر کوئی بیٹھا ہے۔

تمام چیزیں عیسائیوں کو تسلیم ہیں، اس لئے عیسائیوں کی مجال نہیں ہے کہ وہ عقلاً
یا سلاطین و اطریقہ حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر لب کشائی یا اعتراض کر سکیں
اس لئے خود عیسائیوں پر یہ سخت اعتراض واقع ہو گا کہ جدید ہیئت کے فیصلے کے مطابق
آسمانوں کا کوئی وجود ثابت نہیں ہے، پھر یہ بات کیسے صحیح اور درست مانی جاسکتی ہے
کہ ایلیا اور حنوک مسیح علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے؟ اور مسیح خدا کے دائیں بٹا
بیٹھے، اور ان کا مقدس تیسرے آسمان اور فردوس کی طرف اُچکٹ لیا گیا،

ہم کو پاپاؤں کی جہارت گاہ اور ان کا جہنم تو معلوم ہو گیا جیسا کہ باب فصل نمبر ۲
میں گذرا، مگر ابھی تک عیسائیوں کی فردوس کو نہیں پہچان سکے کہ کیا وہ بھی اسی تیسرے
آسمان پر ہے جس کا درجہ جہنم کے مانند ان کے نزدیک محض وہی ہے، یا اس کے
اوپر ہے؟ یا اس کا مصداق جہنم ہے، جیسا کہ انجیل اور عیسائیوں کے عقائد کی کتابوں سے
سمجھا جاتا ہے، کیونکہ مسیح نے اس چور سے جس کو ان کے ساتھ سولی دی گئی، منسرایا تھا کہ
”آج تو ہی میرے ساتھ فردوس میں ہو گا۔“

۱۔ دیکھئے، ص ۱۰۵ ج ۲

۲۔ لوقا ۲۳: ۴۲ میں ہر کہ: حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ دو چوروں کو پھانسی دی گئی تھی اور ان میں سے ایک حضرت
مسیح نے کہا تھا کہ ”آج تو ہی میرے ساتھ فردوس میں ہو گا۔“ مصنف فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح
(معاذ اللہ) اس اور جہنم میں داخل ہوئے (دیکھئے کتاب ص ۳۹ ج ۲) تو شاید فردوس مراد ان کے نزدیک جہنم ہے۔

اور عیسائی حضرات اپنے پیسے کے عہدے میں تصریح کرتے ہیں کہ مسیح جہنم میں داخل ہوا، اب ان دونوں چیزوں کو اگر ہم ملائیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن کے نزدیک فردوس کا مصداق جہنم ہے، جو ابن سابط اپنی کتاب کے دوسرے مقالے میں دلیل نمبر ۱۱ کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

”پادری کیاردس نے مزجون کی موجودگی میں مجھے پوچھا کہ مسلمانوں کا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بارے میں کیا خیال ہے! میں نے جواب دیا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مکہ سے اور شلیم تک اور پھر وہاں سے آسمان اُپر لی گئے تھے۔ کہ کسی جسم کا آسمان پر چڑھنا ممکن ہے! میں نے جواب دیا کہ میں نے بعض مسلمانوں سے اس کی نسبت پوچھا تھا، اُن کا جواب یہ ہے کہ بالکل اسی طرح ممکن ہے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کے لئے ممکن ہے، کہنے لگا تم نے یہ دلیل کیوں نہیں پیش کی کہ آسمان کا پھٹنا اور جڑنا محال ہے، میں نے کہا کہ میں نے یہ دلیل پیش کی تھی جس کا جواب اُس مسلمان نے یہ دیا کہ یہ دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہیں طرح ممکن ہیں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی وہیں ممکن ہیں، کہ وہ لگاؤم نے یہ دلیل کیوں نہیں پیش کی کہ عیسیٰ تو خدا ہوا اس کو اپنی مخلوق میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار و قدرت ہے، تو میں نے کہا کہ میں نے یہی جواب دیا تھا، مگر اس مسلمان نے کہا کہ عیسیٰ کی الوہیت باطل ہے، کیونکہ خدا کے لئے عاجزی کی صفتیں جیسے پنا اور سولی پر چڑھا حایا جانا اور مرنا دفن ہونا سب محال ہیں“

بعض دوستوں نے بیان کیا کہ بنارس کے ایک پادری نے کسی مجمع میں مسلمان دیہاتیوں کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ معراج کے کیونکر معتقد ہو جبکہ یہ بات

مستبعد ہے جس کا جواب ایک ہندوستانی محسوس نے یہ دیا کہ معراج کا معاملہ اس قدر مستبعد نہیں ہے جس قدر ایک کنواری لڑکی کا بغیر شوہر کے حاملہ ہو جانا مستبعد ہے، اب اگر کسی فعل کا مستبعد ہونا اس کے غلط اور کاذب ہونے کو مستلزم ہے تو یہ بھی جھوٹ اور غلط ہوگا، پھر ایسی صورت میں عیسائی اس کے کس طرح معتقد ہیں؟ اس جواب کے بعد پادری حیران اور لاجواب ہو گیا،

معجزہ ۲، شق ثلثم

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

پاس آگلی قیامت، اور بھٹ گیا چاند
اور وہ دیکھیں کوئی لسانی تو ملا جائے
اور کہیں یہ جادو ہے پہلے سے
چلا آتا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشْءُ
الْقَمَرُہُ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً
يَعْصِيُوْنَ اَوْ يَقُولُوْا سِحْرٌ
مُّسْتَمَرٌّ

اللہ نے اس آیت میں چاند کے ٹکڑے ہونے کی خبر ماضی کے صیغے سے دی ہے، اس لئے اس کا ماضی میں واقع ہونا ضروری ہے، اس کو زمانہ آئندہ پر محمول کرنا چار وجوہ سے بعید ہے:

اول اس لئے کہ عذیفہ رضی اللہ عنہ کی قرأت ”وَقَدْ اَنْشَقَّ الْقَمَرُ“ ہے، جو زمانہ

۱۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن میں اگرچہ چاند بھٹ گیا، کا لفظ ماضی کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے مگر یہ ماضی مستقبل کے معنی میں ہے، اور مراد یہ ہے کہ قیامت کے وقت چاند بھٹ جائے گا۔ مصنفؒ یہاں سے اس قول کا رد فرماتے ہیں، نقی

گزشتہ پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ دونوں قرائتیں مفہوم میں متحد ہوں،

دوسرے یہ کہ اللہ نے ساتھ ہی یہ بھی خبر دی ہے کہ کافر خدا کی آیتوں اور نشانیوں کے اعراض کرتے ہیں، اور کسی خبر سے حقیقتاً اعراض جب ہی ممکن ہے جب وہ واقع ہو گئی ہو۔ تیسرے مفسرین نے تصریح کی ہے کہ "انشق" اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ مستقبل کے معنی میں، اور جن لوگوں نے ایسا کہا ان کی تردید کی ہے،

چوتھے صحیح حدیثیں اس کے واقع ہونے پر یقینی اور قطعی طور پر دلالت کر رہی ہیں، اسی بناء پر شراح مواقف نے کہا ہے کہ:

"یہ متواتر ہے، جس کو صحابہ کی بڑی تعداد نے (اور وہ بھی ابن مسعود جیسے حضرات) نے روایت کیا ہے۔"

علامہ ابونصر عبدالوہاب بن امام علی بن عبدالکافی بن تمام الانصاری سبکی اپنی مختصر ابن حاجب کی شرح اصول میں کہا ہے کہ:

"تیسرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ شق فر متواتر اور قرآن میں منصوص اور صحیح اور دوسری کتابوں میں منقول ہے۔"

بڑا معرکہ الآثار اعراض منکرین کا یہ ہے
منکرین کے اعتراضات کہ احرام علویہ میں خسر و التمام

۱۵ یعنی قرآن کریم کی مختلف قرائتوں میں یہ ناممکن ہے کہ مفہوم و معنی کے اعتبار سے ایک قرائت دوسری کے ساتھ متضاد ہو، نفی

مکن نہیں، دوسرے اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو روئے زمین کے رہنے والے تمام انسانوں سے اس کا پوشیدہ ہونا غیر ممکن تھا، اور ایسے عظیم الشان واقعہ کو دنیا کے مومنین ضرور نقل کرتے،

معتزین کے اعتراض کا جواب

یہ اعتراض عقل اور نقلی دونوں حیثیت سے بہت ہی کمزور ہے، نقلی حیثیت سے سات وجوہ کی بنا پر ضعیف ہے،

اول اس لئے کہ طوفان نوح کا عظیم الشان حادثہ پورے ایک سال تک جاری اور واقع ہوتا رہا، جس میں ہر جائدار خواہ پرندے ہوں یا چوپائے خواہ حشرات الارض ہوں یا انسان، غرض تمام مخلوق سوائے کشت نشین لوگوں کے فنا ہو گئی، اور سوائے آٹھ انسانوں کے کوئی بھی نہیں بچ سکا، جیسا کہ کتاب پیدائش باب دہمہ میں تصریح ہے، اور پطرس کے پہلے خط باب آیت ۲۰ میں ہے:

”جب خدا نوح کے وقت میں نمل کر کے ٹھہرا رہا تھا، اور وہ کشتی تیار ہو رہی تھی جس پر سوار ہو کر تھوڑے سے آدمی یعنی آٹھ جاہل پانی کے وسیلے سے بچیں“

اسی یہ قدیم یونانی فلاسفہ کا نظریہ تھا کہ آسمان کا پھٹنا اور بھر جڑنا محال ہے، اس نظریے کی بنیاد پر معراج اور معجزہ شن قمر پر اعتراضات کئے جاتے تھے، کہ آسمان کے پھٹنے اور بھڑے بغیر نہ تو معراج ہو سکتی ہے، اور نہ شن قمر اس لئے کہ یونانی فلاسفہ کا نظریہ یہ تھا کہ چاند آسمان میں جڑا ہوا ہے، مسلمان فلاسفہ نے ناقابل انکار دلائل سے اس نظریے کو یکسر باطل قرار دیا ہے، اور اس سلسلے میں فلاسفہ یونان کے تمام اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا ہے، علم کلام کی کتابیں اس بحث سے بھری پڑی ہیں۔

اور دوسرے خط کے باب آیت ۵ میں ہے:

”اور نہ پہلی دنیا کو چھوڑا، بلکہ بے دین دنیا پر طوفان بھیج کر راستبازی کے منادی کرنے والے قوح کو مع اور سات آدمیوں کے بچایا“

اس حادثے کو آج تک اہل کتاب کے نظریے کے مطابق چار ہزار دو سو بارہ سال شمسی گزرے ہیں، مگر اس واقعہ کا کوئی ذکر تذکرہ مشرکین ہندوستان کی کتابوں تاریخی میں موجود نہیں ہے، وہ لوگ اس واقعہ کا نہ صرف یہ کہ شدت سے انکار کرتے ہیں، بلکہ اُن کے تمام علماء اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر گزشتہ دور سے قطع نظر بھی کر لی جائے اور کرشن اوتار کے زمانے کو جو اس دن سے اُن کی کتابوں کی شہادت کے مطابق چار ہزار نو سو ساٹھ سال مقدم ہے، پیش نظر رکھا جائے تو بھی اس عمومی حادثے کی صحت کی کوئی ممکن صورت نہیں، کیونکہ بڑی بڑی عظیم الشان بارشیں اُس عہد سے لے کر اس زمانے تک جو ہوئی ہیں تاریخی ان کے ذکر سے بھری پڑی ہیں، اُن کی تواریخ کی شہادت یہ بات ثابت ہے کہ عہد کرشن سے اس بیان کردہ طوفان کے زمانے تک مشرق ہندوستان کے ملک میں ہر زمانے میں بے شمار ملین بارشیں ہوتی رہیں، اُن کا دعویٰ ہے کہ کرشن کے زمانے کا حال تواریخ کی کثرت کی بناء پر ایسا ہے گویا کل گزشتہ کی بات ہر ابن خلدون اپنی تاریخ کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ:

”فارس اور ہندوستان کے لوگ طوفان سے واقف نہیں ہیں، صرف کچھ اہل

فارس کے راسے ہے کہ طوفان بابل کے علاقے تک محدود رہا“

علامہ تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر بن محمد المعروف بالمقرئ نے اپنی کتاب مثنیٰ

کتاب المواعظ والاقتبا میں نقوش و آثار کے ذکر میں لکھتے ہیں:

اہل فارس اور آتش پرست اور کلدانی اہل بابل، اور ہندوستان کے لوگ چین کے باشندے اور بہت سی مشرقی قومیں طوفان کے منکر ہیں، اگرچہ بعض اہل فارس نے طوفان کا اعتراف کیا ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ طوفان ملکِ شام اور مغرب میں نہیں پھیلا، اور نہ تمام آبادیوں کو اس نے اپنی لپیٹ میں لیا، اور نہ عمومی طور پر غرق واقع ہوا، بلکہ صرف کچھ لوگ غرق ہوئے، اور علوان کی گھاٹی سے آگے نہیں بڑھا، اور نہ مشرقی مالک تک پہنچ سکا؛

خود پادریوں کے ہم قوم حضرات اس طوفان کے منکر ہیں، اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، ہم جان کلاؤرک ملحد کا قول اس کے رسالے نمبر ۳ سے جو اس کی کتاب مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں شامل ہے، نقل کرتے ہیں، وہ صفحہ ۵۴ پر کہتا ہے:

”یہ یعنی طوفان والی بات فلاسفہ کی شہادت کی بنا پر درست نہیں ہو سکتی، اور محض کو تعجب کہ کیا اس طوفان کے پانی میں پھلیاں بھی مرگئی تھیں؟ اور جبکہ سفر تکوین باب ۱ آیت ۵ کے فیصلے کے مطابق انسان کے دلوں کے خیالات خراب اور گندے ہو چکے تھے، پھر خدا نے کس لئے آٹھ افسراد کو باقی رکھا؟ اور کیوں نہ سب کو ہلاک کرنے کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کیا؟ اور کیوں گزشتہ سرمایہ اور ذخیرے کو جس کے سبب سے گندے اور خراب افکار و خیالات باقی رہیں باقی رہنے دیا؟ کیوں کہ یہ بات واضح ہو کہ خراب درخت سے عمدہ پھل کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتا؛ جیسا کہ انجیل متی باب ۱۶ آیت ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ ”کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کناروں سے انجیر لڑتے ہیں؟“ اور فوج علیہ السلام (نعموز باللہ) خود شربابی اور چولہے اور ظالم تھے، جیسا کہ کتاب پیدائش کے باب ۹ آیت ۲۱ و ۲۵ سے ثابت

ہو، تو پھر ان سے یہ کیونکر امید کی جاسکتی ہے کہ ان کی نسل صالح اور نیک ہوگی، چنانچہ
ملاحظہ کیجئے کہ ایسا نہیں ہوا، اور صالح اولاد نہ ہوئی، جیسا کہ افسیوں کے نام پطرس
کے خط کا باب آیت ۲ سے اور پطرس کے نام خط کے باب آیت ۳ سے اور پطرس کے
خط نمبر باب آیت ۳ سے اور زبور نمبر ۱۰۱ کی آیت نمبر ۵ سے ثابت ہے۔

پھر جان کلارک نے صفحہ ۹۲ پر بے شمار مذاق اڑایا ہے، جو بے ادبی کا شاہکار ہے،
اس لئے ہم ایسے قبیح کلام کے نقل کرنے کی جسارت نہیں کرتے،

کتاب یسوع (ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق) کے باب نمبر ۱
دوسری وجہ آیت ۱۲ میں ہے:

”اور اس دن جب خداوند نے اموریوں کو بنی اسرائیل کے قابو میں کر دیا، یسوع نے
خداوند کے حضور بنی اسرائیل کے سامنے یہ کہا کہ سوچو، تو جیون پر اور اے چاند!
تو دایہ آبلون پر ٹھہرا، اور سوچو ٹھہر گیا، اور چاند تھما رہا، جب تک قوم نے اپنے
دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا، کیا یہ آسمان کی کتاب میں نہیں لکھا ہے؟ اور سچ
آسمانوں کے بچوں پر ٹھہرا رہا، اور تقریباً ساڑھے دن ڈوبنے میں جلدی نہ کی یہ آیات (۱۰۱)“

۱۰ اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ مورخین کا کس واقعہ کو نقل کرنا اس کے حقیقتاً نہ ہونے کی دلیل نہیں
ہو، ورنہ طوفان نوح جو مسلمان اور عیسائیوں میں متفقہ طور پر مسلم ہوگا اس محدثین کے یہاں تذکرہ نہیں
ملا، اور دنیا کی بہت سی قومیں اس کا انکار کرتی ہیں،

۱۱ موجودہ اردو ترجمہ اس کے مطابق ہو، اس لئے ہم نے یہ عبارت دیہی سے نقل کی ہے،
۱۲ انہار الحق میں اس کی جگہ ”سفر الابرار“ کا لفظ ہے، نقل

اور کتاب تحقیق الدین الحق مطبوعہ ۱۸۴۹ء حصہ نمبر ۳ کے باب صفحہ ۳۶۲ میں یوں ہو کر،
یوشیح کی معارے سوچ جو بیس گھنٹے کھڑا رہا :

ظاہر ہے کہ یہ حادثہ بڑا عظیم الشان تھا، اور عیسائی نظریے کے مطابق مسیحؑ کی
پیدائش سے ایک ہزار چار سو پچاس سال قبل پیش آیا، اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو اس کا مسلم
روئے زمین کے تمام افسانوں کو ہونا ضروری تھا، بڑے سے بڑا بادل بھی اس کے علم سے
مانع نہیں ہو سکتا تھا، اور نہ افق کا اختلاف اس میں مزاحم، اس لئے کہ اگر ہم یہ بھی تسلیم
کر لیں کہ بعض مقامات پر اس وقت رات تھی تب بھی اس کا ظاہر ہونا اس لئے ضروری
تھا کہ ان کی رات اس دن چوبیس گھنٹے رہی ہو، نیز یہ زبردست حادثہ نہ تو ہندوستان
کی تواریخ میں کہیں موجود ہے، نہ اہل چین، اہل فارس کی کتابوں میں کہیں اس کا تذکرہ ہو
ہم نے خود مشرکین ہندوستان کے علماء سے اس کی تکذیب سنی ہے، اور ان کو اس کے
غلط ہونے کا یقین کامل ہے، خود عیسائیوں کے ہم قوم اس کی تکذیب کرتے ہیں، اور
اس کا مذاق اڑاتے ہیں، بلکہ چند اعتراض بھی کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں :

اول یہ کہ یوشیح کا یہ کہنا کہ اے سوچ! تو حرکت مت کیجئے اور پھر یہ بات کہ سوچ رُک
گیا اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ سوچ متحرک اور زمین ساکن ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو
ان کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ اے زمین! تو حرکت مت کر، پھر یہ کہ زمین رُک گئی، اور یہ بات
جدید علم ہیئت کے قطعی خلاف ہے، جس پر اس زمانے کے تمام اہل یورپ کو اعتماد ہے،
کیونکہ ان کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ یہ قدیم قول سوچ کی حرکت کا باطل ہے، شاید یوشیح کو

۱۔ یہ خود قدیم اہل یورپ کا اعتراض پر ہماری نظر میں درست نہیں ہے جدید سائنس کی تحقیقات سے یہ بات
بائے ثبوت کو پہنچ چکی ہو کہ زمین کی طرح سوچ بھی حرکت کرتا ہے،

اس حالت کا پتہ نہیں تھا، یا پھر یہ قصہ ہی سرے سے جھوٹا ہے،

دوسرا اعتراض یہ کہ یہ کہنا کہ تسویح آسمان کے بیچ میں کھڑا ہو گیا، بتا رہا ہے کہ وہ ٹھیک

دوپہر کا وقت تھا، یہ بات بھی چند وجوہ سے ملزور اور بودی ہے :

اول تو اس لئے کہ بنی اسرائیل پچھلے دنوں مخالفین کو قتل کر چکے تھے، اور پوری شکست

دے چکے تھے، اور پھر جب وہ لوگ بھاگنے لگے تو خدا نے مزید آسمان سے بڑے بڑے پتھر

برسا کر ان کو ڈمیر کر دیا، چنانچہ ان پتھروں سے مقتول ہونے والوں کی تعداد بنی اسرائیل

کے ہاتھوں ملے جانے والوں سے بہت زیادہ تھی، اور یہ سب کام نصف النہار سے

پہلے انجام پا چکا تھا، جیسا کہ اس باب میں اس کی تصریح موجود ہے، ایسی صورت میں

پھر یسوع کے اس قدر اضطراب کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ فاتح بنی اسرائیل بہت

زیادہ اور باقی رہ جانے والے مخالفین بہت قلیل التعداد تھے، اور ابھی آدھا دن باقی تھا

جس میں بڑی آسانی سے ان کا قتل کیا جانا ممکن تھا،

دوسرے اس لئے کہ جب وہ وقت دوپہر کا تھا تو اس وقت ان لوگوں نے چاند

کو کیسے دیکھ لیا؟ پھر اس کا ٹھیکرنا بھی فلسفہ کے قواعد کے بموجب غلط ہے،

تیسرے اس لئے کہ جب وہ نصف النہار کا وقت تھا، اور بنی اسرائیل لڑائی اور

بھاگ دوڑ میں مشغول تھے، اور ان کو بقیہ دن کے حصے میں کوئی شک بھی نہ تھا، اور نہ

اُن کے پاس اُس زمانے میں گھڑیاں موجود تھیں، تو ان کو یہ بات کیونکر معلوم ہوئی کہ تسویح

ٹھیک نصف النہار کے دائرے میں بقدر ۱۲ گھنٹے کے کھڑا ہے، اور اس وقت تک مغرب

کی طرف مائل نہیں ہوا، نیز اعتراض یہ کہ جان کلاک کہتا ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ دنیا کے تمام ایم خواہ بوجہ کا زنا ہو

یا کسی کا شر کا سر ہی ہو اگر میں نہ ہو یا آغوش کوئی وقت ہو وہ کسی کو نہیں ہوگا، ٹھیک جیسا کتاب پیدائش کے باب

آیت ۲۲ میں منظر پر لکھا ہے، پھر جب اس کو زلزلہ تک سوچ غروب نہیں ہوا، تو گویا اس وقت میں رات
 ٹھہر گئی، اور ساکن ہو گئی،

کتاب اشعیا۔ باب ۳۸ آیت ۸ میں حضرت اشعیا کے معجزے رجوع
 تیسری وجہ شمس کے سلسلہ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

”چنانچہ آسمان جن درجوں سے ڈھل گیا تھا، ان میں کے دس درجے پھر ٹوٹ گیا“

یہ حادثہ بھی بڑا عظیم الشان ہے، اور چونکہ دن میں پیش آیا تھا اس لئے ضروری ہے کہ
 دنیا کے اکثر انسانوں کو اس کا علم ہو، مسیح کی ولادت سے سات سو تیرہ سال شمسی قبل
 واقع ہوا، مگر نہ تو اس کا کوئی تذکرہ ہندوستانیوں کی تاریخوں میں پایا جاتا ہے، اور نہ
 اہل چین اور اہل فارس کی کتابوں میں اس کا کوئی نشان ملتا ہے، نیز اس سے سوچ کا حرکت
 کرنا اور زمین کا ساکن ہونا مفہوم ہو رہا ہے، جو جدید ہیئت کے نیپلے کی بنا پر بالکل غلط ہے،
 پھر اگر ہم اس سے بھی قلع نظر کر لیں تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں تین احتمال ہو سکتے
 ہیں، یا تو دن صرف دس درجے کی مقدار ٹوٹا ہو، یا اسی مقدار میں آسمان پر سوچ ٹوٹا.....
 جیسا کہ ان کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے، یا زمین کی حرکت مشرق سے مغرب کی سمت
 میں اتنی مقدار میں ٹوٹی ہو، اور یہ تینوں احتمالات فلسفہ کے حکم کے مطابق باطل ہیں،
 یہ تینوں مشہور حادثے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کے نزدیک مسلم ہیں، اور باقی
 حوادث جن کو ہم ذکر کرنے والے ہیں، وہ عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہیں،

”جب تک زمین قائم ہے، بیچ بونا اور فصل کاٹنا، سردی اور تپش، گرمی اور جالہ، دن اور رات“
 موقوف نہ ہوں گے“ (پیدائش : ۷ : ۲۲)

چوتھی وجہ

انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۱ میں ہے:

”اور متدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر ڈولکڑے ہو گیا،
اور زمین لرزی اور چٹانیں توڑک گئیں، اور قبریں کھل گئیں، اور بہت سے جسم
ان متدسوں کے جو سو گئے تھے جی اُٹھے اور اس کے جی اُٹھنے کے بعد قبروں
سے نکل کر متدس شہر میں گئے، اور بہتوں کو دکھائی دیئے“ (آیات ۵۱ تا ۵۳)

یہ واقعہ یقیناً جھوٹا اور من گھڑت جیسا کہ آپ کو باب فصل نمبر ۳ سے معلوم ہو چکا
ہے، نیز مخالفین یعنی رومانیوں اور یہودیوں کی قدیم کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، اور
نہ مرقس یا لوقا نے پتھروں کا پھٹنا اور قبروں کا کھلنا، اور بہت سے قدیم لوگوں کے اجسام
کا قبروں سے برآمد ہو کر شہر میں داخل ہونا بیان کیا ہے، حالانکہ ان واقعات کا ذکر عیسیٰؑ کی
چھ پکار کے ذکر سے زیادہ ضروری تھا، جو مرنے وقت انھوں نے کی تھی، اور جس کے
ذکر پر سب کا اتفاق ہے، اور پھر پتھروں کا پھٹ جانا تو اس قسم کا واقعہ ہو کہ جس کا اثر
و نشان وقوع کے بعد بھی رہتا ہے،

تعجب یہ ہے کہ متی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ مُردے زندہ ہونے کے بعد کن لوگوں کو
نظر آئے تھے؟ مناسب تو یہ تھا کہ یہودیوں کو نظر آتے، اور پہلاطس کو دکھائی دیتے،
تاکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتے، جیسا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لڑے
بھی یہی مناسب تھا کہ وہ مُردوں کے درمیان سے کھڑے ہونے کے بعد ان مخالفین کو نظر
آتے تاکہ اشتباہ دور ہو جانا، اور یہودیوں کو یہ کہنے کی مجال نہ ہوتی، کہ ان کے شاگرد

۱۔ انجیل متی میں یہ واقعہ اس وقت بیان کیا گیا ہے جب (بقول متی) حضرت مسیح کو (معاذ اللہ) سولی دی گئی،

۲۔ دیکھئے صفحہ ۵۰۰ ج ۱ اذل غلط نمبر ۵۹،

کی تاریکی میں آئے اور ان کی نفس چرا کر لے گئے،

اسی طرح اس نے یہ بھی ذکر کیا کہ جو مڑے زندہ ہو گئے تھے پھر واپس اپنی قبروں میں چلے گئے، یا زندہ باقی رہے! کسی ظریف نے خوب کہا ہے کہ شاید مٹی نے یہ تمام باتیں خواب میں دیکھی ہوں گی۔

اس کے علاوہ لوقا کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ہیکل کے پرے کا پھٹنا عیسیٰ کی وفات سے قبل پیش آیا ہے جو مٹی اور مرقس کے بیان کے قطعی خلاف ہے،

پانچویں وجہ | انجیل متی اور مرقس و لوقا میں مسیح کے سولی دیے جانے کے بیان میں لکھا ہے کہ چھ بجے سے نو بجے تک پڑے جاگھنے کا نام رودے زمین پر اس واقعے

سے تاریکی اور اندھیری مسلط رہی، چونکہ یہ حادثہ دن میں پیش آیا اور سایے رودے زمین تک ممتد رہا، اور تھوڑی دیر بھی نہیں بلکہ پورے چار گھنٹے، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ دنیا کے اکثر لوگ اس سے واقف نہ ہوں، حالانکہ اس کا کوئی ذکر اہل ہند و فارس و چین کی تواریخ میں نہیں ملتا،

چھٹی وجہ | انجیل متی نے بچوں کے قتل کا واقعہ باب میں ذکر کیا ہے، مگر کسی دوسری انجیل یا تاریخ میں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا،

ساتویں وجہ | انجیل متی اور لوقا کے باب اور انجیل مرقس کے باب میں یوں لکھا ہے کہ،

۱۔ انجیل متی میں ہے کہ جب ہیرودیس کو حضرت مسیح کی ولادت کی خبر ہوئی تو اس نے: بیت لحم اور اس کی سب سرحدوں کے اندر کے ان سب لاکوں کو قتل کروادیا جو دو دوبرس کے یا اس سے چھوٹے تھے ۱۰ (متی ۲: ۱۶) لیکن اس واقعہ کا تذکرہ کہیں اور نہیں ملتا، چنانچہ آرائے ناکس تفسیر عہد نامہ جدید میں لکھتا ہے: مصوم بچوں کے قتل کا واقعہ کسی غیر عیسائی مصنف کی تحریر میں نہیں ملتا ۲ (ص ۲۳ ج اول)،

تو جب وہ پانی سے نکل کر اوپر آیا تو فی الفور اس نے آسمان کو پھٹنے..... اور ریح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا، اور آسمان سے آواز آئی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے، تجھ سے میں خوش ہوں۔

یہ مرقس کے الفاظ ہیں، چونکہ آسمانوں کا پھٹنا دن میں واقع ہوا تو ضروری ہو کہ دنیا کے رہنے والے بیشتر انسانوں سے مخفی نہ ہو، اسی طرح کبوتر کا نظر آنا اور آسمانوں سے اس آواز کا سنا جانا، حاضرین میں سے کسی ایک کے ذمے کے ساتھ مخصوص نہ ہونا چاہیے، حالانکہ اس..... واقعہ کو انجیل والوں کے سوا اور کوئی بھی ذکر نہیں کرتا، جان کلاؤ کہ اس قصہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ،

تمہی نے ہم کو اس عظیم الشان اطلاع سے محروم بنا دیا اور صاف طور پر نہیں بتایا کہ آسمان کے کون سے دروازے کھلے تھے؟ بڑے دروازے؟ یا متوسط دروازے؟ یا چھوٹے؟ اور کیا یہ دروازے سورج کی اس جانب میں تھے یا دوسری سمت میں؟ اس بڑی معمول کی دیکھ بھلے غیب پادری سمت کی تعیین میں حیرانی کے ساتھ سر پھوڑتے ہیں اور نہ یہ اطلاع دی کہ اُس منزل من اللہ کبوتری کا..... کیا حشر ہوا؟ کیا اس کو کسی نے پکڑ کر پتھرے میں بند کیا؟ یا آسمان کی طرف واپس ہوتی ہوئی دیکھ گئی؟ اور اگر لوٹتی ہوئی دیکھی تو ضروری ہے کہ اتنی دیر تک آسمان کے دروازے کھلے رہے ہوں؟ اور سب لوگوں آسمانوں کے اندر دنی احوال کا اچھی طرح مشاہدہ کر لیا ہوگا؟ کیونکہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ لپٹرس کے اس مقام پر پہنچنے تک ان دروازوں پر کوئی سفری یا سپاہی موجود ہو، شاید یہ کبوتری کوئی جن ہو؟

۱۔ یہ حضرت مسیح پر روح القدس کے اترنے کا قصہ جو پہلے کسی بار گذر چکا ہے،

اس اعتراض کے عقلی جوابات؛

اس اعتراض کا عقلی طور پر باطل ہونا آٹھ وجوہات کی بنا پر ثابت ہے؛

پہلی وجہ | شوقِ سفر کا واقعہ رات کے وقت پیش آیا جو غفلت اور نیند کا وقت ہوتا ہے راستوں اور سڑکوں پر سکون اور آمد و رفت بند ہو جاتی ہے، بالخصوص سردی کے زمانے میں لوگ گھروں اور مکروں کے اندر دروازے بند کر کے سوتے ہیں اور آرام کرتے ہیں، ایسی صورت میں آسمان سے تعلق رکھنے والی کسی ہدایت کا علم اطلاع سوائے ان لوگوں کے کسی کو نہیں ہوتی جو پہلے سے اس کے منتظر ہوں، اور چاند گرہن اس کی واضح مثال ہے، کہ وہ اکثر پیش آتا ہے، مگر بہت سے لوگوں کو اس کا علم صحیح ہونے اور دوسروں کے اطلاع دینے پر ہوتا ہے، سوتے ہوئے لوگوں کو گرہن کی اطلاع نہیں ہوتی،

دوسری وجہ | یہ حادثہ زیادہ دیر تک متنازع اور مسلسل نہیں رہا، دیکھنے والوں کے لئے بھی اس کے امکانات کم تھے کہ جو لوگ اس مقام سے کافی دور ہیں، ان کو اس کی اطلاع کریں، یا سونے والوں کو جگائیں اور دکھائیں،

تیسری وجہ | پہلے سے اس قسم کا کوئی پرہیز گرام نہ تھا کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ہوتی اور وہ دیکھنے کا اہتمام کرتے جس قسم کا اہتمام وقتِ معینہ پر رمضان عید ... اور سوچ گرہن یا چاند گرہن دیکھنے کا لوگ کیا کرتے ہیں، محض اس لئے کہ اس کے دیکھے جانے کے قوی امکانات ہوتے ہیں، پھر ہر شخص کی نگاہ ہر وقت آسمان کی جانب تودن کے اوقات میں بھی لگی نہیں رہتی، چہ جائیکہ رات کے وقت، اس لئے صرف اُن لوگوں نے دیکھا جو معجزے کے طالب تھے، یا جن لوگوں کی نگاہ اتفاقاً اس وقت آسمان

کی طرف اٹھ گئی، جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آتا ہے، کہ جب کفار مکہ نے اس واقعہ کو دیکھا تو کہنے لگے غالباً ابن ابی کبشہ نے تمہاری نظر بند کر دی ہے، ابو جہل نے بھی یہی بلکہ کہی کہ یہ محض جادو اور نظر بندی ہے، اس لئے لوگوں کو تحقیق کے لئے مختلف اطراف و جوانب میں بھیجو کہ وہ معلوم کریں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا یا نہیں؟ سب نے بالاتفاق تصدیق کی کہ ہم نے اسی حالت میں دیکھا ہے، کیونکہ اہل عرب عموماً رات میں سفر اور دن کو قیام کرتے ہیں، پھر کفار نے مل کر کہا کہ یہ تو جادو ہے، جو مٹنے والا ہے،

نیز تاریخ فرشتہ کے مقالہ نمبر ۱۱ میں لکھا ہے کہ ملیبار کے لوگوں نے بھی.... جو ہندوستان کا علاقہ ہے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے، اور اس علاقے کا راجہ جو بت پرست تھا، اس معجزے کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا، حافظ مری نے ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مسافر کا بیان ہے کہ میں نے ہندوستان کے ایک شہر میں ایک پرانی عمارت دیکھی، جس پر عمارت کی تاریخ تعمیر کے سلسلے میں لکھا تھا کہ یہ عمارت شق وستر والی رات میں بنائی گئی۔

۱۔ ابن ابی کبشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے، آپ کے ہذا احمد و سب بن عبد مناف کا اور آپ کے رضاعی والد ربیع حضرت حلیمہ کے شوہر کا لقب ابو کبشہ بھی تھا، اسی مناسبت سے آپ کو ابن ابی کبشہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ رواہ الترمذی عن جریر بن مطعم (جمع الفوائد، ص ۲۰۰ ج ۲)

۳۔ اظہار الحق کے مجراتی مترجم جناب غلام محمد صاحب بن علی غلام صادق صاحب نے اس جگہ حاشیے پر لکھا ہے کہ ہندوؤں کی مشہور کتاب مہا بھارت میں بھی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ (غلام صاحب کا یہ ذیلی حاشیہ اظہار الحق کے انگریزی ترجمے کے حاشیے پر نقل کیا گیا ہے، دیکھئے اظہار الحق انگریزی ترجمہ ۱۳۵ ج ۲) ۱

چوتھی وجہ

کبھی کبھی بعض مقامات اور بعض اوقات میں دیکھنے والے اور چاند کے درمیان ایک گہرا اور غلیظ بادل یا پہاڑ حائل ہو جاتا ہے، بعض اوقات تو ان علاقوں میں جن میں کثرت سے بارشیں ہوتی ہیں امتناز بردست تفاوت پایا جاتا ہے کہ ایک جگہ بادل بھی بہت گہرا اور بارش بھی کافی زوردار ہو رہی ہے کہ دیکھنے والوں کو دن میں سوچ اور نیلگوں آسمان کا اصل رنگ مسلسل گھنٹوں تک دکھائی نہیں دیتا، اسی طرح رات کے وقت چاند اور ستاروں کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، مگر دوسرے مقام پر نہ کسی بادل کا پتہ ہے نہ بارش کا کوئی اثر، حالانکہ دونوں مقامات میں کچھ زیادہ قابل ذکر فاصلہ بھی نہیں ہوتا، شمالی علاقوں کے باشندے روم اور یورپ کے لوگ برف باری اور بارش کے دنوں میں مسلسل کئی کئی دن تک سوچ کے دیکھنے کو ترستے رہتے ہیں، چہ جائیکہ چاند کو،

پانچویں وجہ

چاند اپنے مطالع کے اختلاف کی وجہ سے تمام روتے زمین والوں کے لئے کسی ایک حد پر نہیں ہے، جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آج جن لوگوں پر طلوع ہوتا ہے دوسرے ملک یا علاقے کے باشندے اُس وقت اُس کی جھلک دیکھنے سے محروم ہوتے ہیں، کسی ایک افق اور منزل پر نمایاں ہونے پر بعض ملکوں کے لوگ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، اس وقت دوسرے مقام کے لوگ اس کی جھلک سے قطع محروم رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ چاند گریہن عام نہیں ہوتا، بعض علاقوں میں کامل ہوتا ہے، بعض میں بالکل نہیں ہوتا، یا ناقص طور پر ہوتا ہے، اور بعض مقامات پر اس کی پہچان و شناخت صرف ان لوگوں کو ہوتی ہے جو علم نجوم کے ماہر ہیں،

اکثر قابل اعتماد علماء بہینت ایسے عجائبات بیان کرتے ہیں جن کا مشاہدہ اُن کو

بڑے بڑے ستاروں اور ان کی روشنیوں سے ہوتا ہے، جو رات کے کسی حصے میں ظاہر ہوتے ہیں، اُن کے سوا دوسرے لوگوں کو ان کا قطعی کوئی علم نہیں ہوتا،

اس قسم کے نادر الوقوع واقعات دیکھنے والوں کی تعداد عام طور پر اس قدر چھٹی وجہ نہیں ہوتی، جو یقین کے لئے مقید ہو، ادھر مورخین کے یہاں بڑے اور

اہم واقعات کے بارے میں بعض عوام کی بیان کردہ خبریں قابل اعتماد نہیں ہوتیں، البتہ ایسے واقعات کی نسبت اُن کے بیانات مان لئے جاتے ہیں کہ جن کے وقوع کے بعد ان کے آثار اور نشانیاں باقی رہ جائیں، جیسے سخت آندھی، بے شمار برف باری، یا ڈالہ باری، سخت سردی وغیرہ، اس لئے عین ممکن ہے، اور بعید از قیاس نہیں کہ کسی ملک کے مورخین نے اس حادثے کی نسبت بعض عوام کی بیان کردہ روایت پر وثوق نہ کرتے ہوئے اس کو دیکھنے والوں کی نگاہ کا تصور قرار دیا ہو، اور اس واقعہ کو چاند گروہن کی قسم کا سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہو،

ساتویں وجہ | مورخین بالعموم زمینی حوادث کو تاریخ کے اوراق میں جگہ دیتے ہیں، اور آسمانی واقعات و حوادث سے شاذ و نادر ہی تعرض کرتے ہیں خاص کر

قدیم مورخین کا تو یہ عام شیوہ ہے، پھر یہ چیز بھی قلیل لحاظ ہونا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مبارک میں انگلستان و فرانس میں حیات عروج پر تھی، اور علوم و فنون کی جو کچھ داغ بیل اور بنیاد یورپ کے ملکوں میں پڑی اور اشاعت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود کے کافی طویل عرصے کے بعد ہوئی ہے، ان حالات میں ان کے یہاں تاریخ نویسی کا کوئی اہتمام اور اس جانب التفات ہی کب ہو سکتا تھا؟

آٹھویں وجہ | منکر کو جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ فلاں معجزہ یا کرامت اس شخص

کی ہے جس کا وہ منکر ہے، تو وہ ضرور اس کے اخفاء اور چھپانے کی کوشش کیا کرتا ہے، اور کبھی بھی اس کے ذکر یا کہے جانے پر راضی نہیں ہوتا، جیسا کہ انجیل یوحنا کے باب ۸ اور کتاب الاعمال کے باب ۴ و ۵ کے مطالعہ کرنے والوں سے یہ چیز مخفی نہیں ہو سکتی۔ ان وجوہات کی بناء پر ثابت ہوا کہ ”معجزہ شق بقر“ پر عقل یا نقل غرض کسی طور سے اعتراض درست نہیں ہو سکتا،

مُصَنِّفُ مِيزَانِ الْحَقِّ کے اعتراضات مصنف میزان الحق نے نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء مرزا پور میں لکھا ہے کہ،

”آیت کے معنی تفسیر کے قاعدے کے بموجب منسوب ہیں یوم قیامت کی طرف کیونکہ لفظ ”الساعة“ معترف باللام واقع ہوا ہے، جس سے مراد ساعت معلومہ اور وقت متعین ہے، یعنی قیامت، جیسا کہ یہ لفظ اسی سورۃ کے آخر میں اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اسی لئے اس کی تفسیر بعض مفسرین نے جن میں قاضی بیضاوی بھی ہیں قیامت کے معنی کے ساتھ کی ہے، اور کہا ہے کہ آیت کے بموجب علامات قیامت میں سے یہ علامت بھی ہے کہ چاند زمانہ آئندہ میں شق ہو گا و

اس میں پادری مذکور نے دو دعوے کئے ہیں، اول یہ کہ تفسیر کے قاعدے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ اِنْشَقَّ مَعْنٰی مِیْنِ مِیْنِ تَشْنِشَقُّ کے ہے، دوسرے یہ کہ بعض مفسرین نے جن میں قاضی بیضاوی بھی شامل ہیں، اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے، حالانکہ یہ دونوں باتیں قطعی غلط ہیں،

پہلی بات تو اس لئے کہ اِنْشَقَّ مَعْنٰی کا صیغہ ہے اس کو تَشْنِشَقُّ کے معنی میں لینا یقیناً مجاز ہے، اور قانون یہ ہے کہ مجازی معنی مراد لینے کی اُس وقت تک بالکل

اجازت نہیں، جب تک اس لفظ کے معنی حقیقی مراد لینا محال نہ ہو جائے، اور یہاں معنی حقیقی مراد لینے میں کوئی بھی دشواری نہیں ہے، اس لئے معنی حقیقی مراد لیا جانا واجب اور ضروری ہے،

رہی دوسری بات تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ قاضی بیضاوی پر صریح بہتان اور تہمت ہو، کیونکہ انھوں نے ماضی کے صیغے کی تفسیر مستقبل کے ساتھ ہرگز نہیں کی، بلکہ ماضی کے معنی کے ساتھ کی ہے، البتہ تفسیر کرنے کے بعد کمزور الفاظ میں بعض لوگوں کا قول نقل کر کے اس کی تردید کر دی ہے، لہذا یہ قول اُن کے نزدیک بھی مردود ہو پھر جب صاحب تفسیر نے میزان الحق کے مصنف کی اس عبارت پر اعتراض کیا اور کہا کہ ”پادری مذکور یا تو خود غلطی میں مبتلا ہوا یا پھر عوام کو غلطی میں ڈالنا چاہتا ہے“ تو میزان الحق کے مصنف کو ہوش آیا، اور حسبِ نسخہ فارسی مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں اور اردو نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں اس عبارت کو بدل دیا اور یوں کہا کہ:

”فترآن کریم میں جس مقام پر بھی لفظ ”الساعة“ معرفت باللام اور مفسر کی صورت میں واقع ہوا ہے، وہاں یوم قیامت کے معنی مراد ہیں، اور انشِقَّ الْقَوْمُ وَالْجَمْلَةُ دَاوَعَطَف کی بناء پر اِقْتَرَبَتْ السَّاعَةُ والے جملے کے ساتھ ملحق ہے، اور دونوں میں ماضی کا صیغہ ہے، لہذا جس طرح پہلا فعل ”اِقْتَرَبَتْ“ مستقبل کے معنی میں ہے، یعنی ”سَجِیْ حَتَّى یَوْمِ الْقِيَمَةِ“ اسی طرح دوسرا فعل ”انْشَقَّ“ بھی معنی میں ”بَتَّیْمُنْشَقُّ“ کے ہوگا، یعنی جب قیامت آئے گی تو چاند بھی دو ٹکڑوں ہو جائے گا، اور بعض مفسرین نے بھی جیسا کہ زرخشری اور بیضاوی ہیں اس طرح تفسیر کی ہو اگرچہ دونوں ہی تفسیریں میں اس امر کے معتقد ہیں یہ نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، مگر انھوں نے

الْقِيَامَةِ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قرات میں "وَقَدْ انْشَقَّ الْقَمَرُ" پایا جاتا ہے،
یعنی قیامت قریب آگئی ہے، اور اس کے قریب ہونے کی نشانیوں میں سے یکا
ہے کہ چاند ٹکڑے ہو گیا، اور بیضاوی نے کہا ہے کہ "وَقَدْ انْشَقَّ" سَيَدْنُو
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۛ

غرض پادری صاحب کو پتہ چل گیا اور انہوں نے عبارت کو بدل ڈالا، مگر انہوں نے
کشاف کی عبارت کے خلاصہ کرنے میں کمال کر دیا، یعنی کچھ حصہ بھی بکھر حذف کر دیا کہ یہ غیر مفید
ہو، اور صاحب کشاف کا یہ قول نقل کر دیا کہ "حذیفہ" کی قرات میں "وَقَدْ انْشَقَّ" ہے حالانکہ
یہ مقصود کے قطعی مناسب نہیں ہے، کیونکہ حذیفہ کی قرات تو اس کے معجزہ ہونے میں
نص ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول صرف ضمناً ذکر کر دیا گیا ہے، تو کہا جائے گا کہ پھر عبارت
کے کچھ حصے کو حذف کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کشاف کی اصل عبارت یوں ہے کہ:

"بعض لوگوں نے اس آیت کا مطلب

یہ بیان کیا ہے کہ چاند قیامت کے دن

دو ٹکڑے ہو جائے گا، لیکن آگے باری

تعالیٰ کا ارشاد "وَقَدْ انْشَقَّ الْقَمَرُ" ہے

وَعَنْ بَعْضِ النَّاسِ أَنَّ مَعْنَاهُ

يَنْشَقُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَوْلُهُ

وَأَن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُونَ

يَقُولُوا سَحَابٌ مُمَيَّنٌ، يَرَدُّهُ

۱۰ یعنی بعض لوگوں نے کہل ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا۔

(کشاف، ص ۲۲۱، ج ۲ و تفسیر بیضاوی مہری ص ۱ ج ۱)

۱۱ اس لئے کہ اس میں لفظ "وَقَدْ" استعمال کیا گیا ہے جس کے ہوتے ہوئے مستقبل کے معنی کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا

۱۲ تفسیر کشاف، ص ۲۲۱ ج ۲ مطبوعۃ الاستقامة بالقاهرة مشتملہ ۱۳۶۵ھ

وَكُفَىٰ بِهِ رَدًّا قِرَاءَةً
 حَذَّيْنَةً قَدْ انْشَقَّتِ
 الْقَمَرُ اِي وَقد حصل
 من ايات اقتراهما
 ان القمر قد انشقَّ
 كما تقول اقبل
 الامير وقد حياء
 البشير لقدومه وعن
 حذيفة رآه خطب
 بالمدائن ثم قال
 الا ان الساعة قد
 اقتربت ان القمر
 انشق على عهد نبيكم،
 (یعنی یہ کافرجب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو
 اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چلتا
 جادو ہے) اس قول کی تردید کرتا ہے، اس
 کے علاوہ حضرت حذیفہؓ کی قرأت بھی
 اس کی تردید کرتی ہے، جس میں قَدْ انْشَقَّتِ
 القمر کے الفاظ ہیں، اور آیت کا مطلب
 یہ ہے کہ قیامت قریب آگئی، اور قریب
 قیامت کی نشانیوں میں سے یمن فتنی قر
 ظاہر ہوگئی، باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ایسا ہی
 ہے جیسے تم کہو کہ "امیر آدباہر حالانکہ اس کا
 پیامبر آدباہر نیز حضرت حذیفہؓ سے روایت
 ہے کہ انھوں نے دائن میں خطبہ دیتے
 ہوئے فرمایا کہ سن لو! قیامت قریب

آگئی، اور چاند خود ٹھکے نبی کے عہد مبارک میں دو ٹکڑے ہو گیا ۵

ربا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ "الساعة" معرفت باللام ہے، اسی طرح یہ
 کہنا کہ جملہ انشق القمر بسبب وار عطف کے ماقبل سے ملحق ہے۔ سو ان دونوں چیزوں
 سے ان کا مقصود قطعی ماحصل نہیں ہوتا، غالباً وہ یہ سمجھے کہ لفظ "الساعة" کے معنی چونکہ

لہ قال الحافظ ابن حجر: "اخرجه الحاكم والطبرانی وابو نعیم عن ابن عبد الرحمن بهذا
 واقتدرا الکافی الشافعی علی هامش الکشاف،

قیامت کے ہیں، اور شقِ قمر اس کی علامات میں سے ہے، اس لئے اس کا اس کے ساتھ متصل ہونا اور اسی روز واقع ہونا ضروری ہے، اس غلط فہمی کا منشاء محض تأمل اور غور نہ کرنا ہے،

سورۃ محمدؐ میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

<p>”اب یہی انتظار کرتے ہیں قیامت کا کہ آکھڑی ہوان پر اچانک، سو آپکی ہیں اس کی نشانیاں یہ“</p>	<p>فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا،</p>
---	--

”س میں“ فقد جاء اشراطها کے الفاظ اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ اسکی علامات واقع ہو چکی ہیں، کیونکہ لفظ ”قد“ جب فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے تو وہ صاف اس امر کی ضمانت ہوتا ہے کہ یہ فعل زمانہ ماضی میں واقع ہو چکا ہے، جو حال کے قریب ہی اس لئے مفسرین نے اس قول کی تفسیر اس طرح پر کی ہے:-

بیضاوی میں ہے کہ،

”کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت“

اور انشقاقِ قمر“

اور تفسیرِ کبیر میں ہے کہ،

”اشراط سے مراد علامات ہیں، مفسرین کہتے ہیں کہ جیسے شقِ قمر اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی بعثت“

اور حبِ لیلین میں ہے کہ:

”یعنی قیامت کی علامتیں جن میں آپؐ کی بعثت اور شقِ قمر اور دُخان ہے“

لو حسینی کی عبارت بھی بیضادی کی طرح ہے،

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ مجس طرح پہلا فعل اقتربت الساعة مستقبل کے معنی میں ہوا ہے یہ بھی غلط ہے، کیونکہ وہ بھی ماضی ہی کے معنی میں ہے، اور فارسی میں اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ ”روز قیامت خواہ آمد“ درست نہیں ہے، اور معنی لوگوں کا یہ قول مفسرین کے نزدیک باطل اور مردود ہے، پھر پادری صاحب کہتے ہیں کہ،

”اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ شق مسترد واقع ہوا تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

معجزہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ شق اس آیت میں نہ کسی دوسری آیت میں یہ تصریح

موجود ہے کہ یہ معجزہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ظاہر ہوا۔“

جو ابا ہم گزارش کریں گے کہ دوسری آیت اور صحیح احادیث اس کے معجزہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان روایات کی صحت عقلی ضابطے کے مطابق ان محرف اور اعلاط و اختلافات سے بھری ہوئی انجیلوں سے کہیں زیادہ ہے، جن کی روایتیں آحاد کے ذریعے اور وہ بھی بغیر سند متصل کے مردی ہیں، جیسا کہ آپ کو باب نمبر ۲۰ سے معلوم ہو چکا ہے، پھر پادری صاحب کہتے ہیں کہ،

دوسری آیت کا پہلی آیت سے تعلق یہ ہے کہ مسکین آخری زمانے میں قیامت کی

علامتوں کو دیکھیں گے، مگر ان پر ایمان نہ لائیں گے، گزشتہ کافروں کی عادت کے مطابق

کہیں گے کہ یہ تو کھٹا ہوا جادو ہے اور کچھ بھی نہیں۔“

نہ یعنی قیامت آئے گی

لے اس عبارت میں پادری صاحب مفسرین کی اس دلیل کا جواب دینے کی کوشش کر رہے ہیں جس میں انھوں نے کہا تھا کہ اگر شق ترجمہ معجزہ واقع نہیں ہوا تو اگلی آیت وَإِنْ يَزِدُّوا آيَةً الْاَلْوَ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

یہ بات بھی درود جہ سے غلط ہے، اول تو اس لئے کہ منکر عناد کی بناء پر انکار اسی وقت کیا کرتا ہے، اور کافر کسی خلافِ عادت واقع ہونے والے کام کو جادو جب ہی کہا کرتا ہے جب کہ کوئی شخص اس خلافِ عادت صادر ہونے والے کام کی نسبت یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا معجزہ یا کرامت ہے، پھر جب آخری زمانے میں قیامت کی علامتیں بغیر اس دعوے کے پائی جائیں گی تو پھر منکرین کو انکار کی کیا ضرورت ہے، اور یہ کہنے سے کیا حاصل کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے؟

دوسرے یہ کہ شقِ مستمر زمانہ مستقبل میں قیامت ہی کے روز ہو سکتا ہے، پھر عین قیامت کے روز جب کافر اپنی آنکھوں سے قیامت کا مشاہدہ کر چکے ہوں گے، اس وقت یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ کھلا جادو ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی شخص پادری صاحب کی طرح مقلدِ معاند ہو تو شاید وہ اپنے زعم کی بناء پر ایسی بات کہہ دے، یا خود پادری صاحب اور ان جیسے دوسرے علماء پر دلشست اپنی قبروں سے زندہ نکلنے کے بعد یہ اعتراض کر دیں، کیونکہ ان کے دلوں میں دین محمدی کا بعض دھواں کوٹ کوٹ بھرا ہے، پھر پادری صاحب لکھتے ہیں:

”اور اگر یہ معجزہ آپ کے ہاتھوں ظاہر ہوا ہوتا تو آپ اُن مخالفین و معاندین کو اطلاع دیتے جو آپ سے معجزے کے طالب تھے کہ دیکھو میں نے فلاں وقت چاند کے دُور بکڑے کر دیئے، اس لئے اب تم کو کفر سے باز آ جانا چاہئے۔“

اس کے مکمل جواب کے لئے ناظرین کو فصل دوم کے انتظار کی زحمت گوارا کرنی پڑے گی، انشاء اللہ وہاں اس کا تفصیلی جواب دیا جائے گا۔

ایک پادری صاحب کے اعتراضات [مصنف وجہ الایمان نے اس معجزے کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

”بہت سے مفترین جیسے زعمشہری اور بیضاوی نے اس مقام پر یہ تفسیر کی ہے کہ چاند قیامت کے روز شق ہوگا، اور اگر یہ واقعہ وقوع ہو چکا ہو تا تو سارے جہان میں اس کی شہرت عام ہوتی، کسی ایک ملک میں اس کے مشہور ہونے کے کوئی معنی نہیں“ ہمارے پچھلے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ دونوں باتیں یقینی طور پر غلط ہیں، یہ پادری صاحب میزان الحق کے مصنف سے بھی بہت آگے بڑھ گئے ہیں، کہ انھوں نے عقل اور نقل دلیل بھی پیش کر ڈالی، اور کشاف کے نام کی تصریح بھی کر دی، شاید انھوں نے میزان الحق کے ہر انے نئے کو دیکھ لیا ہوگا، جس میں کالبیضاوی وغیرہ لکھا ہو اور یہ سمجھا کہ وغیرہ سے مراد کشاف ہے، کیونکہ بیضاوی کو بمقابلہ دوسری تفسیروں کے کشاف سے بہت زیادہ مناسبت ہو، اس لئے کشاف کی تصریح کر دی، تاکہ میزان الحق کے مصنف سے ان کی فضیلت بڑھ جائے، حالانکہ صاحب کشاف نے اس سورۃ کی تفسیر کے شروع میں کہا ہے کہ:

”الاستقاء قر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں اور آپ کے روشن معجزات

میں سے ہے“

اور اس رسالے کے مصنف نے جو مولانا نعمت علی ہندی کے مکتوب کے جواب میں لکھا ہے اس معجزے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

”اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ معجزہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر

ہوا، اور نہ تفسیروں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے“

سبحان اللہ! یہ صاحب تو اپنے دونوں پیشروؤں سے چار قدم آگے بڑھ گئے، ان صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ بات کسی تفسیر سے ثابت نہیں ہوتی، غالباً پہلے پادری صاحب کے متعلق انھوں نے یہ قیاس کیا کہ پہلے پادری صاحب ان نے جو کہا تھا کہ "بیضادی وغیرہ کی طرح مفسرین نے ہی لکھا ہے" تو انھوں نے اس سے سچ سمجھ لیا، پھر ان دونوں تفسیروں پر تمام تفسیروں کو قیاس کر ڈالا، اور دعویٰ کر دیا کہ کسی تفسیر سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، تاکہ دونوں پر یوں پر اس کی فوقیت ثابت ہو جائے، اور اپنی قوم کے سامنے اس کا بجز ظاہر ہو کہ اشارۃ اللہ انھوں نے تمام تفسیروں کا مطالعہ کر لیا ہے،

غرض برہمچے آنے والے نے اپنے پیشرو سے کچھ نہ کچھ اضافہ ہی کیا، مگر یہ بات عیسائیوں کی عادت مسترد سے کوئی عجیب نہیں ہے، کیونکہ سترن اقل میں عیسائیوں کے یہاں یہ طریقہ عام رہا ہے، جیسا کہ حواریوں کے رسالہ جات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے اور سترن ثانی عیسوی میں یہ چیز مستحسن قرار پانے لگی تھی، جیسا کہ مورخ موسیم دوسری صدی کے علماء کی حالت بیان کرتے ہوئے اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۹۳۲ء جلد اول صفحہ ۶۵ میں کہتا ہے کہ:

"آفلاطون اور فیثاغورس کے ماننے والوں میں یہ مقولہ مشہور ہے، کہ جھوٹ اور فریب سچائی کے بڑھانے اور اللہ کی عبادت کے لئے نہ صرف جائز ہیں بلکہ قابل تحسین ہیں، سب سے پہلے مصر کے یہودیوں نے مسیح سے قبل یہ مقولہ ان سے سیکھا، چنانچہ قدیم کتابوں سے یقینی طور پر یہ امر واضح ہوتا ہے، پھر اس ناپاک اور مہلک و با کا اثر عیسائیوں میں داخل ہوا، جیسا کہ ان کی بہت سی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے جو بڑے لوگوں کی جانب جھوٹ منسوب کی گئی ہیں،

آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد ۱ میں گلتیوں کے نام پوس کے خط کے باب کی شرح میں کہتا ہے کہ:

یہ چیز محقق ہے کہ بہت سی جھوٹی انجیلیں ابتدائی مسیحی صدیوں میں رائج تھیں، اور جھوٹے قصوں کی کثرت ہی نے نوفا کو انجیل لکھنے پر آمادہ کیا، اس قسم کی جھوٹی انجیلوں میں سترے زیادہ انجیلوں کا ذکر پایا جاتا ہے، ان جھوٹی انجیلوں کے بہت سے اجزاء اب بھی باقی اور موجود ہیں۔

پھر جب اُن کے پہلوں نے سترے زیادہ انجیلوں کو بالکل غلط واقعہ غلط طور پر مسیح و مریم و حواریین کی جانب منسوب کر دیا، تو اگر یہ تینوں پادری صاحبان عامہ مسلمین کو گمراہ کرنے اور مغالطے میں ڈالنے کے لئے بعض چیزوں کو قرآن کی تفسیروں کی طرف منسوب کر رہے ہیں، تو کوئی بھی تعجب نہ ہونا چاہئے،

آخری رسالے کی ہندوستان میں بڑی شہرت رہی، اور پادری لوگ مختلف شہروں میں بکثرت اس کو تقسیم کیا کرتے تھے، مگر جب بہت سے علمائے اسلام نے اس کا رد لکھا، اور ان کی تحریریں شہرت پذیر ہو گئیں، تب پادریوں نے اس کی تقسیم و اشاعت روک دی، اس کی تردید میں لکھی جانے والی تین کتابیں طبع ہوئیں، اول تحفہ مسیحیہ، مصنفہ سید الدین ہاشمی، دوم تائید المسلمین، جو مجتہد شیعہ لکھنؤ کے کسی عزیز کی تصنیف ہے، سوم خلاصہ سیف المسلمین، جو فاضل حیدر علی قرشی کی تصنیف ہے،

معجزہ نمبر ۳، کنکریوں سے کفار کی ہلاکت

بیمنادوی میں ہے کہ:

”منقول ہے کہ جب قریش ایک ٹیلے سے نمودار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تشریش ہیں جو نکیر اور فخر کے ساتھ تیرے رسول کی تکذیب کرتے آئے ہیں، اے اللہ! میں آپ سے اس چیز کی درخواست کرتا ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، پھر جبریلؑ حاضر خدمت ہوئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ایک مٹی خاک کی لے کر ان کافروں کے بار دیجئے، پھر جب دونوں گرد ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باریک کنکریوں کی ایک مٹی بھر کر ان کے چہروں پر مار دی، اور فرمایا تَاشَاهَتِ الْوُجُوْہُ ”اس کے بعد کوئی کافر ایسا نہ تھا جو اس وقت آنکھوں سے معذو نہ ہو گیا ہو، اور نتیجہ کفار کو شکست فاش ہوئی، اور مسلمانوں نے ان کو قید اور قتل کرنا شروع کر دیا، پھر جب کفار مکہ واپس لوٹے تب بھی سختی بگھاتے ہوئے ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا کہ میں نے قتل کیا اور میں نے قید کیا۔“

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمٰی“ یعنی اے محمدؐ آپ نے ان کو (ایسی) کنکریاں نہیں ماریں (جو ان کی آنکھوں تک پہنچ سکتیں)، نہ آپ کو اس کی قدرت تھی جب کہ بظاہر آپ ہی مار رہے تھے، بلکہ اللہ نے اس پھینکنے کا نتیجہ مرتب فرمادیا (یعنی ان سب کی آنکھوں تک پہنچا دیا، یہاں تک کہ ان کو شکست ہو گئی، اور تم ان کی جڑ کاٹنے پر قادر ہو گئے)، امام فخر الدین رازیؒ نے فرمایا کہ :

زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ یہ آیت بدر کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے، در نہ قصر کے درمیان میں ایک بے جوڑ بات کا داخل کرنا لازم آئے گا، جو مناسب نہیں ہے، بلکہ کوئی بعید نہیں ہو کہ اسی کے تحت بقیہ واقعات بھی ہوں، اس لئے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ سبب کی خصوصیت کا۔

ادھر مقدس آپ کو صاحب میزان الحق کے اعتراضات کا حال معلوم ہو چکا ہو جو اس کے اس معجزے پر کہتے ہیں، اس لئے ہم اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتے،

معجزہ نمبر ۴، زوراء کے مقام پر انگلیوں پانی کا جاری ہونا،

اکثر موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلنا اور بہنا ثابت ہے، اپنی جگہ پر یہ معجزہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے کے اس معجزے سے غنیومند ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوا، کیونکہ پتھروں سے پانی کا نکلنا فی الجملہ عادت کے موافق ہے، مگر خون اور گوشت سے پانی کا برآمد ہونا سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی سے ثابت نہیں،

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عصر کی نماز کا وقت تھا، میں نے حضور کو دیکھا کہ لوگ آپ کے لئے پانی تلاش کر رہے ہیں مگر پانی نہیں ملتا تھا، اتفاق سے کچھ پانی

۱۔ مطلب یہ ہو کہ اگرچہ یہ آیت نازل بدر کے موقع پر ہوئی، لیکن اس میں کنکریاں مارنے کے وہ واقعات بھی داخل ہو گئے جو بدر کے علاوہ دوسرے مقامات پر پیش آئے، مثلاً غزوہ حنین کے بارے میں بھی روایت ہے کہ آپ نے اُسی طرح کنکریاں پھینکی تھیں،

۲۔ دیکھئے ص ۲۶۱ جلد اول،

دستیاب ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے برتن میں اپنا دست مبارک رکھ دیا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن سے وضو کرنا شروع کر دیں، اس دوران میں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے قوارے کی طرح پانی ابل رہا ہے، یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا اور کوئی بھی محروم نہیں رہا، یہ معجزہ مقام زوراء میں مدینہ کے بازار کے قریب واقع ہوا،

معجزہ نمبر ۵، حدیبیہ کے مقام پر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حدیبیہ والے روز سب لوگ پیاسا کی وجہ سے پریشان تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا، جس سے حضور نے وضو فرمایا، سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری پیاس ذرہ برابر پانی موجود نہیں ہے، سوائے اس مشکیزے کے، آپ نے اپنا دست مبارک مشکیزے میں رکھ دیا، پھر کیا تھا، پانی آپ کی انگلیوں سے چھنے کی طرح ابل کر پھٹنے لگا وہاں حاضرین کی تعداد چودہ سو تھی،

۱۔ أخرجه الشيخان من طريق قتادة عن أنس (المختار من الكبرى، ص ۳۰ ج ۲)
 ۲۔ "عاش الناس يوم الحديبية ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين يديه ركوة فتوضأ منها ثم أقبل على الناس فقال ما لكم قالوا ليس عندنا ماء نتوضأ به ولا نشرب إلا ما في ركوبك فوضع النبي صلى الله عليه وسلم يده في الركوة فجعل الماء يفيض بين أصابعه كالنخال يقولون " أخرجه البخاري عن جابر " .
 (المختار من الكبرى، ص ۲۴۵ ج ۱ اول)

معجزہ نمبر ۱، غزوہ بواط میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے جابر پانی کے لئے اعلان کر دو، پھر طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہا سو آگ ایک سو کھمبے مشکیڑے جس کے منہ میں ایک قطرہ پانی کا نظر آیا اور کہیں پانی کا وجود نہ تھا، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اُس کو ڈھک کر کچھ پڑھا جس کا مجھ کو علم نہیں، پھر فرما کہ بڑا پیالہ منگادو، میں لے کر حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے رکھ دیا، حضور نے اس پیالے میں اپنی انگلیاں کشادہ فرما کر ہاتھ رکھ دیا، اور حضرت جابرؓ نے وہ قطرہ آپ کے ہاتھ پر پھوٹا، پھر بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کو جوش مارتے اور اُبلتے ہوئے دیکھا، پھر پیالہ اُبلنے اور گھومنے لگا، یہاں تک کہ لبریز ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا، یہاں تک کہ سب لوگ سیراب ہو گئے، میں نے اعلان کیا کہ کسی اور صاحب کو پانی کی ضرورت ہے؟ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک تن سے اٹھالیا، اور وہ دستور لبریز تھا، یہ معجزہ غزوہ بواط میں صادر ہوا،

معجزہ نمبر ۲، غزوہ تبوک کے موقع پر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے غزوہ تبوک کے قعے میں منقول ہے کہ :
”لوگ ایک ایسے چٹے پر پہونچے جس میں بعت رقبہ کے پانی بہہ رہا تھا، لوگوں نے چلو
۱۵ اخرجہ مسلم فی باب حدیث جابر الطویل، ص ۲۱۵ ج ۲،

بھوک کر کچھ پانی جمع کیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روتے مبارک اور ہاتھوں کو دھویا، اور وہ دھوؤں اُس پانی میں ڈال دیا، پھر کیا تھا، بے شمار پانی بہنے لگا، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے، ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ ”اُس دن اس قدر پانی نکلا کہ اس کی آواز پر بھلیوں کے گوندنے کا شبہ ہوتا تھا“ پھر فرمایا کہ اے معاذ اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم عنقریب اس مقام کو دیکھو گے کہ باغات سے بھرا ہوا ہے،

معجزہ نمبر ۸، حضرت عمران کی حدیث

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو شدید پیاس نے پریشان کیا تو آپ نے روضہ میں کو یہ کہہ کر روانہ کیا کہ تم کو فلاں مقام پر ایک عورت ملے گی جس کے اندر پانی اور مشکیزہ پانی کے لدے ہوئے ہیں، ان دونوں صاحبوں نے اس عورت کو لاکر حضور کی خدمت میں پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مشکیزوں سے کچھ پانی نکال کر ایک برتن میں ڈالا، پھر اس پر کچھ کلمات پڑھے، پھر وہ پانی بدستور ان مشکیزوں میں ڈال دیا اور دونوں کے منہ کھول دیئے گئے، آپ نے لوگوں کو حکم دیا، اور انھوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے، یہاں تک کہ کوئی برتن باقی نہیں رہا جس کو انھوں نے بھر نہ لیا ہو،

لے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَى مِينَ تَبُوكَ وَهِيَ تَبَعْنَ لِبَشَى مِنْ مَاءٍ فَعَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيلًا حَتَّى اجْتَمَعَ شَيْءٌ فَغَسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ اعَادَهُ فِيهَا فَجَرَتْ الْعَيْنُ بَارَكْثِرَ فَاَسْتَقَى النَّاسُ “ اخرجه مائکث عن معاذ بن جبل (مجمع الفوائد ص ۱۵۴ ج ۲) و زاد فيه ابن اسحق ” فَاَخْرَجَ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى كَانَ يَقُولُ مَنْ سَمِعَ اَنْ لَمْ حَسَاكُمُ الصَّوْاعِقُ ثُمَّ قَالَ يَوْشَكُ يَا مَعَاذُ اَنْ طَالَتْ بِكَ الْحَيَاةُ اِنْ تَرَى مَا يَهْنَأُ مِطْنَى جَنَابًا (الخصائص ص ۱۲۳ ج ۱)

عمران رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مجھے یوں معلوم ہوا تھا کہ وہ دونوں مشکیزے بدستور
بریزے ہیں، پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا، اور اس عورت کے لئے کچھ کھانا اور توشہ
جمع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کا کپڑا بھر گیا، پھر حضور نے اس سے فرمایا کہ اب تم جا سکتی
ہو ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ بھی نہیں لیا، بلکہ اللہ نے ہم کو سیراب کیا ہے،

معجزہ نمبر ۹، غزوہ تبوک کے موقع پر بارش کی دعائے

بیش عسرت والے واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی پیاس
کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایک
نحس اپنے اونٹ کو ذبح کرتا تھا، اور اس کی اوجھ کو پھوڑ کر اس سے جو گندہ پانی نکلتا تھا
اس کو پی لیتا تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء

لے اخرجہ لشیخان مطولاً عن عمران بن حصین (جمع الفوائد، ص ۱۹۳ ج ۲)

لے "جیش عسرت کے لغوی معنی ہیں تنگی کا شکر" اور یہ غزوہ تبوک کا لقب ہے جو مسلمانوں کی تنگدستی کی بناء
پر غالباً خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا،

لے یہ ایک روایت میں ہے، اور زیادہ صحیح روایات میں یہ آیا ہے کہ صحابہ نے پیاس کی شدت
سے عاجز آ کر اسے پی لینے کی اجازت چاہی تھی، مگر ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں
دیا تھا کہ حضرت عمرؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ ایسا نہ کیا جائے، بلکہ جس جس کے پاس جتنا توشہ ہو
وہ لا کر آپ کے پاس جمع کر لے، اور آپ اس میں برکت کی دعاء فرمائیں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی
کیا، (اخرجہ مسلم عن ابی ہریرۃ، کذا فی الخصائص ص ۲۴۲ ج اول) خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جس
حدیث کا مصنف نے تذکرہ فرمایا ہے، اس کے جو الفاظ علامہ سیوطی نے ابن ابی ہریرہ، ابو یعلیٰ،
ابو نعیم اور ابن عساکر کے حوالے سے نقل کئے ہیں اس میں یہی واقعہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے،
(رد المحتار خصائص ص ۲۴۲ ج اول) (باقی ماحشیہ آئندہ صفحہ پر)

پہلے عمن کیا آپ نے؟ مابین امتداد اٹھاؤ ابھی آپ نے دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ بارش برسا شروع ہو گئی، لوگوں نے اپنے اپنے نام برتن پانی سے بھر لئے، مگر بارش کا سلسلہ مسلمانوں کے لشکر تک محدود رہا، اور کسی جگہ بارش کا نشان و اثر تک نہ تھا،

معجزہ نمبر ۱: ایک شخص کے کھانے میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: ایک شخص نے بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر آپؐ سے کھانے کا سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آدھا و سق جو کھانا عطا فرمایا جس میں سے وہ شخص لذت تک خود بھی اور اس کی بیوی بھی نیز آیا گیا مہمان بھی برا بر کھاتے رہے، اور کبھی اُس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ اس نے ناپا اورو اندازہ کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس کو نہ ناپتے تو اسی طرح ہمیشہ کھاتے رہتے، اور وہ تمہارے پاس باقی رہتا۔

معجزہ نمبر ۲: چند روٹیاں اسی آدمیوں نے کھائیں

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۸) چنانچہ پھر ایسا ہی کیا گیا، سب نے تھوڑا تھوڑا کھانا لاکر جمع کر دیا، اور اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی، اور اس طرح بھوک کا علاج ہو گیا، پھر حضرت ابو بکرؓ کی درخواست پر آپؐ نے بارش کی دعا فرمائی، اور اس کے بعد بارش ہوئی، (کنز العمال ص ۲۷۷، ج ۶ بحوالہ بزار وغیرہ) والنصائن بوالہ ابی نعیم عن عباس بن سہیل (ص ۲۷۷، ج ۱ اول) ۱۷ "جاء رجل يستطعم فاطمة شطرسق شعير فآزال ذلك الرجل يأكل منه وامرأة وصيفها حتى كالا فغنى" الحديث أخرجه مسلم عن جابر (جمع الفوائد ص ۹۶، ج ۲) .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بچوں کی روٹیاں جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغل میں دبا کر لاتے تھے، انہی صحابیوں کو کھلائیں، اور سب شکم میر ہو گئے،^۱

معجزہ نمبر ۱۲، حضرت جابرؓ کے کھانے میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق وکے دن ایک ہزار مجاہدین کی کثیر جماعت کو صرف ایک صاع بچوں کی روٹیاں اور ایک بکری کے چھوٹے بچے کا گوشت کھلایا، حضرت جابرؓ قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اس پورے لشکر نے خوب پیٹ بھر کر کھایا، پھر بھی کھانا اسی طرح بچا رہا اور سالن کی ہانڈی بدستور سابق کھول رہی تھی، اور آنے سے بدستور روٹیاں پک رہی تھیں، صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے میں اور ہانڈی میں اپنا لعاب دھن ڈال دیا تھا، اور دُعا برکت کی تھی،^۲

معجزہ نمبر ۱۳، حضرت ابوالیوبؓ کی دعوت میں کھانگی زیادتی

ابوایوب انصاریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے انداز سے صرف اس قدر کھانا تیار کیا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے کافی ہو جائے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرفائے انصار کے تین افراد کو طلب فرمایا، اور ان کو بھی

۱۔ أخرجه الشيخان والکافی الموطاء والترمذی عن انس فی حدیث طویل (مجمع الفوائد، ص ۱۹۶ ج ۲)

۲۔ أخرجه الشيخان عن جابر فی قصۃ طویلۃ (مجمع الفوائد، ص ۱۹۵ ج ۲)

دعوت میں شریک فرمایا، سب لوگ شکم سیر ہو کر فانی ہو گئے، مگر اس کھانے میں کوئی فرق نہ آیا، پھر فرمایا کہ ساتھ آدمی اور بگلے جائیں، وہ بھی آئے اور کھا کر فانی ہو گئے، پھر فرمایا کہ ستر آدمی اور بلاؤ، وہ بھی آئے اور پیٹ بھر سب نے کھانا کھایا، اور وہ کھانا بدستور سابق موجود تھا، اس معجزے کو دیکھ کر آنے والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا باقی نہ رہا جو اسلام نہ لایا ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت نہ کی ہو، ابوالیوسف فرماتے ہیں کہ اس طرح میرے اس قلیل مقدار کھانے کو ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا،

معجزہ نمبر ۱۲، حضرت سمرہؓ کی روایت

سمرہ بن جندبؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ گوشت کسی نے ہدیہ پیش کیا، حضورؐ صبح سے شام تک تمام آنے والوں کو یکے بعد دیگرے اس میں سے کھلاتے رہے، ایک گروہ کھا کر فانی ہوتا تو دوسری جماعت بیٹھ جاتی، یہ سلسلہ تمام دن جاری رہا۔

معجزہ نمبر ۱۵، حضرت عبدالرحمنؓ کی حدیث

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضورؐ کی مجلس میں ایک بار ایک سو تیس

لے صنعت للنبي صلى الله عليه وسلم طعاما ولأبي بكره قد راكبيها فانيتهما به فقال النبي صلى الله عليه وسلم
أذهب فادع لي ثلثين من اثراث الانصار (وفيه) فاكطوا حتى صدروا ثم شهدوا. انه رسول الله " الحديث
اخرجه البيهقي والطبراني وابونعيم عن ابی ايوب (النصاب ص ۴۲، ج ۲)

لے كتاب مع النبي صلى الله عليه وسلم نقدا زال من قصده من خدوة حتى القيل تقوم عشرة وتقع عشرة " اخرج
الترمذي عن سمره (مجمع الفوائد ص ۱۹۶ ج ۲)

اذا دتے کہ ایک صاع گندم کا آٹا گوندھا گیا، اور ایک بکری کی کلیجی بھونی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک شخص کو اس میں کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا، پھر اس کو دو پیالوں میں کر دیا، جس کو ہم ایک سو تیس آدمیوں نے کھایا، خدا کی قسم! ہم شکم سیر ہو گئے، اور دونوں پیالوں میں پھر بھی کچھ بچ گیا، جس کو یہ سنا اس پر اوٹ پڑی آیا۔

معجزہ نمبر ۱۶، غزوہ تبوک کا واقعہ

سلطہ بن الکوع، ابو ہریرہؓ، اور عمر بن خطابؓ تینوں صاحبوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے فاتے اور بھوک کی شدت کا حال بیان کرتے ہوئے جس کی فہم کسی غزوہ میں پیش آنی تھی ذکر کیا ہے کہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں سے جو مقدار کھانے کی جس کے پاس فاضل تھی طلب کی، کسی کے پاس ایک مٹھی، کسی کے پاس کچھ زیادہ، سب بڑھا شخص لایا وہ ایک صاع خشک کھجور تھی، یہ سب چیزیں چمڑے کے دسترخوان پر جمع کر لی گئیں حضرت سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے سارے ڈھیر کا تخمینہ لگایا تو اتنا اونچا تھا جس قدر بیٹھی ہوئی بکری کی اونچائی ہوتی ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مع برتنوں کے طلب کیا، اور جن قدر ظروف اور برتن لشکر میں تھے سب اس ڈھیر میں بھر لئے گئے، مگر پھر بھی باقی بچ گیا۔“

۱۔ أخرجه الشيخان عن عبد الرحمن بن أبي بكر (مجمع الفوائد، ص ۱۹۶ ج ۲)

۲۔ أخرجه مسلم عن أبي هريرة وابن أبي عمير وابن عساکر عن عمر بن الخطاب (المصالح، ص ۱۴۳)

۳۔ أخرجه الشيخان عن سلمة بن الأكوع (مجمع الفوائد، ص ۱۹۵ ج ۲)

معجزہ نمبر ۱، حضرت زینبؓ کی رخصتی کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں تو مجھ کو حکم دیا کہ فلاں فلاں شخص کو جن کے نام حضورؐ نے بتادیئے بلا لاؤ، چنانچہ سب لوگ آگئے، اور پھر گھمبیاؤں سے بھر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا پیالہ جس میں تقریباً ایک مٹر کی مقدار کھجوروں کا حلو تیار کیا گیا تھا پیش کیا، اور اپنی تین انگلیاں اس میں ڈبو دیں، بگ کھا کر فایغ ہوتے رہے، اور جانے رہے، یہاں تک کہ تمام مہمان کھا چکے، مگر پیالے میں جس قدر مقدار تھی اس میں کوئی فرق نمایاں نہیں ہوا۔

معجزہ نمبر ۲، حضرت فاطمہؓ کے کھانے میں برکت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان مندرجہ ذیل کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہم دونوں کے لئے ایک ہانڈی سالن پکایا، اور مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا، تاکہ حضورؐ بھی ہماریساتھ شریک طعام ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ نے تمام ازدواجی شہوات کے لئے ایک ایک بڑا پیالہ جس سے پانچ آدمی بفرغت سیر ہو سکتے ہیں بھر کر دیا، پھر ایک پیالہ حضورؐ کے لئے پھر حضرت علیؓ کے لئے، اسی طرح ایک پیالہ

خود اپنے لئے بھرا، پھر بھی ہانڈی کو جب اٹھایا گیا تو وہ بدستور لبریز تھی، اور ہم سب نے جس قدر خدا کو منظور تھا کھایا،

معجزہ نمبر ۱۹، حضرت جابرؓ کے پھلوں میں برکت؛

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے ذمہ جو لوگوں کا قرض تھا اس کی ادائیگی کا عجیب واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

”میں نے قرض خلیوں کو اصل مال ادا کرنے کی پیشکش کی جس کو انہوں نے منظور نہیں کیا، اور باغ کے پھلوں کی پیداوار میں پورا قرض ادا ہونے کی صلاحیت نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب پھلوں کو توڑنے اور ان کو درختوں کی جڑوں میں ڈیر لگانے کا حکم دیا، اور تشریف لا کر اس کے ارد گرد پھر کر دعائے برکت فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے قرض خواہوں کا پورا قرض اس میں سے ادا کر دیا، پھر بھی اس قدر بچ گیا جس قدر ہر سال بچتا تھا۔“

معجزہ نمبر ۲۰، حضرت ابو ہریرہؓ کی کج روئی میں برکت؛

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ لوگوں پر بھوک اور فاقہ کی شدت غالب ہوئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

لے ”یا رسول اللہ عندنا طعام فبکم فجاروا“ فقال اغزنی لعلنا نغزفک فی صحفۃ ثم قال اغزنی لصفۃ غزفت فی صحفۃ سستی غزفت لیمیح نساء السح... و فیہ ثم رفعت القدر و انہا لتفیض فاکلنا منہا ما اشار اللہ“
(خرجہ ابن سعد عن علیؓ (المصانص، ص ۳۸، ۳۹ ج ۲)

نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کچھ موجود ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مشکیزہ میں تھوڑی کھجوریں ہیں، فرمایا: میرے پاس لاؤ، پھر اپنا ہاتھ اس میں ڈالا اور ایک مٹھی بھر کر نکالی، اور پھیلا کر دعائے برکت فرمائی، پھر فرمایا: دن آدمیوں کو بلا لاؤ، چنانچہ آنے والے شکم سیر ہو کر چلے گئے، پھر اسی طرح دن آدمیوں کو بلایا، وہ بھی فارغ ہو گئے، یہاں تک کہ سارے شکر نے پیٹ بھر لیا، پھر مجھ سے فرمایا: جس قدر تم لستے تھے اُس قدر لیلو، اور اُسے اُلٹنا نہیں، اپنا ہاتھ ڈال کر ایک مٹھی بھر لو، میں جس قدر لایا تھا اُس سے زیادہ مٹھی بھر کر نکال لی، اس بابرکت غلہ میں سے میں خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں، پھر ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں کھا تا رہا، اور دوسروں کو بھی کھلاتا رہا، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامہ میں جب میرا سامان کٹ گیا، تو وہ غلہ بھی ٹوٹ لیا گیا، اور میں اس سے محروم ہو گیا اور کھانے کی مقدار کا غیر معمولی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے بڑھ جانے کا معجزہ دن صحابیوں سے زیادہ اشخاص سے منقول ہے، ان سے نقل کر رہا ہوں، تابعین صحابہؓ سے بھی دو گئے ہیں، اور ان کے بعد اس واقعہ کو

۱۔ اخرج البیهقی وابو نعیم عن ابی ہریرۃؓ (الخصائص ص ۵۵ ج ۲) جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دن حضرت ابو ہریرہؓ یہ شعر پڑھ رہے تھے ۵

لِلنَّاسِ کُھْمٌ وَفِی الْیَوْمِ کُھْمَانٌ ۖ فَفَعَلَ الْمَزَادُ وَقَتْلُ الشَّیْخِ عُمَانَ

یعنی آج لوگوں کو نو ایک غم ہو رہا ہے اور مجھے دو غم ہیں، ایک مشکیزے کی گشدگی اور دوسرے حضرت عثمانؓ کی شہادت، اس شعر میں حضرت ابو ہریرہؓ نے دو مشکیزے کی گشدگی کے غم کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ مشکیزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ اور بہت بابرکت تھا،

نقل کرنے والے اتنے بے شمار ہیں کہ ان کی گنتی مشکل ہے، پھر یہ واقعات عام اور مشہور اجتماعات میں پیش آئے جن کو سچائی کے ساتھ نقل کرنا ضروری ہے، ورنہ دوسرے لوگوں کی جانب سے تکذیب کا خطرہ ہوتا ہے،

رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں تھوڑی مقدار کھانے، یا پانی کو منگا کر اس کو زیادہ کیا، ابتداء ہی سے بہت سا کھانا یا پانی عدم سے وجود میں کیوں نہیں لائے؟ اس کا منشاء محض صورتاً ادب کا لحاظ رکھنا ہے، تاکہ معلوم ہو جاتے کہ اصل موجد باری تعالیٰ ہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محض برکت حاصل ہوئی، اگرچہ زیادتی اور تکثیر بھی ایجاد کی طرح حقیقتاً اللہ ہی کی جانب سے ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کا شیوہ اس معاملے میں ادب ہی کا رہا ہے، جیسا کہ ایسا علیہ السلام کا معجزہ بیان کیا جاتا ہے جن کی برکت سے ایک بیوہ کے گھر میں آٹے اور تیل کی مقدار بڑھ گئی تھی، جیسا کہ کتاب سلاطین اول کے باب ۱ میں تصریح موجود ہے، یا الیسح علیہ السلام کا معجزہ جن کی دغا سے ایک زوالا بھر کر آٹے کی پکی ہوئی صرف بنیں روٹیاں ایک سو آدمیوں کو کافی ہو گئیں، اور پھر بھی بچ گئیں، جیسا کہ کتاب سلاطین دوم باب ۱ میں صاف لکھا ہے، یا عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ کہ پانچ روٹیوں اور دو پھلیوں میں برکت واقع ہو گئی، جیسا کہ انجیل متی کے باب ۱۶ میں تصریح ہے،

معجزہ نمبر ۲۱، درخت کی شہادت

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے جا رہے تھے، راستے میں ایک بدوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

نزدیک آیا، آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے گھر جا رہا ہوں
 فرمایا کہ کیا تم کو مجھ سے کچھ فائدہ حاصل کرنے کی رغبت ہے؟ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا
 یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور نہ اس کا کوئی شریک ہے
 اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، دیہاتی بولا آپ کے دعویٰ کا کیا
 ثبوت ہے؟ اور اس پر کون شاہد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کے کناے
 کھڑے ہوئے ایک درخت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میری کا درخت
 شاہد ہے، یہ کہتے ہی فوراً وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا حضور کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا،
 آپ نے اس سے تین مرتبہ گواہی کا مطالبہ کیا، اور اس نے ہر بار شہادت دی کہ آپ
 ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا، پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

معجزہ نمبر ۲۲، درخت تابع فرمان ہو گئے،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے،
 مگر اس میدان میں کوئی چیسز پرے کی نہ تھی، میدان کے کناے دو درخت کھڑے

لے الحدیث طویل و فیه: قال یل من شاہد علی ماتعل، قال ہذا الشجرۃ فمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی
 بشا علی الولدی..... حتی جاءت بن بدیہ فاستشهدا ثلاثا فشہدت انہ کما قال ثم رجعت الی منبتہما، اخرجه
 الدارمی وابو یصلی والطبرانی والبزار وابن حبان والبیہقی والیوم نعیم بسند صحیح عن ابن عمر رضی
 والخصائص الکبریٰ ص ۳۶ ج ۲)

تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کی جانب بڑھے، اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے میری مطیع بن جا، وہ ہنسی حضور کے ساتھ ساتھ اس طرح تالیح ہو کر چلنے لگی جس طرح وہ اونٹ اپنے مالک کا مطیع بن کر چلتا ہے جس کی ناک میں لکڑی ڈال دی گئی ہو، پھر آپ نے دوسرے درخت کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا، یہاں تک کہ جب دونوں درختوں کے درمیان آپ کھڑے ہو گئے تو فرمایا: اب تم دونوں اللہ کے حکم سے آپس میں مل کر مجھ پر جھک جاؤ، چنانچہ وہ دونوں شاخیں باہم مل گئیں اور حضور ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے، میں اس حیرت خیز معاملے کو دیکھ کر ایک جگہ بیٹھا ہوا اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک حضور کو آتا ہوا دیکھا، اور وہ دونوں درخت حسب معمول سابق الگ الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ آ گئے تھے۔

معجزہ نمبر ۲۳، درخت خرمائے آپ کو سلام کیا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے پوچھا کہ اگر میں اس درخت خرمائے کے گچے کو بلاؤں (اور وہ آجائے) تو کیا تم میری رسالت کا اقرار کر دو گے؟ اس نے کہا بے شک! آپ نے بھجوروں کے گچے کو بلایا، اور وہ آپ کے پاس آ گیا، پھر فرمایا کہ واپس چلا جا، تو وہ اپنی جگہ واپس ہو گیا۔“

۱۔ سوانح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ نزولہ وادبہ فی الحجۃ، ص ۱۹۹، ۲۰۰ ج ۲، بیان معجزات متفرعہ (خروجہ مسلم و زاد فیہ الدارمی قصہ شجر تین و جمع الفوائد، ص ۱۹۹، ۲۰۰ ج ۲، بیان معجزات متفرعہ)

۲۔ روایت امام ترمذی نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہو اور اس میں یہ بھی ہو کہ درخت نے اگر آپ کو سلام کیا، اور اس روایت میں یہ بھی ہو کہ خود اعرابی نے یہ مطالبہ کیا تھا و جمع الفوائد، ص ۱۹۲ ج ۲، کلام المحدثین

معجزہ نمبر ۲۲، ستون کا آپ کے لئے رونا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ۱

مسجد نبویؐ کی چھت کجوروں کے تنوں پر قائم تھی، ان میں سے ایک تنے کے سہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکڑی کا منبر تیار کر لیا گیا، تو ہم نے اس تنے میں سے ایسی دردناک آواز سنی جیسا کہ دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز ہوتی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ۲ اس کی آواز سے تمام مسجد گونج گئی ۳ اور حضرت ہسل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ۴ لوگ بھی اس کی حالت کو دیکھ کر بے اختیار رو پڑے ۵

اور مطلب کی روایت میں ہے کہ ۶ یہاں تک کہ کجور کا وہ تنہ شدتِ صدمہ فراقِ نبویؐ کی وجہ سے پھٹ گیا، پھر جب حضورؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا ۷

۱ کان جندع یقوم الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما وضع له المنبر سمعنا للجنح مثل اصوات العشار ۸ الحدیث
اخرجه البخاری عن جابر بن عبد اللہ ۹ والخصائص الکبریٰ ص ۵۵ ج ۲

۲ حتی رآنا رج المسجد بخارہ ۱۰ اخرج الدارمی والترمذی والبیہقی وابونعیم عن انس (ایضاً ص ۵۹ ج ۲)

۳ فقام من جنبہا حتی کثر بکاد ہم ۱۱ اخرج ابن سعد وابن راہویہ فی مسندہ والبیہقی عن سہل ابن ابن السامدی (ایضاً)

۴ حتی تصدع وانشق حتی جاز النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمہ بیدہ حتی سکن ۱۲ اخرج الشافعی و احمد الدارمی

وغیرہ عن ابی بن کعب ۱۳ رکن العمال ص ۲۹۲ ج ۶، والخصائص ص ۶۱ ج ۲ ولم آر فی حدیث

المطلب ہذا اللفظ ولیس عنہ ذکر التصدع والانشقاق، فلعل المصنف ساءح فی ہذہ

واللہ اعلم،

اس کو سکون ہوا۔

اس تنے کے رونے اور بلبلانے کی روایت سلف و خلف سب کے نزدیک اپنے معنی کے لحاظ سے تو مشہور ہے، مگر لحاظ اپنے معنی کے متواتر ہے، جو علم یقینی کے لئے مفید ہے، جس کو دس صحابہؓ سے زیادہ حضرات نے روایت کیا ہے، جن میں ابی ابن کعب، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، سہل بن سعد الساعدی، ابوسعید خدری، بریدہ، ام سلمہ، مطلب بن وداعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے بزرگ بھی ہیں، یہ سب حضرات معنی حدیث بیان کرنے میں متحد ہیں، اگرچہ الفاظ اُن کے مختلف ہیں، اس لئے تواتر معنوی حاصل ہونے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہے،

معجزہ نمبر ۲۵، بُتِ اشک سے گر پڑے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بیت اللہ کے ارد گرد ۲۶۰ بت نصب تھے، جن کے پاؤں پتھروں میں سیسہ ڈال کر جلائے گئے تھے، جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے، آپ کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے بت کی طرف اشارہ کرتے اور پڑتے جلاتے تھے کہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ تَهُوُّقًا، کسی بت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، مگر جس بت کے منہ کی طرف اشارہ ہوتا تھا وہ اُٹا ہو کر گر جاتا تھا، اور جس کی گتھی کی جانب اشارہ کرتے تھے وہ اونٹ سے منہ گر پڑتا تھا یہاں تک کہ تمام بت گر پڑے۔

۱۔ اخراج لیسبقی وابونعیم وابن اعلیٰ وابن مسندہ عن ابن عباسؓ (المصائص الکبریٰ ص ۲۶۴ ج ۱ اول)، وفي الباء

معجزہ نمبر ۲۶۔ مُردوں کا بولنا،

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، وہ کہنے لگا کہ میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک میری مُردہ لڑکی کو زندہ نہ کر دیں، حضورؐ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر دکھاؤ، اس نے لڑکی کی قبر دکھائی، حضورؐ نے آواز دی کہ اے فلانی! قبر میں سے آواز آئی کہ تَبَّيْتُكَ وَ مَسَعَدَ يَلَدُكَ، حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے! لڑکی نے جواب دیا، نہیں، خدا کی قسم: یا رسول اللہ! اپنے خدا کو اپنے ماں باپ سے بہتر اور آخرت کو دنیا سے بہتر پالو! ۱

معجزہ نمبر ۲۷، بکری زندہ ہو گئی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک بکری ذبح کی، اور پکا کر ایک پیالہ میں خرید بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے سب حاضرین نے اس کو کھایا، حضورؐ فرماتے جاتے تھے کہ خوب کھاؤ، لیکن ہڈی مت توڑنا، فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہڈیوں کو جمع فرما کر کچھ پڑھا، فوراً وہ بکری زندہ ہو کر کان ہلاتی ہوئی کھڑی ہو گئی ۲

۱۔ لم أجده الرأية في الكتب ولا في الخصائص ولا في جمع الفوائد، والله أعلم.

۲۔ آج جمع النظام فی وسط الجفنة فوضع يده عليها ثم حمل بكلام لم اسمع فإذا الشاة قد قامت تنفض

أذنيها! الحديث أخرجه أبو نعيم عن كعب بن مالك (الخصائص ۶۷ ج ۲)

معجزہ نمبر ۲۸، غزوہ اُحد کے دو واقعات

سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو تیر دیتے جاتے تھے جس میں پیکان نہ تھی، اور فرماتے جاتے تھے کہ مارو، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی کمان سے برابر تیر مارتے رہے، یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گئی،

اسی روز اتفاق سے حضرت قتادہ بن نعان کی آنکھ بھی کسی زد میں آکر نکل پڑی اور ان کے رخسار پر ٹپک گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ اس کی جگہ رکھ دی کہ پہلے سے بھی زیادہ حسین اور خوبصورت ہو گئی۔

معجزہ نمبر ۲۹، نابینا کو شفایا ہو گئی،

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ”ایک نابینا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میری بینائی کی واپسی کے لئے خدا سے دعا فرما دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ وضو کر کے دو رکعت پڑھو، پھر یوں دعا مانگو کہ اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، آپ کے نبی کے وسیلے سے جن کا نام محمدؐ ہے، اور جو رحمت والے نبی ہیں، اے محمدؐ میں آپ کے وسیلے سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری بینائی کو ٹھادے، اے اللہ! ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرمائیے، وہ کہتے ہیں کہ

لے اخرجہ الشیخان عن سعد (رجح الفوائد، ص ۴۶، ج ۲)

لے اخرجہ الطبرانی وابونعیم عن قتادہ (النصائص ص ۲۱۸، ج ۱ ورجح الفوائد ص ۴۸، ج ۲)

وہ نابینا اس حال میں واپس گئے کہ اُن کی بینائی ٹوٹ آئی تھی۔

معجزہ نمبر ۳، مریضوں کی شفا کے مزید واقعات

ابن مولا الاسنہ ہستقا کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، انھوں نے کسی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دینے کے لئے بھیجا حضور نے زمین سے ایک مٹی خاک کی اٹھا کر اس پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا، اور اُن کے دلے قاصد کو دی، اُس نے بڑی جراتی کے ساتھ لے لی، اور یہ خیال کیا کہ اس کے ساتھ حضور نے مذاق کیا ہے چنانچہ وہ اس کو لے کر مریض کے پاس آیا، اُس نے اس مٹی کو پانی میں ڈال کر پی لیا، اللہ نے اس کو شفا عطا فرمائی۔

معجزہ نمبر ۳۱

جیب بن فدیک کہتے ہیں کہ میرے والد نابینا ہو گئے، یہاں تک کہ دونوں آنکھوں سے نظر آنا بالکل بند ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھوں پر پھونک ماری

۱۔ اخراج الحاکم فی المستدرک (ص ۵۲۶، ج ۱، ۱)

۲۔ اخراج ابوقدسی والونعیم عن عروۃ والخصائص الکبریٰ ص ۱، ج ۲، آیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ابراء المرصی،

۳۔ اَن اباء خرج به الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعیناه مبیتان لایبصر بہما شیئاً.... ففطش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیہ فابصر فرأیتہ وہو یدخل الخیط فی الابرة وانہ لابن ثانیہ سنۃ الحدیث اخبرہ ابن ابی شیبۃ وابن السکن والبغوی والبیہقی والطبرانی والونعیم عن جیب بن فدیک والخصائص ص ۶۹، ج ۲)

جن سے اُن کو نظر آنے لگا، یہاں تک کہ میں نے اُن کو بڑھا پے کے زمانے میں اسی سال کی عمر میں سوتی پر دتے ہوئے دیکھا۔

معجزہ نمبر ۳۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں جنگ خیبر کے موقع پر تکلیف تھی، آپ نے اپنا لعاب دہن اُن کی آنکھوں پر لگا دیا، جس سے وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔

معجزہ نمبر ۳۳

اسی جنگ خیبر کے موقع پر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کے زخم پر آپ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا، جس سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

معجزہ نمبر ۳۴

قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت اپنے بچے کو لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئی جو کسی اقتاد کی بنا پر بولنے پر قدرت نہ رکھتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر

سَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَلِيٍّ بَنِي طَالِبٍ؛ قَالَ ابْنُ شَيْخَانٍ عَنِ ابْنِ الْأَكْوَعِ (خصائص ۲۵۱، ج اول)

۲۵ ضربہ اسابتی یوم خیبر... فَأَيَّتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُ مَبَاحِثِي السَّاعَةِ ۖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ (خصائص ص ۲۵۵ ج اول)

۲۶ اخبرني ابي يعقوب عن طريق شمر بن عطية عن بعض اشياخه وليس فيه بعض ما ذكره المصنف (خصائص ص ۲۵۶)

کلی کی، اور ہاتھ دھوئے، اور وہ غزالہ اس عورت کو دے کر فرمایا کہ یہی اس بچے کو پلاؤ، اور یہی اس کے بدن کو لگاؤ، چنانچہ وہ لڑکا نہ صرف یہ کہ اچھا ہو گیا، بلکہ اس قدر ذکی اور فہیم ہو گیا کہ بہت سے لوگوں سے اس وصف میں فائق تھا۔

معجزہ نمبر ۳۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: "ایک عورت ایک مجنون لڑکے کو لیکر حاضر خدمت ہوئی، آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیر دیا، جس سے اس کو ایک آنٹی ہوئی، جس میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جیسے جانور کی جگالی کی ہوئی اور کوئی سیاہ چیز... پھر وہ لڑکا بالکل ٹھیک ہو گیا۔"

معجزہ نمبر ۳۶

محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ جب چھوٹے سے بچے تھے اُن کے ہاتھ پرکتی ہوئی ہانڈی الٹ پڑی، آپ نے اس مقام پر ہاتھ پھیرا، دُمار کی، اور اپنا لعاب دہن لگا دیا، اسی وقت وہ ٹھیک ہو گیا۔"

معجزہ نمبر ۳۷

حضرت شریک جعفری رضی اللہ عنہ کی، تنخیل میں ایک رسولی پیدا ہو گئی تھی، جو آپ

۱۵ أخرجه احمد والدارمی والطبرانی والبیہقی وابونعیم عن ابن عباس (خصائص، ص ۴۰، ج ۲)

۱۶ أخرجه البيهقي والبخاري في تاريخه عن محمد بن حاطب (خصائص، ص ۶۹، ج ۲)

میں تلوار پکڑنے اور گھوڑے کی لگام سنبھالنے میں مانع اور مزاحم ہوتی تھی، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس قدر رگڑا کہ وہ صاف ہو گئی، اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔

معجزہ نمبر ۳۸، قبولیتِ عام کے واقعات

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: "میری والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اپنے خادم انس کے حق میں کچھ دعا فرما دیں، حضور نے فرمایا کہ اے اللہ اس کے مال و اولاد میں زیادتی اور ترقی دے، اور جو چیز آپ عطا کریں اس میں برکت دیجئے، انس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میرا مال بے شمار ہے، اور میرے بیٹے پوتے اس وقت ایک سو سے زیادہ ہیں۔"

معجزہ نمبر ۳۹

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ شاہ فارس کے حق میں اس وقت جب اس نے آپ کا نام مبارک چاک کر دیا تھا، بددعا کی اور فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو پارہ پارہ کرے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، نہ تو اس کی بادشاہت باقی رہی اور نہ اہل فارس کی کوئی ریاست دنیا کے کسی حصہ میں رہی،

۱۔ أخرجه البخاری فی تاریخہ والطبرانی داہن بسکن وابن مندہ والبیہقی عن ثمر جلیل الجعفی رضی اللہ عنہ۔
(الخصائص الکبریٰ، ص ۶۹ ج ۲)

۲۔ أخرجه بیہقان عن انس رضی اللہ عنہ (الخصائص، ص ۶۸ ج ۲)

۳۔ أخرجه البخاری واللائمۃ الجمعون (الخصائص، ص ۹ ج ۲)

معجزہ نمبر ۲۰

اسما بنت ابی بکر صدیقؓ نے ایک سبز رنگ کا جبہ نکالا اور فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو زیب تن فرمایا کرتے تھے، ہم اس کو دھو کر اس کا پانی حصولِ شفاء کے لئے مریمینوں کو پلاتے ہیں جس سے بیمار اچھے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ معجزات ہیں کہ اگرچہ علیحدہ علیحدہ انفرادی طور پر ہر ایک معجزہ تو بیشک متواتر نہیں ہے، مگر ان سب کا قدر مشترک یقیناً متواتر ہے، اور اتنا ہی یقینی ہے جس قدر حضرت علیؓ کی بہادری اور حاتم کی سخاوت، اور اتنی بات کافی ہے، اس کے برعکس جو واقعات و حالات مرقس یا لوقا نے بیان کئے ہیں وہ سب کے سب اخبارِ اعاذ ہیں، اُن کا پایہ اعتبار و اعتماد میں ان صحیح حدیثوں جیسا ہرگز نہیں ہو سکتا، جویسے اعاذ کی روایت سے ثابت ہیں، جن کی سندیں متصل ہیں، بلکہ وہ واقعات جن کی نقل پر چاروں انجیلوں کا اتفاق ہے، وہ بھی سب اعاذ ہیں جس کا اعتبار ہمارے نزدیک خبر و اعد سے زیادہ نہیں ہے،

————— بنجمن بنجمن بنجمن بنجمن بنجمن —————

۱۵ لم اجد هذه الرواية

۱۶ یہ چالیس معجزات جو مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں مثلاً نمونہ از خروا کے کی حیثیت کہتے ہیں ورنہ آپ کے معجزات بے شمار ہیں۔ مختلف علماء نے ان کو جمع کرنے کے لئے ضخیم کتابیں لکھی ہیں، ضرورت ہو تو امام ابو نعیمؒ کی دلائل نبویہ اور علامہ سیوطیؒ کی الخصائص الکبریٰ ملاحظہ فرمائی جائیں، ت

دُشْر امسَلک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند حنلاق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں جو بلند اخلاق اور بہترین اوصاف علمی اور عملی کمالات اور وہ خوبیاں جن کا تعلق جسم و روح اور نسب و وطن کے ساتھ ہے، اجتماعی طور پر پائی جاتی ہیں، عقل کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ تمام کمالات نبی کے سوا کسی انسان میں یہ یک وقت جمع نہیں ہو سکتے، یہ بات تو جھٹک مانی جاسکتی ہے کہ یہ اوصاف انفرادی طور پر انبیاء کرام کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی کسی میں کوئی کسی میں کوئی پایا جاسکتا ہے، لیکن یہ سب اوصاف اجتماعی حیثیت سے مولے پیغمبروں کے کسی دوسرے انسانی فرد میں اکٹھے نہیں ہو سکتے، اس بناء پر ان کا اجتماع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں آپ کی نبوت کی یقیناً دلیل ہے، پھر یہ بات کس قدر عجیب ہے کہ مخالفین بھی ان میں سے بہت سے اوصاف کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معترض ہستی میں پائے جانے کا اعتراف کرتے ہیں، اُن کا یہ اعتراف بالکل غیر شعوری اور اضطراری ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق
غیروں کی نظر میں

مثلاً اسپان ہمیں مسیحی ان لوگوں میں سے ہے جو پیغمبر اسلام کے شدید دشمنوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور آپ کے حق

میں طعن اور اعتراض کرنے میں معروف ہے، مگر یہ کثر دشمن بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں ان بہت سے اوصاف کے پائے جانے کا اقرار

واعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا، چنانچہ سبیل نے آپ ترجمۃ القرآن کے مفت مدد صفحہ ۶
مطبوعہ ۱۵۵۷ء میں اس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حد حسین اور ذکی تھے، آپ کا طریقہ نہایت پسندیدہ
تھا، مساکین اور محتاجوں کے ساتھ تحن سلوک آپ کی خصلت تھی، سب لوگوں
کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، دشمنوں کے مقابلے میں بڑے
بہادر اور اللہ کے نام کی بڑی تعظیم کرنے والے، افزار اور جھوٹ بولنے والوں
پر بہت سخت گیر تھے، پاک دامن لوگوں پر بہتان رکھنے والوں، زانیوں،
قاتلوں اور آوارہ کرد لوگوں، لالچ خوردوں، جھوٹی گواہی دینے والوں پر بہت
تشدد کرتے تھے، عام طور پر آپ کا وعظ صبر، سخاوت، رحم، نیکو کاری،
احسان، والدین کی تعظیم اور بڑوں کی توقیر و تکریم کے بارے میں ہوتا تھا، بہت
عبادت کرنے والے، بڑے نفس کو کچلنے والے تھے۔“

تیسرا مسلک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی پاکیزہ شریعت

جو شخص بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشن شریعت کا غائر نگاہ
سے مطالعہ کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہے گا کہ اس کے جس قدر احکام
بھی ہیں، خواہ اعتقادات و عبادات ہوں، یا معاملات و سیاسیات اور آداب

۱۔ یہ تو ایک نمونہ ہے جن غیر مسلموں نے آپ کے مکارم اخلاق کو خراج تحسین پیش کیا، اگر اکی تعداد پیش رہے،
حضرت حکیم الامت مولانا اثر علی تھانویؒ کی کتاب ”حقانیت اسلام“ میں ان میں سے بعض کو جمع کیا گیا ہے۔

حکم، وہ یقیناً خدا کے ہی مقرر کردہ ہو سکتے ہیں، اور آسمانی وحی سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں، اور جو ان کو لے کر آیا ہے وہ یقیناً نبیؐ ہے، نیز باب پنجم میں آپؐ کو احکام شریعت کے بارے میں عیسائیوں اور پادریوں کے اعتراضات کی کمزوری اور لغویت کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا منشاء سوائے خالص عناد و تعصب کے اور کچھ بھی نہیں ہے،

چوتھا مسلک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی اشاعت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم کے سامنے جن کے پاس کوئی کتاب تھی نہ حکمت، یہ دعویٰ فرمایا کہ میں تمہارے پاس خدا کی جانب سے ایک روشن کتاب اور واضح حکمت دے کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ میں سارے عالم کو ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ منور کر دوں، سوچنے کی بات ہے کہ آپؐ باوجود اپنی کمزوری، تنگدستی، اور مددگاروں کی قلت کے رُوءے زمین کے تمام انسانوں کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، جن میں معمولی لوگ بھی ہیں، اوسط درجے کے انسان بھی، اور دنیا کے جاہل و سلاطین و بادشاہ بھی ہیں، آپؐ ان سب کی رائے کو غلط، اور سب کو بیوقوف اور احمق گردانتے ہیں، آپؐ ان سب کے مذاہب کو باطل اور اُن کی حکومتوں اور سلطنتوں کو مٹا دیتے ہیں، آپؐ کا دین تھوڑی سی قلیل مدت میں مشرق سے مغرب تک تمام مذاہب کو شکست دے کر اُن پر غالب آجاتا ہے، زبائل اور شرکوں کے گزرنے کے باوجود اس میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے، اس کے دشمن

باوجود اپنی کثرت تعداد اور بے شمار اسباب و سامان کے، باوجود اپنی شوکت اور انتہائی
تعب و حجت کے آپ کے دین کی روشنی کو بجھانے اور مذہب کے آثار مٹانے کی سعی
میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے،

یہ بات بغیر خدائی نصرت و امداد اور آسمانی تائید کے ممکن نہیں ہو، یہودیوں
کے معلم گلی ایل نے حواریوں کے بارے میں کتنی اچھی بات کہہ دی ہے:
”اے اسرائیلیو! ان آدمیوں کے ساتھ جو کچھ کیا چاہتے ہو ہوشیاری سے کرنا،
کیونکہ ان دنوں سے پہلے یہودوں نے اٹھ کر دعویٰ کیا تھا کہ میں بھی کچھ ہوں،“

۱۔ گلی ایل (Gamaliel) ایک فریسی عالم جو پوس کا استاد رہا ہے (اعمال ۴: ۳)،
بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ شخص خفیہ طور پر عیسائی ہو چکا تھا،
۲۔ گلی ایل کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو یہودی حواریوں کو ستانا چاہتے تھے، اس نے ان کو
غالب کرتے ہوئے کہا کہ تم انہیں مت ستاؤ، بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ اگر ان کی دعوت باطل
ہوگی تو یہ خود ہی مٹ جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ انہیں سرخرو نہیں ہونے دے گا، یہ کہہ کر اس نے
تھیودوس اور یہوداہ گلیل کا حوالہ دیا کہ چونکہ ان دنوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، اس لئے وہ
آخر کار نیست و نابود ہو گئے، اگر حواریوں کا دعویٰ جھوٹا ہوگا تو یہ بھی نابود ہو جائیں گے،

مصنف نے گلی ایل کی یہ عبارت نقل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صوفی
کے برحق ہونے پر یہ استدلال کیا ہے کہ اس عبارت کے بموجب اگر معاذ اللہ آنحضرت اپنے دعوے
میں سچے نہ ہوتے تو آپ کی تحریک چاروں انگ عالم میں نہ پھیلتی،

۳۔ اس موقع پر بائبل کے پانچ اضبار سے متعلق ایک دلچسپ بحث کا ذکر کرنا فائدے سے خالی
نہ ہوگا، اور وہ یہ کہ کتاب اعمال کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ گلی ایل نے یہ تقریر حضرت
عیسوع کے عروج آسمانی سے کچھ ہی عرصے کے بعد کی تھی، جبکہ حواری زندہ تھے، پھر اس عبارت
میں تھیودوس کے دعویٰ نبوت کا ذکر کیا جاتا ہے، تو اس کا واضح مطلب (باقی برص ۱۷۶)۔

اور تھینا چار سو آدمی اس کے ساتھ ہو گئے تھے، مگر وہ مارا گیا، اور جتنے اس کے ماننے والے تھے سب پر آگندہ ہوتے، اور مٹ گئے، اس کے بعد یہود اور تحلیل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵) یہ ہر کہ تھیودوس اس تقریر سے پہلے قنا ہو چکا تھا، گویا اعمال کی اس عبارت کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ تھیودوس زیادہ سے زیادہ حضرت مسیح کے عروج آسمانی کے متصل بعد ظاہر ہو گیا تھا۔

لیکن دوسری طرف مشہور مؤرخ یوسیفوس تقریباً سنہ ۱۰۰ء میں لکھتا ہے کہ تھیودوس سنہ ۱۰۰ء سے پہلے نہیں ہوا، یوسیفوس کی اس تصریح سے کتاب اعمال کی تردید ہوتی ہے، کیونکہ وہ تھیودوس کو حضرت مسیح کے متصل بعد مترار دیتی ہے۔

کتاب اعمال کی عبارت پر یہ زبردست اعتراض بائبل کے مفسرین کے لئے سخت مشکل کا باعث بنا ہوا ہے، اور اس کا جواب دینے کے لئے انھوں نے عجیب تاویل کی ہیں جن میں سے بعض تو انتہائی مضحکہ خیز ہیں، متأخرین میں سے رائنڈ اے ناکس نے بھی اس اعتراض کے جواب میں مختلف تاویل کی ہیں، ان تاویلات میں سے دو تاویل بہت قابل غور ہیں، پہلے تو وہ لکھتا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ اعمال کے اس متن میں ایسی علامات پائی جاتی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں متن کو عوامی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عبارت لوقا کی نہیں ہے، بلکہ اس سے پہلے کسی اور مصنف کی ہو، اس لئے لوقا کو اس غلطی کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

A New Testament Commentary P. 14 V. 2

اگر ناکس صاحب کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اس سے دو باتیں سامنے آتی ہیں، ایک تو یہ کہ کتاب اعمال کو جو لوقا کی تصنیف قرار دیا جاتا ہے، اس کی تردید ہو جاتی ہو، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس میں لوقا کے علاوہ دوسرے لوگوں کی عبارتیں بھی داخل ہو گئی ہیں۔

دوسری بات یہ ہو کہ اگر یہ عبارت لوقا کے علاوہ کسی اور کی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس عبارت کے مصنف نے یہ عبارت الہام سے لکھی ہوگی یا بغیر الہام کے، اگر یہ عبارت (باقی بر صفحہ ۱۷۷)

اسم نویسی کے دنوں میں اٹھا اور اس نے کچھ لوگ اپنی طرف کر لئے، وہ بھی ہلاک ہوا اور جتنے اس کے ماننے والے تھے سب پر الگندہ ہو گئے، پس اب میں تم سے کہتا ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶) الہامی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ بائبل الہامی نہیں ہے، بلکہ دوسرے لوگوں نے اپنے غیر ذمہ دارانہ خیالات بھی اس میں شامل کر دیئے ہیں، اور اب یہ کتاب کسی طرح قابل اعتماد نہیں رہی، اور اگر یہ عبارت الہامی ہے..... تو پھر وہی اعتراض لوٹ آتا ہو کہ ایک الہامی عبارت میں یہ فحش غلطی کیسے ہوئی؟

اس کے بعد چند اور مرکز در قسم کی تاویلات پیش کر کے آخر میں ناکس صاحب نے جس بات پر اپنا اعتماد ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے:

”بعد میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ یوسیف نے جس مدعی نبوت کا تذکرہ کیا ہو اس کے ساتھ ”تھیودوس نامی“ کا لفظ یوسیف کے بجائے کسی اور عیسائی شخص نے بڑھا دیا ہو جو غلطی سے یہ چاہتا تھا کہ تھیودوس کی دریافت کا سہرا کتاب اعمال ہی کے سر ہو۔“
مطلب یہ ہے کہ یوسیف نے تو محض ایک مجتہد نبی کا حال ذکر کیا تھا، اور اس کا نام نہیں بتلایا تھا، بعد میں کسی عیسائی نے اس کے ساتھ ”تھیودوس نامی“ کا لفظ بڑھا دیا، تاکہ یوسیف کی تاریخ سے کتاب اعمال کی تصدیق ہو جائے، اور لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ تھیودوس بائبل کا کوئی خیالی کردار نہیں ہے، بلکہ یوسیف جیسے مورخ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔ یہ جواب نعتل کر کے ناکس صاحب کہتے ہیں،

”یہ بات کہ یوسیف کے متن میں اس قسم کے الحاقات کئے گئے ہیں شک و شبہ سے بالاتر معلوم ہوتی ہے۔“ (نیو ٹیسٹامنٹ کنٹری، ص ۱۵ ج ۲)

کیا یہ اس بات کا کھلا اعتراف نہیں ہو کہ عیسائیوں میں تحریف و ترمیم کی عادت اسی بری طرح بچ بس گئی تھی کہ بائبل سے گزر کر دوسروں کی تصنیفات بھی ان کی دست درازوں سے محفوظ نہ رہ سکیں اور وہ اس قدر بیباکی کے ساتھ تحریف کرتے تھے کہ انہیں اس بات کا بھی خیال نہ رہتا تھا کہ اس کے اثرات کس قدر دور رس نکلیں گے؟ اور جن اوقات وہ اس طرح (باقی بر صفحہ ۱۷۸)

کہ ان آدمیوں سے کنارہ کرو، اور ان سے کچھ کام نہ رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے بھی لڑنے والے ٹھہرو، کیونکہ یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہے تو آپ برباد ہو جائے گا، لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب کر سکو گے۔
(کتاب الاعمال باب ۵ آیات ۳۵ تا ۳۹)

اور زبور نمبر ۵ کی آیت نمبر ۶ میں ہے:

”تو ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں صلاک کر دے گا،“

اور زبور نمبر ۳۴ آیت نمبر ۱ میں ہے:

”کیونکہ مشرکوں کے بازو توڑے جائیں گے، لیکن خداوند صادقوں کو سنبھالتا ہے،..... لیکن مشرک ہلاک ہوں گے، خداوند کے دشمن چرٹا ہوں کی سرسبز کی مانند ہوں گے وہ فنا ہو جائیں گے، وہ دھوئیں کی طرح جاتے رہیں گے“ (آیات ۱-۴)
اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیقین میں شامل نہ ہوتے تو خدا ان کے طریقے کو مٹا دیتا، ان کو ذلیل کرتا، اور ان کے ذکر کو روئے زمین سے مٹا دیتا، اور ان کے بازوؤں کو شکستہ کر کے دھوئیں کی طرح فنا کر دیتا، مگر خدا نے ان باتوں میں

(بقیہ ماشیہ صفحہ ۱۷۸) عزیمت اور الحاق کر گزرتے تھے کہ اس سے خود ان کی بائبل کی صداقت متاثر ہوتی تھی، غور فرمائیے کہ جس شخص نے پوسیفس کی عہادت میں یہ اضافہ کیا، اسے اتنا بھی پتہ نہیں تھا کہ میرے اس عمل سے کتاب اعمال کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان؟ اور اسے بائبل کی صداقت ظاہر ہوگی یا جھوٹ؟ اس سے بعض عیسائی علماء کا یہ عذر بھی غلط ہو جاتا، کہ بائبل میں جو الحاقات کئے گئے ہیں وہ بھی علماء بلکہ صاحب الہام پیغمبروں نے کئے ہیں،

ایک طرف بائبل کی یہ الجھنیں دیکھتے مآورد دوسری طرف قرآن کریم کو دیکھتے جس میں چودہ سو سال گزرنے پر بھی ایک نقطہ یا شوٹے میں کوئی فرق نہیں پھل سکا، محمد تقی حنیف

سے کوئی ایک بات بھی نہیں کی، معلوم ہوا کہ آپ صدیقین میں داخل ہیں، واللہ! یہ
 علامات پر وٹسٹنٹ دین محمدی کی تکذیب کرنے میں خدا سے جنگ کر رہے ہیں مگر
 وقت بہت قریب آ رہا ہے، ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا: **وَسَيَعْلَمُ
 الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ** اور یہ دشمنانِ دین کبھی بھی فوجِ اسلام
 کو بھگانے میں بموجب وعدہ خداوندی کامیاب نہ ہوں گے، جیسا کہ فرمایا:

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو	يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا
لپٹے نہیں س (یعنی اپنے باطل اقوال	نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
کے ذریعہ) بجا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو	وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ
کمال تک پہنچا کر رکھ گا، اگرچہ یہ کافروں یعنی	وَتَوْكِيمَةِ الْكَافِرُونَ
یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو ناگوار کر دے	(سورۃ الصفت)

کس شاعر نے خوب کہا ہے

أند، ہی علی من امسات الادب	الافق لمن ظل لی حاسدا
لا تترك لمرض لی ما ودهب	امسات علی الله فی فعله

————— بنو صنیعہ بنو صنیعہ بنو صنیعہ —————

۱۔ یعنی اور یہ ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ انہیں کون سے انجام کی طرف لوٹنا ہے
 ۲۔ یعنی جو شخص مجھ سے حسد کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے مجھ سے حسد کر کے
 کس کی شان میں گستاخی کی ہے، تم نے درحقیقت اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے، اس لئے
 کہ اس نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا تھا تم اس پر راضی نہیں ہوئے

پانچواں مسلک

آپ کا ظہور ایک ایسے زمانے میں ہوا جبکہ لوگ ہدایت کے پیاسے اور اپنے رہنا کے محتاج تھے جو اُن کو صراطِ مستقیم پر لے چلے، اور دینِ مستقیم کی دعوت لے، اس لئے کہ دنیا کے مختلف ممالک کے باشندوں کا حال اس معاملے میں عجیب متکون تھا، اہل عرب اگر بہت ہستی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے خوگر تھے، تو اہل فارس دُومجودوں سے کم پر راضی نہ تھے، اور ماؤں بہنوں کو اپنے نکاح میں لانے اور بیوی بننے سے اُن کو کوئی عار نہ تھا، ترکوں کا حال یہ تھا کہ خوں ریزی اور سفاکی اور ہندوگانِ خدا کے خون میں اپنے ہاتھوں کو رنگنا اُن کا محبوب مشغلہ تھا، اور ہندوستانیوں کی حماقت تو اپنے انتہائی درجے پر پہنچی ہوئی تھی، گاتے کی پوجا، درختوں اور پتروں کی عبادت اُن کے خمیر میں داخل تھی، یہودی حضرات کا سوتے حق اور اہل حق کے انکار اور خدا کو ایک مجسم اور انسان کے مشابہ اعتقاد کرنے اور من گھڑت اور طبع زاد قصے کہانیوں کی تردید و اشاعت کے کوئی اور کام نہ تھا، عیسائی دنیا میں تثلیث کا عقیدہ، صلیب کی پرستش اور قدیس مردوں اور عورتوں کی تصویروں اور مورتیوں کی پوجا پر جان دیتے تھے،

غرض دنیا کے تمام انسان ضلالت و گمراہی اور حق سے انحراف میں ڈوبے ہوئے تھے، اللہ کی حکمت بالغہ کے شایانِ شان یہ بات نہیں ہے کہ ایسی سخت ضرورت کے وقت بھی وہ کسی ایسی جلیل القدر اور معظم ہستی کو دنیا میں اپنا رسول بنا کر نہ بھیجے جو جہانِ والوں کے لئے سمرِ اپارِ رحمت ہو، اور اس آن بان کا رسول جو گمراہی

کی راہوں کو مٹا کر دین قویم کی بنیاد کو مضبوطی کے ساتھ قائم کرے، محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی پیدا نہیں ہوا، آپ نے باطل رسول اور فاسق عقیدہ کو مٹا کر توحید کا سوچ اور تنزیہ و تقدیس کا چاند روشن کیا، شرک بہت پرستی، تسلیم و تشبیہ کی جڑیں کاٹ ڈالیں، چنانچہ آپ کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا پیغمبر آگیا۔
پیغمبروں کے انقطاع کے وقت میں تمہارے
سلئے حق و صداقت کو بیان کر رہا ہے تاکہ تم یہ
نہ کہہ سکو کہ نہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا
آیا تھا اور نہ ڈرا نیوالا، تو رہا، اب تمہارے پاس
خوشخبری دینے اور ڈرا نیوالا آگیا، اور اللہ ہر چیز
پر قادر ہے۔

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
رَسُولُنَا يَتَّبِعُ لَكُمْ عَلَى فِتْنَةٍ
مِّنَ الرَّسُولِ اَنْ تَعْمَلُوْا
مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا
تَذِيْبِرْ فَقَدْ جَاءَكُمْ
بَشِيْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَاللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ،

امام رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا فائدہ فترت کے
زمنے میں یہ ہوا کہ گزشتہ شریعتوں میں طویل زمانہ گزر جائیگی وجہ سے جو بیشمار تغیر و تبدل اور تحریف
ہو گئی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حق و باطل میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، جھوٹ اور سچ غلطی و سچا تھا،
اور لوگوں کے عبادت کے اعراض کرنے اور نفرت کے لئے یہ چیز ایک بڑا عذر اور بہانہ بن گئی تھی، انکو
آخرت میں جواب دہی کے وقت یہ کہنے کی گنجائش ہو گئی تھی کہ اے ہمارے معبود! ہم یہ بات تو بیشک
جانتے تھے کہ آپ کی عبادت کرنا ضروری ہے لیکن ہم کو عبادت کا طریقہ نہ آتا تھا کہ کیسے کیجائے؟ اس
لئے جیسے ہماری سمجھ میں آیا ہم نے کیا، لہذا ہم غلط روی میں معذور و مجبور ہیں اللہ نے ان کے اس
باطل عذر کی گنجائش ختم کرنے کیلئے ایسے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا:

چٹا مسلک

کتب سماویہ میں آنحضرت
کی تشریف آوری کی بشارتیں

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ

تمہارے طور پر آٹھ اہم باتیں

اب ہم وہ خبریں اور پیشین گوئیاں بیان کرتے ہیں جو گزشتہ پیغمبروں
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کے بارے میں کی ہیں، چونکہ پادری لوگ
اس باب میں غیر تعلیم یافتہ عوام کو سخت مغالطے میں ڈالتے ہیں، اس لئے اُن کے
بیان کرنے سے قبل ہم آٹھ ضروری باتوں کی جانب ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں،
جن سے اُن کو بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔

۱۔ اور بلاشبہ آپ کا ذکر پچھلوں کے صحیفوں میں ہے (شعرا)

پہلی بات

اکثر اسرائیلی پیغمبروں نے جیسے اشعیاہ، ارمیاہ، دانیال،
 حزقیال، عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ نے آنے والے حوادث اور
 پیش آنے والے واقعات کی خبریں دی ہیں، مثلاً بخت نصر کا حادثہ، قادس
 اور سکندر اور اس کے جانشینوں کے حالات، ملک ادوم و مصر و نینوی اور
 بابل کے حوادث وغیرہ، اب یہ چیز بالکل بعید اور ناممکن ہے کہ یہ لوگ ظہور مجددی
 کے بارے میں کسی قسم کی خبر و پیش گوئی نہ کرتے، جن کا دین ظہور کے وقت چھوٹی
 سبز بالی کی طرح تھا، پھر وہ ترقی کرتا ہوا استاز بردست عظیم الشان درخت بنگیا
 جس کی شاخوں میں آسمانی پرندے ہناہ لیتے ہیں، جس نے بڑے بڑے سلاطین
 اور جابر بادشاہوں کی شوکت اور سطوت خاک میں ملا دی، اور ان کی گردنوں
 میں اسلام کا طنو ڈال دیا، جس کا دین مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں غرض
 دنیا کے کونے کونے اور چپے چپے میں پھیل گیا، اور برابر بڑھتا اور ترقی کرتا رہا
 یہاں تک کہ اب اس کے ظہور کو ایک ہزار دو سو اسی سال ہو چکے ہیں، اور خدا
 نے چاہا تو قیامت تک اسی طرح پھولتا اور پھلتا رہے گا، آپ کی امت میں
 ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں علمائے ربانی، بے شمار حکماء اور اولیاء بزرگ
 بڑے سلاطین پیدا ہوں گے، اور یہ واقعہ کوئی معمولی اور سرسری واقعہ نہ تھا،
 اور یقیناً ملک ادوم اور نینوی کے حوادث اور واقعات سے اس کی اہمیت
 کم نہیں ہو سکتی، پھر عقل سلیم کیونکر اس بات کو جائز مان سکتی ہے کہ ان پیغمبروں
 نے ایسے چھوٹے چھوٹے اور معمولی واقعات کی تو خبریں اور پیش گوئیاں بیان کی
 ہوں اور جو حادثہ تمام حوادث کے عظیم الشان اور اہم تھا اس کی نسبت ایک حرف بھی نہ کہا ہے

بشارت کے لئے مفصل اور واضح ہونا
 ضروری نہیں؛ دوسری بات،
 یہ ہے جائز الا پیغمبر آئندہ لے پیغمبر کی نسبت جب
 کوئی خبر یا اطلاع دیتا ہے تو ضروری نہیں
 کہ پوری تفصیلات بیان کرے، کہ وہ

فلاں خاندان میں پیدا ہوگا، فلاں سال ظاہر ہوگا، اور اس کی صفات ایسی ایسی ہوں گی
 بلکہ اس قسم کی خبریں عوام کو اجمالی طور پر دی جایا کرتی ہیں، البتہ خواص کو کبھی تو سترائے
 کی بناء پر بالکل ظاہر اور عیاں ہو جاتی ہیں، اور کبھی ان کا مصداق اُن پر بھی اُس وقت
 تک مخفی رہتا ہے جب تک آنے والا پیغمبر نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا، کہ جانے والا
 پیغمبر نے میری ہی نسبت خبر دی تھی، پھر اس کے دعوے کی سچائی اور تصدیق معجزات
 اور علامات نبوت کے ذریعے ثابت بھی ہو جاتے، پھر تو اُن کے نزدیک بھی بلاشبہ
 وہ خبر ظاہر اور یقینی بن جاتی ہے، اسی وجہ سے وہ عتاب کے مستحق ہوتے ہیں جس طرح
 کہ حضرت مسیح نے علماء یہود پر عتاب کیا تھا، اور کہا تھا کہ :-

”اے شرع کے مالک! تم پر افسوس! کہ تم نے معرفت کی کبھی چین لی، تم آپ بھی

داخل نہ ہوئے اور داخل ہونے والوں کو بھی روکا :- (لوقا، باب ۱۱)

اور عیسائی نظریے کے مطابق تو اس قسم کی خبر کبھی کبھی انبیاء کے لئے بھی مخفی
 اور پوشیدہ بن جاتی ہے، چہ جائے کہ علماء کے لئے، بلکہ اُن کے زعم کے مطابق تو
 کبھی کبھی خود اس نبی کو بھی جس کے متعلق خبر دی گئی تھی، یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں ہی
 اس کا مصداق ہوں، چنانچہ انجیل یوحنا کے باب اول آیت نمبر ۱۹ میں یوں
 ہے کہ :-

”اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یرושلم سے کاہن اور لادی سے

پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے استہرا کیا اور انکار نہ کیا بلکہ یہ استہرا کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں، انھوں نے اس سے پوچھا: پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، پس انھوں نے اس سے پھر کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں، تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیا بان میں پکارنے والے کی آواز ہوں، کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو، یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے، انھوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ، نہ وہ نبی تو پھر ہنس نہ کیوں دیتا ہے؟ (آیات ۱۹ تا ۲۶)

اور الف لام جو النبی میں آیت ۲۰ و ۲۱ میں واقع ہو رہے وہ حمد کا ہے، اور مراد اں سے وہ مخصوص نبی ہے جس کی خبر و اطلاع موسیٰ علیہ السلام دے گئے تھے، جیسا کہ کتاب ہستنا کے باب ۱۱ میں علماء مسیحین کی تصریح کے مطابق موجود ہے، اب یہ کامن اور لادی جو علماء یہود میں سے تھے، اور اپنی کتابوں سے خوب واقف بھی تھے، اور ان کو یحییٰ علیہ السلام کی نسبت یقینی طور پر معلوم تھا کہ وہ

۱۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس،

۲۔ حمد نامہ قدیم میں یہ مذکور ہو کہ حضرت ایساں علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا، اور کتاب میکاہ میں ان کے دوبارہ آنے کی ان الفاظ میں خبر دی گئی ہے: ”ہو لاک ان کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تھلے پاس بیجوں گا“ (میکاہ ۴: ۵)

۳۔ تیس ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا: (ہستنا ۱۸)

نبی ہیں، مگر پھر بھی انہوں نے اس باب میں شک کیا کہ وہ مسیح ہیں یا ایلیاہ۔ ہیں، یا وہ مخصوص نبی جس کی اطلاع موسیٰ علیہ السلام دے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں پیروں کی علامات ان کی کتابوں میں تصریح کے ساتھ صاف صاف مذکور نہیں تھیں جس سے کم از کم خواص کو اشتباہ پیدا نہ ہو، عوام کا تو کہنا کیا اسی لئے ان لوگوں نے پہلے بھی علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ مسیح ہیں؟ ان کے انکار پر پھر دریافت کیا کہ کیا آپ ایلیاہ ہیں؟ جب انہوں نے ایلیاہ ہونے کا بھی انکار کیا، تب پوچھا کہ کیا آپ وہی مخصوص نبی ہیں جن کی اطلاع دی گئی ہے، اور اگر علامات صاف طور پر لکھی ہوئی ہوتیں تو شک کرنے کی کیا گنجائش ہو سکتی.....

تھی بلکہ اس سے تو معلوم ہوا کہ خود بھی علیہ السلام کو بھی اپنے متعلق یہ علم نہ تھا کہ میں ایلیاہ ہوں، چنانچہ انہوں نے انکار کر دیا، اور کہا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں، حالانکہ ان کے ایلیاہ ہونے کی شہادت خود عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے، چنانچہ انجیل متی کے باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت عیسیٰ کا ارشاد اس طرح مذکور ہے:

”چاہو تو مانو، ایلیاہ جو گئے والا تھا یہی ہے۔“

اور انجیل متی باب ۱۷، آیت نمبر ۱ میں ہے:

”شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقیر کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے؟ اس نے جواب میں کہا: ایلیاہ البتہ آئے گا، اور سب کچھ بحال کرے گا، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا ہے، اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا، بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا، اسی طرح ابن آدم بھی آنکے ہاتھ دیکھ اٹھا گا۔“

آخری عبارت سے معلوم ہوا کہ علماء یہود نے ان کا ایلیاء ہونا نہیں پہچانا، اور جیسا چاہا ان کے ساتھ برتاؤ کیا، اور حواریوں کو بھی ان کا ایلیاء ہونا معلوم نہیں ہو سکا، حالانکہ یہ لوگ عیسائی نظریے کے مطابق پیغمبر ہیں، اور نہ صرف پیغمبر بلکہ رستے میں موسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھ کر ہیں، نیز یہ لوگ یحییٰ علیہ السلام پر اعتماد بھی کرتے تھے، بارہا ان کو دیکھا بھی تھا، اور ان کا آنا ان کے معبود اور مسیح سے پہلے ضروری تھا انجیل یوحنا باب اول آیت ۲۳ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ارشاد اس طرح منقول ہے:

”اور میں تو اُسے پہچانتا نہ تھا، مگر جس نے مجھے پانی سے بپتسمہ دینے کو بھیجا، اسی نے مجھ سے کہا کہ جس پر تو روح کو اترتے اور ٹھہرتے دیکھے، وہی روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے۔“

پادریوں کے کلام کے مطابق ”میں تو اُسے پہچانتا نہ تھا“ والے کلام سے مراد یہ ہو کہ پورے اور ٹھیک طور پر میں نے نہیں پہچانا کہ وہ ”مسیح موعود“ ہے، بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ یحییٰ علیہ السلام کو عیسیٰ کے مسیح موعود ہونے کی یقینی طور پر.... تیس سال تک پہچان نہ ہو سکی، جب تک ”روح القدس“ ان پر نازل نہیں ہوئی غالباً مسیح علیہ السلام کا کنواری لڑکی سے پیدا ہونا مسیح ہونے کی کوئی مخصوص علامت نہیں تھی، ورنہ یہ بات کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟

مگر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یحییٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کے مطابق اسرائیلی پیغمبروں میں اشراف ترین پیغمبر تھے، جیسا کہ انجیل متی کے باب میں مصرح ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے دعوے کے بموجب

اُن کے خدا اور معبود تھے، اور ان کا آنا بھی مسیح کی آمد سے پہلے ضروری تھا، اور ان کا ایلیا ہونا بھی یقینی تھا، پھر کیسی حیرتناک اور عجیب بات ہے یہ کہ خود بھی علیہ السلام باوجود اشرف الانبیاء ہونے کے آخر عمر تک خود کو نہ پہچان سکے، اور نہ تیس سال تک اپنے معبود کو شناخت کر سکے؟ یہی حال حواریوں کا ہے، کہ جو موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل شمار کئے جاتے ہیں انھوں نے بھی اور دوسرے اسرائیلی پیغمبروں نے بھی بھی علیہ السلام کی تمام زندگی میں یہ نہ جانا کہ وہ ایلیا ہیں،

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پھر علماء اور عوام بچا رہے ان کے نزدیک آیمو کے نبی کے متعلق ان خبروں سے جو جانے والا نبی نے لیا ہے کیا پہچان سکتے ہیں؟ اور ان کے تردّد کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ کاهنوں کا رہیں یعنی کاتھنا، یوحنا کی شہادت کے مطابق پیغمبر ہے، جیسا کہ اس کی انجیل کے باب آیت ۱۵ میں تصریح ہے،

مگر ان ہی حضرات نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فتویٰ دیا، اور ان کو بنی ماننے سے انکار کیا، اور توہین کی، جیسا کہ اس کی تصریح انجیل متی کے باب میں ہے، اب اگر مسیح کی علامتیں ان کی کتابوں میں صاف طور سے موجود مذکور تھیں، جن سے ذرہ برابر کسی کو اشتباہ نہ ہو سکے، تو اس نبی کو جس نے مسیح کے قتل کا فتویٰ دیا، اور کفر کیا، کیا ایسا فتویٰ دینے اور کفر کرنے کی مجال ہو سکتی تھی؟

نیز متی اور لوقا نے اپنی انجیلوں کے باب میں اور مرقس دیو حنا نے اپنی انجیلوں کے باب میں یحییٰ کے حق میں اشعیاء کی دی ہوئی خبر نقل کی ہے، اور یہ کہ یحییٰ نے اقرار

۱۵ اس سال سردار کاہن ہو کر نبوت کی کہ لیورع اس قوم کے واسطے مرے گا۔ (یوحنا ۱۱: ۵۱)

کیا کہ یہ خبر میرے حق میں ہے، جیسا کہ یوحنا نے تصریح کی ہے، اور یہ خبر کتاب اشعیاء کے باب آیت ۳ میں یوں ہے کہ۔

”تجھ نے دلے کی آواز، بیابان میں خداوند کی راہ درست کر دیا صحرا میں ہمارے خدا کے لئے شاہراہ ہموار کر دیو“

مگر نہ تو اس میں بھی علیہ السلام کے مخصوص حالات کا ذکر ہے، نہ ان کی صفات کا بیان ہے، نہ یہ کہ ان کے خرچ کا زمانہ اور جگہ کونسی ہے، تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے، اور اگر خود بھی علیہ السلام یہ دعویٰ نہ کرتے کہ یہ خبر میرے حق میں ہے، اسی طرح ہمد جدید کے مؤلفین یہ بات ظاہر نہ کرتے تو مسیحی علماء اور ان کے خواص کو بھی اس کا علم نہ ہوتا، غریب عوام کو تو بھلا کیونکر ہو سکتا تھا؟ کیونکہ اس قسم کی غیبی پکار اکثر اسرائیلی پیغمبروں کے حق میں جو اشعیاء علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں ثابت ہے، کیونکہ یہ بات عیسیٰ علیہ السلام پر بھی صادق آتی ہے، کیونکہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ منادی کرتے تھے کہ،

”تو گویا تو بہ کر دے، کیونکہ آسمانی بادشاہت نزدیک آرہی ہے“

نیز ناظرین کو باہت سے ان خبروں کا حال معلوم ہو جائے گا، جو انجیل کے مؤلفین نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نقل کی ہیں کہ گزشتہ پیغمبران کے حق میں یہ کہہ گئے ہیں،

اس لئے ہم ہرگز اس بات کا دعویٰ نہیں کہ جن انبیاء علیہم السلام نے محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبریں یا پیشینگوئیاں بیان کی ہیں، ان میں سے ہر ایک میں لے اس کی عمارت ۱۳۳۵ پر گزر چکی ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلی صفات مذکور ہیں کہ جس کی بناء پر مخالفت کو اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہو سکتی،

امام رازیؒ کا ارشاد | امام رازیؒ نے باری تعالیٰ کے ارشاد،
لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ

تَعْلَمُونَ کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا ہے کہ:

”ظاہر یہی ہے کہ بالباطل میں جو جاسے وہ استعانت کے معنی میں ہے، بالکل اسی طرح جیسے کتبہ بالظلمہ میں، اور مطلب یہ ہے کہ حق کو سامعین کے سامنے ان شہادت کی بناء پر جو ان کے سامنے پیش کرتے ہو مشتبہ مت بناؤ، کیوں کہ جو نصوص توریت و انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وارد ہوئی ہیں اپنے خفی ہونے کی وجہ سے استدلال اور دلیل کی محتاج تھیں، مگر یہودی ان کے بارے میں بیجا جھگڑتے اور غور و تأمل کرنے والوں کو شہادت میں ڈال کر ان نصوص کی دلالت کے غرر و طریق میں تشویش پیدا کرتے تھے۔“

علامہ عبید بن سہیلؒ کا ارشاد | علامہ موصوف اپنے بیضاوی کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

”جو چیز مزید شرح کی محتاج ہے، وہ یہ ہے کہ یہ بات حاتتا ضروری ہے کہ ہر نبی نے تعریض و اشارہ والے الفاظ استعمال کئے ہیں، جن کو صرف گہری نگاہ رکھنے والے علماء سمجھ سکتے ہیں، ضرور اس میں کوئی نہ کوئی خدائی حکمت ہے، علماء کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی نادل شدہ آسمانی کتاب ایسی نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر مشتمل نہ ہو، مگر یہ سب کچھ اشارات کے ذریعہ سے ہے۔“

اور اگر عوام کے لئے صاف صاف اور کھلا ہوا ہوتا، تو پھر ان کے علماء کو چھپانے پر عتاب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی، پھر ان اشارات میں مزید جھنڈا اور چھپدگی کا بڑا سبب ایک زبان سے دوسری زبان میں اس کا منتقل کرنا، اور ترجمہ کرنا ہے، پہلے عبرانی سے سریانی میں پھر سریانی سے عربی زبان میں نے قریت و انجیل کے الفاظ کا جو خلاصہ اور حاصل ذکر کیا ہے، جب تم اس پر غور کرو گے تو آسانی سے اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت ہدایات کرنا معلوم ہو سکتا ہے، مگر توحید اور اشارے کے طور پر گہری نگاہ والے علماء کے لئے تو یقینی اور ظاہر ہے، مگر عوام کے لئے خفی اور غیر ظاہر۔

اہل کتاب کو مسیح اور ایلیا کے علاوہ
ایک اہل نبی کا انتظار تھا، تیسری بات
یہ دعویٰ کرنا کہ اہل کتاب سوائے
مسیح اور ایلیا کے اور کسی نبی کے منتظر
نہیں تھے، یہ ایسا باطل دعویٰ ہے

جس کی کوئی بنیاد نہیں، بلکہ اس کے برعکس وہ لوگ ان دونوں پیغمبروں کے علاوہ
تیسرے نبی کے بھی منتظر تھے، ابھی ابھی آپ نمبر ۲ میں معلوم کر چکے ہیں، کہ جو علماء
یہودی مسیح کے معاصر تھے انہوں نے بھی علیہ السلام سے پہلے سوال کیا کہ کیا آپ
مسیح ہیں! جب انہوں نے انکار کیا تو پھر پوچھا کہ کیا آپ ایلیا ہیں؟ جب انہوں
نے اس کا بھی انکار کیا تو پھر پوچھا کہ کیا آپ وہی مخصوص اور معین نبی ہیں جن کی خبر موسیٰ
علیہ السلام دے گئے ہیں؟

۱۔ دیکھئے صفحہ ۱۳۳ ج ۱

۲۔ عیسائی علماء تسلیم کرتے ہیں کہ یوحنا ۱: ۲۱ میں جو لفظ "وہ نبی" استعمال کیا گیا ہو (باقی صفحہ)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مسیح اور ایلیاؑ کی طرح اس نبی کا بھی انتظار کر رہے تھے بلکہ وہ ان کے درمیان اس قدر مشہور تھا کہ اس کے نام لینے کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی، بلکہ اس کی طرف اشارہ ہی کافی تھا، انجیل یوحنا کے باب آیت ۴۰ میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرنے کے بعد یوں کہا گیا ہے کہ:

”ہیں بھٹیر میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بے شک یہی وہ نبی ہے، اور وہ

نے کہا یہ مسیح ہے،“

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جو نبی اُن کے ذہنوں میں مہرود اور مسیح تھا، وہ مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا ہے، اس لئے اس کو مسیح کے مقابلہ میں ذکر کیا،

یہ دعویٰ کرنا بھی قطعی غلط اور باطل ہے | حضرت عیسیٰؑ خاتم الانبیاء نہ تھے،
کہ عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ہیں، اور
آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، ابھی آپ
چوتھی بات

نمبر ۳ میں معلوم کر چکے ہیں کہ وہ لوگ نبی آخر الزماں کے منتظر رہا کرتے تھے، جو مسیح اور ایلیاؑ کے سوا کسی شخص تھا، اور چونکہ دلائل سے اس نبی مہرود کی آمد مسیح سے قبل ثابت نہیں ہے، لہذا یقیناً وہ مسیح کے بعد آنے والا ہی ہو سکتا ہے،

پھر دوسرے عیسائی حضرات مسیح کے بعد حواریوں اور پولس کی نبوت کے دعویدار ہیں، بلکہ ان کے علاوہ دوسرے اشخاص کی نبوت کے بھی قائل ہیں، چنانچہ کتاب اعمال

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس کے مراد وہی نبی ہیں جن کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا، چنانچہ آئینے گیس اپنی تفسیر میں کہتا ہے: ”آیت ۲۱ میں استثنا ۸۱۱۵ کا حوالہ ہے“ (ص ۱۹۹ ج اول)، نیز تمام حوالے والی باتوں میں اس لفظ پر استثنا ۸۱۱۵ کا حوالہ دیا گیا ہے،

باب آیت ۲۷ میں ہے:

”انہی دوز میں چند بنی یروشلم سے انطاکیہ میں آئے، ان میں سے ایک نے جس کا نام آگبس تھا کھڑے ہو کر روح کی ہدایت سے ظاہر کیا، کہ تمام دنیا میں بڑا کال پڑے گا، اور یہ بکھودیس کے جہد میں واقع ہوا۔ (آیات ۲۷ و ۲۸)

یہ تمام لوگ بائبل کے فیصلہ کے مطابق انبیاء تھے، جن میں سے ایک کا نام آگبس تھا، اس نے ایک زبردست قحط کی پیشینگوئی کی تھی، پھر اسی کتاب اعمال کے باب ۲۱ آیت ۱۰ میں ہے:

”اور جب ہم وہاں بہت روز رہے، تو آگبس نامی ایک بنی یہودیہ سے آیا اس نے ہمارے پاس آکر پولس کا مکہ بند لیا، اور اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر کہا روح القدس یوں فرماتا ہے کہ جس شخص کا یہ مکہ بند ہے اس کو یہودی یروشلم میں اسی طرح باندھیں گے اور غیر قوموں کے ہاتھ میں حوالہ کریں گے۔ (آیات ۱۱ و ۱۲)

اس عبارت میں بھی تصریح ہے کہ آگبس نبی تھا،

کبھی کبھی عیسائی حضرات حضرت مسیح کو خاتم الانبیاء ثابت کرنے کے لئے ان کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں، جو انجیل متی باب آیت ۱۵ میں اس طرح منقول ہے:

”جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔“

اس قول سے اپنے دعوے پر عیسائیوں کا استدلال کرنا بھی عجیب ہی، کیونکہ مسیح علیہ السلام نے جھوٹے پیغمبروں سے احتراز کرنے اور بچنے کا حکم دیا ہے،

یہ کہ سچے نبی سے بھی اسی لئے انھوں نے اپنے کلام میں جھوٹے کی قید لگائی ہو یاں اگر یہ فرماتے کہ "میرے بعد ہر ایک مدعی نبوت سے بچو" تو بے شک یہ دعویٰ بظاہر درست تھا، اگرچہ عیسائیوں کے لئے پھر بھی مذکورہ حضرات کی نبوت کے ثبوت کے لئے واجب التاویل ہوتا، اور جھوٹے پیغمبر مسیح علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد طبقہ ادنیٰ میں بے شمار پیدا ہوئے، جیسا کہ عہد جدید کے موجودہ رسائل سے یہ بات واضح ہے،

گزشتہ صفحات کے نام و دوسرے خط کے باب آیت ۱۲ میں ہے،
 "لیکن جو کرتا ہوں وہی کرتا رہوں گا تاکہ موقع ڈھونڈنے والوں کو موقع نہ دوں
 بلکہ جس بات پر وہ فخر کرتے ہیں اس میں ہم ہی جیسے نکلیں، کیونکہ ایسے لوگ
 جھوٹے رسول اور دغا بازی سے کام کرنے والے ہیں، اور اپنے آپ کو مسیح کے
 رسولوں کے ہنسل بنا لیتے ہیں،"

دیکھئے: عیسائیوں کا مقدس رسول بباغ دہل اعلان کر رہا ہے کہ جھوٹے
 اور غدار پیغمبر خود اس کے عہد میں ظاہر ہو چکے ہیں، جنھوں نے مسیح کے سچے رسولوں
 کا بھیس اختیار کر لیا ہے،

آدم کلارک مشہور مفتی اس مقام کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ،
 "یہ لوگ جھوٹا دعویٰ کرتے تھے کہ ہم مسیح کے رسول ہیں، حالانکہ وہ لوگ ناقص
 میں مسیح کے رسول نہ تھے، وہ لوگ دغل و نصیحت بھی کرتے تھے، اور مجاہدات
 بھی، مگر ان کا مقصد تمام تر جلب منفعت تھا،"

یوحنا کے پہلے خط کے باب ۴ میں ہے کہ:

تھے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو، بلکہ روحوں کو آزماؤ، کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں، کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔
ان دونوں عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ حواریوں ہی کے زمانے میں بکثرت نبوت کے جھوٹے دعوے دار پیدا ہو چکے تھے،

اور کتاب اعمال کے باب ۸ آیت ۹ میں ہے کہ:
”اس سے پہلے سمعون نام کا ایک شخص اس شہر میں جادوگری کرتا تھا، اور سامریہ کے لوگوں کو حیران رکھتا، اور یہ کہتا تھا کہ میں بھی کوئی بڑا شخص ہوں، اور جھوٹے بڑے ٹک سب اس کی طرف متوجہ ہوتے، اور کہتے تھے کہ یہ شخص خدا کی وہ قدرت ہے جسے بڑی کہتے ہیں۔“
اسی کتاب کے باب ۱۶ میں ہے کہ:

”اور اس تمام ٹاپو میں ہوتے ہوئے پانس ٹک بیچے، وہاں انہیں ایک بیڑی جادوگر اور جھوٹا نبی بریسورع نام ملا۔“

اسی طرح کے دوسرے بہت سے دجالوں اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے ظاہر ہونے کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل متی کے باب ۲۴ میں دی ہے:

”خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کرے، کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے، اور کہیں گے میں مسیح ہوں، اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصود ان جھوٹے پیغمبروں اور کاذب میسحوں سے لوگوں کو ہوشیار کرنا ہے، نہ کہ سچے پیغمبروں سے بھی روکنا، اسی لئے بائبل نمبر ۷ کے مذکورہ ارشاد کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:

”کیا بھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟“

رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ، سو آپ سچے پیغمبروں میں سے ہیں، جیسا کہ اس دعوے پر آپ کے پچھلے شاہد ہیں، جیسا کہ گزشتہ مسکلوں سے یہ بات واضح ہو چکی ہو اور اس معاملہ میں منکرین کے مطاعن اور اعتراضات کی کوئی بھی قیمت نہیں ہے، جیسا کہ فصل دوم سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اس لئے بھی کہ ہر شخص جانتا ہے کہ نبی عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور تکذیب کرنے والے ہیں، بلکہ اُن کے نزدیک مسیح سے زیادہ ابتداء دنیا سے ان کے ظہور کے وقت تک کوئی بدکار نہیں ہوا،

نیز ہزاروں علماء اور حکماء جو سب پادریوں ہی کے ہم قوم ہیں، اور سچی ہی تھے، مگر انہوں نے اس مذہب کی قباحت محسوس کر کے اس کو چھوڑ دیا، اور اب اس کے منکر ہیں، اور اس کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، اور اس مذہب کا بھی، ان لوگوں نے اپنی رائے کے اثبات کے لئے بہت سے رسالے بھی تالیف کئے، اور یہ رسالے

۱۔ آیت نمبر ۱۶،

۲۔ آپ کے پچھلے شاہد ہیں، مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے متی، ۱۶: ۱ میں جھوٹے اور سچے میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ جس طرح بھاڑیوں سے انگور نہیں توڑا جاسکتا، اسی طرح جھوٹے نبی کو کبھی نہ اوصاف حاصل نہیں ہو سکتے، جو سچے نبی میں ہوتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اوصاف تھے اور جن کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں آیا ہے، وہ درحقیقت شجرہ برکت ہی کے پچھلے پھول ہیں، جو آپ کے نبی ہونے پر دلالت کرتے ہیں،

اطرافِ عالم میں پھیل چکے ہیں اور یورپ کے ملکوں میں اُن کے ماننے والے دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں، پھر جس طرح یہودیوں اور ان حکماء و علماء کا انکار عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہمارے نزدیک غیر معتبر اور باطل ہے، اسی طرح اہلِ ثلاث کا انکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہمارے نزدیک قطعی قبول کے لائق نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح کی بشارتوں کو یہودی
نہیں ملتے، پانچویں بات

وہ پیشینگوئیاں جن کو عیسائی حضرات
مسیح علیہ السلام کے حق میں نقل کرتے
ہیں، یہودیوں کی تفاسیر اور تاویلات کے

تحت وہ مسیح پر صادق نہیں آتیں، اس لئے یہودی مسیح کے منکر ہیں، مگر یہی علماء اس باب میں یہودیوں کی تفسیروں اور تاویلوں کو نظر انداز کر کے اُن کی تفسیر ایسے انداز میں کرتے ہیں، جس سے اُن کے خیال میں ان کا مصداق قطعی طور پر عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں، صاحب میزان الحق نے باب اولیٰ فصل ۳ صفحہ ۹۹ نسخہ فارسی مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں کہا ہے کہ:

”مذہب عیسوی کے علمائے متقدمین نے یہ بالکل صحیح دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے ان آیات کو جن میں یسوع مسیح کی جانب اشارہ تھا، غیر صحیح تاویلات کے تحت منوّل کیا، اور ایسی تفسیر کی جو واقع کے خلاف ہے۔“

مؤلف مذکور کا یہ کہنا کہ ان کا یہ دعویٰ قطعی صحیح ہے یقینی طور پر غلط ہے، اس لئے کہ قدیم علماء نے جہاں... یہ دعویٰ کیا ہے وہاں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے کتابوں میں تحریف لفظی کی ہے، جیسا کہ باب میں معلوم ہو چکا ہے،

کے حق میں بیان کی جانے والی پیشینگوئیاں انہی لوگوں سے منقول ہیں، اس لحاظ سے یہ تمام پیشینگوئیاں عیسائی نظریہ کے مطابق اہمائی قرار پاتی ہیں، ہم ان میں سے کچھ پیشینگوئیاں نمونہ کے طور پر اس لئے ذکر کرتے ہیں تاکہ ناظرین ان پیشینگوئیوں کا موازنہ اور مقابلہ ان پیشینگوئیوں کے ساتھ کر سکیں جن کو اس مسلک میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بیان کریں گے،

اور اگر کوئی پادری صاحب بے راہی اختیار کر کے ہماری نقل کردہ پیشینگوئیوں کی تاویل کے درپے ہوں تو ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ پہلے ان پیشینگوئیوں کی توجیہ کریں، جن کو عہد جدید کے مؤلفین نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نقل کیا ہے، تاکہ عقلمند منصف مزاج لوگوں پر فریقین کی بیان کردہ پیشینگوئیوں کا حال روشن ہو جائے، اور دونوں کا مقابلہ قوت و ضعف کے لحاظ سے کر سکیں،

اور اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ جو پیشینگوئیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بیان کی جاتی ہیں، ان کی تو کوئی معقول توجیہ کی نہ گئی، اور صرف ان پیشینگوئیوں میں تاویل کرنے پر اکتفاء کیا گیا جن کو اس مسلک میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بیان کر رہے ہیں، تو اس کو سوائے اس کے کہ پادری کے بے جا تعصب اور شکست پر محمول کیا جائے، اور کوئی صورت نہ ہوگی، کیونکہ ہم نمبر ۵ میں وضاحت سے کہہ چکے ہیں کہ مخالف کے لئے اس قسم کی پیشینگوئیوں میں تاویل کی کافی گنجائش ہے، ہم نے نمونہ کے طور پر عہد جدید کے مؤلفین کی بیان کردہ چند پیشینگوئیوں پر اس لئے اکتفاء کیا ہے کہ جب یہ چیز واضح ہو جائے گی کہ ان میں بعض پیشینگوئیاں یقینی طور پر غلط ہیں، اور بعض محرف ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ وہ کسی طرح مسیح پر

صادق نہیں آتیں، سوائے اس کے کہ زبردستی اور ہٹ دھرمی سے اُن کو مسیح پر
 چسپاں کیا جائے، تو اس سے ان پیشینگوئیوں کی حالت کا بھی اندازہ کیا جاسکے گا،
 جن کے نقل کرنے والے الہامی اور صاحبِ وحی لوگ نہیں ہیں، وہ یقیناً ان سے
 زیادہ بدتر ہوں گی، اس لئے اُن کے ذکر کی ضرورت نہیں،

پہلی پیشینگوئی :-

وہ ہے جو انجیل متی کے باب میں منقول ہے، جس کا ذکر باب فصل نمبر ۳
 کی پچاسویں غلطی کے بیان میں ہو چکا ہے،

یہ اس بناء پر غلط ہے کہ مریم کا حاملہ ہونے کے زمانے میں کنواری ہونا یہودیوں
 اور مخالفین منکرین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، اور ان کے مقابلے میں عیسائیوں
 کے پاس مریم کے کنواری ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ مریم مسیح کی
 پیدائش سے پہلے انجیل اور مسیح کے معاصر یہودیوں کی تصریح کے مطابق یوسف نجار
 کے نکاح میں تھیں، جو مسیح کو یوسف نجار کا بیٹا کہا کرتے تھے، جیسا کہ انجیل متی باب ۱۳
 آیت ۵۵ اور انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۴۲ میں صاف طور پر مذکور ہے، اور اب تک
 یہودی یہی کہتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت باتیں کہتے ہیں، نیز اس پیشینگوئی
 میں کوئی ایسی علامت مذکور نہیں ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہو،

۱۔ دیکھئے ص ۴۹۱ ج اول

۲۔ بلکہ اس کے برخلاف ایک ایسی علامت ہے جو ہرگز حضرت مسیح میں نہیں پائی جاتی، اور وہ یہ کہ اس
 پیشینگوئی میں پیدا ہونے والے نبی کا نام "عمانوایل" بتلایا گیا ہے، حالانکہ حضرت مسیح کو کسی نے
 عمانوایل کہہ کر کبھی نہیں پکارا،

دوسری پیشینگوئی :-

وہ ہے جو انجیل متی باب ۱ آیت ۶ میں منقول ہے، اور جس سے کتاب میخا کے باب ۲ آیت ۲ کی جانب اشارہ ہے، مگر متی کی عبارت میخا کی عبارت کے مطابق نہیں ہے، اور یقیناً دونوں میں سے ایک محرف ہے،

نیز باب کے مقصد شاید نمبر ۲۲ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسائیوں کے محققین نے میخا کی عبارت کی تحریف کو ترجیح دی ہے، مگر ان کا یہ دعویٰ محض انجیل کے بچاؤ اور تحفظ کے لئے ہے، اس لئے مخالفین کے نزدیک غلط اور باطل ہی،
تین اور پیشینگوئیاں :-

مندرجہ ذیل پیشینگوئیاں غلط ہیں :

۱۔ جو انجیل متی کے باب مذکور آیت ۱۵ میں منقول ہے،

۲۔ جو باب مذکور کی آیت ۱۷ میں منقول ہے،

۳۔ جو باب مذکور کی آیت ۲۳ میں منقول ہے،

اور تینوں پیشینگوئیاں غلط ہیں، جیسا کہ باب اڈل کی فصل نمبر ۲ سے معلوم ہو چکا ہے،

۱۵ متی اور میخا کے اس اختلاف کا ذکر مقدمہ کے ص ۱۲۵۸ اور اس کے حاشیہ پر پہلے باب میں اختلاف نمبر ۶۴، فن ۱ جلد اول پر اور دوسرے باب میں ص ۶۴۲ و ۶۴۳ ج ۱ پر گذر چکا ہے، وہاں ملاحظہ فرمایا جائے،

۱۶ تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۴۹۴ جلد اڈل غلط نمبر ۵۱،

۱۷ دیکھئے ص ۴۹۵ جلد اڈل غلط نمبر ۵۳،

۱۸ دیکھئے ص ۴۹۶ جلد اڈل غلط نمبر ۵۴،

چھٹی پیشینگوئی :-

وہ ہے جو انجیل متی کے باب ۲۷ آیت ۹ میں منقول ہے، ناظرین باب ۲ مقصد ۲ شاہد نمبر ۲۹ میں معلوم کر چکے ہیں کہ یہ اس بناء پر غلط ہے کہ یہی صورت کتابِ زکریا کے باب میں موجود ہے، مگر اس میں اور اُس واقعہ میں جس کو متی نے نقل کیا ہے کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ زکریا علیہ السلام نے دونوں لاثیوں کے نام اور ریوڑ کے چمنے کے ذکر کے بعد یہ کہا ہے :

”اور میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہاری نظر میں ٹھیک ہو تو میری مزدوری کے لئے تیس روپے تول کر دے، اور خدا نے مجھے حکم دیا کہ اسے کہار کے سامنے پھینک دے، یعنی اُس بڑی قیمت کو جو انھوں نے میرے لئے ٹھہرائی، اور میں نے یہ تیس روپے لے کر خداوند کے گھر میں کہار کے سامنے پھینک دیئے“

(آیات ۱۲ و ۱۳)

زکریا علیہ السلام کے ظاہر کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ایک عاقل کا بیان ہے، نہ کہ کسی مستقبل میں پیش آنے والے واقعہ کی پیشینگوئی، اور یہ کہ درابہ کے لینے والے نیکوں میں سے تھے، جیسے کہ زکریا علیہ السلام، نہ کہ کافروں میں سے جیسے یہ ہذا اسکر لوتی۔

ساتویں پیشینگوئی :-

وہ ہے جن کو عیسائیوں کے مقدس پوس نے رسالہ عبرانیہ کے باب آیت

لہ تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۶۴ و ۶۵ جلد دوم اور اس کا حاشیہ

میں نقل کیلئے جس کا حال آپ فصل نمبر ۳ میں معلوم کر چکے ہیں کہ یہ قطعی غلط ہے اور

یعنی علیہ السلام پر برگز صاوق نہیں آتی۔

آنکھوں پیشینگوئی :-

انجیل متی باب آیت ۲۵ میں ہے :

” تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو، کہ میں تمہیلوں میں اپنا منہ کھولوں گا

میں اُن باتوں کو ظاہر کروں گا جو ہلکے عالم سے پوشیدہ رہی ہیں۔“

یہ زبور نمبر ۷۴ کی آیت ۲ کی طرف اشارہ ہے، لیکن اسے حضرت مسیح پر چسپاں

کرنا ہے دلیل دعویٰ اور خالص ہٹ دھرمی ہے، اس لئے کہ زبور کی عبارت اس طرح ہے

” میں تمہیل میں کلام کروں گا، اور تدبیر معے کہوں گا، جن کو ہم نے سنا، اور

جان لیا، اور ہلکے باپ دادا نے ہم کو بتایا، اور جن کو ہم اُن کی اولاد سے

پوشیدہ نہیں رکھیں گے، بلکہ آئندہ پشت کو بھی خداوند کی تعریف اور اس کی

قدرت اور عجائب جو اس نے کئے بتائیں گے، کیونکہ اس نے یعقوب میں ایک

شہادت قائم کی، اور اسرائیل میں شریعت مقرر کی جن کی بابت اس نے ہمارے

باپ دادا کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولاد کو ان کی تعلیم دیں، تاکہ آئندہ پشت میں وہ

فرزند جو پیدا ہوں گے اُن کو جان لیں اور وہ بڑے ہو کر اپنی اولاد کو سکھائیں

کہ وہ خدا پر آس رکھیں اور اس کے کاموں کو بھول نہ جائیں، بلکہ اس کے حکموں پر

عمل کریں، اور اپنے باپ دادا کی طرح سرکش اور باغی نسل نہ بنیں، ایسی نسل

جن نے اپنا دل درست نہ کیا، اور جس کی روح خدا کے حضور وفا دار نہ رہی۔“ (آیات ۲ تا ۸)

سہ دیکھئے ص ۷۷، جہاں اول غلطی نمبر ۱۳

یہ آیتیں صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ ان آیات میں لفظ
 تیں سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، اسی لئے انھوں نے اپنے آپ کو صیغہ
 منکلم سے تعبیر کیا ہے، اور ان آیات میں وہ ان روایات اور حالات کو بیان فرما رہے
 ہیں، جو انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے سنے تھے، تاکہ اللہ سے کئے ہوئے وعدے
 کے مطابق آنے والی نسلوں تک یہ پیغام پہنچا دیں، اور روایت پوری طرح محفوظ رہے
 اس کے بعد آیت نمبر ۱۵ سے آیت نمبر ۱۸ تک انھوں نے اللہ کے انعامات
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات، بنی اسرائیل کی شرارتوں اور ان کے سبب
 ان پر واقع ہونے والی مصیبتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، اور پھر کہا ہے کہ :-

”تب خداوند گویا بندے جاگ اٹھا، اُس زبردست آدمی کی طرح جوئے کے
 سبب لٹکارتا ہو، اور اس نے اپنے مخالفوں کو مار کر پسا کر دیا، اس نے اُن کو
 ہمیشہ کے لئے رسوا کیا، اور اس نے یوسفؑ کے نیچے کو جھڑ دیا، ادا فراتیم کے
 قبیلہ کو بچھا، بلکہ یہوداہ کے قبیلہ کو بچھا، اسی کو حبشیوں کی جس نے اس کو محبت تھی
 اور اپنے مقدس کو پہاڑوں کے مانند تعمیر کیا، اور زمین کے مانند جیسے اس نے
 ہمیشہ کے لئے قائم کیا ہے، اس نے اپنے بندے داؤدؑ کو بھی بچھا، اور
 بیٹھ سالوں میں سے اُسے لے لیا، وہ اسے بچنے والی بھیڑوں کی چوپانی سے ٹالیا
 تاکہ اس کی قوم یعقوبؑ اور اس کی میراث اسرائیل کی حلقہ بانی کرے، سو اس نے
 خلوص دل سے اُن کی پاسبانی کی، اور اپنے ماہر ہاتھوں سے اُن کی رہ نمائی
 کرتا رہا“

یہ آخری آیتیں بھی صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ زبور

خود حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہے، اور اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں،

نویں پیشینگوئی،

انجیل متی باب آیت ۱۴ میں ہے:

تاکہ جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا، وہ پورا ہو کہ زبورون کا عسلا قادر
لفتنالی کا علاقہ دریا کی راہ یرون کے پار غیر قوموں کی گھلیل جو لوگ اندھیرے
میں بیٹھے تھے، انہوں نے بڑی روشنی دیکھی، اور جو موت کے ملک اور سایہ
میں بیٹھے تھے اُن پر روشنی ہوگی۔

یہ کتاب یسعیاہ باب آیت ۲ کی طرف اشارہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

”اس نے قدیم زمانے میں زبورون اور لفتنالی کے ملاقوں کو ذیل کیا، پر آخری
زمانے میں قوموں کے گھلیل میں دیوا کی سمت یرون کے پار بزرگی دے گی، جو لوگ
تاریکی میں چلتے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی، جو موت کے سایہ کے ملک میں

لے بزرگی دی انہار الحق میں یہ لفظ ماضی ہی کے چھٹے سے ذکر کیا گیا ہے، اور انگریزی ترجموں میں بھی یہاں
ماضی ہی کا صیغہ ہے، اگرچہ متن میں یہاں اس کے باکل برخلاف ایک عبارت ذکر کی گئی ہے، مگر متبادل
عبارتوں کی فہرست میں اس کی جگہ بعینہ وہ مفہوم ذکر کیا گیا ہے، جو مصنف نے نقل کیا ہے، لیکن موجود
اردو ترجمہ میں اس لفظ کو مستقبل کے ساتھ بدل دیا گیا ہے، اس میں بزرگی دی کی جگہ بزرگی دے گا
کے الفاظ مذکور ہیں، عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۹۵ء میں بھی یہی مستقبل کا صیغہ مذکور ہے، غالباً اس حرکت کا
مقصود بھی یہی ہوگا کہ اس عبارت کو آسانی سے حضرت مسیح کی پیشگوئی قرار دیا جاسکے۔

رہتے تھے، اُن پر زور چمکا۔

ان دونوں عبارتوں میں بڑا بھاری فرق ہے، اس لئے یقیناً ان میں سے ایک تحریف شدہ ہو، اور پھر اگر اس سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو اشعیاءؑ کے کلام میں ہرگز کوئی دلالت کسی شخص کے بطور کی نہیں ہے، بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشعیاء علیہ السلام خبر دے رہے ہیں کہ ملک زبوں اور فقہانی کے باشندے گذشتہ زمانے میں بڑی گری ہوئی حالت میں تھے، پھر وہ خوش حال ہو گئے، اس لئے اس امر پر ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں، یعنی ”ذلیل کیا“ ”بزرگی دی“، ”دشمنی دیکھی“ اور ”زور چمکا۔“

اور اگر ہم ان الفاظ کے ظاہری مصداق سے ہٹ کر محاذ ان کو مستقبل کے معنی میں لیں تو مطلب یہ ہے کہ روشنی کا ان کو نظر آنا اور چمک دکھائی دینا بتا رہا ہو کہ ان کے ملک میں صلحاء اور نیک لوگوں کا گزر ہو گا، پھر یہ دعویٰ کرنا کہ اس کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام ہیں، یہ خالص زبردستی اور ہٹ دھرمی ہے، کیونکہ اکثر صلحاء اور بزرگوں کا اُس علاقہ میں گزر رہا ہے، خصوصاً صحابہ کرامؓ اور ائمہِ محمدیہ کے اولیائے کرام کا بھی، جن کی برکت سے اس علاقہ سے کفر اور تثلیث کی ظلمت اور اندھیری دور ہو کر توحید کی روشنی پھیل گئی، اور مسیح کی تصدیق پر سے طور پر ظاہر ہو گئی،

اس موقع پر ہم تطویل کے اندیشہ سے صرف اس مقدار پر اکتفا کرتے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سی ایسی قسم کی پیشنگونیاں ہم اپنی تالیف ازالۃ الاحیاء وغیرہ میں بیان کر چکے ہیں، اور ان کی کمزوری کی نشاندہی بھی اس مقام پر کر دی ہے،

بائبل کے مترجمین ناموں کا بھی اہل کتاب خواہ اعلیٰ ہوں یا پچھلے، ان کی یہ عام ترجمہ کر دیتے ہیں، ساتویں بات | اہل کتاب خواہ اعلیٰ ہوں یا پچھلے، ان کی یہ عام ترجمہ کر دیتے ہیں، ساتویں بات |

کرتے ہیں، اور اصل ناموں کے عوض میں ان کے معانی بیان کرتے ہیں، یہ بڑا بھاری جبط ہے جو تمام خرابی کی بنیاد ہے، کبھی کبھی تفسیر کے طور پر اس کلام میں جو ان کے نزدیک خدائی کلام ہے، اپنی جانب سے کچھ بڑھا دیتے ہیں، اور دونوں میں امتیاز کے لئے کسی قسم کا اشارہ بھی نہیں کرتے، یہ دونوں چیزیں تقریباً ان کی مادیت ثانیہ بن گئی ہیں اور جو شخص ان کے مختلف زبانوں میں پائے جانے والے ترجموں میں غور کرے گا اس کو ہمارے اس دعوے کے بہت سے شواہد مل سکتے ہیں۔ ہم بھی نمونہ کے طور پر اس معلم پر کچھ نقل کرتے ہیں:

ترجموں میں تحریف کی مثالیں

پہلی مثال؛

کتاب پیدائش باب آیت ۱۴ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۹۲۵ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء

میں یوں ہے کہ:

”اسی سبب اس کنویں کا نام (زنہ) اور دیکھنے والے ماکنواں) پڑ گیا“

پس عبرانی زبان میں جو کنویں کا نام تھا اس کا ترجمہ ان لوگوں نے عربی میں کر ڈالا،

دوسری مثال؛

پیدائش کے باب آیت ۱۴ میں ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے کہ:

”لے موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ اصل نام یعنی ”بیرلجی ردی“ لکھا ہے، مگر کینٹرولک پہل

میں اس کا انگریزی ترجمہ مذکور ہے،

”ایماہیم نے اس مقام کا نام ایسا مکان (جس کی زیارت کرنے والے پر اللہ رحم فرماتے) رکھا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ہے:

”اس موضع کا نام ایسا خدا جو دیکھ رہا ہے“ رکھا۔“

پہلے مترجم نے عبرانی لفظ کا ترجمہ ”ایسا مکان جس کے زائر پر خدا رحم فرمائے“ کیا اور دوسرے مترجم نے ”ایسا خدا جو دیکھ رہا ہے“ کے ساتھ ترجمہ کیا،

تیسری مثال؛

پیدائش باب ۳ آیت ۲۰ کے عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۵ء و ۱۸۴۲ء میں یوں ہو کہ:

”پھر یعقوب نے اپنا حال اپنے سوتے سے چھپایا۔“

اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں بجائے ”سوتے“ کے لفظ ”لابان“ ہے، پس عربی مترجمین نے نام کی جگہ لفظ ”سالا“ لکھ دیا ہے،

چوتھی مثال؛

پیدائش باب ۲۹ آیت ۲۰ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۹۲۵ء و ۱۸۴۲ء میں ہے کہ:

”یہاں بھی اردو ترجمہ میں اصل نام ”یہودہیری“ کھلبے، مگر کیتھولک بائبل میں اس کا ترجمہ لکھ دیا ہے کہ جو ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق ہے،

”موجودہ اردو اور انگریزی ترجمے میں اس کی جگہ یہ عبارت ہے،

”اور یعقوب لابن ارامی کے پاس سے چھپی سے چلا گیا۔“ لیکن کیتھولک بائبل میں اس کی

جگہ ہی کا لفظ اب بھی موجود ہے،

جگہ

”اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا، یہاں تک کہ (وہ آجائے جس کے لئے سب کچھ ہے) اور تو میں اس کی مطیع ہوں گی“

اس میں لفظ ”الَّذِي لَهُ الْكُلُّ“ لفظ ”شیلوہ“ کا ترجمہ ہے، یہ ترجمہ یونانی ترجمہ کے بے شک موافق ہے، مگر عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے کہ:

”اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا، یہاں تک کہ وہ آجائے (کہ وہ جس کے لئے ہے) تمام قبیلے اس پر جمع ہو جائیں گے“

اس مترجم نے لفظ ”شیلوہ“ کا ترجمہ ”الذی ہولہ“ کے ساتھ کیا ہے، یہ ترجمہ سریانی ترجمہ کے مطابق ہے، عیسائیوں کے مشہور محقق لیکرک نے اس لفظ کا ترجمہ ”انجام“ کے ساتھ کیا ہے، اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں لفظ ”ٹیل“ استعمال کیا گیا ہے، اور لاطینی ترجمہ میں ”وہ جو عنقریب بھیجا جائے گا“ کے ساتھ ترجمہ کیا گیا، گویا ہر ترجمہ کرنیوالے نے اس لفظ کا ترجمہ وہ کیا جو اس کے نزدیک ظاہر و راجح تھا، حالانکہ یہ لفظ اصل میں اس شخص کے نام کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، جس کی بشارت دی گئی تھی،

پانچویں مثال؛

کتاب خروج باب آیت ۱۴ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۳۴ء میں ہر کہ:

”پھر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ ”آئینہ آئینہ آئینہ“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے کہ:

لے اردو انگریزی ترجموں میں یہاں بھی اصل لفظ ”شیلوہ آجائے“ مذکور ہے، لیکن کیتھرک بابل میں اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہو، اور یہ ترجمہ بھی مصنف کے نقل کردہ ترجمہ سے مختلف ہو، اس نے ”شیلوہ“ کا ترجمہ ”مجھے ہماری طرف بھیجا جائے گا“ سے کیا ہے،

”خدا نے موسیٰ سے کہا کہ وہ ازل جو کبھی فنا ہونے والا نہیں ہے“

پس لفظ آہیہ اسٹراہیہ“ بمنزلۃ اسم ذات سے استعمال ہوا تھا، جس کو دوسرے مترجم نے ازل غیر فانی کے ساتھ ترجمہ کر ڈالا،

چھٹی مثال؛

سفر خروج باب آیت ۱۱ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۴۴ء میں یوں ہے کہ :-
دریابی میں رہا کریں گے۔

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں اس طرح پر ہے کہ :

”نقطہ نیل میں باقی رہیں گے“

ساتویں مثال؛

سفر خروج باب آیت ۱۵ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۴۴ء میں یوں ہے کہ :-
”موسیٰ نے ایک قربان گاہ بنائی، اور اس کا نام پروردگار میری عظمت ہو رکھا“

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے کہ :

”اور اس نے ایک قربان گاہ تعمیر کی جس کا نام اللہ میرا علم ہے رکھا“

اگر ترجمہ اس دوسرے ترجمہ کے مطابق ہے، ہمارا کہنا یہ ہو کہ اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ بات بہر حال اپنی جگہ قطعی ثابت ہے کہ مترجمین نے عبرانی نام کا ترجمہ

۱۔ بات پوری طرح سمجھنے کے لئے اس عبارت کا سبق و سابق ضمیمہ ۹۹۳ اور اس کے حاشیہ پر دیکھئے ،
۲۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجموں میں اس کی جگہ اس کا ترجمہ ”میں جو ہوں سو میں ہوں“ سے کیا گیا ہو،
۳۔ موجودہ اردو اور انگریزی ترجمے اسی کے مطابق ہیں،

کر ڈالا،

آٹھویں مثال:

سفر خرّج باب ۳۰ آیت ۲۲ دونوں مذکورہ ترجموں میں یوں ہے کہ:

”خوشبودار مصالحے لینا“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے کہ:

”غالبص مشک لینا“

اور مصالحہ میں اور مشک میں بہت بڑا فرق ہے، مگر مترجمین نے عبرانی نام کی تفسیر ان معنی کے ساتھ کی جو جس کے نزدیک راجح تھا،

نویں مثال:

کتاب استثناء باب ۳۴ آیت ۵ دونوں مذکورہ ترجموں میں یوں ہے کہ:

”پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے..... وفات پائی“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں اس طرح ہے کہ:

”پھر موسیٰ نے انتقال کیا، اس جگہ جو خدا کا رسول تھا“

غور کیجئے! اگر اس قسم کے مترجمین محمدی بشارتوں میں رسول اللہ کے لفظ کو اگر کسی

۱۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجمہ میں عبرانی لفظ ”یہوداہ نسی“ لکھا ہے، جس کا ترجمہ حاشیہ پر ”یہوداہ میراجھنڈا ہی“ دیا گیا ہے، البتہ کیتھولک بائبل میں عبرانی لفظ کے بجائے اس کا یہ ترجمہ دیا ہے: ”خدا مجھے بلند کرتا ہے“ ()

۲۔ اردو ترجمہ اسی کے مطابق ہے،

۳۔ موجودہ تمام ترجمے اسی کے مطابق ہیں،

دوسرے لفظ سے بدل ڈالیں۔ قرآن سے کیا بعید ہے ؟

دسویں مثال ؛

کتاب یوشع کے باب آیت ۱۳ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۵۷ء میں یوں ہے کہ :

”کیا یہ نیکوں کی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ہے ؟“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۷ء میں ہے کہ :

”کیا یہ سفر مستقیم میں لکھا ہوا نہیں ہے ؟“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۷ء میں لفظ ”یا صار“ ابرار یا مستقیم کی جگہ موجود ہے، نیز

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں لفظ ”یا شر“ اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں لفظ

”یا شائے“، غالباً یا صار یا یا شائے، یا یا شر کتاب کے مصنف کا نام ہے، عربی مترجمین

نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کا ترجمہ ابرار یا مستقیم کے ساتھ کر ڈالا،

گیارہویں مثال ؛

کتاب یسعیاہ باب آیت ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۳۷ء میں یوں ہے کہ :

”خداوند نے مجھے فرمایا کہ ایک بڑی سختی لے، اور اس پر صاف صاف لکھ ہیر

شلال جاش بزرگے لے“

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء اس کے موافق ہے، لیکن عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۴ء میں یوں

ہے کہ :

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ میں ”آشر کی کتاب“ کا لفظ ہے،

۲۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجمے اس کے مطابق ہیں، اردو ترجمہ کے حاشیہ پر اس کا ترجمہ ان الفاظ میں

دیا گیا ہے: ”یعنی جلد لٹ شتاب غارت کر“ اور کینتھ وک بائل عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۹ء کے موافق ہے،

”اور مجھ سے خدا نے کہا کہ ایک بڑی کتاب لو اور اس میں انسانی تحریر کے طرز

پر یہ لکھو کہ بہت جلد ٹوٹ لو بہت جلد سامان چین لو“

آیت۔ اُس کا نام جلد ٹوٹ لو اور بہت جلد ٹوٹ لو رکھا۔

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۰ء میں ہے کہ :

”اور مجھ سے خدا نے کہا کہ ایک صحیح کتاب کو یعنی ایک جدید اور بڑی کتاب اور

اس میں انسانی تیز تحریر میں لکھو کہ ”مال غنیمت ٹوٹ لو“ کیونکہ وہ سلسلے ہے“

دیکھتے بیٹے کا نام ”ہر لال جاشیز“ تھا، عربی مترجمین نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق

اس کا ترجمہ کر ڈالا، جو موجب اختلاف ہوا، اس اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے

عربی ترجمہ ۱۸۸۰ء کے مترجم نے کچھ الفاظ اپنی جانب سے بڑھا دیے،

پھر بتائیے کہ اس قسم کے مترجمین اگر محمدی بشارتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ناموں میں سے کسی نام میں کمی بیشی کر ڈالیں، تو ان سے ذرا بھی بعید نہیں، کیونکہ وہ

لوگ اس قسم کی حرکات میں اپنی عادت سے مجبور ہیں،

بارہویں مثال؛

انجیل متی باب آیت ۱۴ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء و ۱۸۸۲ء میں یوں ہے کہ :

”چاہو تو مانو، ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے، طے شدہ ہے“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۶ء میں یہ ہے کہ :

”پھر اگر تم اس کو قبول کرنا چاہو تو وہ یہی ہے جس کا آئیلے شدہ ہے“

۱۔ موجودہ سب ترجمے اس کے مطابق ہیں،

غور کیجئے اس مترجم نے کس ہوشیاری سے ایما کے لفظ کو ہڈ کے ساتھ تبدیل کر دیا، ایسے لوگ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نام کو بشارت میں بدل دلائیں تو کوئی بھی ہیرت کی بات نہ ہوگی،

تیرہویں مثال؛

انجیل یوحنا باب ۱ آیت ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۶۰ء میں یوں ہے کہ :-

”جب کہ یسوع کو معلوم ہوا“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں یوں ہے کہ:

”جب خداوند کو معلوم ہوا“

ان آخری دونوں مترجموں نے لفظ یسوع کو جو عیسیٰ علیہ السلام کا نام تھا، لفظ خداوند کے ساتھ تبدیل کر دیا جو تعظیمی الفاظ میں سے ہے، پھر اس طرح یہ لوگ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو اپنی ناپاک عادت اور عناد کی وجہ سے تحقیری الفاظ کے ساتھ بدل دیں تو کیا تعجب ہو سکتا ہے؟

یہ شہادتیں صاف طور سے اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ لوگ ناموں اور اسماء کے ترجمہ کرنے اور ان کے بجائے دوسرے الفاظ استعمال کرنے میں کس قدر بیباک ہیں،

۱۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجموں میں ”خداوند“ ہی کا لفظ ہے، مگر کیتھولک بائبل میں اس کی جگہ یسوع لکھا ہے،

اصل الفاظ کی جگہ ان کے ترجمے لکھنے کی مثالیں

پہلی مثال؛

انجیل متی باب ۲۷ میں ہے کہ:

آدر (نوبت کے قریب) یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: ایل، ایل، لما
شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا: تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

اور انجیل مرقس باب ۱۵ میں ہے:

آدر (نوبت کے قریب) یسوع... بڑی آواز سے چلا یا کہ: الہی الہی لما شبقتنی؟ جس کا
ترجمہ ہلے میرے خدا: اے میرے خدا: تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

اس میں الفاظ ای ای ای لما ذاکر کتنی انجیل متی میں اور اسی طرح الفاظ جس کا ترجمہ ہے،
تے میرے خدا: تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ انجیل مرقس میں، یقیناً اس شخص کے نہیں
ہو سکتے جو سولی دیا گیا، بلکہ اس کے کلام میں شامل کئے گئے ہیں،

دوسری مثال؛

انجیل مرقس باب آیت ۷۱ میں ہے کہ:

جن کا نام بوا زگس یعنی گرج کے بیٹے رکھا۔

اس میں لفظ "گرج کے بیٹے" عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نہیں، بلکہ الحاقی ہے،

تیسری مثال؛

انجیل مرقس باب آیت ۴۱ میں یوں ہے کہ اس سے کہا:

لے پیاں ہو جو وہاں در ترجمہ میں اور مرقس کے آئندہ حوالے میں تو سین کی عبارت کی جگہ تیسرے پہر کا لفظ ہے

”تلمیذ قوی: جس کا ترجمہ ہے اسے لڑکی میں کچھ سے کتابوں آٹھ“

یہ تفسیر ضرور الحاقی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نہیں ہے۔

چوتھی مثال؛

انجیل مرقس باب آیت ۲۴ ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے کہ:

”اور آسمان کی طرف دیکھا اور آہ کی، اور کہا افشا، یعنی کھل جا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے کہ:

”اور آسمان کی طرف دیکھا اور چلایا اور کہا افشا، وہ جس کے معنی الفتح کے ہیں۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ ہے کہ:

”آسمان کی طرف نظر کر کے ایک آہ بھری، اور اس سے کہا: افح یعنی کھل جا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں یوں ہے کہ:

”اور بگھلا اٹھائی آسمان کی جانب، اور ردیا اور اس سے کہا کہ افشا یعنی کھل جا۔“

اس عبارت سے اگرچہ صحیح طور پر عبرانی لفظ کا پتہ نہیں چلتا، کہ وہ افشا ہے یا افشیا الفتح کیونکہ تراجم مختلف ہیں، اور منشاء اختلاف کا اصل لفظ کا صحیح نہ ہونا ہے، مگر یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی کہ لفظ اسی الفتح یا الذی ہوا الفتح، یہ ضرور الحاقی ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا میرحال جزو ہرگز نہیں ہے،

یہ چاروں سخی اقوال جو مثال اول سے یہاں تک ہم نے نقل کئے ہیں، اس امر

پر بخوبی دلالت کر رہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام عبرانی زبان ہی میں کلام کیا کرتے تھے،

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ اس کے مطابق ہے،

جوان کی اپنی قومی زبان تھی، نہ کہ یونانی زبان میں، اور یہ چیز متسین عقل و قیاس بھی ہے، کیونکہ آپ عبرانی ہیں، عبرانیہ کے بیٹے ہیں، پرورش اور نشوونما بھی آپ کی اپنی قوم عبرانیوں میں ہوئی، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان انجیلوں میں اُن کے اقوال کو یونانی زبان میں نقل کرنا نقل بالمعنی کے طور پر ہے، اور یہ بات علاوہ اس کے کہ ان کے اقوال آحاد کی روایت سے منقول ہیں ایک امر زائد ہے،

پانچویں مثال؛

انجیل یوحنا باب آیت ۳۸ میں یوں ہے کہ:

”انھوں نے اس سے کہلے رہی: (یعنی اے استاد!)“

اس میں ”یعنی اے استاد“ کے الفاظ یقیناً الحاقی ہیں اور دونوں کلام ہرگز نہیں ہر،

چھٹی مثال؛

باب مذکور کی آیت ۴۱ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں کہا گیا ہے کہ:

”ہم نے مسیح کو جس کے معنی مسیح ہیں پایا۔“

اور ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے کہ: ”ہم نے مسیح کو جس کا ترجمہ کر سٹوس ہے پایا۔“ اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۴ء فارسی ترجمہ کے مطابق ہے، لہذا دونوں ترجموں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو لفظ اندادوس نے کہا تھا وہ مسیح ہے، اور مسیح اس کا ترجمہ ہے، اس کے برعکس فارسی اور اردو ترجموں کے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصل لفظ مسیح ہے اور کہ سٹوس اس کا ترجمہ ہے اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۳۹ء سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ خریستس ہے، اور مسیح اس کا

۱۷ ”مسیح“ کہ ترجمہ ای کر سٹوس می باشد یافتیم۔

۱۸ موجودہ اردو ترجمہ میں اس کے برعکس عبارت یہ ہے: ”ہم کو خریستس یعنی مسیح مل گیا۔“

ترجمہ ہے، فرض اُن کے کلام سے یہ چیز نہیں معلوم ہوتی کہ اصل لفظ کونسا ہے، اسی ہی،
یا سح یا خر سس، ان الفاظ کے معنی خواہ ایک ہی ہوں، مگر بلاشبہ اندرا س نے جو
کہا ہے، وہ بھی یقیناً تینوں میں سے ایک ہے،

اصول تو یہی ہے کہ جب کوئی لفظ مع اپنی تفسیر کے ذکر کیا جائے، تو ضروری
ہے کہ پہلے اصل لفظ کو ذکر کیا جائے، پھر اس کی تفسیر، لیکن ہم اس سے قطع نظر
کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تفسیر مشکوک کوئی سی بھی ہو، بہر حال وہ الحاقی ہی اندرا س
کے کلام کا جزو نہیں ہے،

ساتویں مثال؛

اجیل یوحنا باب آیت ۴۲ میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول پطرس حواری کے حق
میں ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے کہ:

”تجھ کو پطرس کے نام سے پکارا جائیگا، جس کے معنی پتھر ہیں“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے کہ:

”تیرا نام صفا رکھا جائے گا جس کی تفسیر پطرس ہے“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے کہ:

”تجھ کو کیفاس کے نام سے جس کا ترجمہ پتھر ہے لوگ پکاریں گے“

اللہ پتھر پر سائے ان کی تختیں اور قیام پر کہ اُن کے کلام سے یہ بات صاف نہیں ہوتی
... کہ اصل لفظ کیا ہے؟ اور تفسیر کیا؟ مگر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ ان تینوں کے برخلاف یوں ہے: ”تو کیفا یعنی پطرس... کہلائے گا“

یہ تفسیر ہر صورت میں علیہ السلام کا کلام نہیں ہے، بلکہ الحاقی ہے، اور جب کہ ان کی تحقیق اور ترجموں کا حال اپنے معبود... اور اس کے خلیفہ کے لقب میں یہ ہے، پھر کیونکر ان سے ہم توقع کر سکتے ہیں کہ وہ محمد یا احمد کے لفظ یا آپ کے کسی لقب کو صحیح سالم باقی رکھیں گے؟
آٹھویں مثال؛

انجیل یوحنا باب آیت ۲ میں ایک حوض کا تذکرہ کرتے ہوئے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں ہے کہ:

”عبرانی میں بیت صیدا نام ہے“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۶ء میں یوں ہے:

”عبرانی میں بیت حسد کہلاتا ہے“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۸ء میں یہ ہے کہ:

”عبرانی زبان میں بیت حسد کہا جاتا ہے، یعنی رحمت کا گھر۔“

دیکھئے الفاظ صیدا و حسدا اور حسدا میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اگرچہ اس کا منشا میسائیوں کی آسمانی کتابوں میں تصحیح کرنا ہے، مگر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخری مترجم نے اپنی جانب سے اس کلام میں تفسیر کا اضافہ کر دیا، جو ان کے نزدیک اللہ کا کلام ہے، اب اگر یہ لوگ محمدی بشارتوں میں بھی تفسیر کے طور پر کوئی چیز بڑھادیں تو ان سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ اسی کے مطابق ہے،

نویں مثال؛

کتاب الاعمال باب نمبر ۹ آیت نمبر ۳ میں یوں ہے کہ:

”اور یافا میں ایک شاگرد تبتا نام جس کا ترجمہ ہرنی ہے۔“

دسویں مثال؛

کتاب الاعمال باب ۱۳، آیت ۸ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ہے کہ:

”مگر ایسا جادو کرنے (کیونکہ اس کے نام کا ترجمہ ہے) اُن کی مخالفت کی۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۱ء میں ہے کہ:-

”پھر ان دونوں کا مقابلہ علیم جادو کرنے کیا، کیونکہ اس کے نام کا ترجمہ اسی طرح ہے“

اور دو کے بعض ترجموں میں الماس یا المار پایا جاتا ہے، ہمارا کہنا یہ ہے کہ اس کے نام کا

ترجمہ محض الحاتی ہے،

گیارہویں مثال؛

ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء اور ۱۸۴۲ء کے مطابق کرتھیوں کے نام پہلے خط کے

اخیر میں ہے:

”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا ملعون ہو، مارنا تات۔“

۱۵ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہاں ملعون کے بجائے محروم کا لفظ ہے ۱۶ از مصنف

۱۷ ”مارنا تات“ (یونانی اور لاطینی زبان میں اس لفظ کا

ترجمہ ہے ”خدا آنے والا ہے“ آراءے ناکس لکھتا ہے کہ یہ جملہ پہلے زمانے کے عیسائیوں میں ایک نعرہ کے

طور پر استعمال ہوتا تھا، اور کثیر شکر ایک دوسرے سے ملنے کے وقت یہ نعرہ بولا کرتے تھے، چنانچہ

فلپیوں ۴: ۵ اور یعقوب ۸: ۵ میں بھی یہ جملہ استعمال ہوا ہے، (دیکھئے تفسیر عہد نامہ جدید از آکس

س ۱، ۳، ۱، جلد ۲) گویا یہ جملہ ایسا ہی تھا جیسے ”مسلمان“ ”سبحان اللہ“ وغیرہ استعمال کرتے ہیں،

(بانی آئندہ صفحہ)

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں ہے :

”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا وہ اناٹا ہوا، مارناٹا

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں ہے :

”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا وہ مجرم ہو، مارناٹا، یعنی خداوند آگیا۔“

اصل لفظ کی صحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ آخری مترجم نے اپنی طرف سے تفسیر کا اضافہ کر دیا اور کہا ”یعنی خداوند آگیا۔“

مذکورہ بالا نام شواہد تفسیر کے تھے، لہذا ہمارے گزشتہ بیان سے ثابت ہو گیا کہ اعلام و اسماء اور ناموں کا ترجمہ کر دینا یا ان کو دوسرے الفاظ میں تبدیل کر دینا یا اپنی جانب سے تفسیروں کا الحاق، یہ ان کے اہل پچھلوں سب کی جلی خصلت ہے۔ یہ کوئی بعید نہیں کہ ایسے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے کسی نام کا ترجمہ کر ڈالیں، یا کسی دوسرے لفظ سے بدل دیں، یا تفسیر کے طور پر بڑھادیں، یا بغیر تفسیری کوئی چیز ایسی بڑھادیں جس کی موجودگی میں بظاہر استدلال کرنے میں غلطی اور کمند ٹست پڑ جائے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) چنانچہ بعض مترجمین نے تو اس جملے کو جوں کا توں رکھ دیا، اور بعض نے اس کا ترجمہ کر ڈالا،
 ۱۷ ”اناٹا“ (یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ”ملعون“ اور ”محقق غدا“ کے آتے ہیں، راکسفورڈ بائبل کننگارڈنس ص ۱۱) یہاں مترجم نے یہ لفظ جوں کا توں رکھ دیا ہے، اور دوسروں نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

۱۸ قدیم انگریزی ترجمہ اسی کے مطابق ہے،

۱۹ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت ان تینوں کے برخلاف یوں ہے: ”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا ملعون ہو۔ ہمارا خداوند آنے والا ہے“ (۱۔ کرنتھیوں ۱۶: ۲۲)

اور ظاہر بات ہو کہ یہ تحریف و ترمیم کا اہتمام عیسائیوں نے جس قدر مسلمانوں کے خلاف کیا ہے وہ خود اپنے مخالف فرقوں کے خلاف تحریف کے اہتمام سے کہیں زیادہ ہو، اور آپ دوسرے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے مخالف فرقوں کے مقابلہ میں کتب مقدسہ کی تحریف میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، چنانچہ ہورن کہتا ہے :-

”یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ بعض جانی بوجہی تحریفات کا ارتکاب ان لوگوں نے کیا ہے جو اہل دینیت اور دیندار کہلاتے ہیں، پھر ان کے بعد یہ تحریضیں اس لئے قبول کرنی گئیں تاکہ ان کے ذریعہ کسی مسلم اور مقبول مام مسئلہ کی تائید کی جاسکے یا اس پر واقع ہونے والا کوئی اعتراض دور کیا جاسکے، مثلاً انجیل لوقا کے باب ۲۲ کی آیت ۴۳ قصداً حذف کر دی گئی، کیونکہ بعض مذاہب کو خیال ہوا کہ فرشتہ کا

۱۵۔ میں یہ بات ثابت ہے کہ عیسائیوں نے خود اپنے بعض فرقوں کا رد کرنے کے لئے بائبل میں تحریضیں کی ہیں تو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تو اس قسم کی تحریضیں یقیناً زیادہ کی گئی ہوں گی، دیکھتے صفحہ ۵۱، جلد دوم،

۱۶۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ گر قمار ہونے سے ایک رات پہلے نہایت پریشانی کے عالم میں جبل زیتون پر تشریف لے گئے، اور چونکہ آپ پریشان تھے، اس لئے ایک فرشتہ آپ کو تقویت اور تسلی دیتا تھا، عیسائیوں کے جو فرقے حضرت مسیحؑ کو خدا نہیں مانتے تھے، وہ اس آیت استدلال کر کے یہ کہتے تھے کہ اگر مسیح علیہ السلام خدا ہوتے تو نہ آپ پریشان ہوتے اور نہ کوئی فرشتہ آپ کو تسلی دیتا، اس کے برخلاف جو فرقے حضرت مسیحؑ کو خدا مانتے تھے انہوں نے اس دلیل کا کوئی جواب پا کر اس آیت کو سرے سے حذت ہی کر دیا، اور عرصہ دراز تک یہ آیت بائبل کے نسخوں سے خارج رہی، بعد میں اسے پھر داخل کر لیا گیا، اپنے باطل نظریات کو منوانے کے لئے اس آیت کے ساتھ جو کمیل کیا گیا اس کی داستان تاخرین میں سے بائبل کے مفسر آراءے ناگس نے خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ ہم یہاں اس کے الفاظ جوں کے توں نقل کر رہے ہیں : (باقی صفحہ آئندہ)

خدا کو تقویت دینا خدا کی خدائی کے مافی ہے، اسی طرح انجیل متی باب اول آیت ۱۸

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

"On the genuineness of these two verses our authorities are much divided; before the end of the fourth century, on the testimony of St. Hilary and St. Jerome, there were manuscripts in circulation which omitted them. The probability is that they were omitted in some early copies as being of doubtful theological tendency; the idea that our Lord could show weakness to such an extreme degree, or need the consolation of an angel seemed to play into the hands of these heretics who denied His Divinity. In such cases an omission is always more likely than an insertion. It is difficult to imagine an orthodox copyist having... the skill to write it exactly in the style and vocabulary of Luke." (Italiks mine). (commentary P. 187 V. 1)

یعنی "ان دو آیتوں کی اصلیت کے بارے میں بہت سے مستند ماخذ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے سینٹ ہیری اور سینٹ جیروم کی شہادت کے مطابق چوتھی صدی کے خاتمے سے پہلے بائبل کے ایسے نسخے رائج تھے جن میں یہ آیتیں حذف کر دی گئی تھیں، یہ بات قرین قیاس ہے کہ انھیں اس لئے حذف کیا گیا ہوگا کہ یہ دو آیتیں کچھ مشکوک قسم کا مذہبی رجحان رکھتی ہیں، یہ خیال کہ "ہمارا خداوند اس قدر انتہائی درجہ کی کمزوری دکھا سکتا ہے، یا اسے کسی فرشتہ کی تسلی کی ضرورت ہو سکتی ہے" اس نظریے کے بارے میں یہ سمجھا گیا کہ یہ ان بدعتی مسروقوں کے ہاتھوں پڑ سکتا ہے، جو ہمارے خداوند کی خدائی کے منکر ہیں، اور اس قسم کی صور قوں میں کسی آیت کا حذف کر دینا زیادہ آسان ہوتا ہے، یہ نسبت اس کے کہ کوئی آیت بڑھائی جائے، اس لئے کہ یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ ایک پرانے زمانے کا کاتب اتنی مہارت رکھتا ہوگا کہ وہ لوقا کی زبان اور اس کے اسلوب تحریر میں کچھ لکھ سکے" (تفسیر عہد نامہ جدید، ص ۱۸۷ ج ۱)

سے "ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے" کا لفظ حذف کر دیا گیا، نیز اس باب کی آیت ۲۵ سے "پہلا بیٹا" کا لفظ مٹا دیا گیا، تاکہ مریم کی دائمی بکارت پر کوئی حرف نہ آوے اور کریموں کے نام پہلے خطا کے باب ۵ آیت ۵ میں "بان" کے بجائے "گیارہ" کا لفظ لکھ دیا گیا، تاکہ پولس پر جھوٹ کا الزام نہ لگ سکے، کیونکہ یہود اور مسیحیوں

(بقیہ ماضیہ صفحہ گذشتہ) دیکھئے: اس عبارت میں یہ مفتر جو اکثر مقامات پر بائبل کی غلطیوں کی تاویل میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تاہی، یہاں واضح الفاظ میں اس بات کا اعتراف کر رہا ہے، کہ محض اپنے نظریے کو ایک مخالف فرقے کے اعتراض سے بچانے کے لئے اس عبارت کو بائبل سے حذف کر دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی آخری جملوں میں اس نے وضاحت کے ساتھ یہ بات بھی بتلا دی کہ اگر تعریف کرنے والے کا تب کے لئے ممکن ہو تا تو وہ یہاں اپنی طرف سے کوئی جملہ بڑھانے میں بھی دریغ نہ کرتا، لیکن مشکل پیش آگئی کہ اس بچاے میں اتنی صلاحیت نہ تھی کہ وہ لوقا جیسی زبان اور اس کا جیسا اسلوب تحریر اختیار کر سکتا، اس لئے اس نے کوئی عبارت بڑھانے کے بجائے اس آیت کو حذف کر دینے ہی میں عافیت سمجھی۔ اب خدا را غور فرمائیے کہ جس کتاب کے ساتھ اس قسم کی ستم ظریفیاں محض فرقہ دارانہ اختلافات میں اپنی رائے منوانے کے لئے روا رکھی گئی ہوں اس میں ایک غیر مذہب کے دلائل کو توڑنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا؟ اور کیا ایسی کتاب پر دین و مذہب جیسے اہم معاملے میں کوئی اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

(حاشیہ صفحہ ۱۵) اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یوسف بخانے جب حضرت مریم کو حاملہ پایا تو انہیں اپنے گھر لے آئے اور "اس کو نہ جانا جب تک اس کے (پہلا) بیٹا نہ ہوا" اس عبارت میں "پہلا" کا لفظ یہ بتلا رہا ہے کہ حضرت مریم سے حضرت یسوع کے بعد دوسرے بیٹے بھی ہوتے ہیں، لہذا اس سے اس عیسائی نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ حضرت مریم ہمیشہ باکرہ رہی ہیں، اور حضرت عیسیٰ کے بعد بھی ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، اس لئے اس عبارت میں سے "پہلا" کا لفظ سرے سے اڑا دیا گیا، چنانچہ مروجہ اردو ترجمہ میں یہ لفظ نہیں ہے، جب کہ انگریزی ترجمہ میں اب تک firstborn کا لفظ مروج ہے، (دیکھئے کنگ جیمز ورژن مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

پہلے مرجھا تھا، اسی طرح انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۳۲ میں بعض الفاظ چھوڑ دیے گئے۔
 اور یہ الفاظ بعض مرشدین نے بھی اس خیال سے چھوڑ دیے کہ ان سے فرقہ ایرین
 کی تائید ہوگی، نیز انجیل لوقا باب اول آیت ۳۵ کی سریانی، فارسی، عربی اور ایٹھوپیائی غیر ترجموں
 میں اور بہت مرشدوں کی عبارتوں میں بعض الفاظ بڑھادیے گئے، تاکہ فرقہ یوئی کیس کا مقابلہ
 کیا جاسکے جو حضرت عیسیٰؑ میں دو صفیں ملنے سے کرتا تھا۔

غور فرمائیے کہ جب ہندو طبقوں کی یہ کیفیت ہو تو بیدینوں کا کیا حال ہوگا؟ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ
 تخریب قصدی خواہ تبدیل کی صورت میں ہو یا کسی زیادتی کی شکل میں، یہ تو تمام عیسائیوں کی عادت
 ثانیہ ہے، اس لئے بعض وہ پیشینگوئیاں اور خبریں جو متقدمین علماء اسلام نے جیسے امام قرطبیؒ

۱۱۵ اس عبارت میں پولس حضرت مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ،
 آس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیا (۱ کر ۱۵: ۵) یعنی بارہ حواریوں کو نظر آئے، حالانکہ اس وقت بارہ میں
 سے ایک یعنی یہوداہ اسکر یوٹی مرجھا تھا (دیکھئے متی ۵۱: ۲) چونکہ اس سے لازم آتا تھا کہ پولس نے ایک
 غلط بت کہی، اس لئے یہاں بارہ کے بجائے گیارہ کا لفظ لکھ دیا گیا چنانچہ کیتھولک بائبل میں یہاں
 eleven یعنی گیارہ کا لفظ لکھا ہوا ہے، اگرچہ باقی تمام ترجموں میں لفظ بارہ لکھا ہے،
 موجود ہے،

۱۱۶ اس آیت میں حضرت مسیح کا قیامت کے بارے میں یہ ارشاد مذکور ہے کہ: "آس گھڑی کی بابت کوئی
 نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا، مگر آپ" اس سے لازم آتا ہے کہ بیٹا باپ کی طرح خدا نہ ہو،
 چنانچہ فرقہ ایرین حضرت مسیح کے خدا نہ ہونے پر اس سے استدلال کرتا تھا، اس لئے بعض لوگوں نے یہاں
 نہ بیٹا کے لفظ کو اڑا دیا، تاکہ یہ اعتراض نہ ہو سکے، — بلکہ بعض عیسائی علماء کا کہنا تو یہ ہے کہ
 یہ لفظ متی ۳۰: ۲۵ میں بھی موجود تھا، اور کسی نے وہاں کبھی اسے اس وجہ سے حذف کر دیا (دیکھئے تفسیر
 محمدنامہ جدید از ناکس ص ۵۰ جلد ۱)

۱۱۷ دیکھئے تفسیر محمدنامہ جدید، از ناکس ص ۱۲۰ جلد اول

وغیرہ بیان کئے ہیں مگر وہ ان کے بعض الفاظ مشہور زمانہ تراجم کے موافق نہیں ہیں، اس کی بڑی وجہ غالباً یہی تخریف و تغیر ہے، کیونکہ ان علماء اسلام نے وہ شارحین عربی ترجمہ سے نقل کی ہیں جو ان کے عہد میں رائج تھا، اور بعد میں اس ترجمہ میں حذف و اضافہ تغیر و تبدل کر دیا گیا، ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب ترجموں کا باہمی اختلاف بھی ہو لیکن پہلی وجہ قرین صواب ہے، کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ تخریف کی مذموم عادت ان کے تراجم اور رسالوں میں آج بھی جاری ہے، میزان الحق کو یہی ملاحظہ کر لیجئے کہ اس کے تین نسخے ہیں، پہلا نسخہ قدیم ہے، جس کا ارد صاحب تفسیر نے لکھا، جب اس کا علم مصنف میزان الحق کو ہوا تو اس نے فوراً قدیم نسخہ کی اصلاح کر لی، اور بعض مقامات پر اضافہ اور بعض میں کچھ حذف، اور کہیں پر تبدیلی کا عمل کیا، پھر یہ اصلاح شدہ نسخہ طبع ہو گیا، جس میں استفسار کا جواب بھی شامل ہے، اس دوسرے نسخہ کا ہم نے معتدل اعوجاج میزان کے نام سے رد لکھا، اور اس میں ان تمام مقامات کی ہم نے نشان دہی کی جہاں جدید نسخہ قدیم نسخہ کے خلاف تھا، اگرچہ میری یہ کتاب بعض موانع کی وجہ سے ہندوستان میں ابھی تک طبع نہ ہو سکی، مگر ایک دوست نے حل الاشکال کا رد استیشار کے نام سے لکھا ہے، جو نہ صرف شائع ہو چکا ہے بلکہ ہندوستان میں اس نے کافی شہرت اور مقبولیت حاصل کی، مزہ کی بات یہ ہے کہ جبہ وقت رد چھپا اور شائع ہو کر جگہ جگہ مشہور ہو رہا تھا، اس وقت مصنف میزان الحق خود ہندوستان میں موجود تھے،

اس کی طباعت کو بھی دس سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، لیکن آج تک مؤلف میزان الحق کو اس کے جواب میں ایک حرف لکھنے کی جرأت نہیں ہو سکی، مجھ کو بعض معتبر لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ مؤلف میزان الحق

نے تیسری مرتبہ اپنی کتاب میں اصلاح کر ڈالی، اور ترکی میں اس کو طبع کرایا،

اس تیسرے نسخہ میں مصنف نے جہاں جہاں تغیر ضروری تھا اصلاح جیسے باب اول کی دوسری فصل کی ابتداء میں، اسی طرح دوسرے مقامات پر، اب جس شخص نے محض استفسار کا مطالعہ کیا ہو اور میزان الحق کا قدیم نسخہ اس کی نظر سے نہ گذرا ہو، بلکہ صرف دوسرا یا تیسرا نسخہ اس کے پیش نظر ہو، اور وہ مصنف استفسار کے بیان کردہ نقل کی تصحیح جو میزان الحق کے کلام سے متعلق ہے ان دونوں نسخوں سے کرنا چاہے تو بعض مقامات پر وہ اس نقل کو ان دونوں نسخوں کے مطابق نہیں پائے گا،

اسی طرح اگر کوئی محض اعوجاج میزان کو دیکھے، اور اتفاق سے اس کی نظر سے میزان کا پہلا اور دوسرا نسخہ نہ گذرا ہو، بلکہ اس نے صرف تیسرا نسخہ مطبوعہ ترکیہ مطالعہ کیا ہو، اور وہ اس نقل کی تصحیح مطبوعہ ترکیہ سے کرنا چاہے، تو یقیناً بعض جگہوں پر نقل کو اس نسخہ کے مطابق نہ پائے گا، اب اگر اس کو عیسائیوں کی اس عادت کا علم نہیں ہو کہ وہ اصل میں تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں، تو وہ ضرور گمان کرے گا کہ رد کرنے والے ناقل نے نقل کرنے میں غلطی کی ہے، حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ یہ نتیجہ ہے اس شخص کی تحریف و تغیر کا جس کے کلام کا رد کیا گیا ہو اور یہ کہ ناقل اپنی نقل میں سچا ہے، غرض کہنا یہ ہو کہ یہ تحریف اور تغیر و تبدل

کا سلسلہ اُن کے ترجموں اور کتابوں رسالوں میں آج تک چلا آ رہا ہے،

پولس ہمارے نزدیک معتبر شخص نہیں | آٹھویں بات یہ ہے کہ پولس عیسائیوں کے
آٹھویں بات نزدیک حواری کے رتبہ اور درجہ کا شخص ہے

مگر ہمارے نزدیک نہ تو وہ مقبول ہے نہ ہم اس کو سچا عیسائی مان سکتے ہیں، اس کے برعکس وہ ہمارے خیال میں پکا منافق، اعلیٰ درجہ کا جھوٹا، اور جھوٹ کی تعلیم و تلقین کرنے والا اور اُن فریب کاروں اور غداروں میں سے ہے جو مسیح کے عروج آسمانی کے بعد بڑی کثرت سے برساتی کیزوں کی طرح نمایاں ہو گئے تھے، جیسا کہ نمبر ۷ کے ذیل میں معلوم ہو چکا، یہی وہ شخص ہے جس نے مسیحی مذہب کا بیڑا غرق کیا، اور اس کے ملنے والوں کے لئے حرام چیزوں کو حلال بنا ڈالا،

یہ شخص شروع شروع میں اول طبقہ کے عیسائیوں کو کھلم کھلا اذیتیں و تکلیفیں پہنچا رہا، مگر جب اس نے محسوس کیا کہ علانیہ ایذا رسانی سے اپنی توقع کے مطابق خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ سکے گا تو وہ منافقانہ طور پر اس مذہب میں داخل ہو گیا، اور مسیح کے نائب اور رسول ہونے کا مدعی بن گیا، ساتھ ہی زہد و اتقار کی کافی سناس کی، غرض اس پر وہ میں اس نے کچھ کیا جو ردش ہے، عیسائیوں میں یہ شخص اپنے ظاہری زہد و اتقار کی وجہ سے مقبولیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، نیز اس سبب سے بھی کہ اس نے عیسائیوں کو تمام تکالیف شرعیہ سے بے نیاز اور سبکدوش کر دیا تھا، جس طرح قرن ثانی کے بہت سے عیسائیوں میں "منتش" نامی شخص نے اپنے زاہد و ریاضت گزار ہونے کی وجہ سے قبولیت حاصل کر لی تھی، اور پھر دعویٰ کر بیٹھا کہ میں ہی "فارقلیط موعود" ہوں، عیسائیوں نے اس کے زہد و ریاضت

۱۵ یعنی شریعت کے تمام احکام فسخ کر دیئے تھے، (دیکھئے کتاب اعمال ۱۵: ۲۸، ۲۹)

کی بنا پر سچا مان لیا، جیسا کہ بشارت نمبر ۱۸ میں آنے والا ہے،
محققین علماء اسلام نے اگلے ہوں یا پچھلے غرض سب ہی نے اس کو رد کیا ہے،
امام قسطلی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں مسئلہ صوم کی بحث میں بعض پادریوں کو جواب
دیتے ہوئے اس پولس کے حق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص یعنی پولس ہی وہ ذات شریف ہے جس نے تمہارے دین کو برآ
اور تمہاری عقلوں کو اندھا کر دیا، یہی وہ شخص ہے جس نے مسیح دین سچی کو بدل ڈالا،
جس کے حق میں نہ تم نے کوئی خبر سنی ہے اور نہ کوئی نشان ملتا ہے، اس شخص نے
تم کو تمہارے قبلہ سے منحرف کیا، اور ہر وہ چیز جو مذہب میں حرام تھی اس کو جلال
کر ڈالا، اس لئے اس کے احکام تمہارے یہاں بے شمار رائج ہو گئے۔

اسی طرح مصنف تجلیل من حرف الانجیل نے اپنی کتاب کے باب میں عیسائیوں کے
مذہب بیان کرتے ہوئے اس پولس کے حق میں یوں فرمایا ہے:

”اس پولس نے بڑی لطیف تدبیر اور مکاری سے عیسائیوں کے دین کو ملیا میٹ کر ڈالا
کیونکہ اس نے دیکھا کہ عیسائیوں کی عقلیں اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ جو بات بھی اُن کے
سامنے پیش کی جائے وہ بڑی آسانی سے اس کو قبول کر لیتے ہیں، اس غیبیٹ نے
توریت کے تمام آثار و نشانات کو مٹا دیا۔“

ہمارے دوسرے علماء بھی یہی فرماتے ہیں، ان حالات میں ہمارے نزدیک اسکی
بات قطعی مردود اور ناقابل قبول ہے، اور اس کے خطوط جو جدید میں موجود ہیں سب
سب واجب الزد ہیں، ہم اس کی بات پھوٹی کوڑھی عجز بھی خریدنے کے لئے تیار نہیں
اس لئے ہم اس مسلک میں اس کی کوئی بات نقل نہیں کریں گے، نہ اس کا کوئی قول

ہائے مقابلہ میں حجت ہو سکتا ہے،

اب جب آپ مذکورہ بالا آٹھ باتوں کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں، تو یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ جو بشارتیں اور پیشینگوئیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واقع ہوئی ہیں ان میں سے بیشتر آج تک باوجودیکہ ان کتابوں میں بے شمار تحریف ہو چکی ہو موجود ہیں، اور جن شخص کو جاننے والے پیغمبر کی پیشینگوئی اور بشارت کا طریقہ آنے والے پیغمبر کی نسبت معلوم ہو چکا ہے، پھر یہ شخص انصاف کی نگاہ سے ان بشارتوں کو دیکھے، اوطان کا مقابلہ ان بشارتوں سے کرے جن کو انجیل والوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نقل کیا ہے، اور جن میں سے کچھ نمبر میں آپ کو معلوم ہو چکی ہیں، وہ ضرور یہ اعتراف اور یقین کرنے پر مجبور ہو گا کہ محمدی بشارتیں بہت قوی اور مضبوط ہیں، ہم اس مسلک میں علماء پر ڈسٹنٹ کی معتبر کتابوں سے صرف ۱۸ بشارتیں ذکر کرتے ہیں۔

حضور کی تشریف آوری کی پہلی پیشینگوئی

کتاب استنار باب ۱۸ آیت ۱۷ میں ہے:-

”اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں اُن کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک بندہ بنا کر دوں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا، اور جو کوئی میرا ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ مئے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا، لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس سے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، یا اور مجھ کو دل کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جاتے، اور اگر تو

لپٹے دل میں کہے کہ جیات خداوند نے نہیں کی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان
یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے، اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقعہ یا
چہرہ نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے بات خود گستاخ بنکر
کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا۔ (آیات، ۲۲ تا ۲۴)

یہ بشارت نہ یوحنا کی بشارت ہے جیسا کہ آجکل کے علماء یہود کا خیال ہے، اور نہ
عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے جیسا کہ علماء پروٹسٹنٹ کا دعویٰ ہے، بلکہ یہ دس وجوہ
کی بناء پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے،
پہلی دلیل؛

ناظرین کو نمبر ۱ سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے
ہمعصر تھے، وہ ایک دوسرے نبی کے منتظر تھے جس کی اس باب میں بشارت دی گئی
تھی، ان کے نزدیک یہ شخص جس کی بشارت دی گئی عیسیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا ہی تھا، لہذا
نبی جس کی بشارت دی گئی تھی یوحنا ہو سکتے ہیں، اور نہ عیسیٰ ہو سکتے ہیں،
دوسری دلیل؛

اس بشارت میں لفظ تیری مانند واقع ہوا ہے، اور یوحنا اور عیسیٰ علیہ السلام پر
یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام جیسے ہوں، اول تو اس لئے کہ یہ دونوں

۱۔ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۳۶۱ ج ۱، حذا، اور اس کا حاشیہ۔

۲۔ منسوخین بائبل متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ علماء یہود نزول مسیح کے وقت حضرت مسیح کے
علاوہ جس نبی کے منتظر تھے وہ وہی نبی تھا جس کی بشارت مسند ۱، ص ۱۱۸ میں دی گئی ہے، مثلاً
دیکھئے، ناکس کی تفسیر، ص ۹۹، جلد اول۔

بزرگ اسرائیلی ہیں، اور یہ بات غیر ممکن ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ جیسا کوئی دوسرا پیدا ہو سکے جیسا کہ سفر استقنا۔ باب ۳۲ کی مندرجہ ذیل آیت ۱۰ اس پر دلالت کر رہی ہے کہ:

”بنی اسرائیل میں کوئی بنی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے رو رو باتیں کیں،

نہیں اٹھا۔“

اب اگر کوئی شخص موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں ان جیسا پیدا ہو جائے تو اس قول کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا،

دوسرے اس لئے کہ موسیٰ اور یوشع میں کوئی بھی مماثلت موجود نہیں ہے، کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام صاحب کتاب اور ایسی نئی شریعت رکھتے ہیں جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہے، اس کے برعکس یوشع ایسے نہیں ہیں، بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے،

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کامل طور پر مماثلت نہیں پائی جاتی، کیونکہ عیسیٰ عیسائی نظریہ کے مطابق خدا اور رب ہیں، اور موسیٰ ان کے مہمن ایک بندے ہیں، اسی طرح عیسائی مسلک کے مطابق عیسیٰ مخلوق کی شفاعت کی بناء پر ملعون ہو چکے ہیں جیسا کہ پولس نے گلیٹیوں کے نام خط کے باب نمبر میں تصریح کی ہے، اور موسیٰ ملعون نہیں ہوتے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام اپنے مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوئے، جیسا کہ عیسائیوں کے عقائد میں اس کی تصریح ہے، بخلاف موسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ جہنم میں داخل نہیں ہے، اسی طرح مسیح کو عیسائی خیال کے مطابق سولی دی گئی تھی تاکہ وہ اپنی انت کے لئے کفارہ بن جائیں، اور موسیٰ علیہ السلام کو اپنی امت کے کفارہ کے مور پر سولی

لے کر ”مسیح“ کے لئے لٹائی بنا، اس نے یہی مول لیکر شریعت کی لعنت چھڑایا (گلیٹیوں ۳: ۱۳)

۱۵ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۳۹۰ جلد دوم .

نہیں دی گئی، نیز موسیٰ علیہ السلام کی شریعت محدود تعزیرات اور غسل و طہارت کے احکام نیز کھانی اور پنی جلنے والی حریم چیزوں پر مشتمل ہے، اس کے برعکس عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت اس قسم کے احکام سے خالی ہے جس کی شہاد موجودہ مروجہ تہذیبیں کہیں بھی اس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں نہیں اور مطاع تھوپے احکام اپنی قوم اور امت پر پوری قوتا سے جاری کرتے تھے، اس کے برعکس عیسیٰ علیہ السلام حق و صحت کو نہیں بگاڑتے تیسری دلیل؛

اس بشارت میں لفظ "ابنی" کے بھائیوں میں سے "واقع ہوئے" بلاشبہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان حاضر اور موجود تھے، اب اگر اس بشارت کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیلی ہو گا تو پھر یہ کہنا مناسب تھا کہ "ان ہی میں سے" نہ یہ کہ "ان کے بھائیوں میں سے" اس لفظ کا حقیقی استعمال یہی ہو سکتا ہے کہ اس بشارت والے بنی کا کوئی تعلق اور رشتہ صلیبی یا بطنی بنی اسرائیل کے ساتھ نہ ہو، چنانچہ حضرت ہاجرہؑ کے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے بارے میں جو وعدہ کیا گیا تھا اس میں یہ لفظ اپنے اسی حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے، کتاب پیدائش باب آیت ۱۲ میں ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۲۲۲ھ کے مطابق اس طرح ہے:

"اور اپنے سب بھائیوں کے سامنے (مضارب) نصب کرے گا۔"

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۲۸۱ھ میں ہے:

"وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے برابر ہے گا۔"

یہ کیونکہ ان کے چند متبعین کے سوا دوسرے لوگ ان کی اطاعت نہیں کرتے تھے،

۱۲۔ یہ لفظ انہار الحق میں اسی طرح نقل کیا گیا ہے: "قبالة جميع اخوته ينصب المضارب"

مگر ہم اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔ مروجہ اردو ترجمہ انہار الحق عربی مطبوعہ ۱۲۸۱ھ کے مطابق ہے ۱۲ اتنی

اس طرح حضرت اسماعیل ہی کے حق میں کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۸ میں ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق اس طرح ہے:

”وہ اپنے سب بھائیوں کے آخر میں رہا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے:

”یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بے شکستہ تھے۔“

یہاں بھائیوں سے مراد عیسو اور اسحق علیہ السلام کی نسل کے لوگ ہیں جو ابراہیم کے بیٹے تھے، اور کتاب گنتی باب ۱۲ آیت ۱۷ میں ہے:

”اور موسیٰ نے قادم سے آدم کے بادشاہ کے پاس ایلی روانہ کئے، اور کہلا بھیجا

کہ تیرا بھائی اسرائیل یہ عرض کر رہا ہے کہ تو ہماری سب معیبتوں سے جو ہم پر آئیں

واقف ہے۔“

اور کتاب استثنا باب ۲ آیت ۲ میں ہے:

”تب خداوند نے مجھ سے کہا کہ تم اس پہاڑ کے باہر ابرہیمیت چل چکے، شمال کی

طرت مڑ جاؤ، اور تو ان لوگوں کو تاکید کرنے کہ تم کو بنی عیسو تمھارے بھائی جو شعیب

میں رہتے ہیں ان کی سرحد کے پاس سے ہو کر جانا ہے۔“

اس مقام پر بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد بنو عیسو ہیں، یہ صحیح ہے کہ لفظ ”بنی اسرائیل“

کے بھائیوں ”خود بعض بنی اسرائیل کے لئے قریت کے بعض مقامات پر استعمال کیا گیا

ہے، مگر یہ استعمال مجازی ہے، اور حقیقی استعمال کو ترک کر کے مجازی استعمال اس وقت

۱۵ یہ موجودہ اردو ترجمے کی بھی عبارت ہے جو ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء کے مطابق ہے۔

تک خست یا کرنا جائز نہیں جب تک معنی حقیقی پر محمول ہونے کے لئے کوئی قومی مانع موجود نہ ہو، اور یوشع اور عیسیٰ دونوں اسرائیل ہیں، اس لئے یہ بشارت اُن پر ہرگز صادق نہیں آسکتی،

چوتھی دلیل؛

اس بشارت میں لفظ تبرہا کروں گا پایا جا رہا ہے، یوشع علیہ السلام اُس وقت موسیٰ کے پاس موجود ہیں، بنی اسرائیل میں داخل ہیں، اور اسی زمانے میں بنی بھی تھے، ان پر یہ لفظ کیونکر صادق آسکتا ہے؟

پانچویں دلیل؛

اس بشارت میں لفظ اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا پایا جاتا ہے، یہ اُس تہذیب کی جانب اشارہ ہے کہ اُس نبی پر کتاب نازل ہوگی، اور یہ کہ وہ اُمتی ہوگا، اور کلام کو محفوظ کرے گا، یہ چیز یوشع پر صادق نہیں آتی، کیونکہ اُن میں دونوں باتیں موجود نہیں ہیں،

چھٹی دلیل؛

اس بشارت میں ایک جملہ یہ ہے: "اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں اُن کا (انتقام) اس سے لوں گا" اور اس جملہ کا مقصد اس نبی کی عظمت ظاہر کرتا ہے، جس کی بشارت دی جا رہی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ وہ نبی

۱۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس بشارت سے حضرت عیسیٰ مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ لوقا ۱۳، ۳۵ اور ۱۹، ۲۷ میں تصریح ہے کہ اپنے کتب یسوعا پڑھی تھی اور اُمتی نہ تھے،

۲۔ اخبار الحق میں جہاں ترجمہ سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے اس میں انتقام ہی کا لفظ ہے، مگر موجود اردو ترجمہ میں اس کی جگہ حساب کا لفظ مذکور ہے،

اس وصف میں دوسرے پیغمبروں سے استیلازی درجہ رکھتا ہو،

اس کے ساتھ ہی یہاں جس انتقام کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے مراد آخرت کا عذاب یا وہ دنیوی مصیبتیں نہیں ہو سکتیں جو غیرت منکرین کو پیش آئیں، کیونکہ اس قسم کا انتقام کسی خاص نبی کے انکار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کے انکار کا نتیجہ ہی ہوگا، ایسی صورت میں انتقام سے مراد شرعی انتقام ہی ہو سکتا ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ نبی اللہ کی طرف سے اپنے منکرین سے انتقام لینے کے لئے مامور ہوگا، پھر ایسی حالت میں اس کا مصداق مینی علیہ السلام کیونکر ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان کی شریعت حدود اور سزاؤں قصاص و جہاد سے قطعی خالی ہے،

ساتویں دلیل؛

کتاب اعمال باب آیت ۱۹ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق اس طرح ہے:

ہمیں تو بہ کرد اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں، اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے، یعنی یسوع کو بھیجے، ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے، جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں، چنانچہ موسیٰؑ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے بھو سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سنتا

۱۵ یعنی اس کا مطلب ہوگا کہ جو لوگ اس نبی کے احکام کو نہ مانیں، ان کے لئے اس کی شریعت میں مختلف سزائیں مقرر کی گئی ہوں گی، موجودہ اردو ترجمہ اس کے بالکل مطابق ہے، اس لئے ہم نے اسی کی عبارت نقل کر دی ہے،

اور یوں ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت سبک نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

(آیات ۲۳ تا ۲۹)

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۶ء و ۱۸۴۷ء میں یہ عبارت اس طرح ہے:

”توبہ نمایند و باز گشت کنند تا کہ گمان شامخ شوند تا کہ زبان تازگی از حضور

خداوند بیاید، و یسوع مسیح را کہ علامہ بشامی شود باز فرستند، زیرا کہ باید کہ آسمان اورا

نگاہ دارد تا وقت نبوت آنچہ خداوند بزبان پیغمبران مقدس خود از ایام قدیم

فرمودہ است کہ موسیٰ بیداران ما گفت کہ خداے شامخ خداوند پیغمبرے را مثل من از

برائے شامخ میان برادران شامخوٹ خواہد نمود و ہرچہ اولشا گوید شمار است کہ

طاعت نہاتید و این چنین خواہد بود کہ ہر کس کہ سخن آں پیغمبر را نشنود از قوم بریدہ خواہد

غور فرمائیے یہ عبارت خاص کر فارسی ترجموں کے پیش نظر صاف و صریح اس امر

پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ نبی مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے، اور مسیح کے لئے

مزدوری ہو گا کہ وہ اُس نبی کے ظہور کے وقت تک آسمان ہی میں قیام پذیر رہیں، مسیحوں

میں سے جو لوگ تعصب کی عینک اتار کر پطرس کی عبارت میں غور کرے گا تو اس پر واضح

ہو جائے گا کہ پطرس کا یہ قول علماء پر ڈسٹنٹ کے اُس دعوے کی دھجیاں اڑا رہا ہے کہ نہ

بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے،

یہ ساقوں دلائل کامل و مکمل طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ بشارت پورے طور پر محسوس

صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، کیونکہ آپ غیر مسیح بھی ہیں، اور بہت سی چیزوں میں

لے سب اعمال کی یہ عبارت پطرس کی ایک تقریر کا جز نہی،

موسیٰ علیہ السلام کے معاملے بھی، مثلاً:

- ① اللہ کا بندہ اور رسول ہونا،
- ② دونوں کا ماں باپ سے پیدا ہونا،
- ③ دونوں کا شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہونا،
- ④ دونوں کی شریعت کا سیاست مدنی پر مشتمل ہونا،
- ⑤ دونوں کی شریعت میں جہاد کا حکم،
- ⑥ دونوں کی شریعت میں عبادت کے وقت پاک و صاف ہونا،
- ⑦ ناپاک عاتقہ اور نفاس والی عورت پر دونوں شریعتوں میں غسل کا واجب ہونا،
- ⑧ کپڑوں کے بول دہراؤ سے پاک ہونے کی شرط،
- ⑨ بغیر ذبح کئے ہوئے جانور اور بت کی تسربانی کا حرام ہونا،
- ⑩ آپ کی شریعت کا بدنی عبادتوں اور جسمانی ریاضتوں پر مشتمل ہونا،
- ⑪ زنا کی سزا کا حکم دینا،
- ⑫ حدود اور قصاص اور سزاؤں کی تعیین،
- ⑬ آپ کا ان سزاؤں کے جاری کرنے پر قادر ہونا،
- ⑭ سود کو حرام کرنا،
- ⑮ آپ کا غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دینے والے کے انکار کا حکم دینا،
- ⑯ توحید خالص کا حکم دینا،
- ⑰ آپ کا اپنی امت کو یہ حکم دینا کہ مجھ کو اللہ کا صرف بندہ اور رسول کہو نہ کہ خدا کا بیٹا یا خدا،

۱۷) آپ کی وفات کا بستر ہونا،

۱۸) موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کا مدفون ہونا،

۱۹) اپنی امت کی وجہ سے آپ کا ملعون نہ ہونا،

غرض اسی قسم کی اور بہت سی مشترک چیزیں ہیں جو غور کرنے سے دونوں کی شریعتوں میں پائی جاتی ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا

شَاهِدًا عَلَىٰكُمْ مِمَّا أَرْسَلْنَا

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا، ۱۰

۱۱) فرعون کے بھائی کے

آپ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے بھی ہیں، اس لئے کہ آپ اسمعیلؑ کی

نسل سے ہیں، آپ پر کتاب بھی نازل ہوئی، آپ اُمّی بھی تھے، اللہ نے اپنا کلام آپ کے

منہ میں ڈالا، آپ وحی کے مطابق کلام کرتے تھے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ثُمَّ مَا

يَنْطَلِقُ مِنَ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوسَىٰ ۖ ۱۲) آپ کو جہاد کا حکم بھی دیا گیا تھا،

آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے سردارانِ قریش قیصر و کسریٰ جیسے سلاطین

سے انتقام لیا، اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے سے قبل مبعوث

ہوئے، حضرت مسیح کے لئے ضروری ہوا کہ وہ آپ کے ظہور تک آسمان میں رہیں

۱۳) جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں مسیحیوں کا عقیدہ ہے،

۱۴) قرآن میں،

۱۵) مولانا سید ناصر الدینؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "نورِ جاوید" میں ص ۴۲۴ سے ۴۶۶ تک حضرت عیسیٰؑ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تمیز سے زیادہ مشابہتیں مقل طور پر بیان فرمائی ہیں، اور اس سلسلہ میں

مختلف ہادیں کے اعترافات کا مفصل اور گشتی بخش جواب دیا ہے، یہ پوری بحث نہایت قابلِ قدر ہے،

تاکہ ہر چیز اپنی اصل کی جانب لوٹ جائے، اور شرک و تثلیث و بت پرستی مٹ جائے، اس آخری دور میں عیسائیوں کی کثرت سے کسی شخص کو شبہ نہ ہونا چاہئے، کیونکہ ہمارے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بڑی تفصیل کے ساتھ یقینی طور پر اطلاع دی ہے کہ مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانے کے قریب اس قوم کی بڑی کثرت ہوگی، اور یہ وقت بالکل قریب ہے، انشاء اللہ عنقریب امام موصوف کا ظہور ہوئیوالا ہی، اور حق غالب ہونے والا ہے، اور دین تمام اللہ ہی کے لئے مخصوص ہو جانے والا ہے، اللہ ہم کو اپنے دین کے مددگاروں میں شامل فرمائے،

آٹھویں دلیل اس بشارت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو نبی اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جن کا خدا نے حکم نہیں دیا، وہ مارا جائے گا، اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی نہ ہوتے تو آپ ہلاک کر دیے جاتے، اللہ نے قرآن عزیز میں یہی فرمایا ہے:

وَتَوَقَّؤْلَ عَلَيْنَا بَعْضُ	اور اگر یہ رسول ہماری طرف بعض
الْأَقْلَوِيلِ لَاخِذْنَا مِنْهُ	بائیں جھوٹی منسوب کرتے تو ہم ان سے
بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ	قوت سلب کر کے ان کی رگ قلب
الْوَتِينَ،	کاٹ ڈالتے ہیں

حالانکہ ایسا نہیں ہوا، بلکہ خدا نے آپ کے حق میں فرمایا:

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، | اور اللہ تو گویا آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور کسی شخص کو آپ کے ہلاک کرنے کی جرأت نہ ہو سکی، اس کے برعکس عیسیٰ اہل کتاب کے نظریہ کے مطابق قتل بھی کئے گئے

سولی پر کسی چڑھائے گئے، نعوذ باللہ

نویں دلیل

خدا نے جھوٹے نبی کی یہ ملامت بیان فرمائی کہ اس کی دی ہوئی خبریں اور آنے والے واقعات کی پیشگوئیاں سچی نہیں ہو سکتیں حالانکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مستقبل کے واقعات کی خبریں اور پیشگوئیاں بیان کیں، جیسا کہ مسلک اول سے معلوم ہو چکا ہے۔ ان خبروں میں آپ کا سچا ہونا ثابت ہو چکا ہے، اس لئے قاعدہ کے بموجب آپ سچے نبی ہوئے نہ کہ جھوٹے،

دسویں دلیل

علمائے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ تسلیم کیا کہ قرابت میں آپ کی بشارتیں موجود ہیں، مگر ان میں سے

بعض نے اسلام قبول کیا، اور بعض اپنے کفر سابق پر قائم رہے، بالکل اسی طرح جیسے کہ کافرا، جو کافروں کا سردار تھا، اور یوحنا کے دعوے کے مطابق نبی تھا، اس نے یہ جاننے کے باوجود کہ عیسیٰ ہی درحقیقت مسیح موعود ہیں آپ پر ایمان نہیں کیا، بلکہ آپ کے کافر ہونے اور قتل کا فتویٰ دیا، جیسا کہ اس کی تصریح یوحنا نے اپنی انجیل کے باب ۱۲ میں کی ہے،

یحزق اسخزرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہودیوں کا ایک بڑا زبردست عالم اور دولت مند تھا، آپ کی صفات کی بناء پر آپ کو پہچانتا تھا، کہ واقعی آپ ہی وہ نبی آخر الزماں ہیں، مگر اپنے دین کی محبت اس پر غالب آگئی اور اپنے مذہب پر قائم رہا، یہاں تک کہ جنگ احد کے موقع پر اتفاق سے یوم السبت تھا، کہنے لگا کہ اے یہودیو! خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ محمد کی نصرت و اعانت تم پر فرض ہے، یہودیوں نے جواب دیا کہ آج تو یوم السبت ہے، کہنے لگا سبت کوئی چیز نہیں،

اور یہ کہہ کر ہتھیار سنبھال کر نکلا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چلا، اور اپنے بعد کے لئے اپنی قوم کو وصیت کر گیا کہ اگر آج میں مارا گیا تو میرا تمام مال محسنہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا، آپ کو اختیار ہے کہ اللہ جیسا کہ آپ کو کہے نصرت کریں پھر لڑتے ہوئے مارا گیا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یحزق بن یہودیوں میں سب بہتر شخص تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وصیت کے مطابق اس کے اموال اپنے قبضہ میں لے لئے، مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر داد و دہش اور خیرات و صدقات اسی مال سے ہوتی تھی،

اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی
تین واقعات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

یہودیوں کی مذہبی درس گاہ میں تشریف لے گئے، اور فرمایا تم اپنے سب بڑے عالم کو پیش کرو، لوگوں نے کہا ایسا شخص عبد اللہ بن صوریہ ہے، آپ نے اس کو خلوت میں لے جا کر اس کو اس کے مذہب کا واسطہ اور ان انعامات کا جو یہودیوں پر اللہ نے کئے، اور من و سلوئی کے عطیہ اور بدلی کے سایہ کا واسطہ دیا، اور قسم دی کہ کیا تجھ کو یقین ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں؟ کہنے لگے شک، اور سارے یہودی بھی ایسا ہی علم و یقین رکھتے ہیں، جیسا کہ میں رکھتا ہوں، اور آپ کے اوصاف اور حالات قریت میں مذکور ہیں، مگر یہودیوں نے آپ پر حسد کیا، آپ نے فرمایا کہ پھر تجھ کو کونسی چیز مانع ہے؟ کہنے لگا کہ میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا، اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ آپ کا اتباع کریں گے اور اسلام قبول کریں گے پھر میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا،

حضرت صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور قباء میں آپ کا قیام ہوا، آپ کے پاس میرے باپ یحییٰ بن اخطب اور میرے چچا ابوسلمہ بحالت مغلی حاضر ہوئے، اور غروب شمس تک وہاں سے واپس نہیں ہوئے، پھر دونوں اس حالت میں آئے کہ بہت کسرت اور گرتے پڑتے کمزور چال سے چلتے تھے، میں نے ان کی دہسٹگی اور دل جوئی کی کوشش کی، مگر دونوں میں سے ایک بھی میری بات کو اس فکر کی وجہ سے نہ سمجھا کہ میں نے بتلا تھا کہ انہیں کیا، پھر میں نے اپنے چچا کو باپ سے کہتے سنا کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کی بشارت تو ریت میں دی گئی ہے؟ میرے والد نے جواب دیا، بیشک، چچا نے کہا، کیا تم کو اس کا یقین اور وثوق ہے؟ کہا ہاں، کہنے لگے تمہارے دل میں ان کی طرف سے کس قسم کا خیال ہے؟ کہا، خدا کی قسم! جب تک زندہ ہوں صداوت ہی رہے گی، اب دلائل و دلائل اس پیشین گوئی کے سلسلہ میں پورے ہو چکے ہیں،

ایک اعتراض کا جواب | اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "بنی اسرائیل کے بھائی" بنی اسمعیل میں منحصر نہیں ہیں، کیونکہ

عیسوی اولاد اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی قطورا کے بیٹوں کی اولاد بھی تو سب کے سب بنی اسرائیل کے بھائی ہوتے ہیں، تو پھر اس کا مصداق کیا ضروری ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں؟

جواباً گزارش ہے کہ بیشک یہ لوگ بھی بنی اسرائیل کے بھائی ہوتے ہیں مگر اول تو ان میں کوئی ایسا شخص ظاہر نہیں ہوا جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہوتا، دوسرے اللہ کا کوئی وعدہ اس قسم کا ان کے لئے نہ تھا، اس کے برعکس

بنی اسمعیل کے حق میں ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ سے خدا نے وعدہ کیا تھا، پھر تیسرے اس لئے بھی کہ اسحقؑ کی دعا کے مقصد کے موافق اس خبر کے مصداق بنو عیسو نہیں ہو سکتے، جس کی تصریح سفر تکریم باب ۱ میں موجود ہے،

اس بشارت پر فطرت اس موقع پر علماء ہرڈ ٹسٹ کے دواعضاً من جن کو کے دواعضاً من، صاحب میزان الحق نے اپنی کتاب حل الاشکال میں

نقل کیا ہے، مع جواب ناظرین کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں،

اول یہ کہ کتاب ہستنا، باب ۱۵ آیت ۱۵ میں ہے کہ:

”خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں

میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا، ہم اس کی سننا“

اس میں لفظ تیرے ہی درمیان سے: صاف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ نبی ہی اسرائیل میں سے ہوگا، بنی اسمعیل میں سے نہیں ہوگا،

دوسرے اس بشارت کو حضرت عیسیٰؑ نے خود اپنی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ انجیل یوحنا باب ۴ آیت ۲۶ میں فرمایا کہ:

”آں نے میرے حق میں لکھا ہے“

جواب: ہماری گزارش یہ ہے کہ کتاب ہستنا کے مذکورہ الفاظ ہمارے

مقصود کے قطعی خلاف نہیں ہیں، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے، جہاں آپؐ کے مشن کی تکمیل ہوئی، اس وقت مدینہ کے اطراف و جوانب میں یہودیوں کی بستیوں خیبر، بنی قینقار، بنی نضیر وغیرہ آباد تھیں، لہذا تیرے ہی درمیان سے کا قول صادق ہوا، اور اس لئے بھی کہ آپؐ انکے

بیکریہ عیسوی کے حق میں یہ دعا کی تھی، لا حظ ہو پیدائش ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱

بھائیوں میں سے بھی ہیں۔

یہ اس وجہ سے بھی کہ لفظ "من بین الخوٹک" ابن حجب کی رائے کے مطابق لفظ حق بینک سے بدل اشتغال واقع ہوا ہے، جن کے نزدیک اس قسم کے بدل ہونے کے لئے کلیۃً اور جزئیۃً کا تعلق دونوں کے درمیان پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ بدل اور تبدل منہ کے درمیان ادنیٰ تعلق کافی ہے جیو جاء فی زید آتوا یا جاء فی زید غلطہ، یا پھر ابن مالک کی رائے کے مطابق بدل احزاب اور بہر مشورہ بدل نہ یقیناً مقصود ہیں، اس کے مقصود پھر چیز مزید شاہد ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے آیت نمبر ۱۵ میں اللہ کے اس وعدہ کا اعلان کیا تو اس میں لفظ "تھارے" درمیان سے "سرے سے" موجود ہی نہیں ہے،

نیز پطرس حواری نے اس قول کو نقل کیا ہے اس میں یہ لفظ نہیں پایا جاتا کہ
جیسا کہ دلیل نمبر ۷ سے معلوم ہو چکا ہے، اسی طرح استفانوس نے بھی اس قول کو
نقل کیا ہے، اس میں بھی ان الفاظ کا کوئی ذکر نہیں جیسا کہ کتاب الاعمال کے باب نمبر ۷
میں مصرح ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ،

یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا تمہارے بھائیوں میں سے
تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔

ان مقامات میں اس لفظ کو ساقط کر دینا بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ مقصود نہیں ہے، اس لئے بدل ہونے کا احتمال زیادہ قوی ہے،

بشارت کے الفاظ میں تحریف | صاحب استفسار نے فرمایا ہے کہ لفظ شتمنا کے
 ہوتی ہی، اس کی تین دلیلیں | درمیان سے الحاقی ہے، جو تحریف کے طور پر

لے رکھے ہیں

بڑھایا گیا ہے، جس کی تین دلیلیں ہیں،

۱۔ اس موقع پر تمام بنی اسرائیل اللہ کے کلام کے مخاطب ہیں، نہ کہ کچھ لوگ اس لئے ”تمہارے درمیان سے“ کا خطاب ساری قوم کو ہوگا، لہذا تمہارے بھائیوں میں سے ”کالفظ قطعی لغو اور بیکار بن جاتا ہے“ مگر چونکہ یہ لفظ دوسرے مقامات پر بھی استعمال کیا گیا ہے اس لئے اس کو صحیح مانتا پڑے گا، اس کی بجائے لفظ من بینک کو الحاقی تسلیم کرنا پڑے گا، جس کو تحریف کے طور پر بڑھایا گیا ہے،

۲۔ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے اللہ کے کلام کو نقل فرماتے ہیں، تو اس موقع پر یہ لفظ ذکر نہیں فرماتے، اور یہ امر قطعی غیر ممکن اور ناجائز ہے کہ موسیٰ کا قول خدا کے قول کے خلاف ہو،

۳۔ حواریوں نے جب کبھی اس کلام کو نقل کیا ہے اس میں کسی جگہ ”تمہارے درمیان سے“ کا لفظ نہیں پایا جاتا،

اگر کوئی صاحب اس پر یہ اعتراض کریں کہ کسی کو اگر تحریف کرنا سچی تو ساری کلام کو محرف کر سکتا تھا، صرف ایک لفظ کی تبدیلی کی کیا ضرورت تھی؟

جواباً یہ عرض کیا جائے گا کہ ہم نے ہمیشہ عدالتی محکموں میں یہ دیکھا ہے کہ جن دستاویزوں میں تحریف اور تغیر کیا جاتا ہے اس میں محرف الفاظ کی تبدیلی اور

۱۔ اس لئے کہ جب یہ کہہ دیا گیا کہ وہ بنی تمہارے درمیان سے مبعوث کیا جائے گا اور مخاطب بنی اسرائیل ہیں، تو لامحالہ اس کا مطلب ہوگا کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا، پھر اسے غلطہ ذکر کرنی ضرورت نہ رہی،

۲۔ یعنی استثناء ۱۸: ۱۸ میں پوری عبارت صفحہ ۱۳۸ جلد چہارم گندہی ہے،

۳۔ دیکھئے اعمال باب ۳ اور ۱۹: ۱۹۔

تحریف کو اسی دستاویز کے دوسرے حصے اور مقامات عموماً ثابت کر دیتے ہیں، اسی طرح جھوٹے گواہ خود اپنے بیان کے دوسرے حصوں کے جھوٹے اور دروغ گو ثابت ہو جاتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی عادت اور سنت یوں ہی جاری ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کی تدابیر کو فیل اور ناکام بنا دیا کرتے ہیں، اور خدا کی مہربانی سے دین میں خیانت کرنے والوں کی خیانت کا بھانڈا سربراہ پھوٹ جاتا ہے، اللہ کی اس عادت کا مقتضی یہ ہے کہ خیانت کرنے والوں سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے یا کوئی چوک ہو جائے جس سے ان کی خیانت الم نشرح ہو جائے،

دوسری بات یہ ہے کہ ایسا کوئی بھی مذہب نہیں ہے جس میں تنوینی صدی لوگ خائن ہوں، اور کوئی بھی دیا ستدار نہ ہو، اس لئے جن خائنتوں اور دھوکہ بازوں نے دونوں عہدوں کی کتابوں میں تحریف و تغیر کیا تھا ان کی تاک میں کچھ دیا ستدار لوگ بھی آخر دنیا میں موجود تھے، اس اندیشے کی وجہ سے پورے کلام اور تمام عبارت کو بدلنے اور تحریف کرنے کی ان خائنتوں کو جرأت نہ ہو سکی، ہمارے خیال میں یہ جواب اہل کتاب کی عادت کے پیش نظر دیا گیا ہے، جو اپنی جگہ بالکل صحیح ہے، دوسرے اعتراض | اب رہا دوسرا اعتراض اس کے جواب میں ذیلی شہادت کا جواب | ملاحظہ فرمائیے، انجیل یوحنا کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”اگر تم موسیٰ کی تصدیق کرتے تو میرا بھی یقین کرتے، اس لئے کہ اس نے

میرے حق میں لکھا ہے۔“

اس میں اس بات کی کسی درجہ میں بھی تصریح نہیں کی گئی... کہ موسیٰ نے فلاں مقام پر عیسیٰ کے حق میں لکھا ہے، بلکہ اس عبارت سے صرف اتنی بات

سمجھ میں آتی ہے کہ موسیٰ نے کسی مقام پر عیسیٰ کے حق میں بھی لکھا ہے، یہ اُس صورت میں بھی صحیح ہو گا جب کہ توریت میں کسی جگہ بھی اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہو، اتنی بات ہم بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں، جیسا کہ خود ناظرین کو بشارت نمبر ۳ کے ذیل میں عنقریب معلوم ہو جائے گا، اگر ہکوان دھوکہ کی بناء پر جو ہم بیان کر چکے ہیں، اس چیز کا انکار ہے کہ ان کے قول کا اشارہ اُس پیشینگوئی کی جانب ہے جس کی گفتگو ہو رہی ہے، حالانکہ یہ محض صاحب میزان الحق باب فصل نمبر ۳ میں یہ دعویٰ کر چکے ہیں کہ سفر تکوین باب آیت ۵ کا اشارہ حضرت عیسیٰ ہی کی طرف ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی تصریح کے لئے اتنی بات کافی ہے، بیشک اگر عیسیٰ علیہ السلام یوں فرماتے کہ موسیٰ نے اپنی پانچوں کتابوں میں سے کسی کتاب میں میرے سوا کسی پیغمبر کی جانب اشارہ نہیں کیا، تو اس صورت میں اس دہم کی گنجائش نکل سکتی تھی،

دوسری بشارت کتاب ہشتاد باب آیت ۲۱ میں ہے:

استثناء کی ایک اور عبارت "انہوں نے اس چیز کے باعث جو خدا نہیں مجھے غرت

اور اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا، سو میں بھی ان کے ذریعہ سے جو کوئی

لے عیسائی علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتاب پیدائش ۱۲: ۳ اور ۱۸: ۱ اور ۱۰: ۴ میں حضرت مسیح کی پیشینگوئی مذکور ہو جو ظاہر ہو کہ (ان کے خیال کے مطابق) حضرت موسیٰ ہی نے کی تھی، پھر حضرت مسیح کا یہ ارشاد کہ موسیٰ نے میرے آنے کی پیشینگوئی کی ہو، ان آیتوں کی طرف اشارہ کیوں نہیں ہو سکتا، حضرت مسیح نے یہ کب کہا ہو کہ استثناء ۱۸: ۵ کی آیت میرے حق میں ہو؟

بلکہ آپ بھی پڑھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح نے تو اس بشارت کے اپنے حق میں ہونے سے صاف انکار کیا ہے، یوحنا ۹: ۱ میں صاف لکھا ہے کہ جب یہودیوں نے آپ سے یہ پوچھا کہ کیا آپ دیہی بنی ہیں جس کی بشارت حضرت موسیٰ نے استثناء ۱۸: ۵ میں دی تھی تو حضرت مسیح نے صاف انکار کر دیا، تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے ص ۳۳۳ اور ۳۳۴ اور ۱۳۹۹ جلد ہذا اور ان کے حواشی،

امت نہیں ان کو غیرت اور ایک نادان قوم کے ذریعہ سے ان کو غصہ دلاؤں گا۔

اس میں نادان قوم سے مراد عرب ہیں کہ یہ لوگ انتہائی گمراہ اور جاہل تھے ان کو کوئی علم بھی نصیب نہ تھا، نہ علوم شرعیہ، نہ علوم عقلیہ، سوائے بت پرستی کے اور کچھ نہ جانتے تھے، اور یہودیوں کی نگاہ میں یہ لوگ اس لئے بے انتہا حقیر و ذلیل تھے کہ وہ باندگی یعنی حضرت ہاجرہ کی نسل سے تھے،

اب آیت کا مقصود یہ ہوا کہ چونکہ بنی اسرائیل نے اپنے باطل معبودوں کی عبادت کی بناء پر محمد کو غیرت پر برا بیخونہ کیا ہے، اس لئے میں بھی ایسے لوگوں کو منتخب اور مقبول بنا کر ان کو غیرت دلاؤں گا، جو ان کی نگاہ میں سخت حقیر و ذلیل ہیں، چنانچہ اللہ نے اپنا یہ وعدہ اس طرح پورا فرمایا کہ اہل عرب میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے صراطِ مستقیم کی جانب لوگوں کی رہنمائی کی، جیسا کہ سورہ جمعہ میں حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ،

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ
رُسُلًا مِّنْهُمْ لِيَتْلُوا
عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيَهُمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ،

(آیت ۲)

باری تعالیٰ وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں
میں ایک رسول بھیج دیا ہے
جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت
کے اور انہیں پاک و صاف بنائے اور
انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔

جاہل قوم سے مراد یونانی لوگ ہرگز نہیں ہیں، جیسا کہ پولس کے رومیوں کے نام خط کے باب سے مفہوم ہوتا ہے، اس لئے کہ یونانی لوگ مسیح کے ظہور سے

لے مصنف اظہار الحق نے جس عربی ترجمہ مطبوعہ مشرق سے یہ عبارت نقل کی ہو اس میں یہاں تلاوت کے بجائے
جاہل قوم کا لفظ ہے،

تین سو سال قبل ہی علوم و فنون میں دنیا کی تمام اقوام سے فائق ہو چکے تھے، تمام بڑے بڑے مشاہیر حکماء سقراط و بقراط و فیثاغورس و افلاطون و ارسطو طالیس و ارسطیدس و بلنیاس و اقلیدس و جالینوس وغیرہ جو علوم الہیات و ریاضیات اور طبیعیات اور ان کی فروع کے امام ہیں مسیح سے پیشتر ہو چکے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں اپنے فنون میں کمال کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے، اس کے ساتھ ہی یہ لوگ توریت کے احکام اور اس کے قصوں سے اور عہد عتیق کی تمام کتابوں سے ہفتادی ترجمہ کے ذریعہ جو یونانی زبان میں مسیح سے ۲۸۶ سال قبل معرض وجود میں آچکا تھا، کامل طور پر واقفیت رکھتے تھے، لیکن یہ لوگ مذہب موسوی کے معتقد نہ تھے، بلکہ اشیاء کی حبدید حکمت کی تحقیق و جستجو کے درپے رہتے تھے، چنانچہ یہی مقدس "پولس صاحب" کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب اول آیت ۲۲ میں رقمطراز ہیں:

"اور یونانی حکمت تلاش کرتے ہیں، مگر ہم اس سوچ مصلوب کی منادی کرتے ہیں"

جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور (یونانیوں) کے نزدیک بوقفتی ہے ۛ

اس لئے استثنائے مذکور بالا عبارت میں جاہل قوم سے مراد یونانی ہرگز نہیں ہو سکتے، اور پولس نے رومیوں کے نام خط میں جو کچھ کہا ہے وہ یا تو قابل تاویل ہے یا باطل اور مردود، اور ہم نمبر ۸ میں بیان ہی کر چکے ہیں کہ پولس کی کوئی بات ہمارے نزدیک لائق اعتبار نہیں،

ۛ انٹارالحق میں ایسا ہی ہے، قدیم و جدید انگریزی ترجمے بھی اسی کے مطابق ہیں، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں "یونانیوں" کے بجائے "غیر قوموں" کا لفظ لکھ دیا گیا ہے،

استثنا کی تیسری بشارت کتاب ہشتار کے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے
فاران سے جلوہ گر ہوگا، باب ۳۳ میں ہے،

”خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا، وہ کوہ فاران سے جلوہ گر
ہوا، اور (ہزاروں) قدسیوں میں سے آیا، اس کے دلہنے ہاتھ پر ان کے سنے
آتش شریعت تھی۔“

خداوند کے سینا سے آنے کا مطلب ہے، خدا کا موسیٰ کو توریت عطا فرمانا
اور کوہ شعیر سے طلوع ہونے کا مطلب خدا کا عیسیٰ کو انجیل عطا فرمانا، کوہ فاران

لہ انہار الحق میں یہی لفظ ہے، کیتھولک بیل اس کے مطابق ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں
اس کی جگہ ”لاکھوں“ کا لفظ ہے، اور انگریزی ترجمہ (کنگ جیمز ورژن میں دس ہزار)
مذکور ہے،

۱۵ سینا کو طور کا دوسرا نام ہے،

۱۶ کوہ شعیر (شام میں ایک پہاڑ ہے، جسے آجکل جبل الخلیل کہا جاتا ہے، حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اس پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے، ازالہ الاجوبۃ الفاخرۃ للقرانی علیہ
ہاشم الفارق ص ۲۳۸) علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ”ساعیر“ (شعیر) کے نام سے آج تک
وہاں ایکستی موجود ہے (ہدایۃ الحیاری، ص ۳۶۲)

۱۷ ”فالان“ (Paran) یہ پیشگوئی شاید تمام پیغمبروں میں سب سے زیادہ
صریح ہے، اس لئے کہ اس میں کوہ فاران کا لفظ موجود ہے، اس لئے ہم اس پر کسی قدر تفصیل سے
گفتگو کرنا چاہتے ہیں،

لفظ فاران کی تحقیق | چونکہ اس عبارت میں لفظ ”فاران“ صراحتہ موجود ہے، اس لئے
یہود و نصاریٰ اس کی مختلف ادلیں کرتے ہیں، ان کی طرف سے ”فاران“ کے چار محقق وقوع بیان
کئے گئے ہیں۔
(باقی بر صفحہ آئندہ)

سے جلوہ گر ہونے سے اللہ کے قرآن نازل کرنے کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ فاران

(بقیہ مائتہ صفحہ گذشتہ) (۱) بیت المقدس کا نام ہے (از کتاب الفارق بین المخلوق والخالق، مصنفہ باچہ جی زادہ، ص ۲۰۵، صفحہ ۳۲۳)۔

(۲) اُس وسیع میدان کا نام فاران ہے جو قادس سے کوہ سینا تک پھیلا ہوا ہے، اور جس کی شمالی حد کنعان، جنوبی حد کوہ سینا، مغربی حد ملک مصر اور مشرقی حد کوہ شعیب ہے، اور اس صحرا کے اندر ضرور سینا، سن وغیرہ کے نام سے چھوٹی چھوٹی وادیاں شامل ہیں (دیکھئے نقشہ بائبل مرتبہ جان اسٹرلنگ شائع کردہ لندن جیوگرافیکل سوسٹی ٹیوٹ متفہمہ آکسفورڈ بائبل کنکارڈس، نقشہ نمبر ۱۲، بی ۳، ص ۴)۔

(۳) قادس ہی کا نام فاران ہے (از خطبات احمدیہ مصنفہ سر سید احمد خاں ص ۹۹، مطبوعہ نفیس اکاڈمی کراچی ۱۹۶۲ء)۔

(۴) فاران اُس وادی کو کہتے ہیں جو کوہ سینا کے مغربی نشیب پر واقع ہے (ایضاً) لیکن ہماری نظر میں یہ چاروں توجیہات بالکل غلط ہیں، پہلی تو اس لئے کہ آج تک کسی مغربی یا مشرقی جغرافیہ دان کا یہ دعویٰ نہیں مل سکا کہ بیت المقدس کا دو سمر نام فاران ہے، اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ اگر قورات کی پیشگوئی میں فاران سے مراد بیت المقدس ہو تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہوگا، حالانکہ شعیبے آشکارا ہونے کا مطلب بھی حضرت عیسیٰ ہی کی بشارت ہے، اس صورت میں یہ بلاوجہ تکرار ہوگا، پھر "فاران" کے لغوی معنی "صحرا" ہیں، اور سپہائش ۲۰۱۲ و گنتی ۳۰۱۰ وغیرہ میں بھی تصریح ہے کہ وہ ایک بیابان ہے، حالانکہ بیت المقدس نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہے، اُسے بیابان نہیں کہا جاسکتا،

دوسری توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ "فاران" ایک بڑا صحرا ہے جس کے تحت "صور"، سینا وغیرہ سب داخل ہیں، اس پر پہلا اعتراض تو یہ وارد ہوتا ہے کہ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ "فاران" سے جلوہ گر ہونے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قورات کا نزول مراد ہے، حالانکہ یہ بات اس سے پہلے "تحدید سینا" سے آیات دلتے جملہ میں کہی جا چکی ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۲ آیت ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے

(بقیہ ماثیہ میں گزشتہ) اور بہت واضح انداز میں کہی جا چکی ہے، اب ایک مبہم جملہ میں اس کا اعادہ بالکل بیکار ہو جاتا ہے، بالخصوص جبکہ دونوں جملوں کے درمیان ”شجر سے ان پر آشکارا ہوا“ کا جملہ بھی حامل ہے،

نیز توریت کی بہت سی عبارتیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ”فاران“ صور، سینا وغیرہ کے محاذوں سے بالکل الگ ایک صحرا ہے، صور، سینا وغیرہ اس کا جز نہیں ہیں مثلاً کتاب گنتی میں ہے: ”بنی اسرائیل دشت سینا سے کوچ کر کے نکلے اور وہ ابر دشت فاران میں ٹھہر گیا“ (گنتی ۱۰: ۱۲ مزید دیکھئے پیدائش ۶: ۱۱، گنتی ۱۶: ۱۳، ۱۶: ۱۳، ۳: ۱۳، ۲۵: ۱۳ وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ دشت سینا الگ ہے، اور دشت فاران الگ،

تیسری توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ قادس کا دوسرا نام فاران ہے، اس کی تردید کے لئے کتاب پیدائش کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے: ”اور حواریوں کو ان کے کوہ شجر میں مارتے مارتے ایل فاران تک جو بیابان سے لگا ہوا ہے، لے آئے، پھر وہ لوٹ کر عین مصفات یعنی قادس پہنچے“ (پیدائش ۱۳: ۶، ۷، مزید ملاحظہ ہو گنتی ۲۶: ۱۳) اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ قادس اور فاران الگ الگ وادیاں ہیں،

چوتھی توجیہ کے سلسلے میں ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ بلاشبہ بعض جغرافیہ دانوں نے بیان کیا ہے کہ کوہ سینا کے قریب ایک صحرا فاران کہلاتا تھا، لیکن تحقیق اس بات کی کرنی ہے کہ آیا اس پیشینگوئی میں وہی فاران مراد ہے یا کوئی اور؟

اس بات کو تو عیسائی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس پیشینگوئی میں جس فاران کا تذکرہ ہے اس سے وہی فاران مراد ہے، جس کے بارے میں کتاب پیدائش میں کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہ السلام نے اس میں سکونت اختیار کی تھی، (دیکھئے آکسفورڈ سائیکلو پیڈیا بائبل کنکلوڈس، ص ۲۱۴، لفظ Paran) اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام نے کون سے دشت فاران میں سکونت اختیار کی تھی؟ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس میں حضرت اسماعیلؑ کا حال بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سو اس امر میں کوئی شک نہیں کہ تمام مستند مورخین حضرت اسماعیلؑ کی سکونت کی جگہ "حجاز" قرار دیتے ہیں، اور قدیم کتابوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی، چنانچہ اپوکرلیفا کی کتاب باروخ میں ہے:

"In Theman none had caught sight of it, even the sons of Ager, so well schooled in earthly wisdom."

یعنی "تیمان" میں بھی کسی نے اسے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ ہاجرہ کے بیٹوں نے بھی جو دیوبی عقل و ہوش کے اعتبار سے بہت قابل ہیں " (باروخ ۲۳: ۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہاجرہ کے بیٹے حضرت باروخ علیہ السلام کے زمانے میں "تیمان" میں آباد تھے، تیمان، یمن کا قدیم نام ہے، جو حجاز سے بالکل متصل ہے، اور حضرت باروخ علیہ السلام کے زمانے تک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد حجاز سے وہاں تک یقیناً پھیل گئی ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ توریت سامری کا وہ عربی ترجمہ جسے آرکونیٹن صاحب نے ۱۸۵۱ء میں بمقام گڈنی بنادرم شائع کیا تھا، اس میں "فاران" سے ارض حجاز مراد لی ہے، اور فاران کے لفظ کے آگے قوسین میں حجاز کا لفظ لکھ دیا ہے، اس ترجمہ کی عبارت یہ ہے:

اَسْكُنْ فِي بَرِيَّةِ فَرَانِ (الحجاز) وَاَخَذَتْ لَهُ امْتَهُ امْرَأَةً مِنْ اَرْضِ مِصْرَ (منقول از خطبات احمدیہ ص ۹۸)

اس کے علاوہ مشرقی جغرافیہ نگار فاران کے دو محل وقوع بیان کرتے ہیں، ایک ارض حجاز اور دوسرے سمرقند کے قریب ایک علاقہ (دیکھئے معجم البلدان للشیخ یاقوت الحموی ص ۲۲۵ ج ۴ بیروت ۱۳۳۸ھ) ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سمرقند کے علاقہ میں آباد نہیں ہوئے، تو اب ارض حجاز متعین ہے،

(باقی صفحہ آئندہ)

یہ بات یقینی ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کی سکونت مکہ میں رہی ہے، یہ مطلب اپنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا کہ جو آگ جس وقت طود سینا سے روشن ہوئی، اسی

ان کے لئے تھی، ان وہ اپنے لوگوں سے جڑی محبت رکھتا ہے، اس کے ساتھ مقدس تھے تیرے ہاتھ میں ہیں، اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں، اور تیری باتوں کو مانیں گے۔ یہ حضرت موسیٰ کا آخری کلام ہے جس میں آخری پیغمبر کی بعثت کی خبر دی ہے، اس بشارت میں کوہ فاران سے فوراً اہلی کے طلوع ہونے کی خوشخبری کے ساتھ چار باتیں بیان کی گئی ہیں جو قرآن مجید کے سورہ فتح والے بیان کے عین مطابق ہیں،

(۱) وہ دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا

مُحَمَّدٌ مِّنْ مَّوَالِیِّ اللَّهِ الَّذِیْنَ مَعَهُ،
تو خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔

واضح رہے کہ فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کی تعداد دس ہزار تھی جو فاران سے طلوع ہوئے تھے اس فورانی پیکر کے ساتھ شہر خلیل میں داخل ہوئے تھے،

(۲) اُس کے ہاتھ میں ان کے لئے آتشیں شریعت ہوگی۔

أَشْرَأُ مِّنْ عَلَى الْكَافِرِ،
خدا کے منکروں پر سخت ہوں گے،

(۳) وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا،

رَحْمَةً مِّنْهُمْ،
”اپس میں ایک دوسرے پر مہرباں ہوں گا“

(۴) (وہ خدا) اس آنے والے پیغمبر کے ساتھ مقدس لوگ (یعنی صحابہ) تیرے ہاتھ میں

ہیں، اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے،

مُرْسَلًا مِّنْ رَّكْعَةٍ مَّجْلٍ ابْتِغَاؤِیْ

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً اَنَا

مِیْمًا هُمْ فِیْ دَجْوِهِمْ مِّنْ

اَثْرِ السَّجْوَةِ،

دیکھتے ہو تم ان کو خدا کے آگے رکوع اور

سجود میں جھکے ہوئے، خدا کی مہربانی اور رحمت

کے طلبکار ہیں اطاعت اور عبادت کے

اثر سے ان کے چروں میں نورانیت ہے۔

وقت کو وضع سے ظاہر ہوئی، اور کوہ فاران سے بھی، اور وہ آگ بہ یک وقت ان تمام مقامات پر پھیلی، کیونکہ خدا اگر کسی جگہ صرف آگ کو پیدا کر دے تو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ خدا اس مقام سے آیا، مگر اسی وقت جبکہ اس واقعہ کے بعد اس مقام پر وحی کا

رہیقہ حاشیہ منور گذشتہ) کیا اس تجزیہ کے بعد بھی اس بات میں کوئی شبہ کی گنجائش باقی رہتا ہو؟
ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْحِيدِ ۚ يَهْتَفُونَ بِمَا كَانُوا هُمْ قُرَاتٍ مِنْ

اس بشارت میں | نورات کی یہ بشارت چونکہ خارجی صریح تھی، اس لئے اس کی عبارت تراجم کی تحریر میں ترمیم و تخریج کی بھی خامی مشن کی گئی ہے، پہلے تو دس ہزار مقدسوں

کے ساتھ آیا، والے جملے میں ترمیم کی گئی ہے، قدیم اردو ترجموں میں یہ جملہ اسی طرح مذکور ہے ردیجئے تفسیر حقانی ختم سورہ شعراء آیت ۵۱ ذلک یعنی زبیر الاذلیٰ اور سیرۃ النبی، مولانا سید سلیمان ندوی ص ۸۱۳ ج ۳، انگریزی ترجمہ رنگ جہیں و رشن، مطبوعہ مشرق میں بھی یہی الفاظ ہیں، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ یہ جملہ لکھ دیا گیا ہے اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ یہاں سے دس ہزار کا لفظ اڑا دیا گیا ہے، غالباً اس لئے کہ اُس سے فتح مکہ کے وقت صحابہ کی تعداد ظاہر ہوتی تھی، اور کیتھولک بائبل (ناکس و رشن) میں دس ہزار اور لاکھوں کے بہتے ہزاروں کا لفظ لکھ دیا گیا ہے،

پھر اسی پر بس نہیں، علامہ سید باچہ جی زاہد نے نقل کیا ہے کہ ترجمہ عربی مطبوعہ بیروت مشرق میں یہ پورا جملہ ہی سرے سے حذف کر دیا گیا ہے، اور اس کی جگہ ایک ایسا جملہ بڑھا دیا ہے جس کا کوئی ذکر سابقہ ترجموں میں نہیں تھا، اس میں یہ خط ہے، "وَأَتَى مِنْ رِبُوتِ الْقُدْسِ" یعنی وہ قدس کے ٹیلوں سے آیا۔ (ملاحظہ ہو الفارق بین المخلوق والمخلاق، ص ۳۸۵)

تخلیف کی دوسری مشق تیسرے جملہ یعنی اپنے لوگوں سے محبت کرے گا۔ پر ہوئی ہے، یہ الفاظ قدیم اردو ترجموں کے ہیں (سیرۃ النبی، ص ۸۱۳ ج ۳)، موجودہ کیتھولک بائبل میں بھی یہی الفاظ ہیں، مگر جدید اردو اور انگریزی ترجموں میں اسے بدل کر یہ جملہ لکھ دیا گیا ہے۔ وہ ایک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس طرح اس جملہ کو قرآنی (باقی صفحہ آئندہ)

نزول بھی ہوا کسی عتاب و عقوبت کا، اور ان لوگوں کو یہ تسلیم ہے کہ اس طلق کے بعد طور سینا میں وحی کا نزول ہوا، اس لئے ضروری ہوگا کہ اسی طرح کو شعیر اور فادان پر بھی وحی کا نزول ہو،

چوتھی بشارت

کتاب پیدائش باب آیت ۲۰ میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے اسمعیل علیہ السلام کے حق میں جو وعدہ فرمایا اس کی عبادت ترجمہ عربی مطبوعہ مکتبہ میں یوں ہے:

اور اسمعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا رسی، ادبکہ میں اُسے برکت دوں گا، اور اسے برومند کروں گا، اور اسے بہت بڑھاؤں گا، اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے، اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔

اس میں ایک بڑی قوم کا لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کر رہا ہے، اس لئے کہ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں کوئی شخص حضور کے سوا موجود نہیں ہو کہ جو بڑی قوم والا ہو، شعیب اسی طرح حق تعالیٰ نے ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کی دعا کو نقل فرمایا ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں باپ بیٹوں نے اللہ سے مانگی تھی، اور وہ یہ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا	اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک پیغمبر
مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ	انہی میں سے بھیجے، جو ان کے سامنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چلے رحماء بینہم سے جو مطابقت تھی وہ ختم ہو گئی،

یہ قودہ تبدیلیاں ہیں جن سے بشارت کے اصل مفہوم پیاڑ پڑتا ہے، اور اس کے علاوہ اسی ایک جملہ میں بائبل کے تراجم میں جو بے پناہ اختلافات ہیں ان کو بیان کرنے کے لئے شاید کئی صفحات درکار ہوں ۱۲ محمد تقی،

وَيَعْلَمُ هُمُ الْكِتَابَ الْحَكِيمَ
وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

تیری آیتیں تلاوت کرے اور انہیں
کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اور انہیں
پاک صاف کر دے، بلاشبہ آپ عزت و
حکمت والے ہیں

امام قرطبی نے اپنی کتاب کی قسم ثانی فصل اوّل میں کہلے کہ :

بعض سمجھ دار لوگوں نے جو یہودیوں کی زبان سے واقف اور ان کی بعض
کتب میں پڑھے ہوئے تھے، اپنی ہوشیاری سے معلوم کر لیا کہ توریت کی
مذکورہ عبارت کے دو موقعوں سے اعداد کے اس قاعدہ کے بموجب جس کو
یہودی اپنے یہاں بکثرت استعمال کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی
نکلتا ہے، اول تو "دال" کے لئے اس زبان میں "ہا" "داد" کا لفظ استعمال ہوتا ہے،
اور ان حروف کے اعداد کل ۹۲ ہوتے ہیں، اس لئے کہ "باء" کے دو ہیں اور
تیم کے چالیس، "الف" کا ایک، "دال" کے چار، دوسرے تیم کے چالیس، "الف" کا
ایک، دوسری "دال" کے چار، کل ۹۲، اسی طرح لفظ "محمد" کے اعداد بھی ۹۲
ہوتے ہیں، اس لئے کہ تیم کے چالیس، "ح" کے آٹھ اور دوسرے تیم کے
چالیس، "دال" کے چار، کل ۹۲،

اسی طرح دوسرا لفظ "بڑی قوم" لغت یہود میں اس کی جگہ "غوی غل" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس میں لام کے تیس اور غین کے تین ہیں، کیونکہ یہود
کے یہاں غین کا استعمال تیم کی جگہ کیا جاتا ہے، اس لئے کہ ان کی لغت
میں تیم اور "د" کے موجود ہی نہیں ہیں، اور "واؤ" کے ۶ اور "یا" کے دس پھر

عین کے تین اور وال کے چار واؤ کے چھ اور لام کے تیس، ان سب کا مجموعہ

بھی ۹۲ ہی ہوتا ہے۔

حضرت سلطان بایزید خان جویم کھد میں عبد اللہ نامی ایک یہودی عالم مشرف بہ اسلام
ہوا، اور ایک چھوٹا سا رسالہ تالیف کیا، جس کا نام ”الرسالۃ الہادیۃ“ رکھا،
اس میں کہتا ہے کہ:

یہودیوں کے بڑے بڑے عالموں کی اکثر ویلیں بڑے جملوں کے حروف
سے ماخوذ ہوتی ہیں، یعنی حروف ابجد کے قاعدے سے، کیونکہ جب حضرت
سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی تو علمائے یہود ان کے پاس
جمع ہوئے، اور کہا کہ یہ عمارت چار سو بیس سال قائم رہے گی، پھر ویران ہو جائے گی
یہ بات انھوں نے لفظ ”بزات“ کے اعداد سے نکالی،

پھر امام موصوف کہتے ہیں کہ:

”اس دلیل پر معترضین نے اعتراض کیا کہ ”بہاداد“ میں جو آء ہے وہ نفس
کلمہ کی نہیں ہے، بلکہ یہ ادات ہے، اور حروف حملہ میں سے ہے، اب اگر
اس سے محمد کے نام کی تخریج کی جائے گی، تو ایک دوسری بات کی ضرورت
پیش آئے گی، ادویوں کہنا پڑے گا ”بہاداد“ جو آء یہ کہا جائے گا کہ یہ قاعدہ
تسلیم شدہ ہے کہ جب کسی کلمہ میں ایسی دو آء جمع ہو جائیں جن میں ایک
ادات ہو اور دوسری نفس کلمہ کی ہو تو ادات کو حذف کر دیا جائے گا اور
کلمہ مالی بار کو باقی رکھا جائے گا، اس قاعدہ پر اکثر و بیشتر مقامات میں معترضین
کے یہاں بھی عمل درآمد پایا جاتا ہے، اس لئے یہ اعتراض لغو ہے۔“

ہم کہتے ہیں کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسٹے گرامی میں سے "ماداد" بھی ہے چنانچہ قاضی عیاضؒ کی شفا میں صاف طور پر مذکور ہے:

کتاب پیدائش باب ۴۹ آیت ۱۰ ترجمہ عربی

پانچویں بشارت

۱۲۲ء، ۱۲۳ء، ۱۲۴ء، ۱۲۵ء، ۱۲۶ء میں یوں ہے کہ:

یہود کے سلطنت نہیں چھوٹے گی، اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا، جب تک شیلوہ نہ آئے اور قریں اس کی مطیع ہوئی، لفظ شیلوہ کے معنی میں اہل کتاب کا بڑا شدید اختلاف ہے، جو ساتویں بات میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے،

عبدالسلام مذکور نے رسالہ ہادیہ میں یوں کہا ہے کہ،
 "اس آیت میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ موسیٰ اور عیسیٰ کی حکومت کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، کیونکہ حاکم سے مراد موسیٰ ہیں، اس لئے کہ یعقوب کے بعد موسیٰ تک کوئی شخص صاحب شریعت نہیں آیا، اسی طرح قانون دینے والا سے مراد عیسیٰ ہیں، کیونکہ موسیٰ کے بعد عیسیٰ تک ان کے سوا کوئی صاحب شریعت نہیں آیا، اور ان دونوں کے

۱۵ شرح شفا، ص

۱۶ دیکھئے صفحہ ۱۲۳ جلد ۱ اور اس کا حاشیہ،

۱۷ صاحب رسالہ ہادیہ نے اس پیشنگوی کے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان میں ایک جملہ یہ ہے:

یہوداہ سے حاکم نہیں ہٹے گا، اور نہ اس کے پاؤں سے راسم ہٹے گا۔ راسم کے معنی انگریزی ترجمہ

۱۸ میں صاحب شریعت (Law-giver) (مذکور ہیں،

بعد سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی صاحب شریعت نہیں ہوا، یعقوب علیہ السلام کے قول فی آخر الايام سے معلوم ہوا کہ اس کا مصداق ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے کہ حاکم اور صاحب شریعت کے حکم ختم ہو جانے کے بعد آخری ذور میں سوائے آپ کے اور کوئی نہیں آیا، نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ لفظ ”وہ آجائے جس کے لئے وہ ہے“ سے مراد حکم ہے، کیونکہ آیت کا سیاق و سباق یہی بتاتا ہے، اور لفظ ”اور تمام قومیں اس کی مطیع ہوں گی“ یہ اس بات کی صریح علامت ہے اور واضح دلیل ہے کہ اس کا مصداق یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ تمام قومیں آپ کے سوا کسی کے جھنڈے کے نیچے جمع نہیں ہوتیں،

البتہ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس عبارت میں کسی جگہ زبور کا ذکر نہیں ملتا، حالانکہ موسیٰ و عیسیٰ کے درمیان ترتیب میں اس کا نمبر ہے، تو بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ زبور میں اول تو سرے سے احکام ہی نہیں ہیں، پھر داؤد علیہ السلام خود صاحب شریعت مستقلہ نہیں ہیں، بلکہ موسیٰ کے تابع ہیں، اور اس مقام پر یعقوب کی پیشگوئی میں صاحب احکام لوگوں کا بیان ہو رہا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ حاکم کا مصداق موسیٰ اس لئے ہیں کہ آپ کی شریعت جبری

لہ ”فی آخر الايام“ اظہار الحق کے عربی نسخوں میں ایسا ہی ہے، مگر یہیں بائبل کا کوئی ترجمہ ایسا نہیں مل سکا جس میں ”شیلہ“ کے ساتھ ”فی آخر الايام“ کا لفظ ہو، ممکن ہے کہ صاحب رسالہ ہادیہ جس بائبل سے نقل کر رہے ہیں اس میں یہ لفظ موجود ہو،

اور انتقامی ہے، اور راسم یعنی صاحبِ شریعت سے مراد عیسیٰ ہیں، اس لئے کہ آپ کی شریعت جبری نہیں ہے، نہ انتقامی ہے، اور اگر لفظ عصا سے مراد دنیوی سلطنت ہو اور اسی طرح مدبر سے مراد دنیوی حاکم ہو، جیسا کہ فرقہ پروٹسٹنٹ کے پادریوں کے رسالوں اور ان کے بعض ترجموں سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ لفظ تشیلوہ سے نہ تو مسیح یہود مراد لینا درست ہے، جیسا کہ یہودی دعویٰ کرتے ہیں، نہ اس کا مصداق عیسیٰ ہو سکتے ہیں، جیسا کہ عیسائیوں کا دعویٰ ہے،

پہلی بات تو اس لئے غلط ہے کہ دنیوی سلطنت اور دنیوی حاکم تو یہوداہ کے خاندان سے بخت نصر کے زمانے سے ختم ہو چکے ہیں، جس کو اب دو ہزار سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، اور آج تک کبھی مسیح یہود کی بھٹک تک کان میں نہیں پڑی،

دہی دوسری بات، سودہ اس لئے غلط ہے کہ یہ دونوں چیزیں خاندانِ یہوداہ سے عیسیٰ کے ظہور سے چھ سو سال قبل ہی مٹ چکی تھیں، جب کہ بخت نصر نے یہوداہ کی اولاد کو بابل کی طرف جلا وطن کیا، اور تقریباً ۶۳ سال ان کی یہی حالت رہی نہ کہ ستر سال، جیسا کہ بعض علمائے پروٹسٹنٹ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں۔ پھر ان لوگوں پر انیسو کس کے عہد میں جو مصیبتیں پڑیں وہ دنیا کو معلوم ہیں، کیونکہ اس نے اونیاس عالم یہود کو اس کے منصب سے معزول کر کے اس کے بھائی یاسون کے ہاتھ اس عہدہ کو ۳۶۰ اشرفیوں کے عوض فروخت کر دیا، اس لئے مسیح یہود کہتے ہیں کہ جس مسیح کے آنے کا عہد نامہ قدیم میں تذکرہ ہے وہ ابھی تک نہیں آیا، ابھی اس کا انتظار ہے،

... طرح کہ وہ یہ ٹیکس کی رقم سالانہ ادا کیا کرے، پھر اس کو بھی معزول کر کے اس کے بھائی مینالادوس کے ہاتھ ۶۶۰ اشرفیوں کے عوض یہ منصب فروخت کر دیا، پھر جب اس کی موت کی خبر مشہور ہوئی تو یاسون نے اپنے لئے اس عہدے کی واپسی کا مطالبہ کیا، اور اورشلیم میں ہزاروں کالشکر لے کر داخل ہوا، اور جس شخص پر بھی اسے اپنے مخالف اور دشمن ہونے کا گمان ہوتا اس کو قتل کر دیتا تھا، مینالادوس کے مرنے کی خبر غلط تھی، یہ شکر انقبوس نے اورشلیم کا محاصرہ کر لیا، اور شد قبل مسیح میں دوبارہ اس کا مالک بن گیا، وہاں کے باشندوں میں چالیس ہزار انسانوں کو قتل کیا، اور اتنے ہی لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کتاب مرشد الطالبین مطبوعہ ۱۲۵۲ھ جلد ۲، فصل ۲۰ تاریخی جدول کی بحث میں صفحہ ۳۸۱ پر لکھا ہے:

”اس نے اورشلیم کو خوب لوٹا، اور اتنی ہزار انسانوں کو قتل کر ڈالا“

موت اس قتل عام پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ عبادت خانوں میں جو بیش قیمت سامان موجود تھا، جس کی قیمت اندازاً آٹھ سو اشرفیاں تھیں، اس سب کو لوٹ لیا اور تشرمان گاہ کی اہانت غمے لئے وہاں ایک خنزیر کو ذبح کیا، پھر انطاکیہ کی طرف لوٹا، اور ایک نہایت کینے شخص فیلپس کو یہودیوں کا حاکم بنا دیا، اور اپنے چوتھے سفر مصر کے وقت ابولونیوس کو میں ہزار کالشکر لے کر اورشلیم کی جانب روانہ کیا، اور حکم دیا کہ اورشلیم کو اجاڑ دے، وہاں کے باشندوں میں سے تمام مردوں کو قتل کرے، اور عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بناتے، چنانچہ یہ لشکر روانہ

لے دیکھئے مکابوں کی پہلی کتاب، باب اول دوم،

ہوا، اور ایسی بے خبری کی حالت میں جب کہ اہل شہر یوم السبت کے متبرک دن میں نماز کے لئے لکٹے ہوئے تھے، اچانک اُن پر حملہ کر دیا، اور سولے اُن چند لوگوں کے جو کسی پہاڑ یا غار میں بھاگ کر درپوش ہو گئے، اور کوئی شخص نہیں بچ سکا، شہر والوں کے اموال کو خوب لوٹا، پوری بستی میں آگ لگا دی، ستونوں کو گرا دیا، مکانات کو اجاڑ ڈالا، اپنی مہدم شدہ مکانات کے ملہ سے اکرا پہاڑ پر ایک مضبوط قلعہ بنایا، جہاں ہر فوجی پہرہ عبادت خانہ کے اطراف و جانب کی نگرانی کے لئے لگا دیا گیا، اور جو شخص بھی عبادت خانہ کے قریب آتا فوراً قتل کر دیا جاتا،

پھر انٹیوکس نے اثانیوس کو اس کام کے لئے بھیجا، کہ وہ یہودیوں کو یونانی بت پرستی کی تعلیم دے، اور جو شخص اس حکم کی تعمیل میں چوں دھڑا کرے وہ قتل کر دیا جائے، چنانچہ اثانیوس اور سلیم پہونچا، جس کے ساتھ کچھ کافر یہودی بھی معین و مددگار بن گئے، اور مذبح مقررہ کو ٹکنا روک دیا گیا، اور یہودی مذہب کی عبادت کے تمام طریقوں کو منسوخ قرار دیا، عہد عتیق کے تمام نسخے جس در تلاش سے مل سکے سب کو جلا دیا، اور سیکل کی عمارت کو جو میٹر کی عبادت گاہ بنا دیا اور یہودیوں کی فستریان گاہ پر جو میٹر کا بت نصب کر دیا، اور جس شخص کو انٹیوکس کا مخالف پایا قتل کر ڈالا،

اس قیامتِ صغریٰ میں صرف متاثر اس کا، بن مع اپنے پانچ بیٹوں کے کسی نہ کسی طرح بچ کر اپنے وطن کی جانب بھاگے، اور اپنے قریبی محاندان کے

۱۷ دیکھئے صفحہ ۱۲۰ جلد ۱ کا حاشیہ،

لوگوں میں پناہ لے کر قوت اور طاقت پیدا کی، اور ان کافروں سے اپنی قوت و طاقت کے بقدر بدلہ لیا جیسا کہ تواریخ کی کتابوں میں ان واقعات کی تصریح موجود ہے، ایسی حالت میں یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکر صادق آ سکتی ہے؟ اور اگر کوئی صاحبِ یسہنہ لگیں کہ سلطنت اور حکومت کے باقی رہنے کا مطلب بشارت میں امتیاز قومی ہے، جیسا کہ آجکل بھی کچھ لوگ اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اُس وقت بھی اس بشارت سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہو سکتے، یہ صورت حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک باقی چلی آتی تھی، ملک عرب کے مختلف حصوں میں ان لوگوں کے بکثرت مضبوط قلعے اور اٹلاک موجود تھیں، اس طرح یہ لوگ کسی کے ماتحت اور مطیع نہیں تھے، جیسا کہ خیبر وغیرہ کے یہودیوں کی نسبت تاریخ شاہد ہے، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان یہودیوں پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی، اور ہر ملک میں دوسروں کی ذلیل رعایا بن گئے، اس لئے "شیلوہ" کا صحیح مصداق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں، نہ قومی یہود اس کا مصداق ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام،

لے دیجئے ۱۔ مکابروں ۲: ۲۰، ۲۱

۲۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ سلطنت کے باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا قومی امتیاز باقی رہے گا، اور بحیثیت قوم انہیں عزت و شوکت نصیب رہے گی۔
۳۔ لہذا اگر "شیلوہ" سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام ہوتے تو آپ کی تشریف آوری کے بعد یہودیوں کا قومی امتیاز ختم ہو جانا چاہئے تھا، اس لئے کہ بشارت میں یہ کہا گیا ہو کہ: یہودیوں کا قومی امتیاز "شیلوہ" کے آنے تک باقی رہے گا، جب حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد بھی سینکڑوں سال تک ان کا قومی امتیاز باقی رہا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح "شیلوہ" نہیں تھے،

چھٹی بشارت

زبور نمبر ۴ میں اس طرح ہے:

”میرے دل میں ایک فغص مضمون جو ض مار رہا ہو
میں وہی معنی سنناؤں گا جو میں نے بادشاہ کے حق میں قلمبند کئے ہیں،
میری زبان ماہر کاتب کا قلم ہے، توہنی آدم میں سب سے حسین ہے، تیرے
ہونٹوں (پر نعمت بھی ہے) اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کیا،
اے زبردست تو اپنی تلوار کو تیری حشمت اور شوکت ہے اپنی کرے
حاصل کر اور سچائی اور حیل اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں
اقبال مندی سے سوار ہو، اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت کا دم دکھائے گا،
تیرے تیر تیز ہیں، وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں لگے ہیں، انہیں تیرے
سامنے زیر ہوتی ہیں، اے خدا تیرا تخت ابد الابد ہے، تیری سلطنت کا
عصا راستی کا عصا ہے، تو نے صداقت سے محبت رکھی، اور بدکاری سے
نفرت، اسی لئے خدا! تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہمسر
سے زیادہ مسح کیا ہے، تیرے ہر لباس سے مراد عود اور سچ کی خوشبو
آتی ہے، ہاتھ دانت کے محفوں میں سے تاردار سازوں نے تجھے خوش
کیا ہے، تیری معسز و خواتین میں شاہزادیاں ہیں، بلکہ تیرے بچے ہاتھ اذیر
کے سونے سے آراستہ کھڑی ہے، اے بیٹی سن! غور کر اور کان لگا، اپنی قوم
اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا، اور بادشاہ تیرے حسن کا مشتاق ہو گا،

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ میں قوسین کی جگہ میں لطافت بھری ہے ”کے الفاظ ہیں،

کیونکہ وہ تیرا خداوند ہے، تو اسے سجدہ کر، اور صندوق کی بیٹی ہدیہ لے کر حاضر ہوگی
 قوم کے دولت مند تیری رضا جوئی کریں گے، بادشاہ کی بیٹی محل میں سرتاپا
 حسن افرین ہے، اس کا لباس زلفیت کا ہے، وہ بیل بولے دارلباس میں
 بادشاہ کے حضور میں پہچانی جائے گی، اس کی کنواری ہسلیاں جو اس کے
 پیچھے پیچھے چلتی ہیں تیرے سامنے حاضر کی جائیں گی، وہ اُبی کو خوشی اور خرمی
 سے لے آئیں گے، وہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوں گی، تیرے بیٹے تیری
 باپ دادا کے جانشین ہوں گے، جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار
 مقرر کرے گا، میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا، اس کو
 امتیں ابد الابد تیری شکر گزاری کریں گی۔ (آیات انا، ۱)

یہ بات تمام اہل کتاب کو تسلیم ہے کہ واؤد علیہ السلام نے اس زبور میں
 ایک ایسے نبی کی بشارت دی ہے جو ان کے بعد ظاہر ہوگا، اور یہودیوں کے
 نزدیک اس وقت تک کوئی ایسا نبی جو ان صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف
 ہو ظاہر نہیں ہوا، علماء پر وٹسٹنٹ اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی عیسیٰ ہیں
 اور مسلمانوں کا لگے ہوں یا پچھلے یہ دعویٰ ہے کہ اس نبی کا مصداق حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،

ہمارا خیال یہ ہے کہ اس زبور میں جس نبی کی بشارت دی گئی ہے اس کی
 حسب ذیل صفات کا ذکر کیا گیا ہے :

① وہ بے انتہا حسین ہوگا۔

② وہ تمام انسانوں میں افضل ہوگا،

- ۳) نعمت اس کے دونوں ہونٹوں سے پہنچے گی،
- ۴) وہ برکتوں والا ہوگا،
- ۵) وہ تلوار لٹکانے والا ہوگا،
- ۶) وہ طاقتور ہوگا،
- ۷) حق و صداقت اور وقار و سکون والا اور سچائی کا علمبردار ہوگا،
- ۸) اُس کے ہاتھ سے عجیب طور سے ہدایت ہوگی،
- ۹) اُس کا تیر تیز ہوگا،
- ۱۰) قومیں اس کے ماتحت ہو جائیں گی،
- ۱۱) وہ نیکی کو پسند کرنے والا اور گناہ کو مبغوض رکھنے والا ہوگا،
- ۱۲) بادشاہوں کی بیٹیاں اس کی خدمت گزار ہوں گی،
- ۱۳) تحفے اور ہدیے اس کو پیش کئے جائیں گے،
- ۱۴) قوم کے دولتمند اس کے مطیع ہو جائیں گے،
- ۱۵) اس کی اولاد اپنے بڑوں کی جگہ دنیا کی سردار بنے گی،
- ۱۶) اس کا نام تمام نسلوں میں یکے بعد دیگرے مشہور اور مذکور ہوگا،
- ۱۷) قومیں اس کی ہمیشہ مدد و ثناء کریں گی،

یہ تمام خوبیاں اور اوصاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ کامل اور مکمل طور پر نمایاں ہیں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بشارت کا صحیح مصدق ہونا
 نمبر ۱۱ کی دلیل یہ ہے کہ
 ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ،

”میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اور حسین کسی کو نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آفتاب آپ کے روئے مبارک سے طلوع ہو رہا ہے، جب آپ مسکراتے تھے تو دیوار تک چمک جاتی تھی، مہمبدر رضی اللہ عنہا آپ کے کچھ اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں، دوسرے آپ تمام انسانوں سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے آپ تمام دنیا سے زیادہ حسین اور شیریں نظر آتے تھے۔“

نمبر ۲ کی شہادت کے لئے باری تعالیٰ کا ارشاد ذیل کافی ہے، قرآن حکیم میں فرمایا کہ :

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا	۱۰ ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو
بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ،	بعض پر فضیلت عطا کی ہے،

مفسرین کہتے ہیں کہ ”وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ“ کا مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی اللہ نے آپ کو متعدد درجہ سے تمام نبیوں سے بلند کیا ہے،

امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت شریفہ کی تفسیر میں خوب سیر حاصل بحث فرمائی ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ :

أَنَا سَيِّدُ دُنْيَا أَدَمَ يَوْمَ	میں قیامت کے روز آدم کے بیٹوں کا
الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ،ؑ	سرور ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں

”ہمارے آیت حسن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان شمس تخری فی وجہہ“ أخرجه الترمذی وابن سعد والبیہقی عن ابی ہریرۃ (جمع الفوائد، ص ۹، ج ۲ والخصائص الکبریٰ ص ۲، ج ۱) ”ولم اجد واذا ضحک ینزل لآ فی الجدار“ فی ہذہ الروایۃ دا تھا، من روایۃ اخری، أخرجه البزار والبیہقی عن الخصائص الکبریٰ (صفحہ ۳، جلد ۱)

ؑ أخرجه احمد والترمذی عن ابی سعید رکن العمال، ص ۱۰، ج ۶

یعنی یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ اللہ کی نعمت کے اعتراف کے طور پر کہتا ہوں،

نمبر ۳، اس کے ثبوت دینے یا دلیل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آپ کی فصاحت و بلاغت کا موافق و مخالف سب کو اعتراف و اقرار ہے، راویوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام و گفتگو کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ صحیح اور سچ لہجے والے تھے، اس لئے آپ فصاحت کے لحاظ سے افضل و اکمل مرتبہ رکھتے تھے،

نمبر ۴۔ کے ثبوت کے لئے اللہ کا ارشاد قرآن کریم میں موجود ہے کہ،
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ
 پر رحمت بھیجتے ہیں،

لاکھوں کرڈوں انسان ہاتھوں نمازوں میں آپ پر درود شریف پڑھتے ہیں،
 نمبر ۵ بھی ظاہر اور عیاں ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
 ”مجھ کو خدا نے تلوار دے کر بھیجا ہے“

نمبر ۶ کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی قوت جسمانی کمال درجہ پر تھی، مشہور واقعہ ہے کہ رکانہ جو عرب کا نامی گرامی اور مشہور پہلوان تھا اور جس کی جسمانی قوت کی دعاک بیشمی ہوئی تھی مسلمان ہونے سے قبل ایک مرتبہ تہنائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ کی کسی گھاٹی میں ملا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو خدا

۱۵ ”انا الرسول بالشیف“ لم اجدہ، وانا المحدث ”انا نبی الملمحۃ“ اخرجہ المحکم عن حذیفۃ (کنز، ص ۱۱ ج ۶)۔

سے نہیں ڈرتا؟ اور میری دعوت قبول نہیں کرے گا؟ کہنے لگا اگر مجھ کو آپ کے سچا ہونے کا یقین ہو جائے تو بیشک میں آپ کی اتباع کے لئے تیار ہوں، آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر میں تجھ کو پچھاڑ دوں تو کیا پھر تجھ کو میرے سچا ہونے کا یقین آجائے گا؟ کہنے لگا ضرور، آپ نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا، اور بالکل بے بس کر دیا، اس نے کہا کہ اے محمدؐ! ذرا دوبارہ گرا کر دکھائیے، آپ نے دوبارہ بھی اس کو شیخ دیا، کہنے لگا، اے محمدؐ! بڑی ہی عجیب بات ہے، آپ نے فرمایا، اگر تو چاہے تو میں تجھ کو اس سے بھی زیادہ عجیب چیز... دکھا سکتا ہوں بشرطیکہ تو خدا سے ڈر کر میری پیروی کرے، کہنے لگا وہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے سامنے اس درخت کو ملاتا ہوں، چنانچہ آپ نے درخت کو بلایا، وہ آپ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا، پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ واپس چلا جا، وہ اپنی جگہ ٹوٹ گیا،

لکنا یہ معجزات دیکھ کر جب اپنی قوم کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ اے بنی عبد مناف! میں نے محمدؐ سے بڑھ کر کوئی جادوگر نہیں دیکھا، اور پھر جو کچھ واقعہ گذرا تھا وہ سنایا رہی آپ کی شجاعت و بہادری سوا اس کی شہادت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا حسب ذیل قول ہے:

”میں نے آپ سے زیادہ نہ کسی کو بہادر دیکھا نہ دلیرا اور نہ آپ سے زیادہ کسی کو سختی پایا۔“

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ:

۱۵ اخبرنا ابیہدی عن ابی امامہ (الخصائص الکبریٰ ص ۱۲۹ و ۱۳۰ ج اول)

۱۶ اخبرنا الدارمی عن ابن عمر (خصائص، ص ۴۲ ج اول)

جب لڑائی کی آگ بھڑک جاتی تھی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے بچنے کی کوشش کرتے تھے، ایسے موقع پر ہم سب میں آپ ہی دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے، مجھ کو وہ منظر یاد ہے جب کہ بدر کے دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لے رہے تھے، اور آپ ہم سب میں دشمن کے زیادہ قریب تھے، اس روز آپ نے سب لوگوں سے زیادہ شدید جنگ کی۔^۱

نمبر ۲، امانت اور سچائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلیل القدر صفات میں سے ہیں، چنانچہ نضر بن حارث نے قریش سے کہا تھا کہ:

”تمہارے تم میں یحییٰ سے نشو و نما پائی ہے، اس تمام دور میں وہ تم میں مقبول اللہ پسندیدہ اور بات کے سچے پتے، امانت میں اپنے درجے کے ثابت ہوئے اب جب انکے بالوں میں سفیدی آگئی اور جو کچھ بھی وہ تمہارے پاس لائے ہیں تو تم کہتے ہو کہ وہ جادو گر ہیں، نہیں! خدا کی قسم: وہ ہرگز جادو گر نہیں ہیں۔“^۲

ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا تو پوچھا کہ تمہارے جو کچھ دعویٰ کیا ہے، کیا اس سے پہلے تم نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں!۔^۳

نمبر ۳ کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جنگ بدر اور جنگ حنین کے موقع پر خاک

۱۔ أخرجه أحمد والطبرانی في الأوسط عن علي (خصائص، ص ۲۰۳، ج ۱)

۲۔ لقد كان محمد فيكم غلاماً محدثاً أَرْضَاكُمْ فِيمَكُمْ وَأَمَدَكُمْ حَدِيثًا وَأَعْلَمَكُمْ أَمَانَةً الْخَوَّاءُ أخرجه ابن السكيت
۳۔ أبو نعیم عن ابن عباس (الخصائص، ص ۱۱۴، ج ۱)

۴۔ الحديث طويل معرووف أخرجه البخاري،

کی ایک ٹمٹھی بھر کر کافروں کے مُنہ اور چہروں پر دے ماری جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی ایک کافر بھی ایسا نہ تھا جو اس کی زد سے بچ رہا ہو، بلکہ سب کو اپنی آنکھوں کی پڑ گئی، اور شکست کھا کر بھاگے، اور مسلمانوں نے ان کو قتل اور قید کیا۔ اس قسم کے واقعات یہ آپ کے ہاتھوں کی عجیب ہدایت و رہنمائی ہے جس سے گمراہ کو ہدایت نصیب ہو سکتی ہو، نمبر ۹ کا ثبوت یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد قدیم زمانے سے تیر اندازی کی ماہر علی آتی تھی، جس کو دنیا جانتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کام بڑا مرغوب تھا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ: "عنقریب تم لوگ رومیوں پر فتح حاصل کر دے گے اور اللہ تمھارے کام کی کفایت کرے گا، اس لئے تم میں سے کوئی شخص تیر اندازی کے کھیل سے عاجز نہ رہے" دوسری جگہ فرمایا اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کیا کر دیکھو کہ تمھارے باپ بھی تیر انداز تھے اور فرمایا کہ "جس نے تیر کا فن سیکھا پھر اس کو چھوڑ دیا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے"

نمبر ۱ کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا طہیبت ہی میں اللہ کے دین یعنی اسلام میں لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج داخل ہونے لگے تھے، اور صرف دو سال سے بھی کم مدت میں مسلمان ہزاروں سے

۱۔ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۱۲۹۷، ۱۲۹۸ جلد ہذا،

۲۔ لم أحسدہ،

۳۔ "ارموا بنی اسماعیل فان اباکم کان رامیا" أخرجه البخاری عن سلمة بن الأكوع مرفوعاً (صح الفوائد صفحہ ۱۹ ج ۲)

۴۔ "من تعلم الرمي ثم تركه فليس مني" أخرجه مسلم عن عتبة بن عامر مرفوعاً (ایضاً)

متجاوز ہو کر لاکھوں ہو گئے،

نمبر ۱۱ تو اس قدر معروف و مشہور ہے کہ جس کا اقرار و اعتراف کٹر سے کٹر مخالفین کو بھی ہے، جیسا کہ مسلک نمبر ۲ میں معلوم ہو چکا ہے،

نمبر ۱۲، یہ ایک حقیقت ہے کہ شاہزادیاں اور امیرزادیاں طبقہ اولیٰ کے مسلمانوں کی حرم سرا میں داخل ہوتیں، اور ان کی عادات میں بننے کا فخر حاصل کیا، ان میں سے شہر بانو جو یزدجر شاہ ایران کی بیٹی تھیں، امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں داخل ہوئیں،

نمبر ۱۳ و ۱۴ کے ثبوت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ اور منذر بن سادی بحرین کا حکمران اور سلطان عمان مطیع و فرمانبردار ہو کر اسلام میں داخل ہوئے، نیز ہرقل قیصر روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ ارسال کیا، قبطیوں کے بادشاہ مقوقس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین باندیاں، تین مہشی غلام، ایک خوب صورت نچر اور دراز گوش گھوڑا اور بیش قیمت کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے،

نمبر ۱۵ کی دلیل یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بہت سے خلیفہ بنے، اور مختلف ممالک حجاز و یمن، مصر و مغرب، شام و فارس، ہندوستان میں ہزاروں امراء و سلاطین آپ کی نسل سے ہوتے رہے، اور آج تک حجاز و یمن اور دوسرے بعض ملکوں میں بے شمار امراء و حکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے پاسے جاتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ امام مہدیؑ بھی آپ کی نسل کا ظاہر ہوں گے اور دنیا میں خدا کے خلیفہ بنیں گے، آپ کے مبارک عہد ہی میں اللہ کا دین تمام

دنیوں پر غالب ہو کر رہے گا۔

نمبر ۱۷۱ء کی شہادت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ہزاروں لاکھوں انسان مختلف قوموں اور قبیلوں کے پانچوں وقت بلند آواز سے مختلف ملکوں میں آئندہ
 اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کی صدائیں لگاتے ہیں
 اور ان پانچوں اوقات میں اُن گنت ادبے شمار نازی آپ پر درود پڑھتے ہیں
 اور لاکھوں حافظ و قاری آپ کے منشور کو حفظ کرتے ہیں، مفسرین آپ کے لکے
 ہوئے قرآن کے معانی کی تفسیر اور واعظ لوگ آپ کے وعظ کی تبلیغ کرتے ہیں
 بڑے بڑے علماء اور سلاطین روضہ مبارک پر حاضر ہوتے اور دروازے کے باہر
 سے آپ پر درود پڑھتے ہیں اور اپنے چہروں کو روضہ اقدس کی مبارک خاک سے
 رگڑتے ہیں، اور آپ سے شفاعت کی توقع رکھتے ہیں،

اس کے برعکس یہ شہادت کسی طرح پر بھی علمائے پرڈٹسٹنٹ کے باطل
 دعوے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں صادق نہیں آتی، اس لئے کہ ان
 کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ کتاب اشعیاء کے باب ۵۳ میں دی ہوئی بشارت بھی
 عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے، اور اس کی عبارت یہ ہے:

”نہ اس کی کوئی شکل و صورت ہے، نہ خوب صورتی، اور جب ہم اس پر
 نگاہ کریں تو کچھ حسن و جمال نہیں، کہ ہم اس کے مشتاق ہوں، وہ آدمیوں
 میں حقیر و مردود، مرد غناک اور بیخ کا آشنا تھا، لوگ اس سے گویا روپوش
 تھے، اس کی تحقیر کی گئی، اور ہم نے اس کی کچھ قدر نہ جانی۔“

غور کیجئے! یہ اوصاف ”زبور“ کے بیان کردہ اوصاف کی ضد اور برعکس ہیں،

اس لئے عیسیٰ علیہ السلام پر حسین اور طاقت ور ہونا صادق نہیں آئے گا، نہ اُن پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ تلوار بھونکے گا، اور نہ یہ کہ اس کا تیز بھال والا ہوگا، نہ یہ کہ دولت مند لوگ اس کے مطیع بنیں گے، نہ یہ کہ اس کی خدمت میں ہدایا اور تحفے بھیجے جائیں گے،

اس کے برعکس عیسائی نقطہ نظر کے مطابق لوگوں نے عیسیٰ کو گرفتار کیا، ذلیل کیا، اُن کا مذاق اڑایا، کڑوں سے اُن کو مارا، پھر اُن کو سولی پر لٹکایا، اسی طرح نہ اُن کے بیوی بچے، نہ بیٹا، بلکہ یہ بات بھی صادق نہ آسکے گی، کہ بادشاہوں کی بیٹیاں اس کے گھر میں داخل ہوں گی، نہ یہ کہ اس کی اولاد اپنے بڑوں کی جگہ زمین کی بادشاہ ہوگی،

ایک ضروری تہذیب ترجمہ آیت نمبر ۸ جو ہم نے نقل کیا ہے وہ زبور کے اس فارسی ترجمہ کے مطابق ہے جو ہماری پاس تھا،

اسی طرح زبور کے اردو ترجموں میں بھی ایسا ہی ہے، اور پولس نے اس آیت کو اپنے عبرانیوں کے نام خط کے پہلے باب ترجمہ عربی ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے،

”تو نے راست بازی سے محبت اور بدکاری سے عداوت رکھی، اسی سبب سے خدا یعنی تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے ساتھیوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ مسح کیا۔“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۱ء عربی ترجمہ کے مطابق ہیں، اس لئے جو

ترجمہ میری نقل کے مخالف ہوگا وہ درست نہ ہوگا، اور اس کی تردید کے لئے ان کے مقدس کا کلام کافی ہوگا۔

ادھر آپ حضرات باب کے مقدمہ میں یہ بات معلوم کر چکے ہیں کہ لفظ "معبود" اور "رب" وغیرہ کا استعمال عوام کے لئے بھی ہوا ہے، چہ جائیکہ خواص لوگ زبور علیہ کی آیت نمبر ۶ میں یوں ہے کہ:

"میں نے کہا تھا کہ تم الہ ہو، اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔"

اس لئے صاحب مفتاح الاسرار کا یہ اعتراض قابلِ پیش رفت نہیں ہو سکتا۔ زبور کی آیت مذکورہ اس طرح ہے کہ:

"تو راست بازی سے محبت اور بدکاری سے عداوت رکھی، اسی سبب کے

لے اللہ تیرے معبود نے تجھے خوشی کے تیل سے تیرے ساتھیوں کی بہ نسبت

تجھے زیادہ مسح کیا۔"

اور مسیح کے علاوہ اور کسی شخص کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں ہو سکتے کہ اے

اللہ! اقل تو ہم کو اس ترجمہ کی صحت تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ترجمہ ان کے مقدس کے کلام کے خلاف ہے،

دوسرے اگر ہم اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو بھی ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ دعویٰ

صریح طور پر باطل ہے، اس لئے کہ لفظ "اللہ" اس مقام پر حقیقی معنی میں استعمال

نہیں ہو رہا ہے، بلکہ مجازی معنی مراد ہیں، اس کی دلیل لفظ "تیرا معبود ہے" کیونکہ

حقیقی خدا کا کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا، پھر جب معنی مجازی مراد ہوتے تو جس طرح

لے مطلب یہ ہے کہ صاحب مفتاح الاسرار نے زبور کی عبارت جس طرح نقل کی ہو (باقی صفحہ ۲۷۹)

عیسیٰ کے حق میں صادق آسکتا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی صادق ہوگا، زبور کی ایک اور عبارت بشارتِ غیر، زبور نمبر ۱۴۹ آیت ۱ میں ہے:

خداوند کی حمد کرو، خداوند کے حضور نہایت گلاؤ اور مقدسوں کے جمع میں اس کی مدح سرائی کرو، اسرائیل اپنے خالق میں شادمان رہے، ہر زندانی مینوں اپنے بادشاہ کے سبک شادمان ہوں وہ تلپتے ہوئے اس کے نام کی تسبیح کریں، وہ دفعتاً دستار پر اس کی مدح سرائی کریں، کیونکہ خداوند اپنے لوگوں سے خوشنود رہتا ہے، وہ طہیروں کو نجات سے زینت بخشنے لگا، مقدس لوگ جلال پر فخر کریں، وہ اپنے بستروں پر خوشی سے نغمہ سرائی کریں، ان کے منہ میں خدا کی تجید اور ہاتھ میں دودھ صاری تلوار ہو، تاکہ قوموں سے انتقام لیں، اور غنوں کو سزا دیں، ان کے بادشاہوں کو زنجیروں سے جکڑائیں، ادران کے سرداروں کو لوہے کی بیڑیاں پہنائیں، تاکہ ان کو وہ سزا دیں جو رقوم ہے اس کے سب مقدسوں کو یہ شرف حاصل ہے“ (آیت ۹ تا ۱۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس میں تو اللہ کو خطاب کر کے یہ کہا جا رہا ہے کہ اے اللہ! تیرے معبود نے تجھے خوشی کے تیل سے زیادہ مسح کیا تو اس میں اللہ کا ایک معبود ثابت کیا گیا ہے، اب ظاہر ہے کہ اس عبارت میں لفظ ”اللہ“ سے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکے، کیونکہ اللہ کا کوئی معبود نہیں ہوتا، جو اسے مسح کرے، لا محالہ یہ کہا جائے گا کہ یہاں ”اللہ“ سے مراد اس کے مجازی معنی یعنی حضرت عیسیٰ کی ناسوتی حیثیت ہے، اور اس طرح لفظ ”اللہ“ بائبل کی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے، جیسا کہ زبور ۸۲، ۶۱ کی مثال ابھی صنف نے بیان فرمائی،

آٹھویں بشارت کتاب یسعیاہ

کتاب یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۹ میں ہے:

”دیکھو پرانی باتیں پوری ہو گئیں، اور میں نئی بتاتا ہوں، اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں:

اے سمندر پر گزرنے والا! اور اس میں بننے والو! اے جو دریاؤں اور ادا کے باشندو! خداوند کے لئے نہایت گھاؤ، زمین پر سراسر اسی کی ستائش کرو، بیابان اور اس کی بستیاں، قیدان کے آباد گھاؤں اپنی آواز بلند کریں،
دریائے کے بنے والے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لٹکاریں دہ

لہ ”سلح“ اخبار الحق میں مصنف نے جن عربی ترجمہ سے نقل کیا ہے اس میں ”سلح“ کی جگہ (چٹان) کا لفظ ہے، موجودہ انگریزی ترجموں میں بھی ایسا ہی ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۰ء میں یہاں ”سلح“ کا لفظ ہے، اہل تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل عبرانی میں یہاں لفظ ”سلح“ ہی ہے، مگر چونکہ ”سلح“ کے معنی چٹان کے ہیں اور بائبل کے مترجمین اکثر مقامات کے ناموں کا بھی ترجمہ کر ڈالتے ہیں اس لئے انھوں نے اس کی جگہ ”چٹان“ لکھ دیا، اس تحقیق سے یہ پیشگوئی اور زیادہ قطعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو جاتی ہے کیونکہ ”سلح“ مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، جو قدیم اہل عرب میں بھی اسی نام سے مشہور تھا، قیس بن ذریجہ کا شعر ہے یہ

لَعَبْرَاتُ اَتْنِي لَاحِبَ سَلْعًا ۚ لِرُؤْيَتِهِ دَمِنَ اَكْنافِ سَلْعٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ”سلح“ کے نام سے مشہور معروف تھا راقی برخواستہ

خداوند کا حلال ظاہر کریں، اور جزیروں میں اس کی ثناء خواہی کریں، خداوند
بہادر کی مانند نکلے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا، وہ نصرو

ربقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ردیحے میح مسلم میں غزوہ تبوک کے تحت حضرت کعبہ کی مشہور طویل
حدیث (اور آج بھی مسلح کے نام سے مشہور ہے، اب اس جملہ پر غور فرمائیے جو کتاب بیضاہ
میں مذکور ہے، مسلح کے بسنے والے گیت گائیں، آپ کو معلوم ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کی بچیاں یہ عربی نغمہ گارہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ۖ مِنْ ثَنِيَاتِ الْوُدَاعِ

ہم پر ثنیات الوداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا،

اور لطف کی بات یہ ہے کہ ثنیات الوداع درحقیقت کوہ مسلح ہی کے سلسلہ کی گھاٹیاں ہیں
جن کا آج بھی ہر شخص مدینہ طیبہ میں مشاہدہ کر سکتا ہے،

یہ درست ہے کہ مسلح کے نام سے ایک قلعہ شام کی وادی موسیٰ میں بھی واقع تھا
(معجم البلدان حموی، ص ۲۳۷ ج ۳ والقاموس المحیط، ص ۳۹ ج ۳) لیکن کئی وجوہ سے کتاب
بیضاہ کی مذکورہ پیشینگوئی میں وہ مسلح مراد نہیں ہو سکتا، اول تو اس لئے کہ آکسفورڈ
بائبل کنکھارڈنس کے مؤلفین اس لفظ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

عرب کا قدیم مرکزی شہر جن کی بنیاد بنی عیسو نے رکھی تھی، (ص ۲۶۵، لفظ

(

واضح ہے کہ حضرت عیسو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے داماد تھے (پیدائش ۲۸: ۹،
و ۲۵: ۱۳ و ۳۶: ۳) اور وادی موسیٰ کا قلعہ شام میں ہے، اسے عرب کا شہر نہیں کہا جاسکتا
دوسرے اس لئے کہ اس پیشینگوئی میں لفظ مسلح سے پہلے یہ جملہ ہے کہ "قیدار
کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں" جس سے معلوم ہوا کہ مسلح سے مراد وہ مسلح ہے جو قیدار
کی بستیوں کے قریب ہو، قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صاحبزادے کا نام تھا، وہ تواجیج
(۳۶: ۱) اور ان کی اولاد ملک عرب کے بیابان میں آباد تھی، جیسا کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

مارے گا، ہاں وہ لڑکارے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا، میں بہت مدت سے چپ رہا، میں خاموش ہو رہا، اور ضبط کرتا رہا، پر اب میں دروازہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کتاب لیسعیاہ ۲۱: ۱۳ تا ۱۷ سے صاف ظاہر ہوتا ہے، اسی صورت میں سلح سے مراد شام کا کوئی علاقہ مراد نہیں ہو سکتا،

تیسرے اس لئے کہ جو بشارت حضرت اشعیاہ کے واسطے سے اس باب ۲۲ میں بیان کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ پہلے باب نمبر ۳۴ آیت ۲ میں اس طرح ہے کہ:

”میں نے مشرق سے اس کو برپا کیا جس کو وہ صداقت سے اپنے قدموں میں بلاتا ہے“

اس جملہ میں کہا گیا ہو کہ وہ نبی مشرق سے مبعوث ہو گا، اور مشرق کا لفظ توریت میں عام طور سے ملک عرب کے لئے استعمال ہوا ہے، (دیکھئے ارض القرآن مولانا سید سلیمان ندوی)، چوتھے اس لئے کہ اگر سلح سے مراد شام والا سلح ہو تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہوں گے، حالانکہ اس بشارت میں یہ کہا گیا ہے کہ: ”خداوند بہادر کی مانند نکلے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائیگا“ اس جملہ اور اس کے بعد کے تمام جملے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے وہ جہاد کرے گا اور اپنے دشمنوں کو تہس نہس کر ڈالے گا، اور حضرت عیسیٰ نے نہ صرف یہ کہ جنگ نہیں کی، بلکہ عیسائیوں کا نظریہ تو یہ ہے کہ انھیں ان کے دشمنوں نے سولی دیدی تھی، (معاذ اللہ) پانچویں اس لئے کہ اس بشارت کا آخری جملہ پوری وضاحت کے ساتھ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے، اس کا خصوصی مشن بت پرستی کا استیصال کرنا ہو گا، اور اسے زیادہ بہت پرستوں سے واسطہ پڑے گا، حالانکہ عیسیٰ کی کم دیش پودی زندگی یہودیوں کے مقابلے میں گزری ہے، بت پرستوں سے آپ کو کوئی قابل ذکر واسطہ نہیں رہا، اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عرب میں مبعوث ہوئے تھے جہاد کے ذریعے دشمنانِ خدا کو ذلیل و خوار بھی کیا، اور آپ کی مکی زندگی کے تیرہ سال (باقی صفحہ آئندہ)

دال کی طرح چسلاؤں گا، میں ہاتھوں گا اور زندہ رہے سانس لوں گا۔ میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو دیران کر ڈالوں گا، اودان کے سبزہ زاروں کو خشک کر دوں گا، اودان کی ندیوں کو جزیرے بناؤں گا، اور تالابوں کو سکھادوں گا اور اندھوں کو اس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لے جاؤں گا، میں اُن کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں لے چلوں گا، میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور ادنیٰ نچی جگہوں کو ہموار کر دوں گا، میں ان سے یہ سلوک کر دوں گا اور ان کو ترک نہ کر دوں گا، جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے، اور بہت شرمندہ ہوں گے (آیات ۹ تا ۱۷)

یہ عبارت آیت ۹ کی جس جملے سے شروع ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اشعیا علیہ السلام پہلے کچھ زمانہ ماضی کی خبریں دے چکے ہیں اور اس کے بعد زمانہ آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں، اور جس کی پہلے خبر دی تھی

(بقیہ ماضیہ ص ۱۰۷ گذشتہ) پورے پورے بت پرستوں سے مقابلہ کرنے میں صرف ہو کر، اور جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو پورے جزیرہ عرب میں کوئی ایک بھی بت پرست بھی باقی نہیں رہا تھا۔ ان کا قریل انکار وجود کی بنا پر اس پیشگوئی کا مصداق سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا (ماضیہ صفحہ ۱۰۷) معنی کا خیال ہے کہ اس باب نمبر ۴۲ میں آیت سے پہلے جس نبی کی علامات ذکر کی گئی ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہیں بلکہ کسی اور نبی کی ہیں، لیکن بعض دوسرے اہل علم مثلاً مولانا سید سلیمان ندوی کا خیال ہے کہ وہ علامات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہیں، اور ہمیں بھی یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے، باب ۴۲ کی ابتدائی آیتیں یہ ہیں،
”دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس کے حالات اس نبی کے برعکس ہیں جس کی... خبر اس باب کے آخر تک دی گئی ہے۔
چنانچہ اس باب کی آیات نمبر ۲۳ میں ارشاد ہے کہ :

”تم میں کون ہے جو اس پر کان لگائے؟ جو آئندہ کی بابت توجہ نہ دے۔“

اور نئے گیت سے مراد عبادات کے وہ نئے طریقے ہیں جو شریعت محمدی میں
پائے جاتے ہیں، اور رُک زین کے آخری حصہ کے باشندوں اور جزیروں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی
وہ قوموں میں عدالت جاری کر چکا، وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا، اور
نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی، وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ
ٹوڑے گا، اور ٹٹائی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ راستی سے عدالت کرے گا، وہ
ماندہ نہ ہو گا، اور ہمت نہ ہارے گا، جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے
جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کر رہے ہیں، جس نے آسمان کو پیدا کیا، اور
آسمان زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا، جو اس کے باشندوں
کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے، یعنی خداوند خدا
یوں منسوب ہے میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا، میں ہی تیرا ہاتھ
پکڑاؤں گا، اور تیری مخالفت کروں گا، اور لوگوں کے جہد اور قوموں کے زور
کے لئے تجھے روں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے
نکالے، اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑائے، یہود و انبیاء
ہی ہوں، یہی میرا نام ہے، میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد
کھوئی ہوئی موتوں کے لئے روانہ رکھوں گا۔

ہمارے نزدیک یہ عبارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حق میں ہے، اور اس کے
بعد جو جملہ ہے کہ ”دیکھو پرانی باتیں پوری ہو گئیں اور میں نئی بتاتا ہوں۔“ (باقی صفحہ آئندہ)

شہروں اور خشکی کے تمام علاقوں کے لئے ان کے عام ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عام ہونے کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے، بالخصوص لفظ قیدار اس کی طرف قوی اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیدار بن اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں، اسی طرح پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لٹکاریں کے الفاظ اس خاص عبادت کی طرف اشارہ ہے جو حج کے زمانے میں ادا کی جاتی ہے، جس میں لاکھوں انسان

دبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ، وہ درحقیقت ایک جملہ معترضہ ہے، جس کا مقصد اپنی اس پیشینگوئی کی اہمیت کو اس طرح واضح کرنا ہے کہ میں نے جو پھل پیشینگوئیاں اس سے پہلے کی تھیں وہ واقع ہو کر رہیں، اس لئے یہ بھی ضرور واقع ہوگی۔

مذکورہ عبارت کئی وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں ہو سکتی، اولاً اس لئے کہ اس میں ایک جملہ یہ ہے کہ "ہمت نہ ہائے گا جب تک کہ بدالت کو زمین پر قائم نہ کر لے" حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی بدالت اور حکومت سے پہلے ہی آسمان پر تشریف لے گئے۔

دوسری اس لئے کہ اس میں ایک جملہ یہ ہے کہ "میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا، اور تیری حفاظت کروں گا" حالانکہ عیسائی نظریہ کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھتے وقت خدا کو چاکر پکارتے رہ گئے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) ان کا انتقال ہو گیا، اور اسلامی عقیدے کے مطابق بھی انھیں حکومت کم از کم حاصل نہ ہو سکی،

تیسرے اس لئے کہ اس عبارت کا آخری جملہ بھی اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے وہ خاص طور سے بت پرستی کا خاتمہ کرنے کو اپنا مقصد بنائے گا، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بت پرستوں سے کوئی خاص واسطہ نہیں تھا اس کے برخلاف یہ بشارت سرفی صدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، چنانچہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ صحابہ کے قدس میں ایک مشہور (باقی بر صفحہ آئند)

لبیک اللہم لبیک کی صدا لگاتے ہیں، اسی طرح تجزیروں میں ان کی شمار خوانی کریں
کے الفاظ اذان کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ لاکھوں کروڑوں انسان دنیا کے مختلف
حصوں میں پانچوں وقت بلند آواز سے اذان کہتے ہیں،

اسی طرح ”خداوند بہادر مرد کی طرح نکلتے گا، وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیبت
دکھائے گا۔ ان الفاظ سے جہاد کے مضمون کی جانب حسین اشارہ کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہودی ظالم تھے جو مسلمان ہو گئے تھے، ان سے جب پوچھا گیا کہ تورات
کی کونسی عبارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دیتی ہے؟ تو انہوں نے ایک
عبارت کا عربی ترجمہ کر کے بتلایا، وہ عبارت کتاب یسعیاہ کی اس عبارت کے سونی
مطابق ہے،

ہم بخاری کی کتاب التفسیر سے حضرت کعبؓ کی بیان کردہ عبارت ایک ایک
جملہ کر کے نقل کرتے ہیں، اسے کتاب یسعیاہ کے ایک ایک جملے سے ملائے جائے:

(۱) قال فی التوراة یا آیتھا المتبعی	تورات میں اللہ نے کہا ہو کہ لے بنی!
افانہ مسلکک شاہدا ومبشرا	ہم نے تمہیں بھیجا ہے دراصل ایک تم
	شاہدا در خوشخبری دینے والے ہو

یسعیاہ میں ہے ”وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا“

(۲) وحزرا الامیین	”امیوں کی پناہ ہو، (آئی سے مراد وہ
	ہیں جنہیں پہلی شریعت ملی ہو)“

یسعیاہ میں ہے ”ان کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں لے چلوں گا۔“

(۳) انت عبدی ورسولی	”تم میرے بندے اور میرے رسول ہو“
---------------------	---------------------------------

یسعیاہ کے شروع میں ہے: ”دیکھو میرا خادم“ اور پھر ہے ”میں نے اپنی روح اس کی ڈلی“

(باقی بر صفحہ آئندہ)

یعنی آپ کا اور آپ کے متبعین کا جہاد محض خدا کے لئے ہوگا۔ اور اسی کے حکم سے ہوگا، نفسانی خواہشات کی لذتوں سے غالی ہوگا، اس لئے اللہ نے اس نبی کے اور اس کے متبعین کے خروج کو اپنی خروج سے تعبیر فرمایا۔

اسی طرح آیت نمبر ۱۴ میں جہاد کی مشروعیت کی وجہ پر روشنی ڈالی، اور آیت نمبر ۱۶ میں اہل عرب کی حالت کا نقشہ کھینچا، کہ یہ لوگ احکام خداوندی سے قطعاً (بقیہ ماحیہ صفحہ آئندہ)

(۳) سَمِيتُكَ بِالْمُحَوَّلِ ،
تو میں نے تیرا نام خدا پر بھروسہ رکھنے والا رکھا۔

یسعیاہ میں ہے : میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں ... میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا، اور تیری حفاظت کروں گا۔

(۵) قَیْسُ بَفِظٍ وَلَا غَلِیْظٍ وَلَا یَدْفَعُ
الْیَمِیْنَةَ بِالْیَمِیْنَةِ وَلَکِنْ
یَعْفُو وَیَصْفَحُ ،
”وہ سنگدل اور سخت نہ ہوگا (یعنی)
مزدوروں کو پستائے گا اور برائی کا بدلہ برائی
سے نہ دے گا، بلکہ معاف کرے گا۔“

اشعیاہ علیہ السلام تمثیل و استعارہ میں کہتے ہیں : وہ منسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑیگا اور ٹٹمائی ہوئی کو نہ بھجائے گا، وہ راستی سے عدالت کرے گا۔

(۶) وَلَا سَخَابَ بِالْأَسْوَاقِ ،
اور نہ وہ بازاروں میں شور کرنے والا ہوگا۔

یسعیاہ میں ہے : ”وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔“

(۷) وَلَنْ یَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتَّى یَقِیْمَ
بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ ،
اور خدا اس وقت تک اس کی روح قبض
نہ کرے گا جب تک اس کے ذریعہ وہ کج دین
کو سیدھا نہ کر لے گا۔

یسعیاہ میں ہے : ”وہ ماندہ نہ ہوگا، اور بہت نہ ہارے گا، جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر لے۔“

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ناواقف، بت پرستی کرنے اور گندی جاہلی رسموں میں مبتلا تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ان کے حق میں شہادت دی ہے کہ اگرچہ وہ اس سے پہلے بالکل

دبقیہ ماشیہ صغیر گذشتہ

(۸) فَيَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ . یہاں تک کہ لوگ کہہ اٹھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔

یسعیاہ میں ہے: ”یہوداہ میں ہوں، یہی میرا نام ہے، میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی صورتوں کے لئے روانہ رکھوں گا“ (رواضح رہی کہ بائبل میں ”یہوداہ“ کا لفظ ”اللہ“ کی جگہ استعمال ہوتا ہے)

(۹) فَيَقْتَمِبْ بِهِ اَعْيُنًا عَمِيًّا وَاِذَا اَنَاصَتْ وَاَقْلُوْبًا غَلْفًا ، وہ اس کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پر پردے ہونے والے

بخاری تفسیر سورہ فتح بروایت ابن عمرؓ کو کھول دے گا

یسعیاہ میں ہے: ”لوگوں کے جہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دہن گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے، اسیروں کو قید سے نکالے، امدان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہوتے ہیں قید خانہ سے بچھڑائے“

اس پیشین گوئی کا ایک ایک حرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث اور بائبل کی عبارت میں کہیں کہیں تقدیم و تاخیر یا صیغوں کا فرق ضرور ہے، مگر اتفاق تو بائبل کے تقریباً ہر نکتہ میں دوسرے نسخہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے،

پھر اسی عبارت میں آنے والے نبی کے لئے ”خادم“ یا ”بندہ“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو خاص طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے، دوسرے انبیاء میں سے کسی کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے، کسی کو روح اللہ اور کسی کو خلیل اللہ، لیکن عبد اللہ کا خصوصی... خطاب حضور ختم المررت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملا ہے، اس کے ساتھ لفظ ”برگزیدہ“ استعمال کیا گیا ہے، جو مصطفیٰ کا ترجمہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معروف لقب ہے (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے سیرۃ النبی ص ۸۰۰ ج ۳)

ناواقف اور کھل گمراہی میں تھے، میں ان کو ترک نہ کروں گے الفاظ سے اس بہت کے مرحوم ہونے کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے، ”غَيْرِ الْمَذْهُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ اسی طرح آپ کی شریعت کے دائمی اور ابدی ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے، پھر ”جو کھودی ہوئی صورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو، وہ پیچھے پٹھیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے۔ ان الفاظ سے خدا کی جانب سے وعدہ کیا جا رہا ہے کہ بت پرست اور منہم کے پجاری یعنی عرب کے مشرکین اور صلیب کی عبادت کرنے والے قدسیوں کی تصویروں کی پوجا کرنے والوں کو بڑی ذلت و رسوائی نصیب ہوگی۔

پھر جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا بھی فرما دیا۔ کیونکہ عرب کے مشرکین اور ہرقل... شاہ روم کسریٰ شاہ فارس نے نور محمدی کے بجھانے میں کوئی بھی کسر اٹھانہ رکھی تھی، مگر ان کو سوائے ناکامی اور رسوائی کے اور کچھ پتے نہیں پڑا۔ یہاں تک کہ عرب کا خطہ ترک کے اثر سے پاک ہو گیا، کسریٰ کی سلطنت قطعی اور کلی طور پر پاش پاش ہو گئی، اور شام کے عیسائیوں کی حکومت بھی ملیا میٹ ہو گئی، دوسرے ملکوں میں سے بعض جیسے بخارا، کابل، وغیرہ ان کا عمل دخل قطعی ختم ہو گیا، اور بعض ممالک میں برائے نام اثر باقی رہ گیا، جیسے ہند، سندھ وغیرہ، اور توحید کے جھنڈے مشرق سے مغرب تک گر گئے،

—————

رحم کرنے والا یوں سر مارتا ہے کہ پہاڑ تو جاتے رہیں، اور ٹیلے ٹل جائیں، لیکن میری شفقت کبھی تجھ پر سے جاتی نہ رہے گی، اور میرا صلح کا عہد نہ ٹلے گا۔ اے مصیبت زدہ اور طوفان کی ماری اور تسلی سے محروم ادیکھ! میں تیری پتھروں کو سیاہ ریت میں لگاؤں گا، تیری بنیادِ نیل سے ڈالوں گا، میں تیرے کنگروں کو لعلوں اور تیرے پھانکوں کو شب چراغ اور تیری ساری فصیلیں میں قیمتِ پتھر کی بناؤں گا، اور تیری سب فرزندِ خداوندِ علیم پانچ گونہ قیروں فرزند کی سی بن جائیں گی، اور استِ بلندی سے پائیدار ہو جائے گی، تو ظلمتِ درد سے گی کیڑی تو بخون مہلک اللہ شست سے درد ہے گی، کیونکہ.....

وہ تیرے قریب نہ آئے گی، زیادہ کہ وہ پڑوسی آجگا جو میرا حق نہیں تھا، اور جو قریب تھا وہ تجھ سے قریب ہو جائے گا، ادیکھ! میں نے تُو بار کو پیدا کیا جو کونلوں کی آگ دھونکتا اور اپنے کام کے لئے ہتھیار نکالتا ہے، اور غارت گر کو میں نے ہی پیدا کیا کہ قحط مار کرے، کوئی ہتھیار جو تیرے خلاف بنایا جائے گا کام نہ آئے گا، اور جو زبانِ عدالت میں تجھ پر چلے گی تو اسے جرمِ شہر لائے گی، خداوند (ج) فرماتا ہے یہ میرے بندوں کی میراث ہے، اور ان کی راست بازی مجھ سے ہے، ان آیات کی روشنی میں غور لیجئے تو معلوم ہو گا کہ با تجھ سے مراد مکہ مکرمہ ہے

۱۔ اس جملے کے ترجمے میں بائبل کے ترجمہ کے اندر بہت اختلاف پک جاتے ہیں، مصنف نے یہ جملہ اسی طرح نقل کیا ہے، مگر موجودہ اردو ترجمے میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: "مکن ہے کہ وہ کسی اکٹھے نہ ہوں" پر میرے حکم سے نہیں جو تیرے خلاف جمع ہوں گے، وہ تیرے ہی سب سے گریں گے" انگریزی ترجمہ بھی اس کے مطابق ہے، البتہ کیتھولک بائبل کی عبارت قریب قریب وہی ہے

اس لئے کہ اس مقام پر اسماعیل علیہ السلام کے بعد تو کوئی پیغمبر آیا نہ وحی نازل ہوئی، بخلاف اورشلیم کے کہ وہاں بکثرت پیغمبر آتے رہے، اور وحی نازل ہوتی رہی، ”بیکس چھوڑی ہوئی کی اولاد“ سے مراد حضرت ہاجرہ کی اولاد ہے، کیونکہ ان پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ اس مطلقہ عورت کی طرح تھیں جس کو گھر سے نکال دیا گیا ہو اور وہ جنگل میں رہنے لگی ہو، اور اسی وجہ سے اللہ کے اس وعدہ میں جو ہاجرہ سے اسماعیل کے حق میں کیا گیا تھا، یہ الفاظ کہے گئے تھے ”وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا“ جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۱۱ میں صاف لکھا ہے، اسی طرح ”شوہر والی کی اولاد“ سے مراد حضرت سارہ کی اولاد ہے،

گویا خدا نے سرزمین مکہ کو خطاب کرتے ہوئے تسبیح و تہلیل اور شکر یہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے کہ اولاد ہاجرہ میں سے بہت سے افراد کو سارہ کی اولاد سے فضیلت عطا کی گئی، لہذا اپنے باشندوں کی فضیلت کی بناء پر خود مکہ کو بھی فضیلت نصیب ہوئی، پھر جو کچھ خدا نے وعدہ کیا تھا اس کو اس طرح پورا فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور افضل البشر خاتم النبیین بنا کر ہاجرہ کی نسل سے پیدا کیا، آپ ہی اس آیت کے مصداق ہیں کہ... میں نے لوہار کو پیدا کیا جو کوتلوں کی آگ کو دھونکتا ہے یہ اور آپ ہی بائبل کی زبان میں وہ غارت گر ہیں جن کو مشرکین کے ہلاک کرنے کے لئے خدا نے پیدا کیا۔ پھر اس پیغمبر کی بدولت مکہ کو کشادگی اور فراخی ایسی نصیب ہوئی جو دنیا کے کسی عبادت خانے کو میسر نہیں ہوئی، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے اس زمانے تک دنیا میں کوئی عبادت خانہ کعبہ کی شان

کا نظر نہیں آتا، اور جو تعظیم و تکریم ۱۲۸۰ سال سے متواتر سالانہ منجانب کی طرف سے اس کو برابر حاصل ہوتی رہی ہے، وہ بیت المقدس کو اس کی پوری زندگی میں صرف دو مرتبہ نصیب ہوئی ہے، ایک بار تو اس وقت جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے، پھر دوسری بار یوسیاہ کی حکومت کے اٹھارہویں سال میں، اور خدا نے اگر چاہا تو مکہ کی تعظیم قیامت تک باقی رہے گی، جیسا کہ خدا کا وعدہ ہے کہ: "تو نہ گمراہ کیونکہ تو بھڑسوانہ ہوگی اور رحمت کی فراوانی سے تجھے لے لوں گا، اور ابدی شفقت سے تجھ پر رحم کروں گا، اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تجھ سے پھر کبھی آزدہ نہ ہوں گا اور نہ تجھ کو گھر کوں گا، اور میری شفقت کبھی تجھ سے جاتی نہ رہے گی، اور میرا صلح کا عہد کبھی نہ ٹلے گا۔"

دنیا کو مسوم ہے کہ مکہ کے فرزندوں نے مشرق و مغرب پر حکومت کی، اور بائیس سال کے قلیل عرصہ میں زمین کے ایک بڑے حصہ پر اپنی فتوحات کے پرچم لہرائے اور ویران زمینوں کو آباد کیا، غور فرمائیے اس قسم کا غلبہ اور تسلط عہد آدم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اتنی قلیل مدت میں کسی ایسے شخص کے لئے مسنا نہیں گیا جس نے نئے دین کا دعویٰ کیا ہو، یہ اللہ کے اس فرمان کا ثمرہ ہے کہ "تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی اور ویران زمینوں کو بسائے گی۔" اسلامی سلاطین نے اگلے ہوں یا پچھلے ہمیشہ کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کی تعمیر و آبادی اور اس کی آرائش میں جان توڑ کوششیں کیں، مکہ میں اور اس کے آس پاس تالاب اور کنوئیں... چٹے بنوائے، عرصہ دراز سے یہ خدمت جلیلہ

۱۔ جب یوسیاہ کو گم شدہ قورات کا نسخہ اچانک مل گیا تھا (دیکھئے ۲۔ سلاطین، باب ۲۲)

سلاطین آل عثمان کے متعلق چلی آرہی ہے، خدا ان کے اسلاف کی مغفرت فرما کر ان سے راضی ہو، اور ان کی آنے والی اولاد کے اقبال کو ترقی عطا فرمائے، ان کی سلطنت کو ترقی اور ان کو عدل و انصاف اور نیک کاموں کی توفیق بخشے، یہ لوگ برابر حرمین شریفین کی خدمت اُسی زمانے سے آج تک کرتے آئے ہیں یہاں تک کہ ان کا لقب ہی خادم الحرمین ہو گیا، جو ان کے لئے باعث فخر اور ان کی نگاہوں میں سب سے زیادہ معزز لقب ہے،

اسلام کے ظہور سے اس زمانے تک باہر کے لوگ مکہ کا قرب اور نزدیکی کو محبوب رکھتے ہیں، بالخصوص اس زمانے میں ہر سال مختلف ملکوں و دوروں و علاقوں سے لاکھوں کی تعداد میں شیع حرم کے ہر دہانے مکہ پہنچتے ہیں، اور خدا نے جو وعدہ اپنے اس کلام میں فرمایا تھا کہ "کوئی ہتھیار جو تیرے خلاف بنایا جائے گا کام نہ آئے گا" وہ اس طرح پورا کیا کہ مخالفین ہیں جو شخص بھی اس کی مخالفت کے لئے کھڑا ہوا خدا نے اس کو ذلیل کر دیا،

اصحابِ قیل کا قصہ کون نہیں جانتا، کہ ابرہہ بن صباح اشترم جب نجاشی شاہ حبشہ کی جانب سے ملکِ یمن کا حکمران بنا تو اُس نے دارالسلطنت صنعاء میں قلیں نامی ایک عمارت کعبۃ اللہ کے مقابلے میں بنوائی، اس کی خواہش تھی کہ قبائلِ عرب کعبۃ اللہ کو چھوڑ کر میری خود ساختہ عبادت گاہ کا طواف اور حج کیا کریں، جب اس کی تیئنا پوری نہ ہوئی تو جذبہ انتقام کے ماتحت خانہ کعبہ کے مہدم کرنے کا ناپاک جذبہ پیدا ہوا، اور اس کے گرانے کا حلف اٹھایا، اسی مذموم ارادہ کے ساتھ ایک زبردست فوج ہاتھیوں کی لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا، وہ

خود جس ہاتھی پر سوار تھا اس کا نام محمد تھا، جو بڑا قوی ہیکل اور تمام ہاتھیوں میں نمایاں تھا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبدالمطلب کو اس خطرے کی اطلاع ہوئی تو آپ اس کے پاس تشریف لائے، اور اس کے سامنے ملک ہتھامہ کی آمدنی کا ایک ٹلٹ اس شرط کے ساتھ پیش کرنا چاہا کہ ابراہیم واپس لوٹ جائے، مگر اس نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اپنے ہاتھی کو حملے کے لئے آگے بڑھایا، لیکو جب اس کو حرم کی جانب چلنا چاہا تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا اور ہرگز نہ ہلتا، اس کے برعکس جب ہمیں۔۔ یا اور کسی جانب اس کا رخ موڑ دیا جاتا۔۔ تو نہایت تیزی کے ساتھ وہ ڈرنے لگتا، اسی موقع پر اللہ نے پرندوں کا لشکر بھیج دیا، جس میں سے ہر ایک پرندے کی چونچ میں ایک پتھر اور دو پتھریاں دونوں پنجوں میں مسور کے دانے سے بڑی اور چنے سے چھوٹی موجود تھیں، اور پرندوں نے وہ پتھریاں برسانا شروع کیں، جس کسی کے سر میں وہ پتھری لگتی بدن کے بار ہو کر سرین سے نکلتی، ہر پتھری پر اس شخص کا نام کندہ ہوتا تھا، جس کے لگتی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فوج بھاگ کھڑی ہوئی، اور راستہ ہی میں ہلاک اور برباد ہو گئی، خود ابراہیم کی موت بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ اس طرح ہوئی کہ تمام بدن گل گیا اور انگلیاں جھڑ گئیں، جوڑا لگ ہو گئے، دل پھٹ گیا، اس کا وزیر ابویکوم اسی فقرہ غصہ میں بھاگتا ہوا نجاشی کے پاس اس حال میں پہنچا کہ ایک پرندہ اس کے سر پر حلقہ کئے ہوئے تھا، اس نے نجاشی کو یہ واقعہ سنایا اور اس نے داستان درد انگیز ختم کی اور پرندے

نے پتھری اس کے سر پر ڈے ماری اور وہ وہاں پر ڈھیر ہو کر رہ گیا، حق تعالیٰ سبحانہ نے سورہ فیل میں اسی واقعہ پر روشنی ڈالی ہے،

نیز اس وعدہ مذکورہ کی بناء پر کائنات و جہاں مکہ کی حدود میں داخل نہ ہو سکے گا، اور نہ اودھیں ہوگا، احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

دسویں بشارت، کتاب یسعیاہ

کتاب یسعیاہ باب ۶۵ آیت ۱ میں ہے:

”جو میرے طالب سنتے ہیں ان کی طرف متوجہ ہوا، جنہوں نے مجھے ڈھونڈنا تھا مجھے پایا، میں نے ایک قوم سے جو میرے نام نہیں پہنچتی تھی فرمایا، دیکھ میں حاضر ہوں، میں نے سرکش لوگوں کی طرف جو اپنی فکر کی پیروی میں بُری راہ پر چلتے ہیں ہمیشہ ہاتھ پھیلائے رکھے لوگ جو ہمیشہ میرے رو برو باغوں میں شرابانیاں کرنے اور ایفٹوں پر خوشبو جلانے سے مجھے برا فردختہ کرتے ہیں، جو قبروں میں بیٹھتے اور بت خانوں میں پوشیدہ جگہوں میں رات کاٹتے اور سور کا گوشت کھاتے ہیں، اور جن کے برتنوں میں نفرتی چیسزوں کا شراب موجود ہے، جو کہتے ہیں تو الگ ہی کھڑا رہ، میرے نزدیک نہ آ، کیونکہ میں تجھ سے زیادہ پاک ہوں، یہ میری ناک میں دھوئیں کی مانند اور دن بھر جلنے والی آگ کی طرح ہیں، دیکھو

۱۔ موجود اور ترمیم اس کی جگہ یہ لفظ ہے: ”پوشیدہ جگہوں میں سوتے“

میرے آگے یہ قلعہ بند ہوا ہے، پس میں خاموش نہ رہوں گا بلکہ بدلہ دوں گا۔

خداوند فرماتا ہے ہاں ان کی گود میں ڈال دوں گا (آیات ۶۱ تا ۶۲)

غور فرمائیے ”جو میرے طالب نہ تھے“ جنہوں نے مجھے ڈھونڈنا نہ تھا

ان سے مراد کون ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس سے مراد اہل عرب ہیں، کیونکہ یہ پیچھے

خدا کی ذات و صفات اور اس کی شریعتوں سے قطعی ناواقف تھے، اس لئے وہ

تو نہ اللہ کے متعلق کوئی سوال کرتے تھے اور نہ اس کے طالب تھے، جیسا کہ

قرآن کریم میں حق تعالیٰ شانہ نے اہل عرب کی اس حالت کا نقشہ آیت ذیل

میں یوں کھینچا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ

الْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

ظاہر ہے کہ اس کا مصداق یونانی لوگ نہیں ہو سکتے، جیسا کہ بشارت مٹا

سے معلوم ہو چکا ہے، اور جو وصف آیت نمبر ۲۳ میں مذکور ہے وہ یہود و نصاریٰ

میں سے ہر ایک پر صادق آتا ہے، اور جو اوصاف آیت نمبر ۳۴ میں مذکور ہوئے ہیں

وہ عیسائیوں کی حالت پر خوب چسپاں ہوتے ہیں، جس طرح آیت کا بیان کردہ

وصف یہود پر زیادہ فٹ ہوتا ہے، پس اللہ نے ان کو نڈکیا، اور امت محمدیہ

کو پسند فرمایا۔

۱۵ دیکھئے صفحہ ۱۳۹ جلد ہفتم،

۱۶ یعنی ”میں نے سرکش لوگوں کی طرف“ الخ ۱۷ یعنی جو کہتے ہیں تو اللہ ہی مٹا رہا الخ

گیارہویں بشارت حضرت انیال کا خواب

کتاب دانی ایل باب میں ہے کہ شاہ بابل بخت نصر نے ایک خواب دیکھا اور بھول گیا، پھر حضرت دانیال علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ وہ خواب اور اس کی تعبیر معلوم ہو گئی، جسے آپ نے بادشاہ کے سامنے اس طرح بیان فرمایا:

مے بادشاہ تو نے ایک بڑی مورت دیکھی وہ بڑی مورت جس کی رونق تہنہ تھی، تیرے سامنے کھڑی ہوئی، اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی، اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا اس کا سینہ اور بازو چاندی کے اور اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں، اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے، تو اسے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا، اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا، اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے، اور تابستانی کھلیان کے بھوکے کی مانند ہوئے، اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا، اور تمام زمین میں پھیل گیا، وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں۔

اے بادشاہ تو شہنشاہ ہے، جس کو آسمان کے خدا نے بادشاہی اور توانائی اور قدرت و شوکت بخشی ہے، اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چرندے اور ہولکے پرندے تیرے حوالہ

کر کے تجھ کو ان سب کا حاکم بنایا ہے، وہ سونے کا سر تو ہی ہے، اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہوگی، اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی، اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی، اور جس طرح لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب آتا ہے، ہاں جس طرح لوہا سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا اور کھپتا ہے اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی، اور کھل ڈالے گی، اور جو تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کھار کی مٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہوگا، مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا، اس میں لوہے کی مضبوطی ہوگی، اور چونکہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مٹی کی تھیں اس لئے سلطنت کچھ قوی اور کچھ ضعیف ہوگی، اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا وہ بنی آدم سے آمیزہ ہوں گے، لیکن جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسا ہی وہ بھی باہم میل نہ کھائیں گے، اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی، اور اس کی حکمت کسی دوسری قوم کے حوالہ نہ کی جائے گی، بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی، اور وہی ابد تک قائم ہے گی، جیسا تو نے دیکھا کہ وہ پتھر ہاتھ لگا بغیر ہی پہاڑ سے کاٹا گیا، اور اس نے لوہے اور تانے اور مٹی اور چاندکا اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، خدا سے تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے، اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی ہے (آیات ۳۱ تا ۳۵)

ظاہری اور باطنی بادشاہت اور حکومت عطا کی، آپ کے متبعین قلیل مدت میں مشرق و مغرب پر چھا گئے، اسی طرح فارس کے ان تمام علاقوں پر بھی قابض ہو گئے جن سے اس خواب اور اس کی تعبیر کا تعلق ہے،

غرض یہی وہ ابدی بادشاہت ہے جو کبھی نہ مٹے گی، اور یہ حکومت کسی دوسری قوم کو نصیب نہ ہوگی، اس کا کمال و عروج عنقریب امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں ہوگا، مگر اس سے قبل کچھ عرصہ کے لئے کمزوری اور ضعف ضرور واقع ہوگا، چنانچہ اس زمانے میں اس کی بعض علامات کا مشاہدہ ہو رہا ہے، ان کے ظہور پر یہ نقص ختم ہو جائے گا، اور دین تمام تر اللہ کے لئے ہو کر رہے گا، لہذا یہی وہ پتھر ہے جو پہاڑ سے جدا ہو گیا تھا، اور جس نے ٹھیکرے، لوہے، تانبے، چاندی، سونے کو پیس ڈالا تھا اور خود بڑا بھاری پہاڑ بن گیا تھا، اور تمام رُوسے زمین پر چھل گیا تھا، اس کا مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے،

بارہویں بشارت، حنوک علیہ السلام کی زبانی

یہود احواری نے اپنے خط میں اس چیز کا ذکر کیا ہے جو حضرت حنوک علیہ السلام نے دی تھی، حضرت حنوک، حضرت آدم سے ساتویں پشت میں ہیں، اور عیسائی مؤرخین کے مطابق ان کے عروج آسمانی کے تین ہزار سترہ سال کے بعد حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے، یہ عبارت ہم عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۷۴ء سے نقل کرتے ہیں:

”خداوند اپنے مقدس جماعتوں کے ساتھ آیا، تاکہ سب آدمیوں کا انصاف کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے ان سب کاموں کے سبب نے جو انھوں نے بے دینی سے کئے ہیں، اور ان سب سخت باتوں کے سبب جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں تصور دار ٹھیرائے۔“

آپ کو چوتھے باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ ”خداوند“ کا اطلاق بائبل میں بکثرت ”مخدّم“ اور ”معلم“ کے معنی میں کیا گیا ہے، اس بحث کے اعادے کی ضرورت نہیں، البتہ لفظ ”مقدس“ ”عہد قدیم“ اور ”عہد جدید“ دونوں میں ان نیک مؤمنین کے لئے استعمال ہوا ہے جو زمین پر موجود ہوں، مندرجہ ذیل عبارتیں اس پر گواہ ہیں:

۱۔ کتاب ایوب باب ۵ آیت ۱ میں ہے:

”ذرا پکار کیا کوئی ہے جو تجھے جواب دے گا؟ اور مقدسوں میں تو کس کی طرف پھرے گا؟“

اس آیت میں ”مقدسوں“ سے مراد زمین کے مؤمنین ہیں علماء پر وٹسٹنٹ نظریے کے مطابق تو ظاہر ہے، اور علماء کیتھولک کے لئے بھی اس سے زمین ہی کے مقدس لوگ مراد لینا ضروری ہے، کیونکہ وہ مٹھے جس میں ان کے نزدیک مقدسوں کی ارواح غم و آلام کا شکار رہتی ہیں، اور پاپا کے مغفرت نامہ دیئے بغیر

۱۵ موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ ”لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا“ کا لفظ ہے،

۱۶ آیت ۱۴ و ۱۵،

۱۷ یعنی جہنم، تفسیر کے لئے دیکھئے ص ۲۴۲ جلد ۱۲ کا حاشیہ،

نجات نہیں پاسکتیں، وہ مظهرِ توحصرتِ مسیح کے بعد وجود میں آیا ہے، حضرت
ایوب علیہ السلام کے وقت اس کا وجود نہ تھا،

(۲) کرتھیوں کے نام پہلے خط، باب اول آیت نمبر ۲ میں ہے :
”خدا کے اس کلیسیا کے نام جو کرتھس میں ہے، یعنی ان کے نام جو یسوع مسیح
میں پاک کئے گئے، اور مقدس لوگ ہونے کے لئے بلائے گئے“
اس آیت میں بھی ان لوگوں کو مقدس کہا گیا ہے جو کرتھس میں موجود تھے،
(۳) رومیوں کے نام خط باب ۱۱ آیت نمبر ۱۳ میں ہو مقدس کی احتیاجیں رفع کر دے

(۴) اسی خط کے باب ۱۵ آیت ۲۵ میں ہے :
”لیکن بالفعل تو مقدسوں کی خدمت کرنے کے لئے یروشلیم کو جانا ہوں
کیونکہ مکہ نہ اور اخیرہ کے لوگ یروشلیم کے غریب مقدسوں کے لئے کچھ
چندہ کرنے کو رضا مند ہوئے“

یہاں مقدسوں سے مراد یروشلیم میں موجود مقدس لوگ ہیں،
(۵) فلپیوں کے نام خط کے باب اول آیت ۱ میں ہے :
”مسیح یسوع کے بندوں پولس اور تیمتھس کی طرف سے ظلی کے سب مقدسوں کے
نام جو مسیح یسوع میں ہیں“

یہاں مقدس سے مراد فلپی کے باشندے ہیں،
(۶) تیمتھس کے نام پہلے خط باب ۵ آیت ۱۰ میں ڈیکنوں کی صفات بیان
کرتے ہوئے کہا گیا ہے :

”مقدسوں کے پاؤں دھوئے ہوں“

اس موقع پر مقدسوں کا مصداق وہ مؤمنین ہیں جو دنیا میں موجود تھے، اس کی دودلیلیں ہیں، ایک قویہ کہ مقدس جو آسمان پر موجود ہیں وہ ایسی ارواح ہیں جن کے پاؤں نہیں ہوتے، دوسرے ڈیخوں کے لئے آسمان پر جانا ممکن نہیں،

جب قارئین کو الفاظ رب، مقدس، قدیس کے استعمال کا حال معلوم ہو چکا، تو اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ ”خداوند“ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مقدس جماعتوں کا مصداق صحابہ کرام ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو بعینہ ماضی یعنی ”آیا“ کے ساتھ تعبیر اس لئے کیا گیا کہ آپ کی بعثت یقینی تھی، پھر آپ اپنے صحابہ میں تشریف فرما ہوئے، اور کفار سے بدلہ لیا، منافقین اور خطاکاروں کو ان کی منافقانہ حرکتوں اور اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخیاں کرنے پر ملامت اور مذمت کی، مشرکین کو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی رسالت تسلیم نہ کرنے اور بت پرستی پر سرزنش کی، یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مریم کے حق میں بے جا الزامات لگانے اور دوسرے بعض دواہیات عقائد کھنچے پر مملکت کی، عیسائیوں کو خدا کی توحید میں غلط اور کوتاہی پر، نیز عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں افراط پر اور بعض عیسائیوں کو صلیب پرستی اور سورتی پوجا اور دواہیات عقائد پر ملامت کی،

تیرہویں بشارت، آسمانی بادشاہی

انجیل متی باب آیت ۱ میں ہے،

اُن دنوں میں یوحنا پتھر دینے والا آیا، اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی

کہنے لگا کہ توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔

اور متی باب ۳ آیت ۱۲ میں ہے:

جب اس نے (حضرت عیسیٰؑ نے) سنا کہ یہ حنا پکڑا دیا گیا تو علیل کو روانہ ہوا..... آیت ۱۴: اس وقت یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی آگئی ہے..... آیت ۲۳: اور یسوع تمام علیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا۔

اور متی ہی کے باب میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو نماز کا طریقہ بتلاتے ہوئے یہ دعا سکھائی:-
”تیری بادشاہی آئے۔“

اور انجیل متی کے باب ۷ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو تبلیغ کے لئے اسرائیل شہروں میں بھیجا تو منجملہ دوسری وصیتوں کے ایک نصیحت یہ بھی کی کہ:

”اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔“

اور انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۱ میں ہے کہ:

”پھر اُس نے اُن بارہ کو بلا کر جن میں سب بدروحوں پر اور بیمار یوں کو دُور کرنے کے لئے قدرت اور خستیا رہنشا، اور انھیں خدا کی بادشاہی کی منادی کرنے اور بیمار کو اچھا کرنے کے لئے بھیجا۔“

... باب میں ہے:

”ان باتوں کے بعد خداوند نے ستر آدمی اور مقسّر لکھے، اور جس جس شہر اور جگہ کو

خود جانے والا تھا، وہاں انھیں دودو کر کے اپنے آگے بھیجا،
 آیہ ۱۸ "جس شہر میں داخل ہوا اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول کریں تو جو کچھ تمہارے
 سامنے رکھا جائے کھاؤ، اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو اور ان سے کہو کہ خدا
 کی بادشاہی تمہارے نزدیک آ پہنچی ہے، لیکن جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے
 لوگ تمہیں قبول نہ کریں، تو اس کے بازاروں میں جا کر کہو کہ ہم اس گرد کو بھی جو
 تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے تمہارے سامنے جھاڑے دیتے ہیں، مگر
 یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آ پہنچی ہے۔"

معلوم ہوا کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں بزرگوں نے، نیران کے حواری
 اور ستر شاگردوں نے آسمانی بادشاہت کی خوش خبری سنائی، اور عیسیٰ علیہ السلام
 نے بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ بشارت دی جن الفاظ سے یحییٰ علیہ السلام نے خوشخبری
 دی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بادشاہت جس طرح عہد یحییٰ میں ظاہر نہیں ہوئی، اسی طرح
 عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بھی ظاہر نہیں ہوئی، اور نہ ہی حواریوں اور ستر شاگردوں
 کے دور میں بلکہ ان میں سے ہر ایک اس کی بشارت دیتا گیا اور اس کی خوبیاں
 بیان کرتا رہا، اس کی آمد کا متوقع رہا، اس نے آسمانی بادشاہت کا مصداق وہ
 طریقہ نجات ہرگز نہیں ہو سکتا جو شریعت عیسوی کی شکل میں ظاہر ہوا، ورنہ عیسیٰ
 علیہ السلام اور حواری اور ستر شاگرد یوں کہتے کہ "قریب آنے والا ہے، اور وہ ان کو
 نمازوں میں پڑھنے کے لئے تعلیم دیتے کڑ اور تیری بادشاہی آئے۔"
 کیونکہ یہ طریقہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کے دعویٰ کرنے کے بعد ان کی
 شریعت کی شکل میں ظاہر ہی ہو چکا تھا،

لہذا ثابت ہوا کہ اس کا مصداق درحقیقت وہ طریقہ نجات ہے جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نمودار ہوا، اور یہ سب حضرات اسی عظیم الشان طریقہ کی بشارت دیتے رہے، اور خود آسمانی حکومت یا بادشاہت کے الفاظ بھی اس امر پر واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ پادشاہت حقیقتہً سلطنت اور قوت ... کی شکل میں ہو سکتی ہے کہ عاجزی اور کمزوری کی صورت میں، اسی طرح مخالفین کے ساتھ جنگ و جدل اسی سبب سے ہوگا۔

نیز یہ الفاظ یہ بھی بتا رہے ہیں کہ اس کے قوانین کی بنیاد ضروری ہے کہ کسی آسمانی کتاب پر ہوا، اور یہ تمام باتیں صرف شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہیں،

عیسائی علماء اگر یہ کہتے ہیں کہ اس بادشاہت سے ساری دنیا میں ملت مسیح کا پھیل جانا اور اس کا نزول عیسیٰ کے بعد ساری دنیا پر چھا جانا مراد ہے، تو یہ تاویل بالکل کمزور اور ظاہر کے خلاف ہے اور وہ مثالیں جو عیسیٰ علیہ السلام سے انجیل مسیح کے باب ۱۳ میں منقول ہیں وہ اس خیال کی تردید کرتی ہیں، مثلاً آپ نے فرمایا کہ آسمان کی بادشاہی اس آدمی کے مانند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچھا بیج بویا، پھر فرمایا کہ "آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بودیا۔"

پھر فرمایا کہ:

"آسمان کی بادشاہی اس غمیر کی مانند ہے جسے کسی عورت نے لے کر تین چنانے آٹے میں ملا دیا، اور وہ جوتے جوتے سب غمیر ہو گیا۔"

غور کیجئے کہ آسمانی بادشاہت کو ایک ایسے انسان سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ جس نے کھیتی بوئی، نہ کہ کھیتی بڑھنے اور کاٹنے کے ساتھ، اسی طرح رائی کے دانہ سے تشبیہ دی، نہ کہ اس کے عظیم الشان درخت بننے سے، اسی طرح خمیر کیستہ اس کی تشبیہ دی گئی، نہ کہ سائے آٹے کے خمیر بننے کے ساتھ،

اسی طرح انجیل متی کے باب ۲۱ میں جو تمثیل بیان کی گئی ہے وہ بھی اس تاویل کو غلط قرار دیتی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی، اور اس قوم کو جو آگے بھل لاتے
دیدہ جائے گی۔“

یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آسمانی بادشاہت سے مراد بذات خود نجات کا طریقہ ہے، تمام عالم میں اس کا پھیلنا اور سارے جہان پر چھا جانا مراد نہیں، ورنہ پھر اس کی اشاعت کا ایک قوم سے چھن جانا اور دوسری قوم کو دیا جانا کچھ بھی مطلب نہیں رکھتا، یہی بات تو یہ ہے کہ اس بادشاہت سے مراد وہی بادشاہت ہے جس کی خبر دانیال علیہ السلام اپنی کتاب کے باب میں دے گئے ہیں، اس لئے اس بادشاہت کا اور سلطنت کا صحیح مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سوا اور کوئی نہیں ہے،

چودھویں بشارت آسمانی بادشاہی کی مثال

انجیل متی باب ۱۳ آیت میں یوں ہے:

۱۳۴۷ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۱۳۴۷ جلد ہذا،

۱۳۴۷ آیت ۳۳،

”اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رانی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بویا وہ سب بھجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں“

لہذا آسمانی بادشاہت ... وہی طریقہ نجات ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے ظاہر ہوا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں نشوونما پائی جو ساری دنیا کے نزدیک کاشتکار اور فلاح تھے، اس لئے ان میں اکثر لوگ دیہات کے باشندے تھے، علوم اور صنعتوں سے بے بہرہ، جسمانی لذتوں اور دنیوی

سلہ یہی بشارت ہو جس کا ذکر قرآن کریم نے سورہ فتح میں اس طرح فرمایا:

<p>”اور ان کی مثال انجیل میں کھیت کی مانند ہو جس نے اپنی بال بکالی بھرے مضبوط کیا، پھر موٹا ہوا، پھر اپنی ہڈیوں پر کھڑا ہوا کھیت والوں کو مسرور اور خوش کر رہا ہے“</p>	<p>وَمَثَلُهُمْ فِي الْآيَةِ النَّارِ أَمْ خَرَبْتُمُ الْمَثَلَاتِ فَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ فَاسْتَفْظُوا لِمَا تَتْلُونَ عَلَىٰ مُّؤَقِّمٍ يَعْلَمُ الْغُرُوحَ (فتح ۴۱)</p>
--	--

یہی تمثیل مرقس ۲۰، ۱۴ تا ۳۲ اور لوقا ۱۳: ۱۸ و ۱۹ میں بھی بیان کی گئی ہے، اور مرقس ۲۶: ۴ کے یہ الفاظ قرآنی الفاظ کے زیادہ قریب ہیں:

”اس نے کہا خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے اور صبح کو جاگے، اور وہ بیج اس طرح لگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے، زمین آپسے آپ بھل جاتی ہے پہلے پتی پھر بالیں، پھر بالوں میں تیار دالے، اور پھر جب آناج پک چکا تو وہ فی الفردیۃ لگاتا ہے، کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا۔“

مکلفات اور آرائشوں سے آزاد تھے، خصوصاً یہودیوں کے نقطہ نگاہ سے، اس لئے کہ یہ لوگ حضرت ہاجرہ کی اولاد سے تھے، آپ کی بعثت اسی قوم میں ہوئی، لہذا آپ کی شریعت ابتداء میں رانی کے دائرہ کی مانند بظاہر چھوٹی سی شریعت تھی، مگر وہ اپنے عام اور عالمگیر ہونے کی وجہ سے قلیل مدت میں ترقی پا کر اتنی بڑی ہو گئی کہ تمام مشرق و مغرب کا احاطہ کر لیا، یہاں تک کہ جو لوگ کبھی بھی کسی شریعت کے پابند اور مطیع نہ ہوتے تھے وہ بھی اس کے دامن سے وابستہ ہو گئے،

پندرہویں بشارت متین اور اکی مزدوری

انجیل متی باب ۲۰ آیت ۱ میں ہے:

”آسمان کی بادشاہی اس گھر کے مالک کے مانند ہے جو سویرے نکلا، تاکہ اپنے تاکستان میں مزدور لگائے، اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھیرا کر انہیں اپنے تاکستان میں بھیج دیا، پھر پہرہ دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا، اور ان سے کہا: تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ، جو واجب ہے تم کو دوں گا، پس وہ چلے گئے، پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر دیکھا ہی کیا، اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا، اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے؟ انہوں نے اس سے کہا، اس لئے کہ کسی ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا، اس نے ان سے کہا کہ تم بھی تاکستان میں جاؤ۔ تاکستان کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پھل سے لے کر پہلوں تک ان کی مزدوری دیدے، جب وہ گھر آئے جو گھنٹہ بھر

دن پہ لگائے گئے تھے تو ان کو ایک ایک دینار ملا، جب پہلے مزدور آئے تو انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم کو زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ایک ہی دینار ملا، جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے، کہ ان پھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیلئے اور تو نے ان کو ہمارے برابر کر دیا، جنھوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ تھی، اس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا، میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا، کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا؟ جو تیرا ہے اٹھالے۔۔۔ اور چلا جا، میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اس پھلے کو بھی اتنا ہی دوں، کیا مجھے ردا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کر دوں؟ یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں بری نظر سے دیکھتا ہے؟ اس طرح آخر اول ہو جائیں گے اور اول آخر ہو جائیں گے (آیات ۱۶ تا ۱۷)

ملاحظہ فرمائیے کہ آخر دن کا مصداق بلاشبہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ لوگ ہی اجرت میں مقدم کئے جائیں گے، یہی لوگ باوجود پھلے ہونے کے اول

۱۵ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مثال بعینہ اس طرح دی ہے، صحیح بخاری میں بالکل صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث موجود ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمھاری امت قیام گزشتہ امتوں کے مقابلے میں ایسی ہی جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت، تورات والوں کو تورات دی گئی، تو انھوں نے عمل کیا، یہاں تک کہ جب آدھا دن گزر گیا تو وہ عاجز ہو گئے، اور انھیں ایک

اتنا بقاء کم فیما سلف قبکم
من الائم کما بین صلوٰۃ العصر
الی غروب الشمس اوتی اهل
التوراة التوراة فعملوا حتی اذا
اتصف النهار ثم عجزوا

ہوں گے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہم پہلے ہونے کے ساتھ پہلے ہیں۔ نیز فرمایا کہ: جنت تمام پیغمبروں کے لئے اس وقت تک حرام کر دی جائیگی جب تک کہ میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام کر دی جائے گی جب تک اس میں میری امت داخل نہ ہو جائے۔

(فقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فَاعْطُوا قِبْرًا طَائِفًا شَمًّا
اَوْ تِيْ اَهْلَ الْاَنْجِيلِ الْاَنْجِيلِ
فَعْمَلُوا اِلَى صَلَوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ
عَجَزُوا فَاَعْطُوا قِبْرًا طَائِفًا
ثُمَّ اَوْقَيْنَا الْقُرْآنَ فَعْمَلْنَا
اِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَاَعْطَيْنَا
قِبْرًا طَيْنِ قِبْرًا طَيْنِ فَعْمَلْنَا
اَهْلَ الْكُتُبِ اِى رُبْنَا
اَعْطَيْنَا هَوْلًا قِبْرًا طَيْنِ قِبْرًا طَيْنِ
اَعْطَيْنَا قِبْرًا طَائِفًا وَكُنَّا
اَكْثَرُ عَمَلًا قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ
هَلْ ظَلَمْتُمْ مَنْ اَجْرَكُمْ مِنْ شَيْءٍ
قَالُوا لَا، قَالَ هُوَ فَضْلِيْ اَوْ تَمِيْعِيْ

قبراط دیا گیا دقبراط سونے چاندی کا ایک
وزن ہو، پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی
انہوں نے نماز عصر تک کام کیا، پھر عجز
ہو گئے، تو انہیں بھی ایک ایک قبراط دیا گیا
پھر قرآن دیا گیا ہم نے عذاب کیا کیا تو میں
دو دو قبراط دیئے گئے، اس پر پہلی دو کتابوں
دلے کہنے لگے کہ پروردگار آپ نے ان لوگوں
کو دو دو قبراط دیئے اور میں ایک ایک قبراط
دیا، حالانکہ ہم نے زیادہ کام کیا، اللہ تعالیٰ
نے ان سے جواب میں فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری
اجرت کے معاملہ میں تم پر کوئی ظلم کیا! وہ
کہنے لگے نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں
یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں و

اشاء، ریمح بخاری کتاب مواقیات الصلوة باب من ادرك ركعة من العصر من ۹۹ ج ۱ ص ۱۶۱ الطالعی کراچی

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے، اہم الکف نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اس کے علاوہ معجم طبرانی میں حضرت

سمرہؓ سے بھی ایک روایت کی ہے منقول ہے جس کا مفہوم تقریباً یہی ہے (کنز العمال ص ۲۲۲ ج ۶ فضائل الامم)

(شعبہ سفہ) ۱۵۸۸ مخرج من اربعون يوم القيامة - اخرج من اربعون يوم القيامة عن ابی ہریرۃ (کنز العمال ص ۲۲۲ ج ۶)

سوطھویں بشارت، آخری قوم

انجیل متی باب ۲۱ آیت ۲۳ میں ہے :

”ایک اور تمثیل سنو : ایک گھر کا مالک تھا، جس نے پاکستان لگایا، اور اس کی چاروں طرف احاطہ گیر اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا، اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پر دس چلا کیا، اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکرین کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا، اور باغبانوں نے اس کے نوکرین کو پکڑ کر کسی کو بیٹا، اور کسی کو قتل کیا، اور کسی کو سنگسار کیا، پھر اس نے اور نوکرین کو بھیجا، جو پہلوں سے زیادہ تھے، اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا، آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تولد کرے گی، جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا، یہی وارث ہے، آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں، اور اسے پکڑ کر پاکستان سے باہر نکالا، اور قتل کر دیا، پس جب پاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بڑی طرح ہلاک کرے گا، اور پاکستان کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دینا جو موسم پر اس کو پھل دیں، یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ :

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا،

وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا،

یہ خداوند کی طرف سے ہوا،

اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟

اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بدشاہی تم سے لے لی جائے گی، اور اس قوم کو جو اس کے پھل لئے دی دی جائے گی، اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پس ڈالے گا، اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہو۔
(آیات ۲۱ تا ۲۵)

ذرا غور کیجئے: اس تمثیل میں مالک مکان سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، اور باغ سے شریعت کی جانب اشارہ ہے، اور اس کا احاطہ گھیرنے اور اس میں شیرۃ انکور کے لئے حوض کھدوانے اور بُرج بنوانے سے مہرمات اور مہامات اور اولاد و نواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، سرکش مایوں سے مراد جیسا کہ کاہنوں کے سرداروں نے سمجھا یہودی ہیں، بیچے ہوئے نوکروں کا مصداق انبیاء علیہم السلام ہیں بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور باغ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس لفظ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور ان کے نظریہ کے مطابق یہودیوں نے ان کو قتل بھی کیا، اور وہ پتھر جس کو معماروں نے زد کر دیا تھا یہ کنایہ ہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور وہ امت جو اس کے پھل لئے گی اس کا اشارہ امت محمدیہ کی جانب ہے، اور یہی وہ پتھر ہے کہ جو اس پر گرا ریزہ ریزہ ہو گیا، اور جس شخص پر یہ پتھر گرا وہ ہیں گیا،

ربا عیسائی علماء کا یہ بے بنیاد دعویٰ کہ اس پتھر کا مصداق حضرت مسیح ہیں جو یہ

چند درجہ سے باطل اور غلط ہے :

پہلی وجہ داؤد علیہ السلام نے زبور نمبر ۱۱۸ میں یوں فرمایا ہے کہ :

”جس پتھر کو مساروں نے زد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا،

یہ خداوند کی طرف سے ہوا، اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔“

اب اگر اس پتھر کا مصداق حضرت مسیح کو مانا جائے جو تسللاً خود بھی یہودی ہیں،

کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود اور خود داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، تو

پھر یہودیوں کی نگاہوں میں یہ عجیب کیوں نظر آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کونے کے سرے

کا پتھر بن گئے؟ بالخصوص داؤد علیہ السلام کی نظر میں اس کے عجیب ہونے کی کیا

درجہ ہے؟ جب کہ جہاں یوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنی زبور میں

عیسیٰ علیہ السلام کی بے حد تعظیم کرتے تھے، اور ان کے خدا ہونے کے معتقد تھے،

ہاں یہ بات بنی اسرائیل کے کسی فرقہ کے بلے میں درست ہو سکتی ہے، اس لئے کہ یہودی

بنی اسرائیل کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور ان میں سے کسی شخص کا ترقی

پاکر کونے کے سرے کا پتھر بن جانا ان کے لئے یقیناً تعجب خیز ہو سکتا ہے،

یہ کہ اس کلام میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص اس پتھر پر

گرے گا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، اور جس پر وہ پتھر

گرے گا اس کو پس دے گا۔ یہ وصف کسی صورت میں حضرت مسیح پر صادق نہیں

آتا، کیونکہ مسیح کا قول ہے،

”میں آسمان کے شریک اس بات پر متفق ہوں کہ انجیل مٹی کی مذکورہ عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے کتاب مقدس کی جس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا، پر وہ زبور ۱۱۸: ۲۲ کی یہی عبارت ہے،

اگر کوئی میری باتیں سنکر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا
 کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں، بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں۔
 جیسا کہ انجیل یوحنا کے باب ۱۲ میں موجود ہے، اس کے برعکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 پر اس کا صادق آنا محتاج بیان نہیں ہے، کیونکہ آپ ہمارے شریعت کی تفسیر پر
 مامور تھے، لہذا اگر وہ آپ پر گریں گے تب بھی شکستہ اور ریزہ ریزہ ہوں گے اور
 اگر وہ ان پر مسلط ہوں گے تو میں دیں گے،

تیسری وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تیسری اور دوسری
 پیغمبروں کی مثال ایسے محل کی ہے جس کی عمارت بڑی خوبصورت
 ہو، مگر اس کے کسی حصہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے، دیکھنے والے
 کہتے ہیں، اور عمارت کی خوب صورتی کو دیکھ کر عجب عجب کرتے اور حیرت کرتے ہیں
 سو ان میں ایک اینٹ کی جگہ کے، اس عمارت کی تکمیل بھستے ہوئی، اور پھر پر رسولوں
 کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔

اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دوسرے دلائل سے ثابت ہے جیسا
 کہ نمونہ کے طور پر کچھ گزشتہ مسکوں میں ہم نے ذکر کئے ہیں، اس بنا پر اس بشارت
 کے سلسلہ میں اگر آپ کے قول سے بھی استدلال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا،

۱۵ یہاں مجرم ٹھہرانے سے مراد سزا کا فیصلہ کرنا یا سزا دینا یا چنانچہ موجودہ عربی ترجمہ میں یہاں
 لَا اَذِنُّہ کا لفظ جو جس کے معنی ہیں "میں نے سزا نہیں دیتا" اور انگریزی ترجمہ میں
 کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں "میں اس
 کے لئے سزا کا فیصلہ نہیں کرتا،

۱۶ رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء، مسلم فی الفضائل و احادیث منہ (صحیح الفوائد ص ۱۷۷ ج ۲)

چوتھی وجہ | خود حضرت مسیحؑ کے ظاہر کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر
بیٹا نہیں ہو سکتا۔

بشارت ۱۷، مکاشفہ کی پیشینگوئی

کتاب مکاشفہ باب ۲ آیت ۲۶ میں ہے:

”جو غالب آئے اور جو میرے کاموں کے موافق آخر تک عمل کرے میں اسے
قوتوں پر خستہ بار دوں گا، اور وہ لوہے کے حصّہ سے اپنی حکومت کرے گا جس
طرح کہ کبار کے برق چکنا چور ہو جاتے ہیں، چنانچہ میں نے بھی ایسا اختیار اپنے
باپ سے بلایا ہے، اور میں اسے صبح کا ستارہ دوں گا، جس کے کان ہوں وہ
سنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے“ (آیات ۲۶ تا ۲۹)

دیکھئے یہ غالب جس کو تمام امتوں پر قوت اور تسلط عطا کیا گیا، اور جس نے
لوہے کی لاشیٰ سے ان کی نگرانی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جیسا کہ حق تعالیٰ
شانہ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے کہ:

وَيَخْرُجُ إِلَيْكَ اللَّهُ لَصْرًا عَظِيمًا (اور تاکہ) اللہ آپ کی مدد کے غلبہ والی۔

مشہور کاہن سلج، صاحب البراۃ نے آپ ہی کو اس کا مصداق ٹھہرایا تھا، منقول
ہے کہ شب ولادت میں کسریٰ نوشیروان کا ایوان پھٹ گیا، اور اس کے چوہہ لنگری
گر پڑے، نیز فارس کی آگ بجھ گئی، جو ایک ہزار برس سے کبھی نہیں بجھی تھی،

۱۷ اس لئے کہ آپؐ بیٹے اور پتھر دونوں کا ذکر عظیمہ طہرہ کیا ہے،

اور سادہ کا چہرہ بالکل خشک ہو گیا، مویزان نے خواب میں دیکھا کہ بڑے قوی اور نٹ
عربی اونٹوں کو لئے جا رہے ہیں، اور دریا سے دجلہ کو پار کر کے اس کے قریبی شہروں میں
پھیل گئے،

ان مسلسل واقعات کے پیش آنے پر کسریٰ نے بدحواس اور خون زدہ ہو کر
عبد اسحٰ کو سلیم کا ہن کے پاس بھیجا، جو شام میں مقیم تھا، عبد اسحٰ جب اس کے
پاس پہنچا تو وہ سکرانے موت میں مبتلا تھا، اس نے سلیم کو یہ تمام واقعات سنا
جس کا جواب سلیم نے یہ دیا کہ،

جب تلاوت کی کثرت ہو، لاشی والا ظاہر ہو جائے، سادہ کا چہرہ خشک
ہو جائے، اور فارس کی آگ بجھ جائے، تو اس کے بعد اہل فارس کے لئے
باب میں قیام کی کوئی گنجائش نہیں، اور نہ سلیم کے لئے شام میں کسی خواب گاہ
کی، اہل فارس میں آئندہ چند مرد عورت پادشاہ ہوں گے، جو کنگروں کی شمار
کے مطابق ہوں گے، اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔

یہ کہتے ہی سلیم کی روح نفسِ عمری سے جدا ہو گئی، عبد اسحٰ نے واپس آ کر
نوشیرواں کو سلیم کی تعبیر سے مطلع کیا، تو کسریٰ کہنے لگا کہ چوڑا پادشاہوں کی
بادشاہت کے لئے بڑا طویل عرصہ درکار ہے، اتنے وقت میں تو بہت سے کام
انجام پاتے ہیں،

اس سلیم کا ہن نے یہ کہا تھا کہ قصرِ کسریٰ کے کنگروں کی تعداد کے مطابق چند پادشاہ حکومت
کریں گے، پھر کسریٰ کی سلطنت ختم ہو جائے گی، کسریٰ کے محل میں چوڑا کنگرے تھے، اس لئے
نوشیرواں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ابھی اس سلطنت کے خاتمہ کے لئے بہت مدت درکار ہے،

مگر ہوا یہ کہ دس بادشاہ تو یکے بعد دیگرے صرف تہا رسال کی قلیل مدت میں ختم ہو گئے، اور باقی بھی خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کی خلافت تک ختم ہو گئے، ان کا سب سے آخری بادشاہ یزدگرد نامی خلافت عثمانی میں ہلاک ہوا۔

مکاشفہ کی مذکورہ بشارت میں صبح کے ستارہ کا مصداق قرآن کریم ہی حق تعالیٰ شانہ نے سورہ نسا میں ارشاد فرمایا:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كُتُوبًا مُبِينًا | اور ہم نے تمہارے پاس ایک واضح روشنی بھی

اسی طرح سورہ تغابن میں فرمایا گیا،

فَأَمَّا مَن آذَىٰ ذُنُوبِهِ ذَا ذُنُوبٍ | جس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ

الَّذِي أَخْلَصْنَا | بہادر اس فرد پر جو ہم نے نازل کیا،

اس بشارت کو نقل کرنے کے بعد مصلحت بعضیہم کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

”میں نے پادری دیٹ اور ولیم سے مناظرہ کے وقت کہا کہ لوہو کی لاشیں

والے کا مصداق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ بات سننے ہی دونوں پادری گھبرا گئے،

پھر کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیشگوئی تنخوا تیرہ کے لوگوں کے سامنے

کی ہے، اس لئے اس شخص کا ظہور تنخوا تیرہ میں ہونا چاہئے، حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵ تنخوا تیرہ (Thyathra) (روم میں صوبہ کدنیہ کے قریب ایک شہر تھا،

دعائے اعمال ۱۶، ۱۷) اور مکاشفہ کی اس عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے الہام کے ذریعے

یوحنا کو ایک عبارت لکھوا کر یہ کہا کہ یہ پیغام تنخوا تیرہ کے کلیسا کو پہنچا دو (مکاشفہ ۱۷، ۱۸) اس

پیغام میں یہ پیشگوئی ذکر کی گئی ہے، پادریوں کے اعراض کا مطلب یہی ہے کہ جب یہ پیشگوئی

کے مخاطب تنخوا تیرہ کے لوگ ہیں تو مسلمانوں کی حکومت وہاں تک پہنچنی چاہئے،

کوڑیاں جائیگا کسی بھی اتفاق نہیں ہوا، میں نے پوچھا کہ یہ کنبہ کس مقام پر ہے؟
انھوں نے لغت کی کتابوں میں دیکھ بھال کر کہا کہ یہ مقام استنبول کے قریب
روم کے علاقہ میں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور
میں اس مقام پر نہ صرف گئے ہیں، بلکہ اس کو فتح کیا ہے، اور صحابہ کے بعد
عموماً وہاں پر مسلمانوں ہی کا تسلط اور حکومت رہی ہے، پھر آل عثمان رضی اللہ عنہ
عصرہ دراز سے اس پر قابض ہیں، اور آج تک انہی کی حکومت قائم ہے،
یہ پیشینگوئی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صریح ہے۔

تنبیہ فاضل عباس علی جا جموی ہند نے پہلے عیسائیوں کے رد میں ایک
بڑی کتاب صولۃ البغیغہ علی اعداء ابن مریم کے نام سے تصنیف
کی تھی، پھر انھوں نے پادری دیٹ اور پادری ولیم سے شہر کانپور میں مناظرہ کیا،
جس میں دونوں پادریوں کو جواب اور قائل ہونا پڑا، پھر اپنی کتاب کا خلاصہ
بنام غلاصہ صولۃ البغیغہ تصنیف کیا، یہ مناظرہ مصنف میزان الحق کے مناظرہ
سے جو اکبر آباد میں ہوا تھا، بائیس سال قبل ہوا ہے۔

اکٹھارہویں بشارت، فارقلیط

یہ پیشینگوئی انجیل یوحنا کے آخری ابواب میں دیج ہے، ہم عربی ترجمہ
مطبوعہ لندن ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء سے اس کو نقل کرتے ہیں، انجیل یوحنا
باب ۱۴ آیت ۱۵ میں ہے کہ:

”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے، اور میں باپ سے

لے انجیل الحق میں جس نسخے سے نقل کیا گیا ہے ۱۴۷۱ اس میں ایسا ہی ہے، موجودہ ترجموں میں یہاں

درخواست کر دیں گا تو وہ تمہیں دوسرا (فارقلیط) بخشے گا، کہ اب تک تمہارے تم
ہے، یعنی سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی، کیونکہ اسے دیکھتی اور نہ جانتی
ہے، تم اسے جانتے ہو، کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے، اور تمہارے اندر ہو گا،
(کہات ۵: ۱ تا ۷)

اور اسی باب کی آیت ۲۶ میں ہے:

”لیکن (فارقلیط) یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی
تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں
یاد دلانے گا۔“

پھر آیت ۳۰ میں ہے:

”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے، تاکہ جب ہو جائے
تو تم یقین کرو۔“

اور انجیل یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶ میں ہے:

”لیکن جب وہ (فارقلیط) آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے
بھیجوں گا، یعنی سچائی کا روح جو باپ کے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا،
اور تم بھی گواہ ہو، کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔“

۵۲۰ قدیم تراجم میں یہاں ”فارقلیط“ ہی کا لفظ مذکور ہے، لیکن موجودہ اردو ترجموں میں اس
کی جگہ ”مددگار“، ”ذکیل“ یا ”شفیع“ کے الفاظ ہیں، عربی ترجموں میں ”معزّی“ (تسلّی دینے والا)
کا لفظ ہے، اور انگریزی ترجموں میں بھی ()
کے الفاظ مذکور ہیں، درحقیقت فارقلیط کے یہ تمام ترجمے غلط ہیں، جیسا کہ عنقریب آپ کو
معلوم ہو گا،

اور باب ۱۶ آیت ۷ میں ہے:

”لیکن میں تم سے بچ ہوتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا، گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے، راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں، اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے، عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے، مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سننے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔“ جلال ظاہر کر دیا، اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دجھا کر جو کچھ باپ کا ہو وہ سب میرا ہی، اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرے گا اور تمہیں خبریں دیگا۔ (آیت ۱۶)

ان عبارتوں سے استدلال کرنے سے پہلے ہم دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، پہلی تو یہ کہ آپ ہمہ میدانوں میں معلوم کر چکے ہیں کہ ایسا کبھی ہونے کا پھل نہیں ہوتا، اور ناموں کا ترجمہ کرنے کے عادی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی بارانی..... زبان بولتے تھے نہ کہ یونانی، اس کے بعد اس بات میں کوئی بھی شک باقی نہیں رہتا کہ حضرت عیسیٰؑ نے جس شخص کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی،

۱۵ دیکھئے جلد ۱، ص ۱۳۵۶،

چوتھے انجیل نے اس کے نام کا اپنی علوت کے مطابق یونانی میں ترجمہ کر ڈالا، پھر عربی ترجمہ کرنے والوں نے یونانی لفظ کو معرب کر کے فارقلیط بنا دیا، ہم کو ایک اردو رسالہ جو کسی پادری کا لکھا ہوا ہے ۱۸۶۸ء میں ملا جو کلکتہ میں طبع ہوا تھا، اور جس میں لفظ فارقلیط کی تحقیق کی گئی تھی، اس کے مولف نے دعویٰ کیا تھا کہ ہمارا مقصود اس رسالے کی تحریر سے مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے، جو فارقلیط کے لفظ سے پیدا ہوئی ہو، اس کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ ۱۔

یہ لفظ یونانی لفظ سے عربی بنایا گیا ہے، لہذا اگر ہم یہ فرض کریں کہ اصل یونانی لفظ "پاراکلیطوس" ہے تو اس کے معنی معین و مددگار اور کار ساز و دکیل کے ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ اصل لفظ "پیرکلوٹوس" ہے تو پھر اس کے معنی محمد اور احمد کے قریب ہو جاتے ہیں، علماء اسلام میں سے جن کسی نے اس بشار سے استدلال کیا ہے، یہ ہی سمجھ کر کہا ہے کہ اصل لفظ "پیرکلوٹوس" ہے جس کے معنی محمد اور احمد کے معنی کے قریب ہیں، اس لئے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد اور احمد کی پیشین گوئی کی ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ پاراکلیطوس ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ دونوں لفظوں میں بہت ہی معمولی فرق ہے، کیونکہ یونانی حروف آپس میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں، اس لئے "پیرکلوٹوس" کسی نسخہ

میں گویا مصنف کا دعویٰ یہ ہو کہ اصل میں حضرت عیسیٰ نے آنے والے کا نام "احمد" ذکر کیا تھا، لیکن چونکہ عہد قدیم و جدید کے مصنفوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہو کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر ڈالے ہیں اس لئے انہوں نے یونانی زبان میں لفظ "احمد" کا ترجمہ "پیرکلوٹوس" سے کر دیا، عربی مترجمین

میں "پارا کلی طوس" سے بدل گیا، پھر عیسائی حضرات نے اس نسخہ کو دوسرے نسخوں پر ترجیح دینی شروع کر دی، اور جو شخص بھی اس کتاب کے باب اور مسلک نمبر ۶ کے امر نمبر، میں انصاف کی نگاہ سے غور کرے گا وہ یقینی طور پر مان لے گا کہ اس قسم کی چیز دیندار عیسائیوں سے کچھ بھی بعید نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے کہ ان کے یہاں اس کو مستحسن اور بہتر شمار کیا جاتا ہو،

دوسری بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے ظہور محمدی سے قبل اس امر کا دعویٰ کیا کہ لفظ فار قلیط کا مصداق ہم لوگ ہیں، مثلاً دوسری صدی عیسوی میں نوٹیس نامی عیسائی نے جو بڑا ریاضت گزار، عابد اور اپنے زمانے کا سب سے بڑا متقی تھا، ایشیائے کوچک میں مسیح کے قریب دعویٰ کیا کہ فار قلیط موجود جس کے آنے کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام کر گئے ہیں میں ہی ہوں، اور بہت سے لوگ اس کے متبع ہو گئے، جیسا کہ تواریخ میں مذکور ہے، ولیم میون نے بھی اپنی تاریخ بزبان اردو مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے باب میں اس کا اور اس کے ماننے والوں کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے اپنے متعلق "فار قلیط" ہونے کا دعویٰ کیا تھا، یعنی منسوب ہونے والی پاک روح، یہ شخص بڑا متقی اور بہت

۱۵ مونٹینس (Montanus) (دوسری صدی عیسوی کا ایک مذہبی نبوت

ہے، جس کے پیرو فرقی کو مونٹینسٹ کہا جاتا ہے، اس نے کلیسا کے عام روزوں میں بھی اضافہ کر دیا تھا، یہ عیشک خداؤں کے علاوہ ہر چیز سے ہستنا ب کی تلقین کیا کرتا تھا،

(کلیرک: شارٹ ہسٹری، ص ۴۶)

ریاضت کرنے والا تھا، اسی لئے اس کو قبولِ مام حاصل ہو گیا،
 اس سے پتہ چلتا ہے کہ فارقلیط کی آمد کا انتظار ابتدائی عیسوی صدیوں میں
 بڑی شدت کے ساتھ کیا جا رہا تھا، اور اسی لئے لوگ اس کا مصداق ہونے کا
 دعویٰ کیا کرتے تھے، اور بہت سے لوگ ان کے دعویٰ کو قبول کر لیتے تھے،
 ذہبتواریخ کا مصنف کہتا ہے کہ:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودی اور عیسائی بھی ایک نبی کی
 آمد کے منتظر تھے، اس چیز سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا فائدہ پہنچا کیونکہ
 آپ نے بھی یہی دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ نبی ہوں جس کا انتظار کیا جا رہا تھا،
 اس کے کلام سے بھی یہ بات معلوم ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 زمانے میں بھی اہل کتاب ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے جو سچا ہو گا، کیونکہ
 نجاشی شاہ حبش کے پاس جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پہنچا،
 تو اس نے فوراً کہا ”میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ وہی نبی میں جن کے اہل کتاب منتظر
 تھے“ اور جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریر کیا کہ:

”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے پتے رسول ہیں، میں نے آپ
 سے امداد آپ کے چچا زاد بھائی یعنی جعفر بن ابی طالب سے بیعت کر لی ہے،
 اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا“

۱۔ سرسید احمد خاں نے محاذ فری ہیگنس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ موشن کے بعد آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی تشریف آوری سے کچھ ہی پہلے ایک اور شخص نے بھی فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا تھا،
 جن کا نام مینس تھا (خطبات احمدیہ ص ۴۵۵)

یہ گھنٹی پہلے نعرانی تھا، اسی طرح قبیلوں کے سردار مقوقس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا کہ :

”یہ خط محمد بن عبد اللہ کے نام ہے، مقوقس شاہ قبط کی طرف سے،

آپ پر سلام ہو، اما بعد، میں نے آپ کا خط پڑھا، اور جو مضمون اس میں

لکھا تھا اس کو سمجھا، اور جس چیز کی آپ نے دعوت دی اس کو سمجھا، مجھ کو

معلوم تھا کہ ایک نئی بات ہے، جو اس نے دلا ہے، مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملک

شام میں مبعوث ہوگا، میں نے آپ کے بھیجے ہوئے قاصد کی عزت کی :

یہ مقوقس اگرچہ اسلام نہیں لایا، مگر اس نے اپنے خط میں اس بات کا اقرار

کیا ہے کہ مجھے یقین ہو کہ ایک نبی باقی ہے، یہ بادشاہ بھی عیسائی تھا، اور ظاہر

ہو کہ اُس وقت ان دونوں بادشاہوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنے یا خوف

کھانے کا کوئی امکان نہ تھا، کیونکہ آپ کو کوئی دنیوی شوکت اُس وقت حاصل

تھی، اسی طرح جابر و بنی العلاء مع اپنی قوم کے خدمت نبوی میں حاضر ہوا،

اور کہا کہ :

”خدا کی قسم، آپ حق کو لے کر آئے ہیں، اور سچی بات کہی ہے، قسم ہوا

خدا کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے آپ کے اوصاف انجیل میں

پڑھے ہیں، اور بتول کے بیٹے نے آپ کی بشارت دی ہے، بہت سی سلامتی

ہو آپ کے لئے، شکر ہوا اس ذات کا جس نے آپ کو عورت دی، مشاہدہ کے

بعد سننے کی گنجائش نہیں، اور نہ یقین کے بعد شک کی، اپنا دست مبارک

بڑھائیے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں

اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں،

پھر اس کی ساری قوم مسلمان ہو گئی، یہ جاروڈ ٹراڈ بردست عیسائی عالم تھا۔ اس نے یہ تسلیم کیا کہ بتول کے بیٹے یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی ہو معلوم ہوا کہ عیسائی لوگ بھی اس نبی کے آنے کے منتظر تھے، جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام دے گئے تھے،

اس تنبیہ کے بعد اب ہماری گزارش یہ ہے کہ وہ اصل عبرانی لفظ جو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا قطعی معدوم ہے، اور جو یونانی لفظ موجود ہے وہ صرف ترجمہ ہے، مگر ہم اصل لفظ کی بحث کو چھوڑتے ہوئے اس یونانی لفظ ہی پر بحث کرتے ہیں کہ اگر اصل یونانی لفظ ”پیرکلوٹوس“ ہے، تب تو ظاہر ہے کہ یہ مسیح کی بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسے لفظ کے ساتھ دی گئی ہے جو محمدؐ کے اقوال کے قریب قریب ہم معنی ہے، یہ چیز اگرچہ عیسائیوں کی عام عادت کے پیش نظر قرین قیاس ہے، مگر ہم اس احتمال کو چھوڑنے ہیں، کیونکہ اس صورت میں مخالفین پر پورے طور پر حجت قائم نہ ہو سکے گی، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ چلئے آپ ہی کا دعویٰ کہ اصل یونانی لفظ ”پارا کلٹوس“ ہے، اگر مان لیا جائے تب بھی ہمارے استدلال کے لئے مضر نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اس کے معنی منسوب کیا گیا اور تمدد گار اور ڈکیل کے ہیں، یا پھر اس کے معنی سفارش کرنے والا، جیسا کہ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں موجود ہے، اور یہ سب اوصاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے پورے صادق آتے ہیں،

اب ہم اولاً ثابت کریں گے کہ وہ فارقلیدہ نبی جن کی بشارت دی گئی تھی اس کا

فارقلیط مراد روح القدس نہیں، آنحضرت ہیں،

پہلی دلیل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کی بشارت دینے سے قبل فرمایا کہ،
”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو“

اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ آگے فارقلیط کی جو
بشارت دی جا رہی ہے حواری اسے توجہ کے ساتھ سنیں، اور ذہن نشین رکھیں
اور یہ سمجھ لیں کہ آگے بیان کی جانے والی بات نہایت اہم اور ضروری ہے،
اب اگر فارقلیط سے عیسیٰ علیہ السلام کی مراد وہ روح تھی جو پینٹیکوسٹ
کے دن نازل ہونے والی تھی، تو اس فقرہ کے کہنے کی کوئی بھی ضرورت نہ تھی،
کیونکہ اس بات کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حواری اپنے اوپر اس روح کے
دوبارہ نازل ہونے کو مستبعد خیال کریں گے، جب کہ اس سے قبل وہ اس سے
مستفیض ہو چکے تھے، بلکہ اس استبعاد کی قطعاً گنجائش نہیں، کیونکہ وہ روح
جب کسی پر نازل ہوگی اور اس میں سائے گی تو اس کا سنایاں اثر خود ظاہر ہوگا، ایسی
صورت میں اس سے متاثر ہونے والے کے لئے انکار کا دہم بھی نہیں ہو سکتا،
اور پھر عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق اس کا ظہور کسی ایسی شکل میں ہرگز نہیں
ہو سکتا، جس میں استبعاد کا احتمال ہو سکے، اس لئے یقیناً اس سے مراد وہی نبی ہے
۱۔ موجودہ ترجموں میں یہاں عمل کرو گے ”کا لفظ ہے، جس کی وجہ سے مصنف کا استدلال
اتنا واضح نہیں رہتا، قدیم تراجم میں ”عمل کرو“ ہی کے الفاظ ہیں،

جس کی بشارت دی گئی،

اب اصل حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے وہ یہ کہ جب حضرت مسیحؑ نے تجربات کی روشنی اور فوہ نبوت کے ذریعہ یہ سمجھ لیا کہ ان کی اُمت کے بیشتر افراد اس نبیؑ کی نبوت کا انکار اس کے ظہور کے وقت کریں گے جس کی بشارت دی جا رہی ہے، اس لئے انہوں نے سب سے پہلے اس فقرہ کے ساتھ اس کی تاکید کی، پھر ان کی آمد کی اطلاع دی،

دوسری دلیل رُوح القدس عیسائیوں کے نزدیک اپنے باپ کے ساتھ مطلقاً متحد ہے، اور بیٹے کے ساتھ اس کی لاہوتی حیثیت سے حقیقی اتحاد رکھتی ہے، اس لئے اس کے حق میں ”دوسرا فارقلیط“ کا عنوان صادق نہیں آتا۔ اس کے برعکس جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے، اس کے حق میں یہ قول بلا تکلف صادق آتا ہے،

تیسری دلیل وکیل ہونا یا سفارشی ہونا نبی کے خواص میں سے ہے، یہ لفظ اس رُوح پر صادق نہیں آسکتا جو خدا کے ساتھ متحد ہے، لہذا یہ دونوں صفات رُوح پر صادق نہیں آسکتیں، اور یقیناً اس نبیؑ پر جس کی بشارت دی گئی، بلا تکلف صادق آتی ہیں،

۱۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کے آنے کی خوش خبری دی تو لا محالہ فارقلیط کوئی ایسی شخصیت ہونی چاہئے جو حضرت عیسیٰؑ سے جدا ہو، حالانکہ رُوح القدس عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی لاہوتی حیثیت سے جدا نہیں ہے،

چوتھی دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

”وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے

کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلے گا۔“

عہد جدید کے کسی رسالہ سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ حواری اُن باتوں

کو بھول گئے تھے جو مسیحؑ نے کہی تھیں، اور اس روح نے جو یوم الدار میں نازل

ہوئی ان کو یاد دلائی ہوں۔

پانچویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے،

تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کر دو۔“

یہ کلام واضح طور پر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس سے مراد وہ روح

نہیں ہو سکتی، کیونکہ دلیل اول میں آپ کو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ حواریوں کی جانب

سے اس کو نہ ماننے کا گمان کیا ہی نہیں جاسکتا تھا، لہذا اس کہنے کی قطعی ضرورت

نہ تھی، اور حکیم دانشمند کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کوئی فضول بات کہے،

چہ جائیکہ ایک عظیم الشان نبی، اب اگر ہم اس کلام سے وہی نبی مراد لیں جس کی

بشارت دی گئی تھی تو کلام اپنے صحیح مقام پر پہنچے گا، اور بہت ہی پسندیدہ ہوگا،

کیونکہ دوبارہ ایک مضمون کی تاکید پر مشتمل ہے۔

چھٹی دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

”وہ تمہاری گواہی دے گا۔“

۱۵ یوحنا ۱۴: ۲۶ ، ۱۵ یوحنا ۱۴: ۲۰ ، ۱۵ یوحنا ۱۵: ۲۶ ،

دیکھئے اس رُوح نے کسی کے سامنے مسیح کے حق میں کوئی شہادت نہیں دی، اس لئے کہ جن شاگردوں پر وہ رُوح نازل ہوئی، ان کو کسی کی شہادت کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ مسیح کو کماحقہ پورے طور پر جانتے پہچانتے تھے، پھر ایسے لوگوں کے سامنے شہادت دینا محض بیکار ہے، رہے وہ منکرین جن کو واقعی شہادت کی ضرورت تھی، سو اس رُوح نے ان میں سے کسی کے سامنے شہادت نہیں دی اس کے برعکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کے لئے اور ان کے سچے ہونے اور اس الوہیت کے دعوے کرنے سے برأت کی شہادت دی، جو کفر و گمراہی کی سب سے بڑی قسم ہے، قرآن کریم کے متعدد مواقع پر ماں بیٹے دونوں کی برأت اور پاکدامنی مذکور ہے، اور احادیث میں تو بکثرت ملتی ہے،

عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا تھا کہ:

ساتویں دلیل

۱۔ اود تم بھی گواہ ہو، کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں

لفظ ایضاً کا ترجمہ بھی موجود ہے لہذا لفظ ایضاً ان تہم میں جن سے ہم نے یوحنا کی عبارت نقل کی ہے تصدیق یا سہواً جھوٹ گیا ہے، یہ قول واضح طور پر یہ بتاتا ہے کہ حواریوں کی شہادت فارقلیط کی شہادت کے علاوہ دوسری شہادت ہے، لیکن اگر اس سے مراد وہ رُوح لی جلتے جو پینتیکست کے دن نازل ہوئی تو دونوں شہادتیں پھر الگ الگ نہ ہو سکیں گی، کیونکہ اس رُوح نے بعینہ وہی شہادت دی جو حواریوں نے

۲۔ موجودہ ترجموں میں یہ لفظ موجود ہے،

۱۵ یوحنا ۱۵: ۲۶

دی تھی، کوئی مستقل شہادت نہیں تھی، اس لئے کہ یہ روح معبود اور معبود کے ساتھ متحد تھی، اور نازل، حلول، استقرار اور شکل و صورت جیسے جہانی عوارض سے پاک تھی، اس لئے بائبل کی تصریح کے مطابق یہ ایک تیز اندھی کی طرح آتشیں زبانوں کی صورت میں نمودار ہوئی تھی، پھر کتاب اعمال کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں پر مستقر ہو گئی، لہذا جن لوگوں پر یہ روح نازل ہوئی تھی ان کی کیفیت بعینہ اُس شخص کی طرح تھی جس پر جتن مسلط ہو گیا ہو، جس طرح ایسی حالت میں جن کا کلام بعینہ اُس شخص کا کلام بن جاتا ہے، اسی طرح روح کی شہادت بعینہ حواریین کی شہادت بن گئی تھی، لہذا دونوں کی شہادت کو الگ الگ شہادتیں نہیں کہا جاسکتا،

اس کے برخلاف اگر فارقلیط مراد نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا جائے تو دو شہادتیں مانی جاسکتی ہیں، حواریوں کی الگ اور فارقلیط کی الگ،

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا،

آٹھویں دلیل

• اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہیں آئے گا۔

لیکن اگر جاؤں گا تو تمہارے پاس بھیج دوں گا،

ملاحظہ کیجئے: اس میں حضرت مسیح اس کی آمد کو اپنے جلنے پر معلق کر رہے ہیں، حالانکہ وہ روح حواریوں پر عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی ہی میں نازل ہو چکی تھی، جب کہ آپ نے ان کو اسرائیلی شہروں کی جانب روانہ کیا تھا، اس وقت روح کا نازل عیسیٰ کی روانگی پر موقوف نہیں کیا گیا تھا، نتیجہ صاف ہے کہ فارقلیط سے مراد وہ روح برگز نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کا مصداق یقیناً وہی شخص ہو سکتا ہو جس سے حواریوں نے عیسیٰ کے آسمان پر جلنے سے قبل کس قسم کا فیض حاصل نہیں

کیا، اور اس کی آمد مسیح کی روایتی پر موقوف ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ پوری بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، کیونکہ آپ کی تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد ہوئی، اور آپ کی آمد عیسیٰ کی روایتی پر موقوف بھی تھی، اس لئے کہ دو مستقل شریعتوں والے پیغمبروں کا وجود ایک زمانہ میں ممکن نہیں ہے، ہاں اگر دوسرا پہلے رسول کی شریعت کا امتیج ہو یا دونوں کسی ایک شریعت کے تابع ہوں تو بیشک اس طرح کے دو یا دو سے زیادہ بھی پیغمبر ایک زمانہ اور ایک مقام پر آ سکتے ہیں، اس قسم کے بے شمار انبیاء حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان میں آپ کے ہیں،

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

نویں دلیل

وہ دنیا کو ملامت کرے گا۔

یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصیحتی ہے، کیوں کہ آپ ہی ایسے شخص ہیں جنہوں نے ساری جہان کو لٹکارا، اور ملامت کی، بالخصوص یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر ایسی ملامت کی جس میں شاید کوئی کٹر معاند اور متعصب دشمن ہی شک کر سکتا ہے، اور آپ ہی کے خلف الشیخ امام مہدیؑ کا نے دجال اور اس کے ماننے والوں کے قتل کرنے میں عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق اور معاون ہوں گے، بخلاف نازل ہونے والی روح کے کہ اس کا ملامت کرنا کسی اصول کے ماتحت درست نہیں ہوتا، اور اس کے نزول کے بعد بھی حواریوں کا منصب ملامت کرنے کا نہ تھا، اس لئے کہ وہ لوگ قوم کو ترغیب اور وعظ کے ذریعہ دعوت دینے تھے،

لیکن پادری راہبیں اپنی کتاب موسوم بدافع البہتان میں جو اردو زبان میں ہے، اور خلاصہ صولۃ العینم کے رد میں لکھی گئی ہے، اس کے جواب میں کہتا ہے:

”ملامت کرنے کے الفاظ نہ تو انجیل میں موجود ہیں، اور نہ ہی انجیل کے کسی ترجمہ میں، بلکہ اس کو مدعی نے محض اس لئے بڑھا دیا ہے تاکہ یہ بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح طور پر صادق آجائے، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامت اور دھمکی بہت دی، مگر اس قسم کا مغالطہ دینا اور دھوکہ دہی مومنین اور اللہ سے ڈرنے والوں کی شان سے بعید ہے“

یہ بات قطعی باطل اور غلط ہے، اس لئے کہ یہ پادری یا تو جاہل دھوکہ باز ہیں، یا ایسا شخص ہے جو نہ قرآن کہ مغالطہ دینا چاہتا ہے بلکہ ایمان سے بھی خالی اور خدو خداوندی سے بھی عاری ہے، اس لئے کہ یہ الفاظ ان عربی تراجم میں جن سے میں نے یہ حنا کی عبارت نقل کی ہے موجود ہیں،

نیز اس عربی ترجمہ مطبوعہ رد ما عظمیٰ شمسۃ^{۱۸۱۶} میں بھی پائے جاتے ہیں، ترجمہ عربی مطبوعہ بیروت شمسۃ^{۱۸۱۶} کی عبارت اس طرح ہے کہ:

”اور جب وہ آئے گا تو گناہ پر ملامت کرے گا“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ شمسۃ^{۱۸۱۶} و شمسۃ^{۱۸۲۵} میں اور فارسی تراجم مطبوعہ شمسۃ^{۱۸۱۶} و شمسۃ^{۱۸۲۵} میں الزام کا لفظ موجود ہے، اور تکبیت اور الزام دونوں الفاظ تو بیخ اور ملامت کے قریب قریب ہیں، مگر اس پادری کی کیا شکایت کی جائے، جبکہ اس خاں بہہ آفتاب است کے مطابق تمام علماء بیروت سنٹ کی یہ عام لے موجود: ترجموں میں ”قصیر دار پھر اے گا“ کے الفاظ موجود ہیں،

عادت بن گئی ہے، اسی وجہ سے فارسی اور اردو کے ترجموں نے فارقلیط کو چھوڑ دیا، مسلمانوں میں یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مشہور ہو چکا ہے، کیونکہ یہ لوگ جو اس کے اسلاف ہیں انہوں نے بھی رُوح کی جانب مَوْنِث ضمیر سے راجع کیں، تاکہ عوام کو اس اشتباہ میں مبتلا کیا جائے کہ اس کا مصداق کوئی مَوْنِث ہے نہ کہ مذکور،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ :

دسویں دلیل

”گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے“

یہ قول اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ فارقلیط منکرین عیسیٰ پر ظاہر ہو کر ان کو مسیح پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ملامت کریں گے، یہ بات نازل ہونے والی رُوح پر قطعی صادق نہیں آتی، کیونکہ وہ لوگوں پر ملامت کرنے کے لئے ظاہر نہیں ہوئی،

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ :

گیارہویں دلیل

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم

ان کی برداشت نہیں کر سکتے“

اس جملے کی روشنی میں بھی فارقلیط سے رُوح مراد نہیں لی جاسکتی، کیونکہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے احکام میں کسی حکم کا اضافہ نہیں کیا، اس لئے کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اس نے حواریوں کو تثلیث کے عقیدے اور سارے عالم کو دعوت دینے کا حکم دیا تھا، ایسی شکل میں اس نے عیسیٰ علیہ السلام

لے یوحنا ۱۶: ۹ ،

کے ان اقوال میں جو آپ نے عروج آسانی تک ارشاد فرمائے تھے، کون سی زائد بات کا اضافہ کیا ؟

بلکہ اس روح کے نزول کے بعد ان لوگوں نے سوائے بعض احکام عشرہ کے جو سفر خروج کے باب میں مذکور ہیں جملہ احکام تورات کو ختم کر دیا، تمام محرمات کو حلال کر ڈالا، ایسی صورت میں ان کے بارے میں یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اس کے برداشت کی استطاعت نہیں رکھتے، کیونکہ ان لوگوں کو تو تعظیم سبب جیسے عظیم الشان حکم کو ختم کر دینے کی بھی استطاعت حاصل ہوئی، جو تورات کا بڑا حکم تھا، اور یہودی محض اس وجہ سے عیسیٰ کو مسیح موعود تسلیم نہیں کرتے تھے، انہوں نے اس حکم کی کوئی رعایت نہیں کی تھی، لہذا ان لوگوں کے لئے تمام احکام کو ختم کر دینے کا قبول کر لینا آسان تھا، البتہ ایمان کی کمزوری اور ضعف قوت کی وجہ سے جو عیسیٰ کے عروج تک رہی، احکام کی زیادتی کو مقبول کرنا یقیناً ان کی استطاعت سے خارج تھا، چنانچہ اس کا اعتراف علماء پرورش بھی کرتے ہیں،

اس تمام گفتگو سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فارقلیط کا مصداق ایک ایسا نبی ہو سکتا ہے جس کی شریعت میں شریعت عیسوی کی نسبت کچھ احکام زائد ہوں گے، اور ان کا اٹھانا کمزور مکلفین کے لئے گراں ہوگا، بلاشبہ ایسے نبی صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں،

بارہویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ:

”وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ میں نے گواہی کہے گا“

یہ کلام اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ فارقلیط ایسا شخص ہو گا جس کی بنی اسرائیل تکذیب کریں گے، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے ضروری سمجھا کہ اس کی سچائی کا حال بیان کریں، اسی بناء پر خصوصیت کے ساتھ یہ بات ارشاد فرمائی، اس کے برعکس نازل ہونے والی روح کے حق میں جھٹلانے جانے کا احتمال ہی نہ تھا،

مزید برآں یہ کہ یہ روح ان کے نزدیک عین معبود تھی، پھر ایسی صورت میں اس کے حق میں یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ”جو کچھ میں نے گواہی کہے گا“ اس لئے اس کا مصداق بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ آپ کے حق میں جھٹلانے جانے کا احتمال تھا، اور آپ عین خدا بھی نہیں ہیں، اور آپ ہی ایسے شخص ہیں جو وحی کے علاوہ کوئی بات نہیں فرماتے تھے، چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:

اور یہ اپنی خواہش سے نہیں کہتا وہ
تو صرف وحی ہو جو اس کے پاس آتی ہو

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ
هُوَ إِلَّا نَحْنُ نُنْصِتُ ۖ

دوسری جگہ فرمایا:

”میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں
جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے،

إِنَّا نَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ
إِلَيْنَا،

سہ یوحنا ۱۱: ۱۳، سہ اس لئے کہ جب روح القدس معبود ٹھہری تو اسے کچھ کہنے کے لئے... کسی سے سننے کی کیا ضرورت ہے!

تیرہویں دلیل

عینی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ،

”مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا“

یہ بات رُوح پر ہرگز صادق نہیں آتی، کیونکہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق وہ قدیم، غیر مخلوق اور قادرِ مطلق ہے، کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو اس کو فی الحال حاصل نہ ہو، بلکہ اس کی توقع ہو، اس کے جس قدر کمالات ہیں اس میں بالفعل سب موجود ہیں، اس لئے ضروری ہوا کہ جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ اس قسم کا ہو جس کے حق میں کمال متوقع ہو،

مگر چونکہ یہ کلام اس امر کا شبہ ڈال رہا تھا کہ شاید وہ نبی شریعت عیسوی کا متبع ہوگا، اس لئے اس کو دُور کرنے کے لئے بعد میں یہ کہہ دیا کہ،
”جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے“

مطلب صاف ہو گیا کہ جو چیز بھی فارقلیط کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوگی گویا کہ وہ مجھ سے حاصل کی، چنانچہ یہ مقولہ مشہور ہے:

مَنْ كَانَ يَدُهُ كَانِ اللَّهُ لَهُ | تَوَالِدُ اللَّهِ كَانِ اللَّهُ لَهُ

۱۔ مطلب یہ ہے کہ جب رُوح القدس کو تمام کمالات بالفعل حاصل ہیں تو اسے کسی سے حاصل کر کے خبر دینے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ بات تو صرف ایسی شخصیت پر صادق آسکتی ہے جسے کمالات بتدریج حاصل ہوتے ہوں، اسے پہلے کسی بات کا علم نہ ہو، بعد میں اسے کوئی علم عطا کرے، یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آسکتی ہے،

۲۔ یہاں تک مصنف نے تیرہ دلائل ذکر فرمائے ہیں، اس کے علاوہ ایک چودہویں دلیل کتاب اعمال کے اس باب کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتی ہے، (باقی صفحہ آئندہ)

عیسائیوں کے پانچ اعتراضات اُن کا جواب پہلا اعتراض؛

اب ہم اُن اعتراضات کو زیر بحث لیتے ہیں جو عیسائی حضرات اور بالخصوص پروٹسٹنٹ علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فارقلیط ہونے پر وارد کرتے ہیں۔
ان میں سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ خود بائبل میں فارقلیط کی تفسیر روح القدس اور روح الحق کے ساتھ کی گئی ہے، جس کا مصداق تیسرا اقنوم ہے، پھر اس

(بقیہ حاشیہ منہ گذشتہ) جس میں روح القدس کے نزول کا واقعہ مذکور ہے، اس میں لکھا ہے کہ جب روح القدس آتشین زبانوں کی شکل میں لوگوں کو نظر آئی تو وہ بہت حیران ہوئے اس پر پطرس نے اس کی تشریح کی، اور انہیں بتلایا کہ یہ روح القدس ہے، جو تم پر برکت نازل کرنے کے لئے آئی ہے،

سوال یہ ہے کہ اگر فارقلیط سے مراد یہی روح القدس تھی تو جناب پطرس کو سب سے پہلے یہ بات کہنی چاہئے تھی کہ اس روح کے نزول سے تعجب کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، اس کے نزول کی بشارت خود حضرت مسیح علیہ السلام دے کر گئے ہیں، حالانکہ جناب پطرس نے اپنی طویل تقریر میں کہیں اس بات کا حوالہ نہیں دیا کہ یہ وہی فارقلیط ہے جس کا وعدہ حضرت مسیح نے کیا تھا، اگر فارقلیط سے مراد یہ روح ہوتی تو جناب پطرس کیلئے یہودیوں کے سامنے حضرت مسیح کی حقانیت ثابت کرنے کا بہترین موقع تھا، بالخصوص جبکہ جناب پطرس کی پوری تقریر یسوع مسیح پر ایمان لانے کی دعوت پر مشتمل ہے، ایسے موقع پر تو وہ ہرگز اس بات کو ذکر کرنے سے نہ چڑکتے،

اس کے علاوہ کتاب اعمال کا مہینہ مصنف لوقا خود انجیل کا مصنف بھی ہے، خود اس نے بھی پینٹی کوسٹ کا یہ واقعہ ذکر کر کے ایک لفظ بھی اس کے (باقی صفحہ آئندہ)

لفظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا کیونکر درست ہے،

جواب یہ ہے کہ مصنف میزان الحق نے اپنی تالیفات میں دعویٰ کیا ہے کہ روح اللہ

روح القدس، روح الحق، روح الصدق، روح قم اللہ کے الفاظ ایک ہی معنی رکھتے ہیں مآخبات مفتاح الاسرار نسخہ فارسی مطبوعہ ۱۲۵۵ء باب فصل نمبر صفحہ ۵۳ میں کہتا ہے:

”لفظ روح اللہ اور روح القدس تو ریت و بھیل میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔“

نیز حل الاشکال فی جواب کشف الاستار میں کہتا ہے:

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ متعلق یہ نہیں کہا کہ اس طرح یسوع مسیح کی فارقلیط والی پیشینگوئی پوری ہوگئی، حالانکہ بائبل کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس کے تمام مصنفین کا یہ معمول ہے کہ جب وہ کوئی ایسا واقعہ ذکر کرتے ہیں جس کی خبر کسی پچھلے نبی نے دی ہو تو اس کا فردا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح فلاں نبی کا قول پورا ہوا، (مثلاً دیکھئے انجیل لوقا ۳: ۳، ۹: ۱۳ و اعمال ۲۰: ۱۱)

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لوقا نے روح القدس کے نزول کا قصہ بیالیس آیتوں میں ذکر کیا ہے مگر ان میں کہیں یہ نہیں کہا کہ اس واقعہ کے ذریعہ یسوع مسیح کی پیشینگوئی پوری ہوگئی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح بات یہ ہے کہ جناب پطرس نے یہاں حضرت یوحنا علیہ السلام کی ایک پیشینگوئی بھی ذکر فرمائی اور کہا کہ:

”یہ وہ بات ہے جو یوحنا کی محسرت بھی گئی ہے“ (اعمال ۱۶: ۱۲)

مگر حضرت مسیح کا کہیں نام نہیں لیا گیا یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے جن فارقلیط کی خوشخبری دی تھی اس سے مراد یہ روح القدس کا نزول نہ تھا، بلکہ کچھ اور تھا؟

”جس شخص کو توریت و انجیل سے ذرا بھی مناسبت اور شعور ہوگا، اس کو معلوم ہو کہ الفاظ روح القدس و روح الحق اور روح فم اللہ وغیرہ یہ سب روح اللہ کے معنی میں ہیں، اسی لئے میں نے اس کو ثابت کرنا ضروری نہیں سمجھا۔“

اب جب آپ یہ بات سمجھ گئے تو تھوڑی دیر کے لئے ہم اس دعویٰ کی صحت و عدم صحت سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ سب الفاظ مرادف اور ہم معنی ہیں، لیکن ہم یہ بات ماننے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہیں کہ ان الفاظ کا استعمال دونوں عہد کی کتابوں میں ہر جگہ اقنوم ثالث ہی کے معنی میں ہوا ہے، اس لئے ہم بھی پادری صاحب کی طرح کہتے ہیں کہ جس شخص کو دونوں عہد کی کتابوں کا تھوڑا سا شعور بھی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ الفاظ اقنوم ثالث کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوئے ہیں، کتاب حزقی ایل باب ۳۷ آیت ۳۴ میں کہ جو لوگ حضرت حزقی ایل علیہ السلام کے معجزے سے زندہ ہو گئے تھے ان سے خطا کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا:

”اور میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا۔“

ظاہر ہے کہ اس قول میں اللہ کی روح سے مراد نفس ناطقہ انسانی ہے، نہ کہ وہ اقنوم ثالث جو عیسائیوں کے زعم میں عین خدا ہے، نیز یوحنا کے پہلے خط باب آیت ۱ میں ترجمہ عربی مطبوعہ مشرق کے مطابق اس طرح ہے:

”اے عزیز و اہر ایک روح کا یقین نہ کرو، بلکہ روحوں کو آزماد کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں، کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوتے

نہ موجودہ اردو ترجمہ اس کے مطابق ہے، اس لئے یہ عبارتیں اسی سے نقل کر دی گئی ہیں ۱۲ تفسیر

ہیں خدا کے روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یہ روح

میں مجسم ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے : (آیات ۱ و ۲)

پھر آگے آیت ۶ میں ہے :

جو خدا کو جانتا ہے وہ ہماری سنتا ہے، جو خدا سے نہیں وہ ہماری نہیں سنتا

اسی سے ہم حق کی روح اور گمراہی کی روح کو پہچان لیتے ہیں :

تراجم عربی مطبوعہ ۱۸۲۱ء، ۱۸۳۱ء، ۱۸۴۳ء، ۱۸۵۲ء، ۱۸۶۲ء میں بھی اسی کے موافق

عبارتیں موجود ہیں، ان میں سے پہلی عبارت میں "خدا کی روح" اور آیت ۶ کی عبارت

میں "حق کی روح" اقنوم ثالث بجائے "واعظ حق گو" کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں

اسی لئے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء کے مترجم نے لفظ "روح" کا ترجمہ "واعظ" کے

ساتھ کیا ہے، اور پہلی آیت میں لفظ "ارواح" کا ترجمہ "واعظین" کے ساتھ اور

دوسری آیت میں لفظ "روح" کا ترجمہ "واعظ من جانب اللہ" اور آیت ۶ میں

"حق کی روح" کا ترجمہ "سچے واعظ" سے کیا ہے، اسی طرح لفظ "گمراہی کی روح"

کا ترجمہ "گمراہ کن واعظ" کیا گیا ہے،

بہر کیف ان عبارتوں میں خدا کی روح اور روح حق سے مراد اقنوم ثالث جو

عین خدا ہے نہیں لیا جاسکتا، اگر حضرت عیسیٰ نے فارقلیط کو روح حق قرار دیا ہے

تو وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے، کیونکہ دونوں کے معنی واعظ حقانی کے ہیں، جیسا

کہ یوحنا کے رسالہ ۱۴ میں روح اللہ اور روح الحق اسی معنی میں استعمال ہوا ہے

لہذا ان دونوں الفاظ کا اطلاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بلاشبہ صحیح ہے،

۱۵ یہ تمام بحث اس تقدیر پر ہے کہ مصنف نے روح القدس اور روح حق کو ہم معنی قرار دیا ہے

یہ فاضل آل حسن نے اپنی مشہور کتاب تصنیف میں ۱۴۹۴ء پر ثابت کیا ہے کہ ان دونوں الفاظ کے معانی جدا جدا ہیں اور روح حق سے مراد روح القدس نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، (ملاحظہ ہو تفسار بر حاشیہ از الہ الامام علیہ السلام)

دوسرا اعتراض

عیسائیوں کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشینگوئی کے مطابق
حجاری ہیں، اس لئے فارقلیط کا ظہور ان کے زمانہ میں ہونا

ضروری ہے، چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے عہد میں ظاہر نہیں ہوئے، اس لئے
وہ اس کا مصداق نہیں ہیں،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بھی بہت کمزور ہے، اس لئے کہ اس کا نتیجہ
تو یہ نکلتا ہے کہ خطاب کے وقت جو لوگ موجود تھے وہ ضمیر خطاب کے ضرور مراد ہوں
لیکن یہ بات ہر مقام پر ضروری نہیں ہے، مثلاً انجیل متی باب ۲۶ آیت ۶۴ میں
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سردار کاہن اور بڑے بڑوں کو خطاب کرتے
ہوئے ارشاد فرمایا:

”بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی
طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر اترتے دیکھو گے“

دیکھئے جن لوگوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بات فرمائی تھی
آج ان کو مرے ہوئے اٹھارہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، لیکن انہوں نے
کبھی حضرت عیسیٰ کو آسمان کے بادلوں پر اترتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں سب
لوگ یہی کہتے ہیں کہ انجیل متی کی اس عبارت میں ”تم“ کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں
جو اس وقت سامنے موجود تھے، بلکہ اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح
علیہ السلام کے نزول کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے۔

۱۵ اس ارشاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب اپنے نزول کی پیشینگوئی فرما رہے ہیں،

بعینہ یہ بات ہم فارقلیط کی بشارت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تھے، بلکہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت موجود ہوں گے،

تیسرا اعتراض عیسائیوں کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ فارقلیط کے حق میں یہ بات کہی گئی ہے کہ دنیا نہ اس کو دیکھے گی نہ پہچانے گی، اور تم اسے پہچانو گے، یہ چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق نہیں آتی، کیونکہ آپ کو تو لوگوں نے دیکھا بھی اور پہچانا بھی،

لیکن یہ اعتراض بھی محض لغو اور بے اصل ہے، اس لئے کہ عیسائی بھی اس جملے کو حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی پر محمول کرتے ہیں، بلکہ وہ ہماری نسبت اس کلام کی تاویل کرنے پر زیادہ مجبور ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک روح القدس عین خدا ہے اور دنیا بہ نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کو زیادہ جانتی پہچانتی ہے، اس لئے لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ پہچاننے سے مراد مکمل اور حقیقی معرفت ہے، اس تاویل کے بعد پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے صادق آنے میں کچھ بھی اشتباہ باقی نہ رہے گا اور آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ دنیا اس کی پوری پوری حقیقی پہچان نہیں رکھتی، اور تم اس کی پوری حقیقی پہچان رکھتے ہو، رویت سے مراد بھی معرفت ہی ہو گی،

۱۔ سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی، کیونکہ نہ اسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے، تم اسے جانتے ہو الخ“ (یوحنا ۱۱: ۱۷)

۲۔ اور کتاب اعمال میں تصریح ہے کہ روح القدس کو آتشیں زبانوں کی شکل میں دیکھا اور پہچانا،

اسی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ "تم" کے بعد "دیکھنے" کے لفظ کا اعادہ نہیں کیا۔
بلکہ صرف یہ کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو۔ اور اگر دیکھنے سے مراد ظاہری آنکھوں کے
دیکھنا ہی لے لیا جائے تب بھی یہاں "نہ دیکھتے" سے مراد بعینہ وہ معنی ... ہوں گے
جو انجیل متی باب ۱۳ آیت ۱۳ میں لے گئے ہیں، اس کی عبارت ہم عربی ترجمہ مطبوعہ
۱۸۱۶ء و ۱۸۳۵ء سے نقل کرتے ہیں:

تیس ان سے تمغیلوں میں اس لئے باتیں کرتا ہوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے
اور سنتے ہوئے نہیں سنتے، اور نہیں سمجھتے اور ان کے حق میں یسعیاء کی پیشینگوئی
پوری ہوتی ہے کہ تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے، اور آنکھوں سے دیکھو گے
پر ہرگز (تمہیں کچھ نظر نہ آئے گا)۔

اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں رہتا، ہم نے اوپر "دیکھنے" اور "جاننے"
کے معنی بیان کئے ہیں، اگرچہ یہ مجازی معنی ہیں، لیکن ان کا استعمال اس کثرت سے
ہوتا ہے کہ حقیقت عرفیہ بن گئے ہیں، بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
ارشادات میں یہ الفاظ اس معنی میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں،

۱۔ یعنی دنیا کے بارے میں تو یہ کہا کہ وہ اسے دیکھتی ہو نہ جانتی ہے، اور حواریوں سے فرمایا کہ تم اسے
جاننے ہو یہاں دیکھنے کا ذکر نہیں کیا، معلوم ہوا کہ دیکھنے سے مراد بھی جاننا ہی ہے،
۲۔ اظہار الحق میں جن تراجم کے حوالے سے عبارت نقل کی گئی ہے ان میں یہاں لا تبصرون
کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ قوسین میں کیا گیا ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں قوسین کی جگہ یہ
لفظ ہے، "معلوم نہ کرو گے"۔

۳۔ گویا جس طرح متی کی اس عبارت میں "نہ دیکھنے" سے مراد "نہ قبول کرنا" ہے، اسی طرح
فارقلیط کی پیشینگوئی میں بھی یہی مراد ہوگا،

انجیل متی باب آیت ۲۷ میں ہے:

”کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے، اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوا بیٹے کے اور اس کے جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے۔“

اور انجیل یوحنا باب آیت ۲۸ میں ہے:

”جس نے مجھے بھیجا ہے وہ سچا ہے، اس کو تم نہیں جانتے۔“

اور یوحنا ہی کے باب آیت ۱۹ میں ہے:

”تم مجھے جانتے ہو، نہ میرے باپ کو اگر مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے۔“

اور یوحنا باب آیت ۲۵ میں ہے: ”مے عادل با، دیا تو مجھے نہیں جانا، مگر میں نے تجھے جانا۔“

اور باب ۱۲ آیت ۷ میں ہے:

”اگر تم نے مجھے جانا ہوتا تو میرے باپ کو بھی جانتے، اب اسے جانتے

ہو اور دیکھ لیا ہے، فلپس نے اس سے کہا، اے خداوند! باپ کو ہمیں دکھا،

یہی ہمیں کافی ہے، یسوع نے اس سے کہا اے فلپس! میں اتنی مدت تمہارے

ساتھ ہوں، کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا،

تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا؟“

آپ نے دیکھا کہ ان تمام اقوال میں جاننے اور پہچاننے سے مراد مکمل

معرفت اور دیکھنے سے مراد بھی معرفت ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ مذکورہ اقوال

میں سے ایک بھی درست نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو تو عام لوگ بھی پہچانتے تھے، چہ جائیکہ یہود کے سردار، کاہن، مشائخ اور

حواریین اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اہل تثلیث کے یہاں بھی ممکن نہیں ہے،

چوتھا اعتراض | عیسائیوں کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ فارقلیط کے حق میں یہ کہا گیا تھا کہ:

”وہ تمھارے ساتھ رہتا ہے اور تمھارے اندر ہے۔“

اس کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیط اس خطاب کے وقت حواریوں کے پاس موجود اور مقیم تھا، پھر اس کا مصداق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر ہو سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ بائبل کے دوسرے تراجم اس کے خلاف ہیں، ترجمہ عربی ۸۱۶ء و ۸۲۵ء میں ہے کہ:

”وہ تمھارے ساتھ رہنے والا ہے، اور تمھارے اندر ہوگا۔“

فارسی تراجم مطبوعہ ۸۱۶ء و ۸۲۵ء و ۸۴۱ء اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۸۱۳ء و ۸۳۹ء سب کے سب ان دونوں ترجموں کے مطابق ہیں، اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۸۶۰ء میں اس طرح ہے:

”وہ تمھارے ساتھ رہنے والا ہے تمھارے ساتھ اور تمھارے اندر ہوگا۔“

۱۔ اصل عربی عبارت یہ ہے: ”وَلَا تَنْتَهِیْ عَنْكُمْ وَتَكُونُ فِیْكُمْ“ موجودہ اردو ترجمہ میں یہ عبارت اس طرح ہے: ”وہ تمھارے ساتھ رہتا ہے اور تمھارے اندر ہوگا“ قدیم انگریزی ترجمہ بھی اسی کے مطابق ہے، البتہ کیتھولک بائبل میں یہ جملہ بالکل مختلف ہے، اس کی عبارت یہ ہے:

یعنی ”وہ مسلسل تمھارے ساتھ رہے گا، نہیں، وہ تم میں ہوگا“ (یوحنا ۱۴: ۱۷)

۲۔ اصل عربی عبارت ”وَلَا تَنْتَهِیْ عَنْكُمْ وَتَكُونُ فِیْكُمْ“ موجودہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۶ء میں بھی یہی الفاظ ہیں،

معلوم ہوا کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ آئندہ تم میں پیدا ہوگا، پھر تو کسی طور پر بھی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے، اب رہا یہ لفظ کہ ”مقیم عندکم“ تو اس کے معنی ہرگز یہ نہیں لئے جاسکتے کہ وہ فی الحال تم میں مقیم ہے، کیونکہ یہ مسیح کے دوسرے کلام کے معارض اور منافی ہوگا، جس میں یوں کہا گیا ہے کہ:

”میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا (فارقلیط) بھجھے گا“

اسی طرح حضرت مسیحؑ کا یہ ارشاد کہ:

”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے، تاکہ جب ہوگا

تو تم یقین کر لو“

نیز یہ فرمانا کہ:

”اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہ آئے گا“

وضاحت کے ساتھ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ فارقلیط زمانہ آئندہ میں آیاؤں گا ہے، پھر اس کے سوا اور کیا تاویل کی جاسکتی ہے کہ اپنے بعد میں آنے والے قول کی طرح یہ بھی استقبال کے معنی میں ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ”وہ زمانہ مستقبل میں تمہارے پاس قیام کرے گا“ پھر اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آنے میں کوئی خدشہ نہیں ہو سکتا، اور بائبل کے دونوں عہد ناموں میں زمانہ آئندہ کی باتوں کو حال بلکہ بعض اوقات ماضی کے صیغوں سے بکثرت تعبیر کیا گیا ہے، مثلاً کتاب حزقی ایل باب ۳۹ کی ابتداء میں حضرت حزقیل علیہ السلام نے یا جوج و یا جوج کے نکلنے اور اسرائیلی پہاڑوں پر پہنچ کر اس کے ہلاک ہونے کی خبر دی ہے، اور اس کے بعد

۱۵ یوحنا ۱۴: ۱۵ ، ۱۶ یوحنا ۱۴: ۲۰ ، ۱۷ یوحنا ۱۶: ۷ ،

آیت ۸ میں فرمایا ہے :

”وَلَمَّا دَهِيَهَا بِرُؤُوسِهَا وَقَعَ فِيهَا، خَدَاوْنُهَا خَدَاوْنًا سَاسَةً، بِرُؤُوسِهَا دَهِيَهَا خَدَاوْنًا سَاسَةً“
بابت میں نے فرمایا تھا :

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۳۹۸ء میں یہ جملہ اس طرح ہے :

”ایک رسید و بوقوع پیوست“

دیکھئے، اس جملہ میں کس طرح ایک آئندہ ہونے والے واقعہ کو صیغہ ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، اس لئے اس کا ہونا یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر تھا، حالانکہ دو ہزار چار سو پچاس سال گزر جانے کے باوجود اب تک یہ واقعہ ظاہر نہیں ہو سکا،

اسی طرح انجیل یوحنا باب آیت ۲۵ میں ہے :

”میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آنا ہے، بلکہ ابھی ہے کہ مردے خدا کے بیٹے کی آواز سنیں گے، اور جو سنیں گے وہ جیئیں گے“

اس عبارت میں ”بلکہ ابھی ہے“ پر غور فرمائیے کہ اٹھارہ سو سال سے زیادہ مدت گزرنے کے باوجود یہ گھڑی اب تک نہیں آئی، اور اب تک کسی کو معلوم بھی نہیں کہ کب آئے گی،

پانچواں اعتراض | عیسائیوں کا پانچواں اعتراض یہ ہے کہ کتاب اعمال کے باب اول آیت ۴ میں ہے :

”اور ان سے مل کر ان کو حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ، بلکہ باپ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کے منتظر رہو، جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو، کیونکہ

یوحنا نے تو بانی سے ہتسمہ دیا، مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے
ہتسمہ پاؤ گے۔

عیسائی علماء کا کہنا ہے کہ اعمال کی یہ عبارت واضح طور سے اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ فارقلیط سے مراد پینتکست کے دن نازل ہونے والی روح القدس تھی،
اس لئے کہ اس عبارت میں باپ کے وعدے سے مراد فارقلیط کا وعدہ ہے،
اس کا جواب یہ ہے کہ باپ کے وعدے کا مصداق صرف فارقلیط کو قرار
دینا دعویٰ بلا دلیل ہے، بلکہ تیرا درجہ سے غلط ہے، جن کی تفصیل قارئین کو معلوم
ہو چکی ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشینگوئی ایک مستقل علیحدہ چیز ہے،
اور روح کے دوبارہ نازل کرنے کا وعدہ ایک دوسری مستقل چیز ہے، اللہ نے
دونوں وعدے پورے فرمادئے، پہلے وعدے کو فارقلیط کے آنے سے تعبیر کیا،
اور یہاں پر باپ کے وعدے سے تعبیر کیا، زیادہ سے زیادہ یہ نقص لازم آیا
کہ فارقلیط کی بشارت یوحنا نے نقل کی اور باقی انجیل والوں نے اس کو نقل
نہیں کیا، ادھر لوقا نے صرف اس روح کے نازل ہونے کے وعدے کو نقل کیا، جو
پینتکست میں نازل ہوئی، مگر یوحنا نے اس کو نقل نہیں کیا، لیکن اس میں کچھ

۱۵۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام، یاد رکھتے یوحنا کے ساتھ بائبل میں چار ایسی ہتسمہ کا لفظ آجائے
تو.... سمجھ لیجئے کہ اس سے مراد حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں،

۱۶۔ ”اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا، لیکن جب تک
عالم ہالا سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو“ (لوقا ۲۴: ۴۹) اس عبارت کا سنو
بھی یہ بتلا رہا ہے کہ اس سے مراد فارقلیط نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں ”نازل کروں گا“ کہا گیا ہے جبکہ
فارقلیط کے لئے ”بھج دوں گا“ کہا گیا تھا، نازل کرنے کا اطلاق روح القدس پر اور بھیجے کا اطلاق

مضائق نہیں، کیونکہ یہ لوگ کبھی معمولی باتوں کے نقل کرنے میں متفق ہو جاتے ہیں مثلاً اور شلیم جاتے ہوئے مسیح کا گدے پر سوار ہونا کہ اس کی روایت پر چاروں انجیلوں کا اتفاق ہے، اور کبھی کبھی بڑے اور اہم معاملات کے نقل کرنے میں آپس میں اختلاف کر جاتے ہیں،

کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ایک بیوہ کے بیٹے کو زندہ کرنے کا واقعہ صرف لوقا نقل کرتا ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا ستر شاگردوں کو بھیجنے کا واقعہ اور وہیں کوڑھیوں کو اچھا کرنے کا ذکر بھی صرف لوقا کرتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور انجیلی ان واقعات میں سے ایک کو بھی بیان نہیں کرتا، حالانکہ یہ عظیم الشان واقعات ہیں،

اسی طرح مقام قانائے گلیل میں دعوتِ ولیمہ کا ذکر صرف یوحنا ہی کرتا ہے حالانکہ اس میں مسیح علیہ السلام سے پانی کو شراب بنادینے کا معجزہ ظاہر ہوا، جو مسیح کا سب سے پہلا معجزہ ہے، اور ان کی بزرگی کے ظاہر ہونے کا ذریعہ، اور یہی واقعہ شاگردوں کے ان پر ایمان لانے کا سبب بنا، یا مثلاً اور شلیم کے بیت صید میں بیمار کو اچھا کر دینے کا واقعہ صرف یوحنا ذکر کرتا ہے، حالانکہ یہ ایک بڑا معجزہ ہے، اس لئے کہ یہ بیمار ۳۸ سال سے مسلسل بیمار چلا جاتا تھا، یا اس عورت کا واقعہ جو زنا کے الزام میں پکڑی گئی تھی، یا مثلاً مادرزاد اندھوں کو بینائی دینے کا واقعہ جو مسیح کا بڑا معجزہ شمار ہوتا ہے، جس کی تصریح باب میں ہے، یا مردوں میں سے عاڈار کے زندہ کرنے کا واقعہ،

یہ تمام واقعات صرف انجیل یوحنا میں ہیں، باوجود عظیم الشان واقعات

ہونے کے ان میں سے کسی واقعہ کو کوئی دوسرا انجیل قطعی ذکر نہیں کرتا،
 یہی حالت متی اور مرقس کی ہے، جو بعض معجزوں اور واقعات کے بیان
 کرنے میں منفرد ہیں، اور کوئی ان واقعات کو ان کے سوا ذکر نہیں کرتا،
 اب چونکہ اس مسلک میں بحث طویل ہوتی جاتی ہے، اس لئے ہم بشارت
 کے نقل کرنے میں اتنی ہی مقدار کو کافی سمجھتے ہیں، جو ہم نے ان کی معتبر کتابوں سے
 نقل کر دی ہیں، اور وہ بشارتیں جو دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں، اور جو ہمارے
 دماغ میں معتبر شمار نہیں کی جاتیں ان کو میں نے نقل نہیں کیا، البتہ ان بشارتوں
 سے فائدہ ہونے کے بعد نمونہ کے طور پر ایک بشارت ان میں سے بھی نقل کرتا ہوں،

دیگر کتب میں سے بشارت کی مثال

پادری سیل نے اپنے ترجمہ قرآن مجید کے مقدمہ میں انجیل برناباس سے

لے انجیل برنابا کا تعارف | برنابا یا برناباس (Barnabas)
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک جلیل القدر حواری ہیں، انجیل برناباس انہی کی طرف منسوب ہے
 دو سکھ حواریوں کی طرح انہوں نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح حیات اور آپ کے
 ارشادات کو جمع کیا تھا، لیکن یہ انجیل عرصہ دراز سے دنیا سے غائب تھی، مگر شدہ کتابوں
 میں اس کا ذکر آیا کرتا تھا، جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۲۳۴ جلد اول پر اکیسہ سو مو کے حوالہ سے آپ
 پڑھ چکے ہیں۔ لیکن مسئلہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے پوری دنیا کو سوچنے
 سمجھنے پر مجبور کر دیا، مذکورہ سن میں شاہ پرورشیا کے ایک مشیر کو جس کا نام کریم تھا، کیشتریم
 کے مقام پر کسی کتب خانے سے ایک کتاب ہاتھ لگی، جو اطالوی زبان میں تھی، اور اس پر لکھا ہوا
 تھا کہ یہ برناباس کی انجیل ہے، اس کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات و بیچ تھے
 اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا مصنف برناباس ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

ایک بشارت محمدی یوں نقل کی ہے :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس وقت تک صرف اتنا معلوم ہو سکا تھا کہ کریمؑ نے یہ اطالوی نسخہ ایسٹریڈم کے کسی صاحب حیثیت آدمی سے حاصل کیا تھا، جو اسے ایک انتہائی قیمتی کتاب سمجھتا تھا، اگر کریمؑ نے یہ نسخہ شہزادہ آویو جین سا فوی کو تحفہ کے طور پر دیدیا، اس کے بعد ۱۸۳۷ء میں یہ آسٹریڈم کے پایہ تخت وائنا کے شاہی کتب خانہ میں منتقل ہو گیا، ادباً تک وہیں ہے، اس کے بعد اٹھارہویں صدی کے اوائل ہی میں عدلی کے مقام پر ڈاکٹر ہلمن کو انجیل برناباس کا ایک اور نسخہ دستیاب ہوا جو ہسپانوی زبان میں تھا، یہی نسخہ مشہور مستشرق حاج سبیل کو ملا تھا، جس سے اس نے اپنے ترجمہ تشرآن میں مختلف اقتباسات نقل کئے، اور مصنفؑ نے یہاں یہ قہتباس اسی سے نقل کیا ہے،

مستشرق سبیل نے اس ہسپانوی نسخہ پر جو نوٹ لکھا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ اطالوی نسخہ کا ہسپانوی ترجمہ ہے جو کسی آذربائی مسلمان مصطفیٰ عنودی نے کیا ہے، مصطفیٰ عنودی ہی نے اس کے شروع میں ایک دیباچہ بھی لکھا ہے، جس میں اطالوی نسخہ کی دریافت کا پورا حال تحریر ہے،

اس کا خلاصہ یہ ہو کہ تقریباً سو طویں صدی کے خستام پر ایک لاطینی راہب فرامرینو کو آریٹوس بشپ کے کچھ خطوط دستیاب ہوئے، ان خطوط میں سے ایک خط میں آریٹوس نے پوس کی خوب قسمی کھولی تھی، اور یہ لکھا تھا کہ انجیل برناباس میں پوس کی حقیقت پوری طرح واضح کی گئی ہے، اس وقت سے فرامرینو انجیل برناباس کی تلاش میں تھا، اتفاق سے اسے اس زمانے کے پوپ سیکسٹس عظیم کا تقرب حاصل ہو گیا، اور ایک دن وہ پوپ کے ساتھ اس کے کتب خانے میں چلا گیا، وہاں پہنچ کر پوپ کو فرامرینو نے وقت گزاری کے لئے کتابیں دیکھنے کا ارادہ کیا، حسن اتفاق سے اس نے پہلی بار جس کتاب پر ہاتھ ڈالا وہ انجیل برناباس کا اطالوی نسخہ تھا، فرامرینو اسے حاصل کر کے بید خوش ہوا، اور اسے آستین میں چھب کر لے آیا،

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اے برنابا: نو جان لے، کہ گناہ کتنا ہی چھوٹا ہوا اللہ اس پر سزا.....

۱۱۔ انجیل برناباس میں حضرت مسیح کا یہ ارشاد اس وقت منقول ہے جبکہ (برناباس کی روایت کے مطابق) آپ کو ایک مرتبہ آسمان پر اٹھانے کے بعد حضرت مریم اور حواریوں کی درخواست پر دوبارہ دنیا میں بھیجا گیا، اور حواریوں نے آپ سے سوال کیا کہ سولی کا اصل واقعہ کیا تھا؟ مصنف کے زمانے میں انجیل برناباس کا عربی ترجمہ نہیں ہوا تھا، اس لئے انھوں نے جارج سیل کے ترجمہ قرآن سے یہ عبارت نقل کی ہے، اور جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے جارج سیل کے پاس ہسپانوی نسخہ تھا، اس لئے یہ عبارت غالباً ہسپانوی نسخہ کی ہو، یہی وجہ ہے کہ اس عبارت کے بعض جملے مطبوعہ عربی ترجمہ سے مختلف ہیں، اس لئے کہ عربی ترجمہ اطالوی نسخے سے کیا گیا ہے، ہم حواشی پر اس اختلاف کی طرف اشارہ کریں گے، جس سے معلوم ہو گا کہ ہسپانوی اور اطالوی نسخوں میں کوئی خاص معنوی تفاوت نہیں ہے، ————— یہاں قوسین کی عبارت کی جگہ عربی ترجمہ میں یہ جملہ ہے: ”تو مجھے سچ جان“۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ پوری روایت مستشرق سیل نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھی ہو اور بتایا ہے کہ مصطفیٰ عربی نے یہ واقعہ ہسپانوی نسخہ کے دیباچہ میں تحریر کیا ہے، یہ ہسپانوی نسخہ جو سیل کے پاس تھا، اب گم ہو چکا ہے، البتہ اتنا معلوم ہے کہ سیل کے پاس ۱۸۷۷ء میں یہ نسخہ ڈاکٹر ہیوٹ کے پاس آ گیا تھا، اور اس نے اپنے لکچروں میں بتایا ہو کہ دو جگہ معمولی اختلاف کے علاوہ اطالوی اور ہسپانوی نسخوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے خلاصہ یہ کہ اب دنیا میں صرف قدیم اطالوی نسخہ موجود ہے، اسی سے ڈاکٹر منکھوس نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا، پھر مصر کے ایک مسیحی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے انگریزی سے اس کا عربی میں ترجمہ کیا، جسے علامہ رشید رضا مصری نے سنہ ۱۹۰۷ء میں اپنی ایک مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا، ڈاکٹر خلیل سعادت ہی نے اس انجیل کی فصلوں پر آیتوں کے نمبر ڈالے ہیں، اصل نسخہ میں یہ نمبر موجود نہ تھے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

دیتا ہے، اس لئے کہ اللہ گناہ سے راضی نہیں ہے (آؤد) جب میری ماں اور میرے (شاگردوں) نے دنیا کی خاطر مجھ سے محبت کی (تو اللہ اس بات پر ناراض ہوا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ عربی ترجمہ ہندوستان میں پہنچا تو مولوی محمد حلیم صاحب انصاری ردو لوی نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو سنہ ۱۹۱۶ء میں لاہور سے شائع کیا،

یہ بھی انجیل برنا باس کی مختصر تاریخ جو ڈاکٹر خلیل سادات کے عربی دیباچہ سے ماخوذ و ملخص ہے، یہاں اتنا اشارہ کر دینا اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برنا باس معروف اناجیل اربعہ سے مندرجہ ذیل بنیادی اختلافات رکھتی ہے:

- ۱۔ اس میں حضرت مسیحؑ نے اپنے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے سے واضح طور سے انکار کیا ہے،
 - ۲۔ اس میں حضرت مسیحؑ نے بتایا ہے کہ وہ مسیح یا مسیحا جس کی بشارت عہد قدیم کے صحیفوں میں دی گئی ہو، اس سے مراد میں نہیں ہوں، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،
 - ۳۔ برنا باس کا بیان ہے کہ حضرت مسیحؑ کو سولی نہیں دی گئی، بلکہ انہیں آسمان پر اٹھا گیا۔ ان کے بچائے ہوئے ہسکر یوتی کی صورت بدل دی گئی تھی، اور اسی کو پھانسی دی گئی،
 - ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ حضرت اسحقؑ نہیں بلکہ اسمعیل علیہ السلام تھے،
- یہ امور چونکہ اسلامی عقائد کے سونی ضد مطابق ہیں اس لئے اکثر مسیحی علماء اس انجیل کو کسی مسلمان کی خود ساختہ کتاب قرار دیتے ہیں،

مسئلہ چونکہ اہم ہے اس لئے ہم یہاں اس پر قدرے تفصیل کے ساتھ گفتگو کریں گے، ہندو حواشی میں ہم پہلے اس انجیل کے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں، اس کے بعد اس کی اصلیت اور استناد کے مسئلہ پر کچھ عرض کریں گے، واللہ الموفق،

(حاشیہ صفحہ ۱۵۰) ۱۔ مطبوعہ عربی ترجمہ میں ہے "سخت سزا دیتا ہے"۔

۲۔ یہاں عربی ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں: "غضبناک ہوتا ہے"۔ ۳۔ عربی ترجمہ: "پس اسی لئے"۔

۴۔ عربی ترجمہ: "میرے ان امثال شاگردوں نے جو میرے ساتھ تھے"۔

اور اپنے انصاف کے تقاضے سے اس نے ارادہ کیا کہ ان کو (اس دنیا میں) اس (ناورست عقیدہ پر) سزا دی تاکہ انہیں عذابِ جہنم سے نجات ملے، اور انہیں وہاں تکلیف نہ ہو، اور اگرچہ میں بے قصور ہوں، لیکن جب بعض لوگوں نے میرے بارے میں یہ کہا کہ یہ اللہ ہے اور اللہ کا بیٹا ہے، تو اللہ نے اس بات کو برا سمجھا اور اس نے ارادہ کیا کہ قیامت کے دن شیطان مجھ پر نہ اٹھیں اور میرا ٹھٹھا نہ کریں، لہذا اس نے اچھا سمجھا کہ ہنسی اور ٹھٹھا یہود اور مسیحیوں کی موت کی وجہ سے دنیا میں ہو جائے، اور لوگوں کو یہ گمان ہو کہ مجھے سولی دی گئی، لیکن یہ (اہانت اور تمسخر) باقی رہے گا، یہاں تک کہ محمد رسول اللہ آجائیں، جب وہ آجائیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی پر متنبہ کریں گے، اور یہ شبہ لوگوں کے دل سے نکل جائے گا۔ بلاشبہ یہ بشارت بڑی عظیم الشان بشارت ہے، خواہ عیسائی حضرات کتنا ہی

۱۔ عربی ترجمہ، "نبوی غم سے"

۲۔ عربی ترجمہ، "اس محبت پر"

۳۔ عربی ترجمہ میں یہ جملہ نہیں ہے،

۴۔ عربی میں یہ لفظ نہیں ہے،

۵۔ انجیل برناباس فصل نمبر ۲۲ آیات ۷ تا ۲۰ عربی ترجمہ ص ۳۱۸، اردو ترجمہ ص ۳۰۶

۶۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برناباس کے کچھ اور قسماً شاسناظرین کے سامنے پیش کر دیئے جائیں، ہمارے پاس اس انجیل کے عربی و اردو ترجمے ہیں، ہم یہاں ہر اقتباس میں دونوں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں، اردو ترجمہ پر اس لئے اکتفاء نہیں کیا گیا کہ وہ ایک مسلمان عالم کا کیا ہوا ہے، اس کے برخلاف عربی ترجمہ ڈاکٹر خلیل سعادت کا ہے جو عیسائی ہیں،

(۱) لست اهل ان احل رباطات

میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس

زور لگائیں اور اعتراض کریں کہ یہ انجیل غیر معتبر ہے، محض اس لئے کہ ہمارے مائیکس

﴿۱﴾ جرموق او سیور جذاء مول
اللہ الذی تمونہ مسیحا
الذی خلق قبل و یأتی بعدی
(فصل ۲۲ آیت ۱۳)

(۲) ولما رأیثہ امتلاّت عداۃ
قاملاً یا محمد لیکن اللہ معک
ولیجعلنی اهلاً ان احسن
سیرحل اثلک،

(فصل ۲۴ آیت ۳۰)

(۳) الحق اقول لکم مشکلاً من
القلب ائی اقصی لان العالم
مسیح ہونی الثاوی علی ان
اقدام لأجل لہذا حساباً لہم
اللہ الذی نفسی واقفہ فی
حضرۃ انی رجل فان کسائر
الناس، (فصل ۲۵ آیت ۱۰ تا ۱۳)

(۴) اجاب التلامیذ یا معلم من
عنی ان یکون ذلک الرجل الذی
تکلم عنہ الذی سیأتی الی العالم
اجاب یسوع باہتہج قلباً اللہ
محسن سول اللہ (فصل ۱۶ آیات ۱۷)

رسول اللہ کے جوتے کے بند بعلین
سے تیسے کھولوں جس کو تم مسیحا کہتے ہو
وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور میرے
بعد آئے گا (عربی ترجمہ ص ۶۸ اردو ترجمہ ص ۶۸)
”اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا میں تلی
سے بھر کر کہنے لگا اے محمد! اللہ تیرے
ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے
کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں“

(عربی ترجمہ ص ۶۹ اردو ترجمہ ص ۶۰)
میں تم سے سچ کہتا ہوں دل سے باتیں
کرتا ہوں کہ ہر آئینہ میرے بھی رونگھے ٹھکڑے
ہوں گے، اس لئے کہ دنیا مجھ کو معبود
کہے گی، اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے حضور
میں حساب پیش کروں، اللہ کی زندگانی
کی قسم جو، وہ اللہ کہ میری جان اس کے
حضور میں کھڑی ہونے والی ہو کہ بیشک

میں بھی ایک فنا ہو فیو الا آدمی ہوں تمام انسانوں جیسا؟ (عربی ترجمہ ص ۶۸ اردو ترجمہ ص ۶۸)
شاگردوں نے جواب میں کہا، اے معلم! وہ آدمی
کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ پاؤ
اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا؟ یسوع
نے دلی خوشی کے نشہ جواب دیا، بیشک وہ
محمد رسول اللہ ہے“ (عربی ترجمہ ص ۶۸)

کی مجلس نے اس کو رد کر دیا ہے، اس لئے کہ باب اڈل میں ہم نے جو کچھ اس سلسلے میں
 ... عرض کیا ہے اس کے بعد اس سلسلے میں ان کے رد کرنے یا قبول کرنے کا کوئی بھی
 اعتبار نہیں کیا جاسکتا، پھر یہ انجیل ان قدیم انجیلوں میں سے ہے جس کا تذکرہ دوسری
 میسری صدی کی کتابوں میں موجود ہے، اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اس انجیل نے ظہور
 محمدی سے دو سو سال پہلے یہ سب کچھ دیا تھا، جب کہ یہ بات کسی کی طاقت
 میں نہیں ہے کہ بغیر خداوندی اہام کے اس قسم کی سچی خبر اس کے وقوع سے دو سو
 سال پہلے دے سکے، نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ یقیناً یہ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے،
 اس کے جواب میں اگر عیسائی حضرات یہ مہمل بات پیش کرنے لگیں کہ ممکن
 ہے ظہور محمدی کے بعد کسی مسلمان نے اس انجیل میں تحریف کر دی ہو، تو میں عرض
 کروں گا کہ یہ احتمال بہت ہی بعید ہے، مسلمانوں نے تو کبھی موجودہ اناجیل اربعہ
 کی طرف بھی التفات نہیں کیا، بناباکی غیر مشہور انجیل کی جانب تو وہ کیا توجہ
 کرتے؟ اور پھر یہ بات اور زیادہ بعید ہے کہ کسی ایک مسلمان کی تحریف بناباکی
 انجیل میں اتنی موثر ہو جائے کہ عیسائیوں کے یہاں جو نسخے موجود ہیں ان کو بھی
 بدل ڈالے، حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ علماء اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں جو مسلمان
 ہو گئے تھے انہوں نے دونوں عہد کی کتابوں سے بشارتوں کو نقل کیا، اور اس میں
 تحریف کی، اب ہم ان کے زعم فاسد کی بنا پر کہتے ہیں کہ متعلقے دعوے کے مطابق
 ان علماء نے تحریف کی اور ان کی یہ تحریف ان کتابوں میں جو آج کے پاس موجود تھیں ان
 بشارتوں کے مقامات پر موثر نہیں ہوئی، تو پھر کسی مسلمان کا انجیل بناباکی میں
 تحریف کر دینا ان نسخوں میں جو ان کے پاس موجود تھے کیسے موثر ہو گیا؟ اس لئے یہ

احتمال محض باطل اور کمزور ہے،

۱۵۔ اب ہم قدرے تفصیل سے اس انجیل کی اصلیت پر گفتگو کریں گے، جہاں تک ہم نے تحقیق کی ہے، ہمارے نزدیک اس انجیل کا پایہ اعتبار بائبل کے کسی مجحفہ سے کم نہیں ہو، بلکہ بعض دلائل ایسے ہیں جن کی بناء پر ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ کتاب بنیادی طور پر برناباس حواری ہی کی لکھی ہوئی ہے،

انجیل برناباس کی حقیقت | انجیل برناباس کی حقیقت اور اس کی اصلیت کی تحقیق کرنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ برناباس کون ہیں؟ حواریوں میں ان کا مقام کیا تھا؟ اور ان کے عقائد و نظریات کیلئے؟ ان کے تعارف کا ایک جملہ سب سے پہلے ہمیں لوقا کی کتاب اعمال میں ملتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اور یوسف نام ایک لاوی تھا، جس کا لقب رسولوں نے برناباس یعنی نصیحت کا بیٹا رکھا تھا، اور جس کی پیدائش کپڑس کی تھی، اس کا ایک کھیت تھا جسے اس نے بیچا، اور قیمت لاکر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی۔“

(اعمال ۱۳، ۳۶، ۳۷)

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ برناباس حواریوں میں بلند مقام کے حامل تھے اور اسی وجہ سے حواریوں نے ان کا نام ”نصیحت کا بیٹا“ رکھ دیا تھا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انھوں نے خدا کی رضا جوئی کی خاطر اپنی ساری دنیوی پونجی تبلیغی مقاصد کے لئے صرف کر دی تھی

اس کے علاوہ برناباس کا ایک ہستیاز یہ بھی ہو کہ انھوں نے ہی تمام حواریوں کے پولس کا تعارف کرایا تھا، حواریوں میں سے کوئی یہ یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھا، کہ وہ ساؤل جو کل تک لوگوں کو ستاتا اور تکلیف پہنچاتا رہا ہے، آج اخلاص کے ساتھ ہمارا دوست اور ہم مذہب ہو سکتا ہے، لیکن یہ برناباس ہی تھے جنھوں نے تمام حواریوں کے سامنے پولس کی تصدیق کی اور انھیں بتایا کہ یہ فی الواقعہ تمھارے ہم مذہب ہو چکا ہو (باقی صفحہ آئندہ)

ضروری اطلاع

ہم نے یہ بشارات سب سے پہلے کتاب اعجاز عیسوی میں ترجمہ مطبوعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چنانچہ لو قایولس کے بارے میں لکھتے ہیں،

”اس نے یرشلیم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی، اور سب اس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے، مگر برناباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہ میں خداوند کو دیکھا اور اس نے اس سے باتیں کیں، اور اس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام سے منادی کی“

(اعمال ۱۹، ۲۶ و ۲۷)

اس کے بعد ہمیں کتاب اعمال ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولس ارد برناباس عرصہ دراز تک ایک دوسرے کے ہم سفر رہے، اور انھوں نے ایک ساتھ تبلیغ عیسائیت کا فریضہ انجام دیا ردیکھے اعمال ۱۱، ۳۰ و ۱۲: ۲۵ و ابواب ۱۳ و ۱۴ (۱۵) یہاں تک کہ دوسرے حواریوں نے ان دونوں کے بارے میں یہ شہادت دی کہ: ”یہ دونوں ایسے آدمی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر نثار کر رکھی ہیں۔“ (اعمال ۱۵: ۲۶)

اعمال کے پندرہویں باب تک برناباس اور پولس ہر معاملہ میں شریک نظر آتے ہیں لیکن اس کے بعد چنانک ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جو بطور خاص توجہ کا مستحق ہے، اتنے عرصہ تک ساتھ رہنے اور تبلیغ و دعوت میں اشتراک کے بعد چنانک دونوں میں اس قدر سخت اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا رد اور نہیں ہوتا یہ واقعہ کتاب اعمال میں کچھ اس قدر ناگہانی طور سے بیان کیا گیا، کہ قاری پہلے سے اس کا مطلق اندازہ نہیں لگا سکتا، لوقا لکھتے ہیں،

(باقی صفحہ آئندہ)

سہ ۸۵ء سے نقل کیں اور یہ کتاب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں طبع ہو کر

مگر پولس اور برنباس انطاکیہ ہی میں رہے اور بہت سے اور لوگوں کے ساتھ خداوند کا کلام سکھاتے اور اس کی منادی کرتے رہے۔ چند روز بعد پولس نے برنباس سے کہا کہ جن جن شہر زل میں ہم نے خدا کا کلام سنایا تھا آؤ پھر ان میں چل کر بھائیوں کو دیکھیں کہ کیسے ہیں؟ اور برنباس کی صلاح تھی کہ یوحنا کو جو مرقس کہلاتا ہے اپنے ساتھ لے چلیں، مگر پولس نے یہ مناسب نہ جانا کہ جو شخص پھولیہ میں کنارہ کر کے اس کام کے لئے ان کے ساتھ دیا تھا، اس کو ہمراہ لے چلیں پس ان میں ایسی سخت تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اور برنباس مرقس کو لے کر حجاز پر پکڑس کو روانہ ہوا، مگر پولس نے سیلاک کو پسند کیا، اور بھائیوں کی طرف سے خداوند کے فضل کے سپرد ہو کر روانہ ہوا، اور کلیسیاؤں کو مضبوط کرتا ہوا سورہ اور کلیکیہ سے گذرا۔

(اعمال ۱۵: ۳۵ تا ۴۱)

کتاب اعمال میں بظاہر اس شدید اختلاف کی وجہ صرف یہ بیان کی گئی ہے کہ، برنباس یوحنا مرقس کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا، اور پولس اس سے انکار کرتا تھا، لیکن ہماری رائے میں اس شدید اختلاف کا سبب صرف اتنی معمولی بات نہیں ہو سکتی، بلکہ دونوں کی یہ دائمی جدائی دراصل کچھ بنیادی اختلافات کی بناء پر عمل میں آئی تھی، اس بات کے مندرجہ ذیل شواہد ہیں:

(۱) لوقا نے کتاب اعمال میں ان کے ”اختلاف“ اور ”جدائی“ کو بیان کرنے کے لئے جو یونانی الفاظ استعمال کئے ہیں وہ غیر معمولی طور پر سخت ہیں، مسٹر ای، ایم، بلیک لاک، اپنی کتاب اعمال کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اب لوقا ایمان داری کے ساتھ دونوں رفقاء (پولس اور برنباس) کے درمیان واضح ہونے والے اختلاف کی المناک کہانی لکھتا ہے، جو لفظ اس نے استعمال

ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئی، اور اس نے شہرت دوام حاصل کی، مسگر

کیا ہے یعنی Paraxus mus وہ بڑا سخت لفظ ہے، اور

انگریزی مترجم K. J. V. نے اس لفظ کے ترجمہ میں لفظ sharp

دبیز کا اضافہ بالکل درست کیا ہے۔ پولس اور برنباس ایک دوسرے

سے بالکل جدا ہو جاتے ہیں، یہاں پھر جدائی کے لئے یونانی زبان کا ایک ایسا

لفظ استعمال کیا گیا ہے جو بڑا سخت ہے، اور عام طور سے استعمال نہیں کیا

جاتا، یہ لفظ عہد نامہ جدید میں یہاں کے علاوہ صرف مکاشفہ ۱۴:۱۲ میں ملتا ہے

جہاں آسمانوں کے تباہ ہو کر جدا ہونے کا ذکر ہے۔

(دکٹری آن ایکٹس مرتبہ آروی، جی ٹاسکر، ص ۱۱۸ و ۱۱۹)

کیا اتنا شدید اختلاف جس کے لئے ایسے غیر معمولی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں،

صرف اس بناء پر پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص یوحنا کو رفیق سفر بنانا چاہتا ہے اور دوسرا

سیلاس کو؟ اس قسم کے اختلافات بلاشبہ بعض اوقات پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن ان کی بناء

پر ہمیشہ کے لئے کسی دیرینہ رفاقت کو خیر باد نہیں کہا جاتا، بالخصوص جبکہ یہ رفاقت

اس مقصد کیلئے ہو جس کے تقدس اور پاکیزگی کے دونوں محترف ہیں، وہ برنباس جو تبلیغ دین کے

لئے اپنی ساری پونجی لاکر حواریوں کے قدموں میں جبر کر سکتا ہو کیا صرف اپنے ایک رشتہ دار کی وجہ سے تبلیغ و دعوت

میں ایسی رخنہ اندازی کو گوارا کر سکتا ہے؟

(۳) پھر لطف کی بات یہ ہو کہ بعد میں پولس یوحنا مرقس کی رفاقت کو گوارا کر لیتا ہے،

چنانچہ تیمتھیس کے نام اپنے دوسرے خط میں وہ لکھتا ہے:

”مرقس کو ساتھ لے کر آجا، کیونکہ خدمت کے لئے وہ میرے کام کا ہے“

(۲۔ تیمتھیس ۱۱:۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ مرقس سے پولس کا اختلاف بہت زیادہ اہمیت کا حامل

نہ تھا، اس لئے اس نے بعد میں اس کی رفاقت کو گوارا کر لیا، (باقی بر صفحہ آئندہ)

چونکہ عیسائیوں کے تراجم اور کتابوں کا یہ حال ہے کہ پچھلی مطبوعات میں بہ نسبت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لیکن یہ پورے عہد نامہ جدید یا تاریخ کی کسی اور کتاب میں کہیں نہیں ملتا کہ بعد میں برنباس کے ساتھ بھی پولس کے تعلقات درست ہو گئے تھے، اگر جھگڑے کی بناء مرقس ہی تھا تو اس کے ساتھ پولس کی رضانندی کے بعد برنباس اور پولس کی دوستی کیوں بھوار نہ ہوئی؟

۲۔ جب ہم خود پولس کے خطوط میں برنباس سے اس کی ناراضی کے اسباب تلاش کرتے ہیں تو ہمیں یہ کہیں نہیں ملتا کہ برنباس سے اس کی ناراضی کا سبب یوحنا مرقس تھا اس کے برخلاف ہمیں ایک جملہ ایسا ملتا ہے جس سے دونوں کے اختلاف کے اصل سبب پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے، گلتیوں کے نام اپنے خط میں پولس لکھتا ہے:

”لیکن جب کیفا (یعنی پطرس) انطاکیہ میں آیا تو میں نے رد برد ہو کر اس کی مخالفت کی، کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا، اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غرقوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، مگر جب وہ آگئے تو حضتوں سے ڈر کر باز رہا، اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا

(گلتیوں ۲: ۱۱ تا ۱۳)

اس عبارت میں پولس دراصل اُس اختلاف کو ذکر کر رہا ہے جو حضرت مسیحؑ کے عروج آسمانی کے کچھ عرصے کے بعد یرشلیم اور انطاکیہ کے عیسائیوں میں پیش آیا تھا، یرشلیم کے اکثر لوگ پہلے یہودی تھے، اور انھوں نے بعد میں عیسائی مذہب قبول کیا تھا، اور انطاکیہ کے اکثر لوگ پہلے بت پرست یا آتش پرست تھے، اور حواریوں کی تعلیم و تبلیغ سے عیسائی ہوئے تھے، پہلی قسم کو بائبل میں ”یہودی مسیحی“ (Jewish Christians) اور دوسری قسم کو ”غیر قوم کے لوگ“ (Gentile Christians) (باقی صفحہ آئندہ)

سابق مطبوعات کے کچھ نہ کچھ تفاوت اور تغیر ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ ہم اس کتاب

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہا گیا ہے، یہودی مسیحیوں کا کہنا یہ تھا کہ ختنہ کرانا اور موسوی شریعت کی تمام رسموں پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی لئے انھیں "مختون" بھی کہا جاتا ہے، اور "غیر قوموں" کا کہنا یہ تھا کہ "ختنہ" ضروری نہیں، اس لئے انھیں "نامختون" کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ یہودی مسیحیوں میں چھوٹ چھات کی رسم جاری تھی، اور وہ غیر قوموں کے ساتھ کھانا پینا اور اسٹھنا بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے، پولس اس معاملہ میں سونی مدغیر قوموں کا حامی تھا، اور ختنہ اور موسوی شریعت کی رسوم کی منسوخی اس کے انقلاب انگیز نظریات میں سے ایک نظریہ ہے، جسے ثابت کرنے کے لئے اس نے اپنے خطوط میں جا بجا مختلف دلائل پیش کئے ہیں، (ملاحظہ ہو رد میوں ۲: ۲۵ و ۳۰: ۱۳ و ۹: ۴ و ۱- کرنتھیوں ۱۹: ۱۴ و گلیتیوں ۶: ۵ و ۱۵: ۱ و فلپیوں ۳: ۱۳ و کولسیوں ۱: ۲ وغیرہ)

اد پر ہم نے گلیتیوں کے نام خط کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں پولس نے جناب پطرس اور برناباس پر اسی لئے ملامت کی ہے کہ انھوں نے انطاکیہ میں رہتے ہوئے مختونوں کا ساتھ دیا، اور پولس کے ان نئے مریدوں سے علیحدگی خستیار کی جو ختنہ اور موسوی شریعت کے قائل نہ تھے، چنانچہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے پادری جے پطرس اسمتھ لکھتے ہیں:

"پطرس اسی اجنبی شہر (انطاکیہ) میں زیادہ تر ان لوگوں کے ساتھ اسٹھنا بیٹھتا ہے جو یروشلیم سے آئے تھے، اور جو اس کے پُرانے ملاقاتی تھے، لہذا بہت جلد وہ ان کا چھیل ہونے لگتا ہے، دوسکر مسیحی یہودی پطرس سے متاثر ہوتے ہیں یہاں تک کہ برنابائی غیر قوم مریدوں کی علیحدگی خستیار کرنے لگتا ہے، اس قسم کے سلوک کو دیکھ کر ان نو مریدوں کی دل شکنی ہوتی ہے، جہاں تک ممکن ہے پولس اس بات کی برداشت کرتا ہے، مگر بہت جلد وہ اس کا مقابلہ کرتا ہے، گویا کرنے سے اسے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کرنی پڑتی ہے" (حیات و خطوط پولس، ص ۸۸ و ۸۹ مطبوعہ ۱۹۵۲ء)

پنجاب ریلیجیئس سوسائٹی، لاہور (باقی بر صفحہ آئندہ)

کے مقدمہ میں بھی اس پر تنبیہ کر چکے ہیں، اس لئے اگر ناظرین میں سے کوئی صاحب

(بقیہ حاشیہ صفر گذشتہ) واضح رہے کہ یہ واقعہ برنباس اور پولس کی جدائی سے چند ہی دن پہلے کا ہے، اس لئے کہ الطاکبہ میں پولس کی آمد یروشلیم میں حواریوں کے اجتماع کے بعد ہوئی تھی اور یروشلیم کے اجتماع اور برنباس کی جدائی میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے، لوقا نے دونوں واقعات کتاب اعمال کے باب ۵ اسی میں بیان کئے ہیں،

اس لئے یہ بات انتہائی قرین قیاس ہو کہ پولس اور برنباس کی وہ جدائی جس کا ذکر لوقا نے غیر معمولی طور پر سخت الفاظ میں کیا ہے، یوحنا مرقس کی ہمسفری سے زیادہ اس بنیادی اور نظریاتی اختلاف کا نتیجہ تھی، پولس اپنے نئے مریدوں کے لئے ختنہ اور موسوی شریعت کے احکام کو ضروری نہیں سمجھتا تھا، اور اس نے چار چیزوں کے سوا ہر گوشت کو حلال کر دیا تھا، اور برنباس ان احکام کو پس پشت ڈالنے کے لئے تیار نہ تھا جو بائبل میں انتہائی تاکید کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب ہے،

”اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہو اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے، اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا، اور یہ اُس عہد کا نشان ہو گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے، تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے، خواہ وہ گھر میں پیدا ہو، خواہ اُسے کسی پر دیسی سے خرید ہو جو تیری نسل سے نہیں، لازم ہے کہ تیرے خا د زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جا سکے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہو گا، اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے، کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا“

(پیدائش ۱۷: ۱۰ تا ۱۴)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

”اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے“ (احبار ۱۲: ۳)

(باقی صفحہ آئندہ)

اس بشارت کو کسی دوسرے سال کے مطبوعہ ترجمہ میں جس کا حوالہ ہم نے دیا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ختنہ کی گئی تھیں، چنانچہ انجیل یوحنا میں ہے،

”اور جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کی ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔“ (یوحنا ۲: ۲۱)

اس کے بعد حضرت یسوع علیہ السلام کا کوئی ارشاد ایسا منقول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ختنہ کا حکم منسوخ ہو گیا ہے،

لہذا یہ بات عین قرین قیاس ہے کہ وہ برنباس جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے براہ راست ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا، پولس سے اس بناء پر برگشتہ ہوا ہو کہ وہ ایک عرصہ دراز تک اپنے آپ کو سچا عیسائی ظاہر کرنے کے بعد مذہب عیسوی کے بنیادی عقائد و احکام میں تخریف کا مرتکب ہو رہا تھا، شروع میں برنباس نے پولس کا ساتھ اس لئے دیا تھا کہ وہ آپے مخلص عیسائی سمجھتے تھے، لیکن جب اس نے غیر اقوام کو اپنا مرید بنانے کے لئے مذہب کی بنیادوں کو منہدم کرنے اور ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کا سلسلہ شروع کیا تو وہ اس سے جدا ہو گئے، اور اسی بناء پر پولس گلیتیوں کے نام خط میں برنباس کو طاعت کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے کہ:

”مگر جب وہ آگئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا، اور باقی یہود یوں نے بھی اس کی طرح ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔“ (گلیتیوں ۱۲، ۱۳)

اس بات کو پادری جے پیٹر سن آہستہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ پولس اور برنباس کی جدائی کا سبب صرف مرقس نہ تھا، بلکہ اس کے پس پشت یہ نظریاتی اختلاف بھی کام کر رہا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”برنباس اور پیٹرس نے جو کہ بڑے مالی حوصلہ شخص تھے، ضرور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا، اور یوں وہ وقت دور ہو جاتی ہے، لیکن باوجود اس کے یہ احتمال باقی ہے۔“

نہ پائیں تو ان کو ہمارے بیان میں شک نہیں کرنا چاہیے، بالخصوص وہ نسخے جو ۱۸۵۴ء

دہلیہ حاشیہ منقوۃ گذشتہ) ضرور گذرتا ہے اگر ان کے درمیان کچھ نہ کچھ بخش رہ جاتی ہے،

جو بعد میں ظاہر ہوتی ہے، (حیات و خطوط پولس، ص ۸۹ و ۹۰)

مندرجہ بالا بحث کو ذہن میں رکھ کر اب انجیل بر لباس پر آجائیے، ہمیں اس انجیل کے بالکل شروع میں جو عبارت ملتی ہے یہ ہے:

اے عزیزو! اللہ نے جو عظیم اور عجیب ہو
اس آخری زمانہ میں ہمیں اپنے نبی
یسوع مسیح کے ذریعہ ایک عظیم رحمت
آزایا اس تعلیم اور آیتوں کے ذریعے
جنہیں شیطان نے بہت لوگوں کو گمراہ
کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، جو تقویٰ کا دعویٰ
کرتے ہیں، اور سخت کفر کی تبلیغ کرتے
ہیں، مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، ختنہ کا
انکار کرتے ہیں، جس کا اللہ نے ہمیشہ
کے لئے حکم دیا ہے، اور ہر شخص گوشت
کو جائز کہتے ہیں، اپنی کے بے میں
پوس بھی گمراہ ہو گیا، جس کے بائے میں
میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر افسوس کے
ساتھ، اور وہی سبب جس کی وجہ سے
وہ حق بات کہہ رہا ہوں جو میں نے یسوع
کے ساتھ رہنے کے دوران سنی اور دیکھی
ہو، تاکہ تم نجات پاؤ، اور تمہیں شیطان
گمراہ نہ کرے، اور تم اللہ کے حق میں

(باقی آئندہ)

ایمما الامراء ان الله العظیم
العجیب قد انتقدنا فی هذه
الایام الاخیرۃ بنیتہ یسوع مسیح
برحمۃ عظیمۃ للتعلیم والایات
التي اتخذها الشیطان ذریعۃ
لتضلیل کثیرین بدعوی التقوی
مبشرین بتعلیم شدید الکفر
داعین المسیح ابن الله و
رافضین الختان الذی امر به
الله دائماً مجتہدین کل لحم
نجس الذین ضل فی عداہم
ایعنا بولس الذی لا انکلم عنہ
الامع الاسی وهو السبب
الذی لاجلہ امطر ذلك
الحق الذی رأیتہ وسمعتہ
انشاء معاشرتی یسوع لکی تخلصوا
ولا یصلکم الشیطان فتہلکوا
فی دینونة الله وعلیہ فاحذروا

کے بعد کے طبع شدہ ہیں، اسی لئے کہ اگر علمائے پروٹسٹنٹ نے اس بشارت کو ترجمہ نہ کر دیا

ہلاک ہو جاؤ، اور اس بناء پر ہر اس شخص سے
جو جو تمہیں کسی نئی تعلیم کی تبلیغ کرتا ہو،
جو میرے لکھنے کے خلاف ہو، تاکہ تم ابھی
نجات پاؤ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کل احد یشتر کسہ
و بتعلیم جدید مضاد لما لکبتہ
لتخلصوا خلاصاً ابدياً،
(برنباس ۱۱ تا ۱۹)

کیا یہ عین بشر بن قیاس نہیں ہے کہ پولس سے نظریاتی اختلاف کی بناء پر جدا ہونے کے
بعد برنباس نے جو عرصہ دراز تک حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ رہے تھے،
..... حضرت مسیح کی ایک سوانح لکھی ہو، اور اس میں پولس کے نظریات
پر تنقید کر کے صحیح عقائد و نظریات بیان کئے گئے ہوں،

یہاں تک ہماری گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ خود بائبل میں برنباس کا جو کردار پیش
کیا گیا ہے، اور اس میں پولس کے ساتھ ان کے جن اختلاف کا ذکر ہے، ان کے پیش نظر یہ بات
چنداں بعید نہیں ہے کہ برنباس نے ایک ایسی انجیل لکھی ہو جس میں پولس کے عقائد و
نظریات پر تنقید کی گئی ہو، اور وہ مروجہ عیسائی عقائد کے خلاف ہو،

اگر یہ بات آپ کے ذہن نشین ہو گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ انجیل
برنباس کو برنباس کی تصنیف سمجھنے کے راستے سے ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہو گئی،
اس لئے کہ عام لوگوں اور بالخصوص عیسائی حضرات کے دل میں اس کتاب کی طرف ایک
بہت بڑا بلکہ شاید سب سے بڑا شبہ اسی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ انھیں
اس میں بہت سی باتیں ان نظریات کے خلاف نظر آتی ہیں جو پولس کے واسطے سے ہم تک پہنچے
ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ اس کتاب کی بہت سی باتیں انجیل اربعہ اور مروجہ عیسائی نظریات کے خلاف ہیں تو وہ کسی
طرح یہ یاد کرنے پر آمادہ نہیں ہو کہ یہ اتنی برنباس کی تصنیف ہو، افسانیکلوپیڈیا امریکانیکا کا مقالہ تھا اس انجیل،

”ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ انجیل
برنباس کے اصلی مضامین کیا تھے؟ تاہم اس نام سے اطلاوی زبان میں ایک
محیفہ آجکل پایا جاتا ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے لکھا گیا ہے اور جس میں توہم پرستی

نہج کر کے ہوئے انھیں

سے اپنی طباعت میں حذف کر دیا، تو یہ بات ان کی عادت سے جو تقریباً طبعی ہو چکی ہو

دبقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا ایک مضبوط عنصر موجود ہے، سنہ ۱۹۰۶ء میں لانس ڈیل اور لارڈ

اسے ایڈٹ کیا تھا، اور ان کا خیال تھا کہ یہ کسی ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے

عیسائی مذہب چھوڑ دیا تھا، اور غالباً یہ یرمویں اور سولہویں صدی کے درمیان کسی

دقت لکھی گئی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا امریکانا، ص ۲۶۳ ج ۳ مقالہ برنباس)

آپ نے دیکھا کہ فاضل مقالہ نگار نے اس کتاب کے ناقابل اعتبار ہونے پر کوئی ٹھوس دلیل

پیش کرنے کے بجائے چھوٹے ہی اس پر تیسرہ کیا ہے کہ "جبر اسلامی نقطہ نظر سے لکھا

گیا ہے" اور اس بات کو کتاب کے جعلی ہونے پر کافی دلیل سمجھ کر آگے یہ بحث شروع کر دی

ہو کہ اس کا لکھنے والا کون تھا؟ اور یہ کب لکھی گئی؟ اس کی وجہ یہ ہو کہ پولس کے نظریات و عقائد

اور اس کے بیان کردہ واقعات ذہنوں میں کچھ اس طرح جم بیٹھ چکے ہیں کہ جس کتاب میں ان کے

خلافت کوئی بات کہی گئی ہو، اسے کسی حواری کی طرف منسوب کرنے پر دل آمادہ نہیں ہوتے،

لیکن اوپر جو گذارشات ہم نے پیش کی ہیں ان کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی

ہو کہ اگر برنباس کی کسی تصنیف میں پولس کے عقائد و نظریات کے خلاف کوئی عقیدہ

یا واقعہ بیان کیا گیا ہو تو وہ کسی طرح تعجب خیز نہیں ہو سکتا، اور محض اس بناء پر اس تصنیف کو

جعلی قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ پولس کے نظریات کے خلاف ہے، اس لئے کہ مذکورہ

بالا بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہو کہ پولس اور برنباس میں کچھ نظریاتی اختلاف تھا جس کی

بناء پر وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے،

اس بنیادی نکتہ کو قدرے تفصیل اور وضاحت سے ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ

تاکہ انجیل برنباس کی اصلیت کی تحقیق کرتے ہوئے وہ غلط تصور ذہن سے دور ہو جائے

جو عام طور سے شعوری یا غیر شعوری طور پر آ رہی جاتا ہے،

اس کے بعد آئیے دیکھیں کہ کیا واقعی برنباس نے کوئی انجیل لکھی تھی؟ جہاں تک

ہم نے اس موضوع پر مطالعہ کیا ہے اس بات میں دو رائیں نہیں ہیں کہ برنباس نے

ایک انجیل لکھی تھی۔ عیسائیوں کے قدیم مآخذ میں برنباس کی انجیل (باقی صفحہ آئندہ)

کچھ بھی بعید نہ ہوگا، فاضل حیدر علی قرظی اپنی کتب مسیحیہ بہ سبقت المسالین بزبان اردو کے

رہتیہ حاشیہ گذشتہ (کا تذکرہ ملتا ہے، اخبار الحق (ص ۲۲۳ ج ۱) میں اکیسویں سو کے حوالہ سے جن
گم شدہ کتابوں کی ہر سب نقل کی گئی ہے اس میں انجیل برنباس کا نام بھی موجود ہے، امریکانا
(ص ۲۶۲ ج ۳) کے مقالہ برنباس میں بھی اس کا اعتراف کیا گیا ہے،

چونکہ انجیل برنباس دوسری انجیلوں کی طرح رواج نہیں پاسکی، اس لئے کسی غیر جانبدار
کتاب کے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے معنایں کیا تھیں؛ لیکن کلیسا کی تاریخ میں یہیں ایک واقعہ ایسا
ملتا ہے جس سے اس کے مندرجات پر ہلکی سی روشنی پڑتی ہے، اور جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ
برنباس کی انجیل میں عیسائیوں کے عام عقائد و نظریات کے خلاف کچھ باتیں موجود تھیں، وہ
واقعہ یہ ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے
بہت پہلے) ایک پوپ جیلا شیس اول کے نام سے گزرا ہے، اس نے اپنے دور میں ایک
فرمان جاری کیا تھا، جو فرمان جیلا شیس (

سے مشہور ہے، اس فرمان میں اس نے چند کتابوں کے پڑھنے کو ممنوع قرار دیا تھا، ان کتابوں میں
سے ایک کتاب انجیل برنباس بھی ہے (دیکھئے انسائیکلو پیڈیا امریکانا، ص ۲۶۲ ج ۳ مقالہ
برنباس اور چیمبرس انسائیکلو پیڈیا، ص ۱۹۷ ج ۶ مقالہ جیلا شیس اور مقدمہ انجیل برنباس
از ڈاکٹر خلیل سعادت مسیحی)۔

اگرچہ بعض مسیحی علماء نے جیلا شیس کے اس فرمان کو بھی جعلی اور غیر مستند قرار دیا ہو،
(مثلاً انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مقالہ جیلا شیس) لیکن اس کی کوئی دلیل یہیں معلوم نہیں ہوگی
اور امریکانا کے مقالہ نگاروں نے اسے تسلیم کیا ہے، وَالْمُبْنُوتُ مُقَدَّمٌ عَلَى الثَّانِي.

بہر کیف: اگر یہ فرمان درست ہے تو سوال یہ ہے کہ جیلا شیس نے انجیل برنباس کے مطالعہ
کو کیوں ممنوع قرار دیا؟ خاص طور سے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ پوپ جیلا شیس بدعتی فرقوں کا
مقابلہ کرنے میں بہت مشہور ہے، یقیناً اس نے اس کا مطالعہ اس لئے ممنوع کیا ہوگا کہ اس
میں عام عیسائی نظریات کے خلاف کچھ باتیں موجود تھیں اور ان سے کسی فرقے کی تائید
ہوتی تھی،

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صفحہ ۶۳ و ۶۴ پر لکھتے ہیں:

رہتیہ حاشیہ منور گذشتہ) اس واقعہ سے اتنا اشدہ اور مل جاتا ہے کہ انجیل برنباس نام عیسائی نظریات کے خلاف تھی، اب تک جتنی باتیں ہم نے عرض کی ہیں وہ خارجی قرآن ہیں جن سے موجودہ انجیل برنباس کی اصلیت پر کچھ روشنی پڑ سکتی ہے، اس کے بعد ہم کتاب کے اندر قرآن سے بحث کرتے ہوئے مختصر آدہ داخلی شواہد میں بیان کریں گے جن سے اس کتاب کے اصلی یا جعلی ہونے کا پتہ چل سکتا ہے، پہلے وہ قرآن ذکر کئے جاتے ہیں جن سے اس کتاب کا اصلی ہونا معلوم ہوتا ہے،

اگر یہ کتاب اصلی نہیں ہے تو یقیناً کسی مسلمان کی بھی ہوتی ہوگی۔ چنانچہ اکثر نصرانی علماء کا دعویٰ یہی ہے۔ اور لا محالہ اس کے لکھنے والے کا مقصد یہ ہوگا کہ اس کتاب کو برنباس کی تصنیف سمجھ کر لوگ عیسائیت سے برگشتہ ہو جائیں، لیکن اس کتاب میں کئی باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو اسے کسی مسلمان کی تصنیف قرار دینے سے انکار کرتی ہیں، (۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب میں ایک درجن سے زائد مقامات پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی کا ذکر کیا گیا ہے، اور جن مقامات پر تو لمبی لمبی فصلیں آپ ہی کے ذکر جمیل سے بھری ہوئی ہیں مثلاً دیکھئے ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸

پادری ارشنگان ارمی نے کتاب عیسیٰ کا ترجمہ ارمی زبان میں ۱۶۶ء میں کیا تھا

ریقہ حاشیہ منقولہ گذشتہ) اسے جوں کی توں نقل کر کے فارقلیط کے بجائے آپ کا اسم گرامی لکھ دیا
انجیل برنباس کو پڑھے تو اندازہ ہو گا کہ اس کا لکھنے والا نہ صرف یہ کہ بائبل کا وسیع علم رکھتا
ہے بلکہ انتہائی ذہین اور زیرک ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اپنے مذہب کو حق ثابت کرنے کے
جوش میں اس نے اس قدر سامنے کی بات کو نظر انداز کر دیا ہو؟

(۲) اگر اس انجیل کا مصنف کوئی مسلمان ہو تو جگہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
اسم گرامی ذکر کرنے سے اس کا مقصد یقیناً یہ ہو کہ قرآن کریم کی اس آیت کو درست
ثابت کر کے جس میں کہا گیا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صراحتاً آپ کا نام لے کر آپ کی
تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔ اسی صورت میں اسے چاہئے تھا کہ وہ اس
کتاب میں ہر جگہ یا کم از کم ایک جگہ آپ کا نام أَحْمَدُ ذکر کرتا، اس لئے کہ قرآن کریم
کی جس آیت کی وہ تصدیق کرنا چاہتا ہے اس میں یہی نام ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

وَمُبَشِّرٍ بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِ يَسُوءِ أَهْلِيهِمْ أَهْلًا نَّاصِحًا
اور میں، اس رسول کی خوش خبری
دینے والا بنا کر (بیجا گیا ہوں) جو میرے

بعد آنے والا اور اس کا نام احمد ہو گا۔

اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب میں ہر جگہ آپ کا اسم گرامی مَسْحَدُ ذکر کیا
ہو، اور کسی ایک جگہ بھی أَحْمَدُ کا لفظ موجود نہیں ہے،

(۳) اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ کہلوا یا گیا ہے کہ عہد تدیم کی
کتابوں میں جس میں یا مسیحا کی بشارت دی گئی ہے، اس سے مراد میں نہیں ہوں، بلکہ محمد
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں (فصل نمبر ۹ آیت ۱۳)،

اگر اس کتاب کا لکھنے والا کوئی مسلمان ہے تو اسے یہ بات لکھنے کی ضرورت نہیں تھی
کیونکہ یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے، اور اس کے لکھنے سے بھی خواہ مخواہ شبہات پیدا ہو سکتے ہیں
بعض حضرات کا کہنا ہے کہ لکھنے والے نے کسی کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے یہ سب کچھ

نہیں لکھا تھا، بلکہ یہ کتاب دراصل ایک تخیلی (Emaginary) (باقی صفحہ ۱۵۲)

جو ۳۳ء میں مطبع انٹونی پورٹونی میں چھپا ہے، اس ترجمہ کے باب ۲۲ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کتاب ہے، جس میں لکھنے والے نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کے نقطہ نظر کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح حیات کیسی ہونی چاہئے،

یہ بات کسی حد تک قرین قیاس ہو سکتی تھی، لیکن انجیل برناباس کو پڑھنے کے بعد اس خیال کی بھی تردید ہو جاتی ہے، اڈل تو ایسی صورت میں مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنا چاہئے تھا، اس کی بجائے اس نے اسے برناباس کی طرف کیوں منسوب کیا؟ پھر اس کتاب میں بہت سی باتیں اسلامی تصورات کے بالکل خلاف ملتی ہیں، ان کی کوئی تادیل سمجھ میں نہیں آتی، مثلاً:

(۱) فصل نمبر ۲۰۹ آیت ۴، فصل نمبر ۲۱۵ آیت ۳ اور فصل نمبر ۲۱۹ آیت ۷ میں کچھ فرشتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، جن میں جبریل کے علاوہ میخائیل، رفائیل، اور اوریل بھی مذکور ہیں، مؤخر الذکر تینوں ناموں سے اسلامی ادب بالکل نا آشنا ہے،

(۲) فصل نمبر ۲۱۹ و ۲۲۰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کی اجازت دی جائے، تاکہ میں اپنی والدہ اور شاگردوں سے مل آؤں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ انھیں دوبارہ دنیا میں بھیجا، اور وہ اپنی والدہ اور شاگردوں سے کچھ دیر گفتگو کر کے پھر واپس تشریف لے گئے،

یہ واقعہ بھی اسلامی تصور کے خلاف ہے، آج تک کوئی مسلمان ہماری نگاہ سے ایسا نہیں گذرا جو حضرت مسیح کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے واپسی کا قائل ہو،

(۳) فصل ۱۳ آیت ۷ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ارشاد منقول ہے کہ:

تَبَّ تَوَقَّصْرَ كَاحِقِ قِصْرٍ كَوْدِيدٍ وَادِرِ اللَّهِ
كَاحِقِ اللَّهِ كَوْدِيدٍ

اعطوا ذآما لقیصر لقیصر و ما
بِاللّٰه بِللّٰه

باقی صفحہ آئندہ

یہ فقرہ موجود ہے کہ خدا کی پاکی بیان کر دینے سے اس کی بادشاہت کا اثر ہی

رہیہ حاشیہ منفرہ گذشتہ دین و سیاست کی تفریق کا یہ نظریہ خالصہ غیر اسلامی ہے، اور علمائے اسلام م شروع سے اس کی تردید کرتے آئے ہیں،

(۳) فصل ۱۰۵ آیت ۲ میں آسمانوں کی تعداد نو بتلانی گئی ہے، اگرچہ بعض فلاسفہ اس کے قائل رہے ہیں، مگر مسلمانوں میں مشہور قول سات ہی کا ہے، قرآن کریم میں بھی آسمانوں کی تعداد ہر جگہ سات ہی مذکور ہے، اس طرح کے بعض اور تصورات اس کتاب میں لیے ملتے ہیں جو عام اسلامی نظریات کے قطعی خلاف ہیں، یا کم از کم مسلمانوں کے یہاں معروف نہیں ہے، ان حالات میں یہ کہنا بہت مشکل ہو کہ یہ کتاب کسی مسلمان کی تخیلی تصنیف ہو، یہ سچے وہ قرائن جن کی موجودگی میں اس کتاب کو کسی مسلمان کی تصنیف مندرار دینا بہت بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے، اب ہم وہ قرائن پیش کرتے ہیں جن سے اس کتاب کا جعل ہونا معلوم ہوتا ہے، اور جن سے اکثر عیسائی حضرات اور اہل مغرب کے استدلال کیا ہے (۱) جیسا کہ ہم نے عرض کیا، عیسائی حضرات کو اس انجیل کے اہل ہونے پر سب سے پہلا شبہ تو یہی ہے کہ اس میں بیان کردہ عقائد و نظریات اناجیل اربعہ کے بالکل خلاف ہیں، لیکن بحث کی ابتداء میں ہم تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ برنباس کی انجیل میں اگر عام عیسائی تصورات کے خلاف کچھ باتیں ہوں تو وہ کسی طرح محض تعجب نہیں ہیں اور تنہا یہ بات اس کتاب کے جعل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی،

(۲) دوسرا شبہ یہ ہو کہ اس کتاب میں بہت سے مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی مذکور ہو، حالانکہ عام طور سے انبیاء علیہم السلام آئندہ کسی نبی کی پیشینگوئی فرماتے ہیں تو صاف صاف نام ذکر کرنے کے بجائے اس کا حلیہ اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہیں، اور وہ بھی عموماً تمثیلات اور اشاروں کنایوں میں، بائبل میں کسی جگہ کسی آئینہ شخص کا نام ذکر نہیں کیا گیا،

لیکن اس میں ازل تو یہ کہنا ہی غلط ہو کہ بائبل میں کسی آئینے والے کا نام مذکور نہیں ہوا، اس لئے کہ کتاب یسعیاہ میں حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی زبانی یہ پیشینگوئی بیان کی گئی ہو کہ، (باقی بر صفحہ آئندہ)

کی پشت پر ظاہر ہوا، اس کا نام آحسد ہے، یہ ترجمہ ارمیوں کے پاس لب

رہیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوئی، اور بیٹا پیدا ہوگا، اور
اس کا نام عمانوئیل رکھے گی؛ (یسعیاہ ۷: ۱۴)

عیسائی حضرات کا کہنا ہے کہ اس عبارت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشینگوئی
کی گئی ہے، اسی وجہ انجیلوں میں اس عبارت کو پیش کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کی
حقانیت پر استدلال کیا گیا ہے (دیکھئے متی ۱: ۲۳ اور لوقا ۱: ۳۱ و ۳۲)۔ اگرچہ
اس معاملہ میں بائبل کے شارحین سخت حیران ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی نام
عمانوئیل تھا یا نہیں؛ لیکن اس سے کم از کم اتنی بات بہر صورت ثابت ہو جاتی ہے کہ بعض
مرتبہ کسی عظیم الشان شخصیت کی آمد کی پیشینگوئی اس کا نام بتا کر بھی کر دی جاتی ہے،
اس کے علاوہ زبور میں ہے:

”قومیں کس لئے طیش میں ہیں؟ اور لوگ کیوں باطل خیال باندھتے
ہیں؟ خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف“ (زبور ۲: ۲)

عیسائی حضرات کے نزدیک اس عبارت میں مسیح سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام
ہیں (دیکھئے آکسفورڈ بائبل کنکارڈنس، ص ۲۳۶ مطبوعہ لندن) اس پیشینگوئی میں بھی
صریح لقب موجود ہے، بلکہ کتاب دانی ایل میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لقب کے
ساتھ آپ کی مدت بعثت بھی بیان کر دی گئی ہے:

”اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ مسح قتل کیا جائے گا، اور

اس کا کچھ نہ بے گاہ (دانی ایل ۹: ۲۵)

اس کے علاوہ یسعیاہ ۸: ۱ اور یرمیاہ ۲۳: ۵ میں بھی آنے والی شخصیتوں کے نام
ذکر کئے گئے ہیں، ان تمام حوالوں سے بہر حال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اگر آنے
والی شخصیت عظیم الشان ہو تو بعض اوقات پیشینگوئی میں اس کا نام بھی ذکر کر دیا جاتا ہے
مذکورہ مثالیں تو بائبل کی تھیں، اسلامی ذخیرہ احادیث میں آخر زمانہ کے حضرت مہدی
رضی اللہ عنہ کا نام بھی نہیں ملتا ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

بھی موجود ہے، اس میں آپ لوگ دیکھ سکتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) اب آپ غور فرمائیے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کر دیا ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے؟ حالانکہ اس لئے کہ آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ممتاز ترین مقام کے حامل تھے آپ پر نبوت و رسالت کے مقدس سلسلہ کو ختم ہونا تھا، اور آپ کی نبوت کو کسی خاص خط یا قوم کے ساتھ مخصوص کرنے کے بجائے دنیا کے ہر برگوشہ کے لئے عام کیا جانے والا تھا، کیا ایسے نبی کی پیشینگوئی میں علیہ اور اوصاف کے علاوہ نام ذکر کرنا قرین قیاس نہیں ہے؟

(۳) انجیل برنباس کے اصلی ہونے پر تیسرا شبہ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ اس انجیل کا اسلوب بیان باقی انجیلوں سے کافی مختلف ہے۔ لیکن ہماری رائے میں اذل تو اسلوب بیان کے اختلاف کا فیصلہ اتنی جلدی سے نہیں کیا جاسکتا، اب تک انجیل برنباس کا کوئی عبرانی یا یونانی نسخہ دریافت ہی نہیں ہوا جس سے انجیل اربعہ کا مقابلہ کیا جاسکے، اور ترجموں کے ذریعہ اسلوب تحریر کا موازنہ بہت غیر محتاط ہو گا، اسلوب تحریر کا جس قدر اختلاف ترجموں سے معلوم ہوتا ہے وہ بہت نمایاں نہیں ہے جس کی بنا پر کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔ دوسرے اگر واقعی انجیل برنباس اور دوسری انجیلوں میں اسلوب کا فرق ہے تو اس سے اس کے جعلی ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ ہر لکھنے والے کا طرز تحریر جدا ہوتا ہے، کیا یہ حقیقت سامنے نہیں ہے کہ انجیل یوحنا اپنے اسلوب بیان کے اعتبار سے پہلی تینوں انجیلوں سے بچہ مختلف ہے، اور اس بات کو تمام عیسائی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں، پادری جی، ٹی مینٹلی بائبل پر اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں،

”تاہم یہ انجیل (یعنی انجیل یوحنا) مورد اعتراض رہی ہے، کیونکہ یہ

انجیل متفقہ سے کسی طرح سے مختلف ہے، بیشک اختلافاً تو ہیں

لیکن اگر ہم چوتھی انجیل کو اس کی خوبیوں کی روشنی میں دیکھیں تو اس

امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یا تو مصنف خود چشم دید گواہ تھا، یا کسی

چشم دید گواہ کے بیانات و مشاہدات کو اس نے قلمبند کیا تھا۔“ (ہماری کتب مقدسہ

(باقی بر صفحہ ۳۷۹)

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ ترجمہ میری نظر سے نہیں گزرا، اور نہ مجھ کو اس سلسلے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نیز عہد نامہ جدید کے مفسر آراء سے ناکس نے اپنی تفسیر کے شروع میں کسی قدر تفصیل سے انجیل یوحنا کے اسلوب بیان کا جائزہ لیا ہے (ملاحظہ ہو آئی نیو ٹیسٹ کمنٹری ص ۱۳ جلد اول مطبوعہ لندن ۱۹۵۳ء) لہذا اگر انجیل یوحنا باقی تین انجیلوں سے اسلوب کے فرق کے باوجود معتبر انجیل کہلاتی جاسکتی ہے تو کیا وجہ ہو کہ انجیل برنباس کے اسلوب تحریر کی وجہ سے اسے رد کر دیا جائے؟

(۴) انجیل برنباس کے اصلی ہونے پر چوتھا شبہ بعض حضرات کو یہ ہوا ہے کہ تہلی کے واقعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام جس پہاڑ پر چڑھے تھے، اس کتاب کی فصل ۲۲ آیت ۱۹ میں اس کا نام "جبل طابور" لکھا ہے، حالانکہ یہ تحقیق اناجیل اربعہ کے بہت بعد ہوتی ہو کہ اس کا نام "طابور" تھا،

لیکن ظاہر ہو کہ یہ بات انجیل برنباس کی اصلیت کو نقصان نہیں، فائدہ پہنچاتی ہے اس لئے کہ یہ عین ممکن ہو کہ اناجیل اربعہ کے مصنفین نے ناواقفیت کی بناء پر، یا غیر ضروری سمجھ کر پہاڑ کا نام ذکر نہ کیا ہو، برنباس نے اسے ذکر کر دیا، اس قسم کے اختلافات خود اناجیل ربیہ بکثرت پائے جاتے ہیں،

(۵) انجیل باس کی اصلیت پر ایک خاصا وزنی اعتراض وہ ہے جو ڈاکٹر خلیل سعادت نے اس کے عربی ترجمہ کے مقدمہ میں بیان کیا ہے، اور وہ یہ کہ اس کتاب کی فصل نمبر ۸۲ آیت نمبر ۱ میں ایک جملہ یہ موجود ہے کہ:

حق ان سنة الیومیل التي	یہاں تک کہ یوبلی کا سال جو اس وقت
تبعی الان کل مائة سنة	ہر سو سال میں آتا ہے، مستیا اس کو
میجعلها مستیا کل سنة	ہر جگہ سال ذکر کرنے لگا ہے
فی کل مکان،	

اس میں جس یوبلی کا ذکر ہے اس سے مراد ایک "ار" اس کے باقی میں یہ کہا گیا ہو کہ "اس وقت ہر سو سال میں آتا ہے" (بانی برصفا آند)

کوئی واقفیت تھی، مگر شاید فاضل مصنف نے اس کو دیکھا ہوگا، اس میں کوئی بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد تک ہر پچاس سال کی ابتداء میں منایا جاتا رہا ہے، کتاب اخبار ۱۱: ۲۵ میں اس کے لئے پچاس سال ہی کی مدت بیان کی گئی ہے، اور اس کے بعد کلیسا کی تاریخ میں صرف ۱۳۷۶ء ایک ایسا سن ہے جس میں پوپ بونی فاشیس ششم نے اس جوہلی کی مدت میں اضافہ کر کے اسے ہر صدی کی ابتداء میں منانے کا حکم دیا تھا، لیکن بعد میں اس حکم پر عمل نہ ہو سکا اس لئے کہ ۱۳۷۶ء میں جو پہلی جوہلی منائی گئی اس میں کلیسا مال و دولت سے ہنسا ہو گیا، اس لئے پوپ اکلیمینشس ششم نے ۱۳۷۶ء میں یہ فرمان جاری کیا کہ یہ تہوار ہر پچاس سال میں ایک مرتبہ منایا جائے، پھر پوپ اربانوس ششم نے اس مدت میں کمی کی اور ۱۳۸۹ء میں یہ حکم جاری کیا کہ یہ تہوار ہر تینتیس سال میں ایک بار منایا جائے، پھر پوپ پطرس دوم نے اور کمی کر کے اسے ہر پچیسویں سال منانے کا حکم دیا، — اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ پوری تاریخ میں صرف ۱۳۷۶ء سے ۱۳۷۶ء تک ایک ایسی مدت گزری ہے جس میں اس جوہلی کو ہر سال میں ایک بار منانے کا حکم دیا گیا تھا، اس لئے انجیل برنباس کا لکھنے والا اسی مدت کا ہونا چاہئے،

لیکن پھر خود ڈاکٹر خلیل سعادت ہی نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، درودہ یہ کہ انجیل برنباس کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا لکھنے والا عہد نامہ قدیم کے تمام صحیفوں سے خوب واقف ہے، اور ان کا وسیع علم رکھتا ہے، اور ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اس سے ایسی فاش غلطی ہو گئی ہو جس کا معمولی طالب علموں سے سرزد ہونا بھی مشکل ہو، لہذا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل نسخہ میں یہاں تلو کے بجائے پچاس کا لفظ ہوگا، لیکن کسی لکھنے والے نے غلطی سے اس لفظ کے کچھ ... حروف گھٹا کر اسے تلو بنا دیا، اس لئے کہ اطالوی زبان میں تلو اور پچاش کے لفظوں میں کچھ اتنی مشابہت ہے کہ اس قسم کی غلطی کا واقع ہونا ممکن ہے،

(باقی بر صفحہ آئندہ)

شک نہیں کہ یہ فقرہ بہت ہی عظیم الشان اور فائدہ بخش ہی، اگرچہ یہ ترجمہ علمائے

دہلیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ، اس کے علاوہ پہلے سے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے کسی یثبے دانی نے یہ حوالہ حاشیہ کے طور پر بڑھا دیا ہو، جو غلطی سے متن میں شامل ہو گیا۔ بائبل میں اس طرح کے بے شمار الحاقات ہوتے ہیں، جن کا اعتراف مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کو ہے، مثلاً کتاب پیدائش ۱۳: ۸، ۱۳: ۵، ۱۳: ۲۴، ۱۳: ۱۴ میں ایک بستی کا نام جبرون ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس بستی کا نام جبرون کے بجائے قریت اریح تھا، اور جب بنی اسرائیل نے حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانہ میں فلسطین کو فتح کیا، تب اس کا نام جبرون رکھا تھا، چنانچہ کتاب یوشع میں تصریح ہے کہ:

اور لگے وقت میں جبرون کا نام قریت اریح تھا: (یوشع ۱۲: ۱۳)

یہ تو ایک مثال ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے بائبل سے ایسی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں (ملاحظہ ہو انوار الحق باب دوم مقدمہ دوم جلد اول)

ان تمام مثالوں میں عیسائی علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بعد میں کسی نے حاشیہ کے طور پر بڑھائے تھے جو غلطی سے متن میں شامل ہو گئے، یہی بات انجیل برنباس میں اس مقام پر بھی کہی جاسکتی ہے۔

(۶) انجیل برنباس کی اصلیت پر چھٹا اعتراض بعض لوگوں نے یہ کیا ہے کہ اس کے بہت سے نظریات چودھویں صدی کے مشہور شاعر ڈانت سے ملتے ہیں، ہذا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف ڈانت کا ہم عصر ہے۔ لیکن اس اعتراض کی کمزوری محتاج بیان نہیں، دو انسانوں کے کلام میں اگر کچھ مطابقت پیدا ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں سے ایک ڈانت سے ماخوذ ہے، ورنہ بقول علامہ رشید رضا یہ ماننا پڑے گا کہ تورات کے تمام قوانین حمورابی کے قانون سے ماخوذ ہیں، پھر اگر تواریخ مشکل معلوم ہوتا ہے تو یہ کیوں ممکن نہیں ہو کہ ڈانت نے اپنے خیالات انجیل برنباس سے مستعار لئے ہوں؟

(باقی بر صفحہ آئندہ)

پروٹسٹنٹ کے نزدیک معتبر ہو، قرن اول کے علماء یہود و نصاریٰ میں سے جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (۷) ڈاکٹر خلیل سعادت نے ایک اعتراض یہ کیلئے کہ اس میں

بعض بحثیں فلسفیانہ انداز کی ہیں۔ اور انجیل اربعہ میں یہ انداز نہیں ہوا

لیکن اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اسلوب کا اختلاف اس کے جعلی ہونے کی دلیل

نہیں بن سکتا، انجیل یوحنا کو دیکھئے، اس کا شاعرانہ اور تمثیلات سے بھرپور انداز باقی

تینوں انجیلوں سے کتنا مختلف ہو، اس کی بہت سی عبارتیں تو ایسی ہیں کہ آج تک یقینی طور

پر حل نہیں ہو سکیں، مگر اسے تمام عیسائی معتبر انجیل مانتے ہیں،

(۸) ہمارے نزدیک انجیل برنباس کے قابل اعتماد ہونے پر سب سے زیادہ مضبوط

اعتراض یہ ہے کہ یہ کتاب کسی قابل اعتماد طریقے سے ہم تک نہیں پہنچی، جس شخص نے

اسے پھیلایا اور عام کیا ہے اس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلومات نہیں ہیں، کہ وہ کس

قسم کا انسان تھا؟ اس نے فی الواقعہ یہ نسخہ کہاں سے حاصل کیا تھا؟ اور ایک طویل عرصہ

تک یہ نسخہ کہاں کہاں اور کس کس کے پاس رہا ہے؟

ہمارے نزدیک یہ سوالات بہت معقول اور درست ہیں، اور جب تک ان کا کوئی

تسلی بخش جواب نہ ملے اس وقت تک اس کتاب کو یقینی طور پر اصلی قرار نہیں دیا جاسکتا،

لیکن جیسے یہ سوالات بائبل کے ہر صحیفہ کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں، جن کا کوئی

تسلی بخش جواب ابھی تک نہیں مل سکا، لہذا جو حضرات بائبل کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں

ان کے لئے انجیل برنباس کو ناقابل اعتماد قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے،

ہم بحث کی ابتداء میں یہ کچھ چکے ہیں کہ اس طویل گفتگو سے ہم یہ دعویٰ کرنا نہیں

چاہتے کہ یہ کتاب یقینی طور پر اصلی اور قابل اعتماد ہے۔ نہ ہم اسے یقینی طور پر الہامی اور

آسمانی سمجھتے ہیں نہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح ہے، بلکہ ہماری

گزارشات کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ اس کا پایہ اعتبار بائبل کی کسی کتاب سے ہرگز کم

نہیں ہے، جیسے ناقابل اعتماد طریقوں سے بائبل ہم تک پہنچی ہو ایسے ہی طریقوں سے یہ

بھی پہنچی ہے، جس طرح انجیل برنباس کے سلسلہ سند کو میرا ہاب قرار دینا (باقی بر صفحہ

آئندہ)

مسلمان ہوئے انھوں نے دونوں عہد کی کتابوں میں محمدی بشارتوں کی شہادت دی ہو،
(بقیہ حاشیہ منقذہ گذشتہ) پر جا کر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح قدسیت کی سند ٹوٹتی پھوٹتی ہوئی
زیادہ سے زیادہ خلقیہ کاہن تک پہنچتی ہے، شاہ یوسیاہ کے زمانہ تک اس کا کوئی
پتہ نشان نہیں تھا، اچانک یوسیاہ کے زمانہ میں خلقیہ کاہن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے ہیکل
کو فنا کرتے وقت تورات مل گئی ہے، اور اس کے دعوے کو بغیر کسی تحقیق کے تسلیم کر لیا
جاتا ہے (دیکھتے ۲، سلاطین ۲۲: ۳۰ تا ۲۰)

یہی حال عہد قدیم کی دوسری کتابوں کا ہے، کہ ان میں سے اکثر کے بارے میں تو
یہی تحقیق نہیں ہو سکی کہ ان کا مصنف کون تھا؟ اور وہ کس زمانہ میں لکھی گئیں؟
عہد نامہ قدیم کا معاملہ تو بہت پرانا ہے، خود اناجیل اربعہ کا یہی حال ہے کہ نہ انکی
کوئی سند موجود ہے، نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ واقعی حواریوں یا ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی ہیں
بڑے بڑے عیسائی علماء نے انھیں اصل ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا،
لیکن ظن و تخمین کے ہوا کچھ نہ کہ سکے، اور آخر میں اس بات کا کھلا اعتراف کرنے پر مجبور
ہوئے کہ دوسری صدی عیسوی سے پہلے ان انجیلوں کا کوئی نشان نہیں ملتا، عیسائی
علماء کے بے شمار اقوال میں سے ہم یہاں صرف ایک قستباس پیش کرتے ہیں جس سے آپ
کو اناجیل اربعہ کی حقیقت معلوم ہو سکے گی، مسٹر برنٹ ہیمین اسٹریٹ اناجیل اربعہ پر اپنی معروف
کتاب (Four Gospels: میں لکھتے ہیں:

”عہد نامہ جدید کی تحریروں کو جو اہامی صحیفوں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا
گیا ہے، کیا یہ کوئی کلیسائی اعلان تھا جس پر بڑے بڑے کلیساؤں کے
ذمہ داروں نے اتفاق کر لیا تھا؟ یہ ہمیں معلوم نہیں ہے، ہمیں صرف
اتنا معلوم ہے کہ مسند کے لگ بھگ اناجیل اربعہ کو انطاکیہ
اکنس اور روم میں یہ حیثیت حاصل ہو گئی تھی“
(فرگاسپلس، ص ۷۰ مطبوعہ نیویارک)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

مثلاً علمائے یہود میں سے عبداللہ بن سلامؓ، شعبہ کے دونوں بیٹے، بنیامین، محزون کعب احبار وغیرہ علمائے نصاریٰ میں سے بھرا اور فسطورا حبشی، جاردو، نجاشی، صفاط یعنی وہ رومی بشپ جو حضرت وحیہ کلبی کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا، سوس اور وہ پادری جو جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ مدینہ میں حاضر ہوئے، اس کے علاوہ آپ کی نبوت کی صداقت اور رسالت کی ہمہ گیری کا اعتراف

ربقیہ ماشیہ صفیہ گزشتہ اگر یا سنہ سے پہلے تو ان انجیلوں کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا، اور شہرٹ نے یہ جو کہا کہ سنہ میں اناجیل اربعہ کو انطاکیہ وغیرہ میں تسلیم کر لیا گیا تھا، اس کی بنیاد بھی انٹنشنس اور کلیمنس وغیرہ کے خطوط میں جن میں ان انجیلوں کے حوالے موجود ہیں، لیکن خود یہ خطوط بچہ مشتبہ ہیں جیسا کہ مولانا کیرانویؒ نے اظہار الحق میں تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے، یہ تو اناجیل اربعہ کی اسناد کا حال ہے، رہیں اندرونی شہادتیں، سو اس معاملہ میں بائبل کی حالت موجودہ انجیل برنباس کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ناگفتہ بہ ہے، کیونکہ اس میں بے پناہ اختلافات اور غلطیاں موجود ہیں،

لہذا ہماری گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے اصول تنقید کا تعلق ہے ان کی رو سے تو بلاشبہ انجیل برنباس ایسی کتاب نہیں ہے جس پر یقینی طور سے اعتماد کیا جاسکے، لیکن ان اصول کی روشنی میں پوری بائبل بھی قطعی ناقابل اعتبار ہے۔ یہ عیسائی حضرات کے وہ اصول تنقید جنہوں نے بائبل کو نہ صرف قابل اعتبار بلکہ الہامی اور آسمانی قرار دیا، سو ان کی روشنی میں انجیل برنباس بھی قابل اعتبار ٹھہرتی ہے، لہذا جو حضرات بائبل کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں ان کے پاس انجیل برنباس کو رد کرنے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے، بلکہ جتنے خارجی اور اندرونی قرائن اس کتاب کی اصلیت پر دلالت کرتے ہیں اتنے شاید ہی بائبل کی کسی کتاب کو حاصل ہوں، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم،

ہر قل قیصرِ روم اور مقوقس شاہِ مصر، ابنِ صوریہ، جی بنِ اخطب، ابویاسر بنِ اخطب جیسے صاحبِ جبروت سلاطین و امرا نے کیا، اگرچہ یہ لوگ بد سنجی اور حسد کا شکار ہو کر اسلام کی نعمت سے محروم رہے،

منقول ہے کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوان کے عیسائیوں کے مقابلہ میں دلائل پیش کئے، اور وہ لوگ پھر بھی اپنی جہالت پر جھپٹے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم دلیل کو نہیں مانو گے تو میں تم سے مباہلہ کروں ... وہ کہنے لگے آپ ہم کو مہلت دیں تاکہ ہم اپنے معاملہ میں غور کر لیں، پھر سوچ کر حاضر ہوں گے، واپسی پر ان لوگوں نے باہم مشورہ کیا، اور اپنے سردار سے جو بہت زیرک تھا پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! تم لوگ محمدؐ کی نبوت کو پہچان چکے ہو، اور اس نے تمہارے سامنے ایک فیصلہ کن چیز پیش کر دی ہے، خدا کی قسم! کبھی کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا، مگر یہ ہوا کہ وہ بُری طرح ہلاک و برباد ہوئے، تم نے صرف اپنے آبائی طریقہ کی اُلفت کی وجہ سے انکار کیا ہے، بہتر یہ ہے کہ اس شخص سے مصالحت کر لو اور خیریت سے لوٹ جاؤ، یہ لوگ اگلے دن صبح کو دربارِ رسولؐ میں حاضر ہوئے، اس وقت سردارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پیچھے پیچھے حضرت فاطمہؑ ...

۵ مباہلہ کا مطلب یہ ہے کہ فریقین اپنے اہل و عیال سمیت کسی میدان میں جمع ہو کر اللہ سے یہ دُعا کریں کہ اگر ہم باطل پر ہیں تو ہمیں تباہ و برباد کر دے،

ان کے بعد حضرت علیؑ چلے آتے تھے، آپ اپنے جگر گوشوں اور اعزہ کو ہدایت فرما رہے تھے، کہ جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہتے جانا، یہ منتظر دیکھ کر عیسائیوں کے پادری نے کہا کہ اے عیسائیو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اپنے خدا سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو خدا ضرور پہاڑ کو ہٹا دے گا، اس لئے تم لوگ مباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

چنانچہ ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو کر دو ہزار مسرخ جوڑے اور تین زرہیں سالانہ جزیہ کے طور پر ادا کرنے کے لئے تیار ہو گئے، اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو انہیں ان کی صورتیں مسخ کر کے خنزیر اور بندر بنا دیا جاتا، اور یہ میدان ان کے لئے آتش خانہ بن جاتا، اور حق تعالیٰ شانہ ان کی بستی اور وہاں کے باشندوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا، یہاں تک کہ درختوں پر پرندے بھی باقی نہ رہتے۔

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دو لحاظ سے دلالت کرتا ہے۔ اول تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عذاب الہی نازل ہونے سے ڈرایا۔ اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پختہ اور کامل یقین اور وثوق نہ ہوتا تو ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل صاف اپنے جھوٹا بننے کی سعی شمار ہوتی، اس لئے کہ اگر مباہلہ کے بعد عذاب نازل نہ ہوتا تو آپ کا جھوٹا ہونا دنیا پر روشن ہو جاتا، اور یہ یقینی بات ہے کہ آپ عقل و فراست اور دور اندیشی

۱۔ اخر جابن الحق فی سیرۃ الامیر فی دلائل نبوتہ (راجع تفسیر ابن کثیر، ص ۶۸ ج ۱، قاہرہ ۱۳۶۶ھ)۔

میں یحتمائے روزگار تھے، اس لئے یہ امر آپ کی شان سے عقلاً بالکل بعید ہے کہ آپ ایسا کام کریں جو آپ کے جھوٹا بننے کو مستلزم ہو، اس کے باوجود جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اصرار کیا تو ہم کو یقین ہو گیا کہ یہ آپ کے اس اعتماد اور وثوق کا نتیجہ تھا جو کہ آپ کو اللہ کے وعدے پر تھا، دوسرے یہ کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنی جانیں اور قیمتی اموال برباد کر رہے تھے، اگر ان کو آپ کی نبوت کا یقین نہ ہوتا تو آپ کو جھوٹا بنانے کے لئے بڑی آسانی کے ساتھ مباہلہ کے لئے فوراً تیار ہو جاتے، جس میں کسی قسم کا بھی کوئی جانی و مالی خرچ نہ تھا، اور ایسے ارزاں موقع کو نہ چھوڑتے، جس پر بلدی لگے نہ پھٹکی کی مثال صادق آتی ہے ۛ

دوسری فصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر عیسائیوں کے اعتراضات اور ان کے جواب

سب سے پہلے یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق انبیاء علیہم السلام صرف وحی کی تبلیغ کی حد تک معصوم ہوتے ہیں، خواہ وہ تقریراً ہو یا تحریراً، تبلیغ کے علاوہ دوسرے امور میں یہ لوگ نہ نبوت سے قبل معصوم ہیں اور نہ نبی بننے کے بعد ان کا معصوم ہونا ضروری ہے، اس لئے نبوت کے بعد بھی ان سے ہر قسم کے گناہ جان بوجھ کر بھی سرزد ہو سکتے ہیں، چہ جائیکہ غلطی اور بھول سے سرزد ہونا، کہ وہ تو بالکل بھی بعید نہیں، لہذا (معاذ اللہ) ان سے اپنی محرم عورتوں کے ساتھ زنا بھی صادر ہوتا ہے، چہ جائیکہ اجنبی اور غیر عورتوں سے، ان سے بُت پرستی بھی ہوتی ہے، اور بُت خانوں کی تعمیر بھی۔

اُن کے نزدیک ابراہیمؑ سے لے کر یحییٰ علیہ السلام تک کوئی بھی ایسا نبی نہیں ہوا جو خود ذاتی یا ذاتی کی اولاد نہ تھا، (خدا کے قدوس ہم کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں ایسے گندے عقیدوں سے محفوظ رکھے) قارئین کو مقدمۃ الکتاب کے نمبر، اور باب اول کی فصل ۳ و ۴ سے نیز دوسرے باب کے مقصد اول سے یہ بات واضح طور پر..... معلوم ہو چکی ہے کہ عیسائی لوگ تبلیغی امور میں انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی ان کے اصول کے مطابق باطل اور قطعی بے اصل ہے، اور ہم بذات خود اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے ان گناہوں کو اور من گھڑت کفریات کو ان کی کتابوں سے نقل کرنا مکروہ سمجھتے ہیں خواہ الزامی طور پر ہی کیوں نہ ہو، حاشا وکلاً، ہم انبیاء علیہم السلام کی پاک اور مقدس ہستیوں کو ان کفریات قطعی طور پر مبرا سمجھتے ہیں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ علماء پرورشنت اپنی زبانوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حق باتوں کی نسبت بھی فحاشی کیساوار کرتے ہیں اور ان حوام الناس کو مغالطہ اور فریب دینے کے لئے جو اُن کی کتابوں سے ناواقف ہیں رانی کا پہاڑ بناتے ہیں، اور اُن کی باطل اور غلط ملیح کاریوں سے لوگوں کے شہتہا میں پڑنے کا اندیشہ ہے، اس لئے بادل ناخواستہ ان میں سے کچھ چیزیں الزامی طور پر ہم پیش کرتے ہیں، البتہ ان کے اعتقاد سے ہم ہزار زبان کے ساتھ تبرہی کرتے ہیں، ان کا نقل کرنا حص "نقل کفر کفر نباشد" کے درجے میں ہے، یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں کرتے ہیں ان کو اور ان کے جوابات کو نقل کرنے سے پہلے ہم ایک جھلک ان عقائد کی دکھلانا چاہتے ہیں جو یہ لوگ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں رکھتے ہیں جن کا نبی ہونا انھیں بھی تسلیم ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی شان میں عیسائیوں کے ناپاک عقیدے اور شرمناک الزامات

پادری ولیم سمٹھ نے جو علماء پر وٹسٹنٹ میں سے ہے اردو زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جو مرزا پور میں ۱۸۴۸ء میں طبع ہوئی، جس کا نام طریق الاولیاء رکھا، اس میں مصنف نے آدمؑ سے یعقوبؑ تک انبیاء علیہم السلام کے حالات کتاب پیدائش اور اس کی تفسیروں سے جو علماء پر وٹسٹنٹ کے نزدیک معتبر ہیں، نقل کر کے لکھے ہیں ہم بعض موقعوں پر اس کتاب سے بھی نقل کریں گے

حضرت آدمؑ نے توبہ نہیں کی،
الزام نمبر ۱

آدم علیہ السلام کا واقعہ عیسائیوں میں مشہور اور کتاب پیدائش کے باب نمبر ۳ میں مذکور ہے ان کا اعتراف ہو کہ آدمؑ نے قصداً گناہ

کیا، خدا کے مطالبہ کرنے کے بعد بھی انھوں نے اپنی غلطی اور جرم کا اعتراف نہیں کیا، عیسائیوں کے نزدیک آدمؑ سے تا دم آخر توبہ کرنا ثابت نہیں، طریق الاولیاء صفحہ ۲۳ میں ہے:

۱۔ واضح رہے کہ حضرت آدمؑ سے اجتہادی لغزش صادر ہو جانے کے قائل مسلمان بھی ہیں، لیکن اول تو قرآن کریم میں اس بات کی تصریح ہے کہ یہ لغزش ایک اجتہادی غلطی تھی، جان بوجھ کر اس کا ارتکاب نہیں کیا گیا تھا، پھر قرآن کریم ہی نے یہ بھی بتلایا ہے کہ حضرت آدمؑ نے اس لغزش پر بھی پورے خلوص دل کے ساتھ توبہ کر لی تھی، (سورہ بعثہ)

”افسوس صد ہزار افسوس: کہ آدمؑ سے توبہ کرنا ثابت نہیں۔ اور مزید افسوس یہ کہ انھوں نے بھی ایک بار بھی اپنی خطا کی معافی کی درخواست نہیں کی۔“

حضرت نوحؑ کا شراب پی کر
برہنہ ہو جانا؛ الزام نمبر ۲،
کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۱۸ میں ہے:
”نوحؑ کے بیٹے جو کشتی سے نکلے سیم،
حام اور یافت تھے۔ اور حام کنعان

کا باپ تھا، یہی تینوں نوحؑ کے بیٹے تھے۔ اور ابنی کی نسل ساری زمین پر پھیل، اور نوحؑ کا شستکاری کرنے لگا، اور اس نے ایک انگوڑا باغ لگا، اور اس نے اس کی مے پی، اور اسے نشہ آیا، اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا، اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا، اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی۔“ (آیات ۱۸ تا ۲۲)

پھر آیت ۲۳ میں ہے:

”جب نوحؑ اپنی مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا، اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو، وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہو گا۔“

اس میں یہ الزام شرمناک طریقہ پر لگایا جا رہا ہے کہ نوحؑ بالمشہور نوحؑ نے شراب پی، ہر مست ہوتے۔ اور برہنہ ہو گئے، اور سر پٹنے کا مقام یہ ہے کہ اپنے باپ کو برہنہ دیکھنے کا تصور وار قوحام ہے جو کنعان کا باپ تھا، اور ملعون ہونے کی سزا دی جاتی ہے اس کے بیٹے غریب کنعان کو، ظاہر ہے کہ باپ کے

قصور میں بیٹے کو پکڑنا قطعی عدل و انصاف کے خلاف ہے، جیسا کہ اس کی شہادت کے لئے حز قبال پیغمبر کا قول کافی ہے، جو اُن کی کتاب کے باب آیت ۲۰ میں اس طرح درج ہے:

”ہیثا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ“
 صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے،
 اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ مان بھی لیں کہ بیٹے پر باپ کا گناہ لا دنا
 انصاف کے خلاف نہیں ہے، تو پھر ہم کو کوئی یہ سمجھا دے کہ پھر کنعان بنی کی
 تخصیص کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ عام کے چار بیٹے تھے، کوش، مصر، فوط اور کنعان
 جیسا کہ باب میں تصریح موجود ہے۔

حضرت ابراہیم کا بشرک، الزم نمبر ۳ | طریق الادبیہ صفحہ ۴۴ پر ابراہیم
 علیہ السلام کے احوال میں یوں کہا گیا ہے:

”ان کی نثر سالہ ابتدائی زندگی کا حال معلوم نہیں ہے، آپ کی پرورش بہت پستوں
 میں ہوئی، عمر کا بیشتر حصہ ان کی محبت ہی میں بسر ہوا، ان کے باپ کے
 متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا سے برحق کو نہیں جانتے تھے، اور یہ بھی جہاں
 ہے کہ ابراہیم بھی جب تک خدا نے ان کی رہنمائی نہیں کی، بہت پرستی
 کرتے رہے ہوں، پھر جب اُن پر حقیقت منکشف ہوئی تو خدا نے ان کو
 دنیا والوں میں سے منتخب کیا، اور اپنا خاص بندہ بنالیا۔“

الحق پیدائش ۶: ۲۰

لیجئے عیسائیوں کے ناپاک حملے سے ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی بھی نہ بچ سکی، اُن کا گمان ہے کہ ابراہیم اپنی ابتدائی شترسالہ زندگی میں بت پرستی کرتے رہے، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ عیسائی اصول کے مطابق یہ صرف ظن و گمان کا درجہ نہیں ہے، بلکہ قریب قریب یقین کے ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک اُس وقت ساری دنیا بت پرست تھی، اور ابراہیم کی نشوونما بھی اپنی میں ہوئی والدین بھی بت پرست تھے، اور اس وقت تک ابراہیم پر اللہ کی الوہیت اور ربوبیت بھی منکشف نہیں ہوئی تھی، اور بت پرستی سے پاک ہونے کی شرط ان کے نزدیک نبی بننے کے بعد بھی نہیں ہے، چہ جائیکہ نبوت سے قبل شرط ہو۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر ان کا اس عرصہ میں بت پرستی میں ملوث ہونا تقیاً یقینی ہے، جب انبیاء علیہم السلام کے جزا امجد کا نبوت سے پہلے کا حال اور شترسالہ زندگی کا نقشہ آپ دیکھ چکے تو اب نبوت کے بعد کا رخ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابراہیم کا لالچ، الزام نمبر ۴ | کتاب پیدائش باب نمبر ۱۲

آیت نمبر ۱۱ میں ہے کہ:

”اور ایسا ہوا کہ جب وہ (حضرت ابراہیم) مصر میں داخل ہونے کو تھا تو اس نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں سودہ مجھے مار ڈالیں گے مگر تجھے زنده رکھیں گے، کہ تو دیکھنے میں خوب صورت عورت ہے، اور یوں جوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اُس کی بیوی ہے، تو یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں، تاکہ تیرے سبب سے میری خیر ہو، اور میری جان تیری بدولت بچی رہے۔“ (آیات ۱۱ تا ۱۳)

اس کلام سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے کی وجہ محض خوف ہی نہ تھا، بلکہ بھلائی کے حصول کی توقع اور طمع بھی بڑا سبب تھا، بلکہ وہی بڑا قوی سبب تھا، اسی لئے اس کا ذکر پہلے کیا، چنانچہ وہ متوقع غیر حاصل بھی ہوئی جس کی تصریح آیت ۱۶ میں ہے، اس کے علاوہ ان کو قتل کا اندیشہ سراسر وہی تھا، بالخصوص اس حالت میں کہ وہ سارہ کے چھوٹنے پر بھی راضی اور تیار تھے، اس کے بعد تو پھر ڈرانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا،

اب عقل سے پوچھا جاسکتا ہے کہ ابراہیمؑ اپنی بیوی کو چھوڑنے اور کافر دشمنوں کے حوالے کر دینے پر جہاں یقینی طور پر آبروریزی کا خطرہ ہے کیسے راضی اور تیار ہوسکتے ہیں؟ ایک ادنیٰ غیر متمنع شخص بھی اس کے لئے تیار نہیں ہو سکتا، تو ابراہیمؑ جیسا باعزت انسان کیونکر اس بے غیرتی کو قبول کر سکتا ہے؟ کتاب پیدائش باب آیت میں ہے:

الزام منبر

”اور ابراہیم دباں سے (تیمان) کی طرف چلا، اور قادس اور شور کے درمیان ٹھہرا، اور جرار میں قیام کیا، اور ابراہیم نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے، اور جرار کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوالیا، لیکن رات کو خدا ابی ملک کے پاس خواب میں آیا اور

ملہ اور اس نے اس کی خاطر ابراہیم پر احسان کیا، اور بھیڑ بکریاں اور گامے ہیں اور گرمے اور غلام اور لونڈیاں اور گدھیاں اور اونٹ اس کے پاس ہو گئے۔“ (پیدائش ۱۶: ۱۱-۱۳)

ملہ موجودہ اردو ترجمہ میں یہاں ”تیمان“ کی بجائے ”جنوب کے ملک“ کا لفظ ہے، واضح ہے کہ بائبل میں جنوبی ملک کا نام ہمیشہ عرب یا یمن ہوتا ہے، اور تیمان یمن کا قدیم نام ہے،

اسے کہا کہ دیکھ تو اس عورت کے سبب سے جسے تو نے لیا ہے ہلاک ہو گا، کیونکہ وہ توہر والی ہے، پہلی ملک نے اس سے صحبت نہیں کی تھی، سو اس نے کہا اے خداوند کیا تو صادق قوم کو بھی مائے گماہ کیا اس نے خود مجھ سے نہیں کہا کہ یہ میری بہن ہے؟ اور وہ آپ بھی یہی کہتی تھی کہ وہ میرا بھائی ہے؟ (آیات ۱۵)

یہیے اس جگہ ابراہیمؑ اور سارہؑ نے دوسری بار جھوٹ بولا، غالباً بڑا اور قوی سبب یہاں پر خوف کے علاوہ منفعت کے حاصل ہونے کی توقع اور لالچ تھا جس کی تصریح آیت ۱۴ میں ہے، پھر جبکہ ابراہیمؑ بغیر کسی مزاحمت کے سارہؑ کو حوالہ کرنے پر تیار تھے، پھر تو خوف کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی، چنانچہ طریق الاولیاء صفحہ ۹۹ میں ہے کہ:

”غالبا جب ابراہیمؑ نے پہلی بار سارہؑ کے بیوی ہونے کا انکار کیا، اس وقت دل میں پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ اس قسم کے گناہ کا ارتکاب نہیں کر دوں گا مگر پھر غفلت کے سبب شیطان کے پرانے جال میں پھنس گئے۔“

۱۵ یہاں یہ واضح رہے کہ اس جگہ مصنفؒ یہ اعتراض التزامی طور پر کر رہے ہیں، اس لئے کہ خود سیحی علماء (مثلاً مصنف طریق الاولیاء) نے اسے حضرت ابراہیمؑ کی غلطی قرار دیا ہے، ورنہ جہاں تک لغز واقعہ کا تعلق ہے ہمارے نزدیک وہ غلط نہیں ہے، اور حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہؑ کو اپنی بہن قرار دیا، وہ درحقیقت جھوٹ نہ تھا، بلکہ ایک قسم کا توریہ تھا، اس لئے کہ ایک طرف تو حضرت سارہؑ ان کی عسلاقی بہن تھیں، دوسری طرف چونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، اس لئے وہ ان کی تہنادینی بہن بھی تھیں، بہن سے حضرت ابراہیمؑ کی مراد یہی تھی، اور جہاں کفار کی طرف سے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہو وہاں اس قسم کا توریہ باتفاق جائز، بلکہ بعض حالات میں واجب ہو، (باقی بر صفحہ آئندہ)

الزام نمبر ۶

طریق الاولیاء کے صفحہ ۹۲ و ۹۳ پر لکھا ہے :

”ابراہیمؑ اجڑے نکاح کرنے میں مجرم ہونے سے کسی حال میں نہیں بچ سکتے، کیونکہ ان کو نیک کا یہ قول جو انجیل میں لکھا ہوا ہے خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ ”وہ ذات جس نے کائنات کو بنایا اس نے انسان کو مرد و عورت دو قسم کا پیدا کیا اور کہا کہ اسی لئے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیتا ہے، اور بیوی کے ساتھ مل کر دونوں جسد واحد بن جاتے ہیں“ :

اس کے ساتھ ہی بعینہ ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابراہیمؑ سارہ سے نکاح کرنے میں بھی اسی طرح مجرم ہونے سے نہیں بچ سکتے، کیونکہ موسیٰ کا قول جو تورات میں لکھا ہے ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ :

”تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے دو تیرے باپ کی بیٹی ہو، چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ کہیں اور بے پردہ نہ کرنا“ :

نیز یہ ارشاد ہے کہ :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہاں مصنف نے اس واقعہ کو حضرت ابراہیمؑ پر ایک الزام کی حیثیت سے صرف اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ مسیحی علماء کے نزدیک ان کا گناہ تھا، دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علاتی بہن سے نکاح ابراہیمؑ شریعت میں جائز تھا، اور موسوی شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا، یہ سطور تحریر کرنے کے بعد اس بات پر مصنف کی ایک عبارت مل گئی وہ ازالۃ الشکوک میں لکھتے ہیں : ”اور بعض ہمارے نزدیک جو خطا نہیں، مگر یہ لوگ جو خطا سمجھتے ہیں تو الزام اس کو بھی نقل کیا گیا“ (ازالۃ الشکوک، ص ۳۴۸ ج ۲)

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱۵ اخبار ۱۸ : ۹، واضح رہے کہ سارہ حضرت ابراہیمؑ کی باپ شریک بہن تھیں، (دیکھئے پیرامش ۲۰ : ۱۲) :

”اور اگر کوئی مرد اپنی بہن کو جو اس کے باپ کی یا اس کی ماں کی بیٹی ہو، لے کر اس کا بدن دیکھے تو یہ شرم کی بات ہے، وہ دونوں اپنی قوم کے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے قتل کئے جائیں، اس نے اپنی بہن کے بدن کو بے پردہ کیا، اس کا گناہ اسی کے سر لگے گا۔“

اسی طرح تورات میں یہ بھی ہے کہ :-

”لعنت اس پر جو اپنی بہن سے مباشرت کرے خواہ وہ اس کے باپ کی بیٹی ہو خواہ ماں کی۔“

جیسا کہ اس کتاب کے باب سے واضح طور پر معلوم ہو چکا ہے اس قسم کا نکاح علماء پر وٹسٹنٹ کے نزدیک زنا کے برابر ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نعوذ باللہ منہ ابراہیم علیہ السلام نبوت سے پہلے بھی زانی تھے، اور نبوت کے بعد بھی زانی رہے، اور ان کی جس قدر اولاد سادہ کے بطن سے ہے وہ سب زنا کی اولاد ہوئی، اور اگر اس اعتراض سے بچنے کے لئے عیسائی لوگ یہ بہانہ بنائیں کہ ان کی شریعت میں بہن سے نکاح جائز تھا تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان کی شریعت میں تعدد ازواج بھی جائز تھا، اس لئے صحیح بات یہی ہے کہ نہ ہاجرہؑ سے نکاح میں کوئی اعتراض لازم آتا ہے، اور نہ سارہؑ سے نکاح کرنے میں، ہمارے نزدیک یہی مذہب حق ہے، البتہ عیسائی اصول کی بناء پر یہ بات ضرور لازم آتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسی مقدس ہستی جو انبیاء علیہم السلام کے جد امجد ہیں، وہ نعوذ باللہ جس طرح

جھوٹے ثابت ہوئے، اسی طرح شروع سے آخر تک ان کی پوری زندگی زنا کاری کی نذر ہوئی، اور اس کے باوجود وہ خلیل اللہ کے ممتاز منصب پر فائز ہیں، کیا اللہ کے خلیل ایسے ہی ہوتے ہیں؟ ہذا بہتان عظیم،

حضرت لوط کا اپنی بیٹیوں
 سے زنا کرنا، الزام نمبر،
 کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰ میں ہے:
 ”اور لوط صنغر سے محل کر پہاڑ پر جا بسا اور
 اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں“

کیونکہ اُسے صنغر میں بستے ڈرگھا، اور وہ اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے تب پہلو ٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے، اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے، آدھم اپنی باپ کوئے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ کے نسل باقی رکھیں سوانحوں نے اسی رات اپنے باپ کوئے پلائی، اور پہلو ٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے جاناکہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلو ٹھی نے چھوٹی کو کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنی باپ سے ہم آغوش ہوئی، آج رات بھی اس کوئی پلائیں اور تو بھی جا کہ اس سے ہم آغوش ہوتا کہ ہم اپنے باپ کے نسل باقی رکھیں سو اس رات بھی انھوں نے اپنی باپ کوئی پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی، پر اس نے جاناکہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی،

سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں، اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا، اور اس کا نام موآب رکھا، وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں، اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا، اور اس نے اس کا نام بن عتی رکھا، وہی بنی عتیز کا باپ ہے، جو اب تک موجود ہیں۔ (آیات ۳۰ تا ۳۸)

طریق الاولیاء کے صفحہ ۱۲۸ میں اس حال کو نقل کرنے کے بعد کہا گیا ہے کہ:
 آس کی حالت پر سخت رونا آتا ہے، ہم سخت افسوس کے ساتھ اپنے دلوں
 میں خوف اور خشیت لئے ہوئے حیران ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے کہ جو سدوم
 کی بستی کی تمام بدیوں اور گندگیوں سے پاک دامن رہا تھا، اور اللہ کی راہ چلنے
 میں بڑا مضبوط تھا، اس شہر کی تمام نجاستوں سے ہزاروں کوس دور رہا تھا، مسگر
 جھل میں بھل جانے کے بعد اس پر ایک دم بدی اور فسق کا اس قدر شدید غلبہ
 ہو گیا! پھر اس کے بعد کون شخص ہے جو کسی شہر یا جھل و قار میں محفوظ رہ سکتا ہو؟

اب جبکہ پادری صاحباً لوط کے حال پر خود ہی اس قدر رونا آ رہا ہے تو ہم کو کچھ
 زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی، ان کا رونا ہی کافی ہے، مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے
 کہ مواب اور عتوان جو دونوں زنا کی پیداوار ہیں، ان کو تو خدا نے قتل نہ کیا، اور اس
 بچہ کو جو داؤد علیہ السلام کے ادبیا کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے پیدا ہوا تھا خدا
 نے قتل کر ڈالا، شاید یہ فرق ہو کہ دوسری کی بیوی سے زنا کرنا اپنی بیٹیوں سے زنا
 کرنے کی نسبت عیسائیوں کے یہاں زیادہ شدید و سنگین ہوگا،

اصل یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ اللہ کے مقبول بندے تھے، مواب تو اس لئے
 کہ عوبید جو داؤد علیہ السلام کے دادا ہیں ان کی والدہ کا نام راعوت تھا جیسا کہ
 انجیل متی کے باب میں تصریح ہے، اور یہ راعوت موابیہ ہیں، یعنی مواب کی اولاد،

لے بائبل میں حضرت داؤد پر زنا کی جو من گھڑت تہمت لگائی گئی ہے (جو عقرب آپ کے
 سامنے آئے گی) اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے حضرت داؤد کا گناہ تو معاف کر دیا،
 اور کہہ دیا کہ: "تو مرے گا نہیں"۔ لیکن: "وہ لڑکا بھی جو تجھ سے پیدا ہوگا مر جائیگا" (۲ سموئیل ۱۳: ۱۴)

اس لئے وہ بھی داؤد و سلیمان و عیسیٰ کی راوی ہوتی ہیں، اور داؤد و خدا کے نوجوان بیٹے اور سلیمان بھی خدا کے فرزند اسی طرح عیسیٰ بھی خدا کے یکتا سپوت، بلکہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق خود خدا ہیں،

یہ ہے عمّون توان کی مقبولیت کی دلیل یہ ہر کہ رجھام بن سلیمان جو عیسیٰ کے اجداد میں سے ہیں (جیسا کہ انجیل متی کے باب میں تصریح موجود ہے) ان کی والدہ بھی عمّونہ یعنی عمّون کی اولاد میں سے ہیں، جس کی تصریح کتاب سلاطین اول باب ۱۱ میں موجود ہے تو یہ بھی اللہ کے یکتا بیٹے کی راوی ہوتیں، بلکہ عیسائی عقیدے کے مطابق خود خدا کی،

اور کتاب ہستنا، باب آیت ۱۹ میں ہے کہ:

”اور جب تو بنی عمّون کے قریب جا پہنچے تو ان کو مت مستانا، اور نہ ان کو چھیڑنا کیونکہ میں بنی عمّون کی زمین کا کوئی حصہ تجھے میراث کے طور پر نہیں دوں گا، اس لئے کہ اسے میں نے بنی لوط کی میراث میں دیا ہے“

پھر مواب اور عمّون کیلئے جو دونوں دلد الزما ہیں، اس سے بڑھ کر کیا شرف ہو سکتا ہے کہ پہلے کی بیٹیاں اللہ کے بیٹوں بلکہ خود خدا کی نانی قرار پائیں، اور دوسرے کی بعض بیٹیاں اللہ کے یکتا بیٹے کی بلکہ خود خدا کی نانی ہوں، حالانکہ خود خدا نے بنی اسرائیل کو جو توریت کی نص کے مطابق اللہ کے بیٹے ہیں، اس کی اولاد کی زمین کے وارث بنانے سے منع کیا تھا، البتہ ایک خدشہ باقی رہ جاتا ہے، وہ یہ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا نسب ان دونوں نانیوں کے لحاظ سے مواب اور عمّون سے جا ملا تو عیسیٰ علیہ السلام بھی موابی اور عتائی ہو جاتے ہیں، حالانکہ عتانیوں اور

موآبیوں کے لئے یہ پابندی لگی ہوئی ہے کہ وہ کبھی بھی خدا کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتے، جیسا کہ کتاب استنثار باب ۲۳ آیت ۳ میں اس طرح ہے کہ:

”کوئی عموئی یا موآبی خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو، دسویں پشت تک

ان کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں کبھی نہ آئے۔“

سوال یہ کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح نہ صرف خدا کی جماعت میں داخل

ہو گئے بلکہ ان کے سردار ہو گئے؟ بلکہ عیسائیوں کے خیال کے مطابق خدا کے بیٹے

بن گئے؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ نسب میں باپ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ ماں کا، اس لئے

عیسیٰ علیہ السلام نہ موآبی ہیں نہ عثمائی، تو ہم عرض کریں گے کہ اگر ایسا ہی ہے تو

لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ اسرائیلی ہوں نہ یہودادی نہ داؤدی نہ سلیمانی

کیونکہ یہ تمام نسبتیں اور اوصاف بھی ان کو ماں ہی کی جانب سے حاصل ہوئے ہیں

نہ کہ باپ کی طرف سے، لہذا اگر ماں کی جانب کا اعتبار کیا جائے تو آپ مسیح موعود

بھی نہیں ہو سکتے، ایک طرف آپ کے ابن داؤد ہونے کو ماں کی طرف سے معتبر

بھی مانتا، اور دوسری طرف نامیوں کی جانب سے عموئی اور موآبی ہونے کا

اعتبار نہ کرنا محض ترجیح بلا مرجح ہے، اور یہی اعتراض بعینہ داؤد و سلیمان پر بھی

راہوں کے اعتبار وارد ہوگا، مگر ہم اس بحث کو طویل کرنا نہیں چاہتے، اور اصل واقعہ کی جانب

رجوع کرتے ہیں کہ لوط علیہ السلام جن کا یہ حال مذکور ہوا، عیسائیوں کے نزدیک

اسے کیونکہ مسیح موعود کے بارے میں بائبل کی تصریح یہ ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام

کی اولاد میں سے ہوگا،

اس لائق ہیں کہ اُن پر ردیا جائے، اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ انجیل کے فیصلہ کے مطابق وہ پھر بھی نیک قدیس ہیں، ان کے نزدیک اُن کی قدسیت میں ذرہ بھر کمی اور فرق نہیں ہوا باوجود اس کے کہ ایسی شنیع حرکت کے مرتکب ہوئے جو ایسے کمینہ لوگوں میں بھی کبھی نہیں سنی گئی جو اکثر اوقات شراب میں بدست رہتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ بھی بدستی کی حالت میں اپنی بیٹیوں اور اجنبی عورتوں میں فرق اور امتیاز کو سمجھتے ہیں،

دوسرے جب شرابی کی حالت شدت نشہ سے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ وہ اپنی بیٹیوں اور اجنبی عورتوں میں تمیز نہ کر سکے تو ایسی حالت میں وہ جماع کرنے پر بھی قادر نہیں ہو سکتا، جیسا کہ اس کی شہادت ان لوگوں نے دی ہے، جو دائمی طور سے شراب کے عادی ہیں، ہم نے آج تک ہندوستان میں یہ نہیں سنا کہ کسی کمینہ انسان نے شراب کی بدستی میں اس قسم کی حرکت اپنی ماں بیٹی کے ساتھ کی ہو، اگر شراب کی مستی اس درجہ تک پہنچا سکتی ہے تو یورپ کے عیسائیوں کی حالت پر رونے کو جی چاہتا ہے، اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کو اپنے ہاتھوں سے بچنے کی کیونکر امید کر سکتے ہیں؟ کیونکہ ان کی تو عورتیں اور مرد سب ہی اکثر اوقات شراب میں بدست رہتے ہیں، بالخصوص جبکہ ان میں جو کمینے لوگ ہیں ان کو پیش نظر رکھا جائے تو کوئی بھی گارنٹی ان کے محفوظ رہنے کی نہیں ہو سکتی،

تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ یہ قدیس پہلی شب میں اس شنیع حرکت

۱۵ یعنی حضرت لوط علیہ السلام،

میں مبتلا ہونے کے باوجود پھر اگلی رات بھی اسی طرح اس میں ملوث ہو جاتے ہیں سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ یہ اہل تعذیری فیصلہ تھا کہ اللہ کے بیٹے بلکہ خود خدا بھی اس کے بعض بیٹوں سے پیدا ہوا، اور وہ خود بھی اللہ کے یکتا بیٹے کے سلسلہ نسب میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرے، اس قسم کا واقعہ اگر کسی ادنیٰ انسان کو بھی پیش آتا تو اس کے لئے زمین مادہ جو اپنی فراخی اور کشادگی کے تنگ ہو جاتی پھر لوط کی ذات پر بڑا ہی تعجب ہی، ہم اس تمام خرافات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قصہ بالکل جھوٹا اور من گھڑت ہے، پطرس کے رسالہ نمبر ۲ کے باب ۱ آیت ۷ میں ہے کہ :

”اور راست باز لوط کو جو بے دینوں کے ناپاک چال چلن سے حق تھا، ہائی

بخش، چنانچہ وہ راست باز ان میں رہ کر اور ان کے بے شرع کاموں کو دیکھ دیکھ کر

اور سن سن کر گویا ہر روز اپنے بچے دل کو شکنجہ میں کھیچتا تھا،“

اس میں پطرس نے لوط علیہ السلام کے لئے ”راست باز“ کا لفظ استعمال کیا ہے،

اور ان کی مدح کی ہے، ہم بھی یہی شہادت دیتے ہیں کہ وہ بڑی نیکو کار اور ان الزام

سے پاک اور بری تھے، جو ان کی نسبت دشمنانِ خدا لگاتے ہیں،

کتاب پیدائش باب ۲۶ آیت ۶ میں ہے :

”پس افحاق جوار میں رہنے لگا، اور وہاں کے

باشندوں نے اس سے اس کی بیوی کی بات

حضرت یحییٰ کا جھوٹ

الزام نمبر ۸

پوچھا، اس نے کہا وہ میری بہن ہے، کیونکہ وہ اسے اپنی بیوی بتاتے ہوئے

ڈرا، یہ سوچ کر کہ کہیں رقبہ کے سبب سے وہاں کے لوگ اُسے قتل نہ کر ڈالیں

کیونکہ وہ خوبصورت تھی : (آیات ۶ تا ۸)

دیکھئے ! یہاں ”اَلْوَلَدُ مِثْلُ اِلَیْسَیْہِ“ کا کیا صاف لغتہ نظر آرہا ہے، کہ بیٹے نے بھی جان بوجھ کر باپ کی طرح جھوٹ بولا، اور بالکل اُسی قسم کا، چنانچہ طریق الاولیاء صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے :

”اسحاق کا ایمان برباد ہو گیا، کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو بہن بتایا :“
پھر صفحہ ۱۶۹ پر لکھا ہے کہ :

”ہائے افسوس ! کبھی انسان میں کوئی کمال نہیں پایا جاتا، سوائے وحسد،
لاشریک بے نظیر کے، اور بڑا تعجب خیز ہے یہ معاملہ کہ وہی شیطانی جال
جس میں ابراہیم پھنسے تھے اسی میں اسحاق بھی جا پھنستے ہیں، اور بیوی کو بہن
ہتلاتے ہیں، بڑا ہی افسوس ہوتا ہے کہ ایسے لیے مقربین خداوند بھی نصیحت
کے محتاج ہیں :“

چونکہ پادری صاحبان نے اس بات پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ ان کا ایمان
زائل ہو گیا تھا، انہیں کوئی کمال حاصل نہ تھا، وہ اسی شیطانی جال میں پھنس گئے
جس میں ابراہیم پھنسے تھے، اور وہ خود وعظ و نصیحت کے محتاج تھے، اس لئے
ہم بھی اس گفتگو کو طویل نہیں کرتے :

کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۹ میں ہے
”اور یعقوب نے دال پکائی، اور عیسو
جنگل سے آیا، اور بے دم ہو رہا تھا، اور

حضرت یعقوبؑ کی خود غرضی
الزام نمبر ۹

۱۵۴۵ء کے حاشیہ پر ہم نے جرنیٹ دیا تو یہاں بھی اُسے پیش نظر رکھا جائے،

... عیسو نے یعقوب سے کہا کہ یہ جلال لال ہے مجھے کھلا دے، کیونکہ میں بے دم ہو رہا ہوں، اس لئے اس کا نام اودم بھی ہو گیا، تب یعقوب نے کہا کہ تو آج اپنا پہلوٹھے کا حق میرے ہاتھ بیچ دے، عیسو نے کہا دیکھا میں تو مرا جاتا ہوں پہلوٹھے کا حق میرے کس کام آئے گا، تب یعقوب نے کہا کہ آج ہی مجھ کو قسم کھا اس قسم کھائی اور اس نے اپنا پہلوٹھے کا حق یعقوب کے ہاتھ بیچ دیا، تب یعقوب نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی، وہ کھاپی کراٹھا، اور چلا گیا، یوں عیسو نے اپنے پہلوٹھے کے حق کو ناپیز جانا (آیات ۲۹ تا ۳۴)

ملاحظہ کیجئے: غریب عیسو کی دیانت کو جو اسحاق کے بڑے بیٹے ہیں کہ انھوں نے پہلوٹھے کے حق جیسی جلیل القدر دولت کو جس کے سبب نبوت کے منصب جلیل کا استحقاق ہوتا ہے، اور اس کی برکات کو روٹی اور مسور کی دال کے عوض فروخت کر ڈالا، شاید ان کی نگاہ میں نبوت اور برکت کی قدر و قیمت روٹی اور مسور کی دال سے کم تھی، پھر یعقوب علیہ السلام کی محبت پر بھی نظر ڈالو اور ان کی سخاوت کا جائزہ لیجئے کہ وہ اپنے ماں جائے بڑے بھائی کو جس کا بھوک سے دم نکل رہا ہے، اور جو جفاکشی و محنت کی وجہ سے کوفتہ بیختہ اور زردھا ہے، کھانا دینے پر اس وقت تک راضی اور تیار نہ ہوئے جب تک بھائی نے حقوق منصب نبوت کو فروخت نہ کر ڈالا، اور رشتہ اخوت کا یا بلا عوض

۱۵ پہلوٹھے کا حق کتاب استثناء ۵: ۲۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ شریعت میں کسی شخص کے پہلے بیٹے کو چند مخصوص حقوق حاصل ہوتے تھے، جن میں سے اہم ترین یہ تھا کہ تہنا وہی اپنے باپ... کا مادی اور روحانی وارث ہوتا تھا، اسی لئے نبوت بھی اسی کو ملتی تھی ۱۲

احسان کرنے کا قطعی لحاظ نہ کیا،

دستوان الزام

جس شخص نے بھی کتاب پیدائش کے باب ۲ کو دیکھا ہوگا، اس کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے عین بار

جھوٹ بولا، اور اپنے باپ کو دھوکہ دیا، اور ان کی فریب دہی جس طرح اسحاق کے یہاں کارگر اور موثر ہو گئی، اسی طرح خدا کے یہاں بھی موثر ہوئی.....

..... کیونکہ اسحاق بچے دل سے اپنے بیٹے عیسو کے حق میں دعا

مانگا کرتے تھے، نہ یعقوب کے لئے، پھر جس طرح اسحاق دعا میں دونوں بھائیوں

کے درمیان تمیز نہ کر سکے، اسی طرح دعا کی قبولیت کے مرحلہ پر خدا ہی دونوں

بھائیوں میں امتیاز نہ کر سکا،

حیرت ہے کہ خدا کی ولایت اور نبوت و صلاح جیسی چیزیں بھی محال ذرائع

سے حاصل ہو جاتی ہیں، مجھ کو اس موقع کے مناسب ایک واقعے کا یاد آ گیا

فرقہ بانو کے ایک بدکار نے اپنے گھوڑے کے لئے کسی گدے سے دوڑی گھاس

مانگی، گدے سے دوڑنے نے انکار کر دیا، اُس نے کہا اگر تو مجھ کو گھاس نہیں دے گا، تو میں

گدے کے لئے بد دعا کروں گا، اور آج رات ہی میں مر جائے گا، یہ کہہ کر چلا گیا،

اسی رات عود اس کا گھوڑا مر گیا، بیدار ہونے پر اپنے گھوڑے کو مردہ دیکھ کر تعجب سے

اپنا سر کپڑا کر آیا اور کہنے لگا ہائے تعجب بلا تعجب ہمارے خدا کو خدائی کرتے ہوئے

لاکھوں سال بیت گئے، مگر آج تک اس کو گدے اور گھوڑے میں امتیاز اور پہچان

نہ ہو سکی، میں نے تو گدے کو ہلاک کرنے کی دعا کی تھی اور ہلاک کر دیا میرا گھوڑا،

۱۵: یہ پورا قصہ ہم نے صفحہ ۱۲۱۶ کے حاشیہ پر مفصل طریقہ سے لکھ دیا، یہاں ملاحظہ فرمایا جائے،

اور اگر اسرائیلی پیغمبروں کے جدا مجد کی دیانت کا یہ حال ہے، یا خدا کے علم کی یہ کیفیت ہے تو مخالفت کو یہ کہنے کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ اسرائیلی پیغمبروں کے معاملات کی بنیاد بھی خدا کے ساتھ فریب کاری اور دھوکہ بازی کی اسی طرح ہو سکتی ہے جس طرح ان کے جدا مجد کی تھی، اور ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا سے وعدہ کر لیا ہو کہ اگر آپ مجھ کو کرامات پر قدرت دیدیں تو میں مخلوق کو آپ کی خدائی اور ربوبیت کی طرف بلاؤں گا، لیکن اتفاق سے خدا عیسیٰ کے سچ اور جھوٹ میں امتیاز نہ کر سکا، اور ان کو قدرت دیدی، عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ شکنی کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی خدائی کی دعوت دیدی، اور خدا کی نافرمانی کی، ہم ان خرافات اور دہیات باتوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، البتہ بعض فقرے طریق الاولیاء صفحہ ۱۷۹ و صفحہ ۱۸۱ سے نقل کرتے ہیں، ابتداء میں کہتا ہے کہ:

”یہ انتہائی غوث کا مقام ہے کہ اس قسم کے شخص نے بھی پے درپے جھوٹ بولا اور اپنی فریب کاری میں خدا کے نام کو شامل کیا،

پھر کہتا ہے کہ:

”یعقوبؑ نے ایک ایسی بات کہی جو انتہائی کفر کی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ تھا کہ میں شکار جلد حاصل کروں“

پھر کہتا ہے کہ:

”اس معاملہ میں ہم یعقوبؑ کی حمایت میں کوئی بھی عذر خواہی کرنا پسند نہیں کرتے، اور ہر شخص کو اس بات سے نفرت کرنی چاہئے، اور ایسی حرکت سے گریز کرنا ضروری ہے“

پھر کہتا ہے:

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس نے بدی کا ارتکاب خیر کے حاصل کرنے کے لئے کیا، اور انجیل کی رُوسے اس قسم کی حرکت پر سزا واجب ہے“

پھر کہتا ہے کہ:

”بجس طرح یعقوب نے گناہ کیا اسی طرح اس کی ماں نے اس سے زیادہ گناہ کیا تھا، کیونکہ وہی اس فساد کی بانی تھی، اسی نے یعقوب کو اس قسم کی فریب کا رانہ حرکتوں کا حکم دیا تھا“

کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۱۵ میں ہے:

”تب لائین نے یعقوبؑ کہا، چونکہ تو میرا رشتہ دار ہے، تو کیا اس لئے لازم ہے کہ تو میری خدمت

حضرت یعقوبؑ کے نکاح کا
شرمناک قصہ! الزام نمبر ۱۱

مفت کرے؟ سو مجھے بتا کہ تیری اجرت کیا ہوگی؟ اور لائین کی دو بیٹیاں تھیں، بڑی کا نام لیاہ اور چھوٹی کا نام راحل تھا۔ لیاہ کی آنکھیں چنڈھی تھیں، پر راحل حسین اور خوبصورت تھی، اور یعقوب راحل پر فریفتہ تھا، سو اس نے کہا کہ تیری چھوٹی بیٹی راحل کی خاطر میں ساٹ برس تیری خدمت کروں گا۔ لائین نے کہا اسے غیر آدمی کو دینے کی جگہ تو تجھی کو دینا بہتر ہے، تو میرے پاس رہ چنانچہ یعقوب ساٹ برس تک راحل کی خاطر خدمت کرتا رہا، پر وہ اسے راحل کی محبت کے سبب چند دنوں کے برابر معلوم ہوئے، اور یعقوب نے لائین سے

۱۵ لائین حضرت یعقوبؑ کے اموں کا نام ہے ۱۲ منہ

کہا کہ میری مدت پوری ہو گئی، سو میری بیوی مجھے دے، تاکہ میں اس کے پاس جاؤں، تب لائبن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا، اور ان کی ضیافت کی، اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا، اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا، اور لائبن نے اپنی لونڈی زلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی، کہ اس کی لونڈی ہو، جب صبح کو معلوم ہوا کہ یہ تو لیاہ ہے، تب اس نے لائبن سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ کیا میں نے جو تیری خدمت کی وہ راحل کی خاطر نہ تھی؟ پھر تو نے مجھے کیوں دھوکا دیا؟ لائبن نے کہا ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں کہ پہلو ٹھی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیں، تو اس کا ہفتہ پورا کر دے، پھر ہم دوسری بھی تجھے دیدیں گے، جس کی خاطر تجھے سات برس اور میری خدمت کرنی ہوگی، یعقوب نے ایسا ہی کیا، کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا تب لائبن نے اپنی بیٹی راحل بھی اسے بیاہ دی، اور اپنی لونڈی لیاہ اپنی بیٹی راحل کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو، سو وہ راحل سے بھی ہم آغوش ہوا اور لیاہ سے زیادہ راحل کو چاہتا تھا، اور سات برس اور ساتھ رہ کر لائبن کی خدمت کی۔ (آیات ۳۰ تا ۳۵)

اس داستان پر تین اعتراض واقع ہوتے ہیں،

۱۔ جبکہ یعقوب علیہ السلام لائبن ہی کے گھر میں رہتے تھے، اور اس کی دونوں بیٹیوں کو ہزار بار دیکھا تھا تو ان کو ہر لحاظ سے چہرہ ہرہ بدن اور آواز غرض ہر اعتبار سے جانتے پہچانتے تھے، پھر لیاہ کے چہرہ میں ایک مخصوص علامتی نشان آنکھوں کا چند صاپن موجود تھا، ایسی صورت میں تعجب اور حیرت

ہوتی ہے کہ لیاہ ان کے پاس ان کے بستر پر تمام رات موجود رہے، اور وہ اس کو نہ پہچان سکیں، اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ وہ بھی لوٹا کی طرح نشہ میں بدمست ہوں گے، اور جس طرح لوٹنے اپنی بیٹی اور غیر عورت میں کوئی تمیز نہ کی اسی طرح یعقوب بھی کوئی تمیز نہ کر سکے،

۲۔ یعقوب کو صرف راحیل سے محبت و عشق تھا، جس کی خاطر انھوں نے اس کے باپ کی ساٹ برس تک خدمت کی، اور اسی لئے اس قدر طویل مدت بھی ان کو چند ایام سے زیادہ محسوس نہیں ہوئی، مگر جب ان کے خسر لاہ نے ان سے دھوکہ کیا تو یعقوب نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا، اور مزید ساٹ سال کی خدمت کے عوض راحیل کو چل کر سکے، یہ سب حرکتیں عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق نبوت جیسے جلیل القدر اور ایک عظیم الشان پیغمبر کی شان سے گری ہوئی ہیں، مگر چونکہ یعقوب نے اپنے باپ کو دھوکہ دیا تھا، اس لئے اس کی سزا میں ان کے خسر نے ان کو دھوکہ دیا،

۳۔ یعقوب نے ایک بیوی پر اکتفا نہیں کیا، حالانکہ دو عورتوں سے نکاح کرنا، بالخصوص دو بہنوں سے عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق حرام اور ناجائز ہے،

۱۵ وہی دھوکہ جس کا ذکر ص ۱۳۱۹ کے حاشیہ پر گزرا ہے،

۱۶ اس کے علاوہ اسی واقعہ کے اندر بائبل میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت یعقوب پہلی مرتبہ لاہ کے گاؤں میں پہنچے تو ابھی لوگوں کے گھر کا پتہ پوچھ ہی رہے تھے کہ اسے میں راحیل اپنی بکریاں لے کر وہاں پہنچ گئی، اور یعقوب نے راحیل کو چوما اور چلا چلا کر دیا، (پیدائش ۱۰، ۲۹) یہ واقعہ شادی سے بہت پہلے کا ہے، سوال یہ ہے کہ ایک نامحرم کنواری لڑکی کو چومنا کہاں تک جائز ہے ۱۲

طریق الاولیاء کا جواب

طریق الاولیاء کے مصنف نے صفحہ ۱۸۹ میں حسب
ذیل معذرت کی ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

اگر یعقوب سے ان کا خسر لابن فریب کاری اور دھوکہ بازی نہ کرتا تو شاید یعقوب دوسرا
نکاح نہ کرتے، اس لئے ایسی مجبوری دلی صورت کی بنا پر عقد ازدواج کے جواز پر استدلال
نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ نہ تو یہ بات حجم خدادندی کے تحت ہوئی، اور نہ یعقوب کی رضا،

جواب الجواب

یہ عذر ننگ کسی درجہ میں بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتا
اور نہ یعقوب کو از نکاح حرام کے جرم سے نجات

دے سکتا ہے، اس لئے کہ یعقوب دوسرا نکاح کرنے پر کسی طرح بھی مجبور نہیں تھے،
نہ ان پر اس سلسلہ میں کوئی اکراہ یا جبر کیا گیا تھا، جس سے معذور خیال کیا جاسکے، ان کا
فرمان تھا کہ ایک نکاح پر قناعت کرتے، اور مزید ہوس نہ کرتے، اس موقع پر ہم بھی
وہی بات کہہ سکتے ہیں جو مصنف طریق الاولیاء نے ابراہیم علیہ السلام کے طعن کے
سلسلہ میں کہی تھی، کہ یعقوب کو مسیح کا وہ قول جو انجیل میں لکھا ہے خوب اچھی طرح
معلوم تھا کہ جس ذات نے دنیا کو بنایا اسی نے مرد و عورت کو تخلیق کیا، اس طرح
ان کو موسیٰ کا وہ قول بھی خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع
کرنا قطعی حرام ہے، جیسا کہ باب میں معلوم ہو چکا ہے، اس لئے یقیناً یہ ایک نکاح
باطل تھا، اور جس عورت کا نکاح بھی باطل کہا جائے گا اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد
سب کا ولد الزنا ہونا لازم آئے گا، اور دونوں صدقوں میں ہر لدلی اسرائیلی پیغمبروں
کو نعوذ باللہ ولد الزنا تسلیم کرنا پڑے گا،

اب ذرا عیسائیوں کی دیانت داری ملاحظہ کیجئے، کہ محض اپنے فاسد اور غلط

اصولوں کے بچاؤ اور تحفظ کی خاطر کس بے باکی کے ساتھ پیروں پر شرمناک الزام لگانے سے نہیں ڈرتے، اور ایسی گندی باتیں ان کی مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کرنے میں شرم نہیں کرتے، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ دروغ گور حافظ نباشد، اس لئے کہ اس کیلئے تان کے باوجود یہ عذر اور بہانہ زلفا اور بلہا کے سلسلہ میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتا جن سے یعقوب نے بیاہ اور راحیل کے اشائے اور کہنے پر نکاح کیا، جس کی تصریح کتاب پیدائش باب میں موجود ہے، عیسائی اصول کے مطابق ان کی تمام اولاد بھی اسی طرح ولد الزنا قرار پاتی ہے،

کتاب پیدائش باب آیت ۱۹ میں ہے:
اور لابن اپنی بھیڑوں کی پشم کرتے
کو گیا ہوا تھا، سو راحل اپنے باپ کے

راحیل کی چوری جھوٹ اور
بت پرستی؛ الزام نمبر ۱۲

بتوں کو چرالے گئی۔ اور یعقوب لابن ارامی کے پاس سے چوری سے چلا گیا،
کیونکہ اس نے اپنے بھاگنے کی خبر نہ دی، سو وہ اپنا سب کچھ لے کر
بھاگا۔ اور دریا پار ہو کر اپنا بیخ کوہ جلعاد کی طرف کیا اور تیسرے دن لابن
کو خبر ہوئی، کہ یعقوب بھاگ گیا تب اس نے اپنے بھائیوں کو ہمراہ لے کر سات
مزل تک اس کا تعاقب کیا، اور جلعاد کے پہاڑ پر اسے جا پکڑا۔

پھر آیت نمبر ۲۹ میں ہے:

تب لابن نے یعقوب سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا، کہ میرے پاس سے حمدی سے چلا آیا اور
میری بیٹیوں کو بھی اس طرح لے آیا گویا وہ تلوار سے اسیر کی گئی ہیں۔

۱۔ انہارالحق میں ایسا ہی ہے، مگر صیح آیت ۲۶ ہے، موجود ترجموں میں یہ عبارت آیت ۲۶ میں ہے نہ

پھر آیت نمبر ۳۰ میں ہے :

تیرا چچلا آیا تو چلا آیا، کیونکہ تو اپنے باپ کے گھر کا بہت مشتاق ہے، لیکن میرے بتوں کو کیوں چُرا لایا؟ تب یعقوب نے لایین سے کہا.....
اب جس کے پاس تجھے تیرے بہت ملیں وہ جیتا نہیں بچے گا، تیرا جو کچھ میرے پاس نکلے اسے ان بھائیوں کے آگے چھپا کر لے لے..... چنانچہ لایین، یعقوب اور لیاہ اور دونوں لونڈیوں کے خیموں میں گیا، بہانہ کو دہرایا..... اور رات ان بتوں کو لے کر ادران کو ادنت کے کجاوہ میں رکھ کر ان پر بیٹھ گئی تھی، اور لایین نے سارے خیمہ میں ٹٹول ٹٹول کر دیکھ لیا، پر ان کو نہ پایا، تب وہ اپنے باپ سے کہنے لگی کہ اے میرے بزرگ! تو اس بات سے ناراض نہ ہونا کہ میں تیرے آگے اُٹھ نہیں سکتی، کیوں کہ میں ایسے حال میں ہوں جو عورتوں ہوا کرتا ہے سو اس نے ڈھونڈا پردہ بت اس کو نہ ملے، (آیات ۳۰ تا ۳۵)

غور کیجئے کہ راحیل باپ کے بتوں کو چوری کرنے کے باوجود کس طرح صاف جھوٹ بول رہی ہے، اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ اس نے ان بتوں کو عبادت کرنے ہی کی غرض سے چوری کیا تھا، جب کہ کتاب پیدائش باب ۳۵ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ آنے والے شاہد میں آپ کو معلوم ہوا جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ یہ عورت بت پرست گھرانے کی لڑکی تھی، اس کا باپ بھی بت پرستی کرتا تھا جیسا کہ آیت ۳۰ اور ۳۲ اس پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ عورت بھی اپنے باپ کے مذہب پر تھی، لیجئے یعقوب کی محبوبہ بیوی جو ر بھی بکلی، چھوٹی بھی ثابت ہوئی اور بت پرست بھی،

خاندان یعقوب کی بت پرستی

الزام نمبر ۱۳

کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲ میں ہے:
”تے یعقوب نے اپنے گوانے اور اپنے
سب ساتھیوں سے کہا کہ بیگانہ دیوتاؤں

کو جو تمہارے درمیان ہیں دُور کرو، اور مہارت کر کے اپنے کپڑے بدل ڈالو،
..... تب انہوں نے سب بیگانہ دیوتاؤں کو جو اُن کے پاس تھے، اور
مُندروں کو جو اُن کے کانوں... میں تھے یعقوب کو دیدیا، اور یعقوب نے
ان کو اس بلوط کے درخت کے نیچے جو حکم کے نزدیک تھا دبا دیا۔“

(آیات ۲ تا ۴)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب کی نہ صرف بیویاں بلکہ پورا گھرانہ
اس وقت تک بشکریہ بنا ہوا تھا، اور یہ سب بت پرستی کر رہے تھے، یعقوب
کے گھرانے کی شان کو دیکھتے تو یہ حرکت بڑی ہی شنیع اور قبیح معلوم ہوتی ہے،
کیا اس سے پہلے یعقوب نے کبھی ان کو اس شیطانی فعل سے منع نہیں کیا؟
اور پھر جب اُن لوگوں نے تمام بت یعقوب کے حوالے کر دیئے تھے تو ظاہر ہی ہے
کہ راحیل نے بھی وہ مسردقہ بت سپرد کر دیا ہوگا.... اب اصولاً یعقوب پر دُعا
تھا کہ اس بت کو لابن کے پاس بھیج دیتے، نہ یہ کہ بحکم کے پاس جو درخت تھا اس کے
نیچے دفن کر ڈالیں، اور راحیل کو بھی اس کے چوری کرنے پر قابلِ معافی قرار دے،
حضرت یعقوب کی اولاد پر تہمت

الزام نمبر ۱۴

کتاب پیدائش باب نمبر ۳۴
آیت نمبر ۱۳ میں ہے:

۱۵ بُندے جو کانوں میں پہنے جلتے ہیں،

۳ اور لیاہ کی بیٹی دینہ جو یعقوب سے اس کے پیدا ہونی تھی اُس ملک کی لڑکیوں کو دیکھنے کے لئے باہر گئی، تب اس ملک کے امیر حوی حمور کے بیٹے سکم نے اسے دیکھا اور اسے لے جا کر اس کے ساتھ مباشرت کی اور اُسے ذلیل کیا، اور اس کا دل یعقوب کی بیٹی دینہ سے لگ گیا، اور دُخود اس نے دینہ کے دل میں جگہ کر لی، اور سکم نے اپنے باپ حمور سے کہا کہ اس لڑکی کو میرے لئے بیاہ لائے۔

آگے آیت میں ہے :

”تب حموران نے کہنے لگا کہ مرا بیٹا سکم تمہاری بیٹی کو دل سے چاہتا ہے اسے اس کے ساتھ بیاہ دو، اب یعقوب کے بیٹوں نے جواب دیا اور کہنے لگے کہ ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ناخون مرد کو اپنی بہن دیں کیوں کہ اس میں ہماری بڑی رسوائی ہے، لیکن جیسے ہم ہیں اگر تم دیسے ہی ہو جاؤ کہ تمہارے ہر مرد کا ختنہ کر دیا جائے تو ہم راضی ہو جائیں گے۔“

پھر آیت ۲۴ میں ہے :

”ان میں سے ہر مرد نے ختنہ کرایا اور تیسرے دن جب وہ درد میں مبتلا ہو تو یوں ہوا کہ یعقوب کے بیٹوں میں سے دینہ کے دو بھائی شمعون اور لاوی

۱۵ اظہار الحق میں یہاں یہ الفاظ ہیں: ”وَوَقَعَ بِعُقُوبَتِهِمَا“ لیکن موجودہ تمام راورد، عربی، اور انگریزی تراجم میں اس کی جگہ یہ حملہ ہو: ”اور اس نے اس لڑکی سے عشق میں بیٹھی بیٹھی کیا“ ۱۶ قوسین کی عبارت مصنف نے اختصار کے پیش نظر حذف کر دی تھی، مگر چونکہ اردو میں اس کے بغیر مطلب واضح نہ ہوتا اس لئے ہم نے بائبل سے نقل کر کے اُسے بھی لکھ دیا ہے،

اپنی اپنی تلوار لے کر ناگہاں شہر پر آپڑے اور سب مردوں کو قتل کیا، اور حمود اور اس کے بیٹے سکم کو بھی تلوار سے قتل کر ڈالا، اور سکم کے گھر سے دینہ کو بحال کر لے گئے، اور یعقوب کے بیٹے مقتولوں پر آئے، اور شہر کو ٹوٹا اس لئے کہ انھوں نے ان کی بہن کو بے حرمت کیا تھا، انھوں نے اُن کی بھیڑ بکریاں اور گلے بیل اور گدے اور جو کچھ شہر اور کھیت میں تھلے لیا اور اُن کی سب دولت کوٹی، اور ان کے بچوں اور بیویوں کو اسیر کر لیا اور جو کچھ گھر میں تھا سب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے۔

(آیات ۲۴ تا ۲۸)

ذرا یعقوب کی بیٹی دینہ کی یاک دامن ملاحظہ کیجئے، جس کا مندر حسب بالا نقشہ عیسائیوں کا کھینچا ہوا آپ کے سامنے ہے، کہ وہ زنا کرتی ہے اور تم سے عشق بازیاں کرتی ہے، (چنانچہ یہ الفاظ کہ "خود دینہ کے دل میں اس نے جگہ کر لی" اس دعوے کی واضح دلیل ہیں) پھر یعقوب کے بیٹوں کا ظلم اور بربریت دیکھئے کہ شہر کے تمام مردوں کا قتل عام کیا، عورتوں اور بچوں کو غلام باندی بنایا، اور ان کے تمام اموال لوٹ لئے، ان ظالموں کا ظلم اور زیادتی محتاج دلیل نہیں ہے۔ البتہ ٹیپ کا بند یہ ہے کہ یعقوب نے بھی ظلم میں کچھ کسر نہیں اٹھا رکھی، اس لئے کہ انھوں نے ذرہ برابر بھی اپنے بیٹوں کو اس شنیع حرکت کے ارتکاب سے نہیں روکا، اور یہ واقعہ پیش آنے کے بعد قانونی طور پر اس کا قصاص نہیں لیا، اور نہ چھینا ہوا مال و اسباب اور لونڈی غلام واپس کر لئے، اور اگر یہ کہا جائے کہ یعقوب اس معاملہ میں قطعاً بے بس تھے، اور بیٹوں کی چھینی ہوئی اشیاء کے

والیں کرنے کی ان کو قدرت نہیں تھی تو کم از کم ایسے ظالموں کا بائیکاٹ اور ان سے ترک تعلق تو کر سکتے تھے، اور ان کی ہمراہی اور فاقہ سے دستبردار تو ہو سکتے تھے، پھر یہ بات بھی بعید از عقل معلوم ہوتی ہے کہ اکیلے دو شخص پورے شہر کے ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیں خواہ وہ لوگ ختنہ کی وجہ سے کتنے ہی بد حال اور کرب میں ہوں،

باب کی بیوی سے زنا، الزام نمبر ۵۱ کتاب پیدائش باب ۳۵ میں ہے: ”روبن نے جا کر اپنے باپ کی

حرم بلیاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا،

غور کیجئے کہ یعقوب کا بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے زنا کرتا ہے، اور پھر یعقوب کو دیکھئے کہ انہوں نے نہ تو اپنے بیٹے پر حد جاری کی اور نہ تعزیر کی، اور نہ بلیاہ ہی کو کوئی سزا دی، حالانکہ بظاہر اس زمانہ میں زانی اور زانیہ کی سزا یہ تھی کہ دونوں کو آگ میں جلایا جائے، جیسا کہ پیدائش باب ۳۱ آیت ۲۴ سے بھی معلوم ہوتا ہے، البتہ اس بیٹے کے لئے صرف مرنے کے وقت بددعا کی تھی، جیسا کہ باب ۴۹ میں تصریح ہے،

۱۵ آیت ۲۲،

۱۵ اس آیت میں ایک زانیہ عورت کو جلانے کا حکم دیا گیا ہے، اعلیٰ الزام میں اس کا پورا دوا قعہ آہا ۳۵ تو بانی کی طرح بے ثبات ہوا اس لئے تجھے فضیلت نہیں ملے گی، کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا، تو نے اسے نجس کیا، روبن میرے بچھونے پر چڑھ گیا (پیدائش ۴۹: ۱۴)۔

یہود اہل نے اپنی بہوت سے کتاب پیدا کتنی باب ۳۸ آیت ۶ میں ہے:
 زنا کیا، الزام نمبر ۱۶ اور یہود اہل نے پہلوٹھے بیٹے عیر کے لئے ایک

عورت بیاہ لایا، جس کا نام تھ تھا، اور یہود اہل کا پہلوٹھا بیٹا عیر خداوند کی نگاہ میں شریعہ تھا، سو خداوند نے اسے ہلاک کر دیا، تب یہود اہل نے اودان سے کہا کہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جا، اور دیور کا حق ادا کر تاکہ تیرے بھائی کے نام سے نسل چلے، اور اودان جانتا تھا کہ یہ نسل میری نہ کہلائے گی، سو یوں ہوا کہ جب وہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جاتا تو نطفہ کو زمین پر گرا دیتا تھا کہ مبادا اس کے بھائی کے نام سے نسل چلے، اور اس کا یہ کام خداوند کی نظر میں بہت بُرا تھا، اس لئے اُس نے اُسے بھی ہلاک کیا،

تب یہود اہل نے اپنی بہوت سے کہا کہ میرے بیٹے سیلہ کے بالغ ہونے تک تو اپنے باپ کے گھر بیوہ بیٹھی رہ، کیونکہ اس نے سوچا کہ کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہلاک نہ ہو جائے، سو تھرا اپنے باپ کے گھر میں جا کر رہنے لگا اور ایک عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ سورع کی بیٹی جو یہود اہل کی بیوی تھی مر گئی، اور جب یہود اہل اس کا غم بھولا تو وہ اپنے عدلامی دوست حیرہ کے ساتھ اپنی بھینٹوں کے پشم کے کرتے دالوں کے پاس تمت کو گیا، اور تھ کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسر اپنی بھینٹوں کی پشم کرتے کے لئے تمت کو جا رہا ہے تب اس نے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا، اور برقع اڑھا، اور اپنے کو ڈھانکا، اور عینیم کے چھانک کے برابر جو تمت کی راہ پر ہے جا بیٹھی، کیونکہ اس نے دیکھا کہ سیلہ بالغ ہو گیا، مگر یہ اس سے بیاہی نہیں گئی،

یہوداہ نے اُسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کبھی ہے، کیونکہ اس نے اپنا منہ ڈھانک رکھا تھا، سو وہ راستہ سے اس کی طرف کو پھرا، اور اس سے کہنے لگا کہ ذرا مجھے اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے، کیونکہ اُسے بالکل نہیں معلوم تھا کہ وہ اس کی بہو ہے، اس نے کہا تو مجھے کیا دے گا تا کہ میرے ساتھ مباشرت کرؤ؟ اس نے کہا میں ریوڑ میں سے بکری کا ایک بچہ تجھے بھیج دوں گا، اس نے کہا کہ اس کے بھیجنے تک تو میرے پاس کچھ رہن کر دے گا؟ اُس نے کہا اپنی ٹہر اور اپنا بازو بند اور اپنی لاشی جو تیرے ہاتھ میں ہے،

اس نے یہ چیزیں اُسے دیں اور اس کے ساتھ مباشرت کی، اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی، پھر وہ اٹھ کر چلی گئی، اور برقع اُتار کر رند لپے کا جوڑا پہن لیا۔

پھر آیت ۲۴ میں ہے:

”اور قریبائین مہینے کے بعد یہوداہ کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو مرنے لگا گیا، اور اُسے چھندے کا حل بھی ہے، یہوداہ نے کہا کہ اُسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلانی جائے، جب اُسے باہر نکالا تو اس نے اپنے خسر کو کہلا بھیجا کہ میرے اس شخص کا حل ہے، جس کی یہ چیزیں ہیں، سو تو پہچان تو ہسی کہ یہ ہرادر بارہ مند اور لاشی کس کی ہے؟ تب یہوداہ نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے، کیونکہ میں نے اسے اپنے بیٹے سیکہ سے نہیں بیایا، اور پھر کبھی اس کے پاس نہ گیا،

لے کبھی۔ یعنی عصمت فروش، طوائف،

اور اس کے وضع حل کے وقت معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں توام ہیں اور جب وہ جننے لگی تو ایک سبچے کا ہاتھ باہر آیا، اور دائی نے پکڑ کر اس کے ہاتھ میں لال ڈورا باندھ دیا، اور کہنے لگی کہ یہ پہلے پیدا ہوا، اور یوں ہوا کہ اس نے اپنا ہاتھ پھر کھینچ لیا، اتنے میں اس کا بھائی پیدا ہو گیا، تب وہ دائی بول اٹھی کہ تو کیسے زبردستی کل پڑا؟ سو اس کا نام فارض رکھا گیا، پھر اس کا بھائی جس کے ہاتھ میں لال ڈورا باندھا تھا پیدا ہوا، اور اس کا نام فارخ رکھا گیا۔ (آیات ۳۰، ۳۱)

اس موقع پر چند امور غور طلب ہیں :-

۱۔ اول یہ کہ خدا نے غیر کو محض اس لئے قتل کر دیا کہ وہ شریر تھا، مگر اس کی شرارت کی کوئی وضاحت نہیں کی جاتی، کیا اس غریب کی شرارت اس کے بڑے چچا کی شرارت سے بھی کچھ زیادہ تھی؟ جس نے اپنے باپ کی بیوی سے زنا کیا تھا، اور اپنے دوسرے دو چچاؤں شمعون اور لاوی سے بھی زیادہ تھی؟ جنھوں نے پورے شہر کے تمام مردوں کو قتل کر ڈالا تھا، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام باندی بنایا تھا؟ اور کیا اس کا کمینہ پن اپنے باپ کی کمینگی سے بھی بڑھا ہوا تھا جس نے اس کی موت کے بعد اس کی بیوی زنا کیا؟ کیا یہ سب لوگ تو شفقت اور عنایت کے مستحق اور قتل کے لائق نہ تھے اور غیر غریب

۱۵ فارض (Pharez) عبرانی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں "بچاک"

(دیکھئے آکسفورڈ بائبل کنکارڈنس، ص ۲۲۳)

۱۶ فارخ (Erech) عبرانی میں اس کے معنی ہیں: طلوع آفتاب (کنکارڈنس، ص ۲۲۳)

واجب قتل تھا؟ جس کو خدا نے قتل کر دیا،

۲۔ دوسرے یہ کہ خدا نے اَدْنَانَ کو نطفہ کے زمین پر ڈال دینے کے جرم میں قتل کر دیا، مگر اس کے چچاؤں اور باپ کو مذکورہ سنگین جرائم کے باوجود جو ان سے سرزد ہوئے قتل نہیں کیا، کیا محض نطفہ کا زمین پر ڈال دینا ان جرائم سے بھی زیادہ شدید تھا؟

۳۔ تیسرے یعقوبؑ نے اپنے اس پیارے بیٹے پر نہ تو حد زنا جاری کی، اول نہ کوئی سزا دی، اور اس بدکار عورت کو کوئی سزا دی، بلکہ نہ تو اس باب سے اور نہ کسی اور باب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یعقوبؑ ... اپنے بیٹے کی اس سیہ کاری پر اس سے ذرا بھی رنجیدہ ... ہوئے ہوں، پیدائش کا باب ۴۹ اس کے رنجیدہ نہ ہونے کا سچا گواہ موجود ہے، کہ یعقوبؑ نے رَدِّیْن و شَمْعُون دلاوی کی حرکتوں پر تو کچھ نہ بھی کی، مگر یہوداہ کی حرکت پر کچھ بھی برا نہیں مانا، بلکہ خاموشی اختیار کی اور اس کی بے شمار تعریف کی اور دوسرے بھائیوں پر اس کو ترجیح دی،

۴۔ چوتھے مترجمیسی فاحشہ زانیہ کے حق میں اس کا مسر یہوداہ بڑی نیک ہونے کی شہادت دیتا ہے، سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں، فیصلہ کر نیوالا بھی ماشاء اللہ خود اعلیٰ درجہ کا نیک اور وہ عورت بھی کمال درجہ کی پارسا،

۱۵ غالباً اس کے مراد یہوداہ کا یہ جملہ ہے "وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے" (۲۹:۳۸) یہاں صادق کا لفظ صرت "سچے کے معنی میں نہیں بلکہ نیک کے معنی میں ہے، اس لفظ کے بائبل میں صادق کا لفظ بکثرت نیک کے معنی میں آیا جو عربی ترجموں میں یہاں "تبدلت اکثر متی، اور انگریزی میں کے الفاظ ہیں، ان سے بھی نیکی ہی کا مفہوم نکلتا ہے" "more righteous than I"

بھلا وہ عورت اعلیٰ درجہ کی نیک کیوں نہ ہو جس نے اپنی شر نگاہ اپنے سر کے علاوہ
اور کسی کے سامنے نہ کھولی ہو؟ اور نہ نابھی کیا تو کسی اجنبی کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے
شوہر کے پاس، یا اس لئے کہ اس ہی نام سے دو کامل فرزندوں کی ولادت عمل میں آئی،
۵۔ پانچویں یہ کہ داؤد، سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر
سب کے سب فارض کی اولاد سے ہیں، جو خود زنا کی پیداوار ہے، چنانچہ انجیل مٹی
کے باب میں تصریح موجود ہے،

۶۔ تعجب ہے کہ خدا نے فارض اور زنا کے قتل نہ کیا، حالانکہ یہ دونوں
ولد الزنا تھے، بلکہ ان دونوں کو اور لوگوں کے زنا سے پیدا ہونے والے دونوں
بیٹوں کو زندہ رکھا، داؤد علیہ السلام کے بیٹے کی طرح قتل نہیں کیا، جو داؤد کے
اور یا کی بیوی سے زنا کرنے سے پیدا ہوا تھا، شاید یہ وجہ ہو کہ اجنبی عورت سے زنا
کرنا بیٹے کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ شدید اور سنگین ہے،

حضرت ہارونؑ نے بچھے | کتاب خرد ج باب ۳۲ آیت میں ہے:
کو دیوتا بنایا، الزام نمبر ۱ | اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰؑ نے

پھاڑے اترنے میں دیر لگائی، تو وہ ہارونؑ کے پاس حج ہو کر اس سے کہنے لگے
کہ اٹھ اٹھ لے دیوتا بنائے جو ہمارے آگے آگے چلے، کیونکہ ہم نہیں جانتے
کہ اس مرد موسیٰؑ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا، کیا ہو گیا؟ ہارونؑ نے
ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے

۱۵ اس کی تفصیل پیچھے ص ۳۳۳، جلد اول وغیرہ پر گزر چکی ہے،

کی بالیاں ہیں، اُن کو اتار کر میرے پاس لے آؤ، اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھلا ہوا بچہ بنایا، جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی، تب وہ کہنے لگے، اے اسرائیل! یہی وہ تیرا دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا، یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی، اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لئے عید ہوگی، اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انھوں نے ترابانیاں چڑھائیں، اور سلامتی کی قربانیاں گذرائیں پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔

(آیات ۶۱-۶۲)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون نے ایک بچہ بنایا تھا، اور اس کے آگے ایک قربان گاہ بھی بنائی تھی اور اعلان کیا تھا کہ کل خدا کے لئے عید ہوگی پھر بچہ کی پوجا کی، اور بنی اسرائیل کو بھی اس کی عبادت کا حکم دیا، پھر لوگوں نے قربانی کی اور جانوروں کو ہنکایا، یہ بات یقینی ہے کہ حضرت ہارون رسول ہیں پادری اسمتھ نے اپنی کتاب مسیحی تحقیق الدین الحق مطبوعہ ۱۸۴۲ء ص ۴۲ قسم اول میں لکھا ہے کہ:

”جس طرح پران کے درمیان یعنی بنی اسرائیل کے درمیان کوئی بادشاہ نہیں تھا، اسی طرح سولے موسیٰ اور ہارون اور ان کے سردگاردوں کے کوئی نبی بھی نہ تھا۔“

پھر کہتا ہے کہ:

”ان کا موسیٰ اور ہارون اور دونوں کے مددگاروں کے سوا کوئی نبی نہ تھا۔“

معلوم ہوا کہ حضرت بارون عیسائیوں کے نزدیک بھی نبی ہیں، ناظرین کو یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ہم نے یہ دونوں عبارتیں نسخہ مطبوعہ ۸۴۲ء سے نقل کی ہیں اور اس نسخہ کا رد بھی لکھا ہے جس کا نام
تقلیب المطاعن ہے، اسی طرح صاحب استفسار نے بھی اس نسخہ کا رد لکھا ہے
میں نے سنا ہے کہ رد لکھے جانے کے بعد اس پادری نے اپنی کتاب میں تحریف کر ڈالی اور بعض مقامات پر کمی بیشی اور بعض جگہ تبدیلی کی، جس طرح میزان الحق کے مصنف نے میزان کے نسخہ میں تحریف کی تھی، اب ہم کو علم نہیں کہ اس پادری نے ان دونوں عبارتوں کو بھی آخری محرف نسخہ میں باقی رکھا ہے یا نہیں؟
عہد عتیق کی عبارتیں بھی بارون کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں، اور بارون کا موسیٰ کی شریعت کا تابع ہونا ان کی نبوت کے منافی نہیں ہے، جس طرح یوشعہ، داؤد اور اشعیاہ وارمیاہ اور حزقیال وغیرہ نبیوں کی نبوت کے منافی نہیں، جو موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان میں ہوتے ہیں،

کتاب خروج باب آیت ۲۷ میں ہے:

”اور خداوند نے بارون سے کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰ سے ملاقات کر،

وہ گیا، اور خدا کے پہاڑ پر اس سے ملا و

اور کتاب گنتی باب ۱۸ آیت ۱ میں ہے:

”اور خداوند نے بارون سے کہا کہ الخ“

اس پورے باب میں درحقیقت حضرت بارون ہی مخاطب ہیں، اور باب ۲،

۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۹ میں یہ عبارت موجود ہے کہ:

اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا:

یہ عبارت چھ مقامات پر ہے، اور کتاب خروج باب آیت ۱۳ میں ہے:

”تب خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو بنی اسرائیل اور مصر کے بادشاہ فرعون کے حق میں اس مضمون کا حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے نکال لے جائیں۔“

ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے ہارون کے پاس تنہا بھی دئی بھیجی اور موسیٰ کی شرکت میں بھی، اور انھیں فرعون و بنی اسرائیل کی جانب اسی طرح رسول بنا کر بھیجا، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا، نیز جو شخص بھی کتاب الخروج کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات اچھی طرح روشن ہو جائے گی کہ فرعون کے مقابلہ میں جس قدر بھی معجزات دکھائے گئے تھے، ان میں سے بیشتر ہارون کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے، اسی طرح ہارون و موسیٰ کی بہن مریم بھی نبیہ تھیں جس کی تصریح کتاب خروج باب ۱۵ آیت ۲۰ میں یوں کی گئی ہے کہ:

”تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دت ہاتھ میں لیا۔“

اور زبور نمبر ۱۰۵ آیت ۲۶ میں ہے:

”اس نے اپنے بندہ موسیٰ کو اور اپنے برگزیدہ ہارون کو بھیجا۔“

اور زبور نمبر ۱۰۶ آیت ۱۶ میں ہے:

لہٰذا اس کے علاوہ خروج میں یہ عبارت بھی موجود ہے: ہارون نے سب باتیں جو خداوند نے موسیٰ سے کہی تھیں ان کو بتائیں اور لوگوں کے سامنے معجزے کئے۔ (۳۰: ۱۴) اس عبارت میں معجزوں کی نسبت حضرت ہارون کی طرف کی گئی ہے،

”انھوں نے خیمہ گاہ میں موسیٰ کو اور خداوند کے مقدس مرد ہارون کو غضبناک
کر دیا۔“

ایسی شکل میں مصنف میزان الحق کا اپنی کتاب مسیحی حل الاشکال مطبوعہ ۱۸۴۶ء

میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرنا بالکل ہی غلط ہے،
انٹھارہواں الزام | کتاب خروج باب آیت ۱۱ میں ہے:

”تو میں جب موسیٰ بڑا ہوا تو باہر اپنے بھائیوں کے پاس گیا، اور انکی مشقوں
پر اس کی نظر پڑی، اور اس نے دیکھا کہ ایک مصری اس کے ایک عبرانی بھائی کو
مار رہا ہے، پھر اس نے ادھر ادھر گھاہ کی، اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا
آدمی نہیں ہے تو اس مصری کو جان سے مار کر اسے ریت میں چھپا دیا۔“
(آیات ۱۱، ۱۲)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو
محض قومی عصبیت کی بناء پر مار ڈالا تھا،

انیسواں الزام | کتاب خروج باب ۴ آیت نمبر ۱ میں ہے:

”تب موسیٰ نے خداوند سے کہا اے خداوند! میں فصیح نہیں، نہ تو پہلے ہی تھا،
اور نہ جب سے تو نے اپنے بندے سے کلام کیا، بلکہ دم رک کر بولتا ہوں

۱۔ موجودہ ترجموں میں یہاں (ہر) ہے،

۲۔ موجودہ تمام ترجموں میں قوسین کی جگہ یہ الفاظ ہیں ”پر حسد کیا۔“

۳۔ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کا بیان یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی
شخص کو قبلی کے ظلم سے چھڑانے کے لئے اسے ایک تمکا مارا تھا، جس سے وہ مر گیا، گویا جان سے
ماننے کا ارادہ نہ تھا، لیکن اتفاقاً وہ تمکا ہی اس کی موت کا باعث ہو گیا،

تب خداوند نے اس سے کہا کہ آدمی کا منہ کس نے بنایا ہے؟ اور کون گونگا
یا بہرایا بنایا اندھا کرتا ہے؟ کیا میں ہی جو خداوند ہوں یہ نہیں کرتا؟ سو اب
توجہ، اور میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں، اور تجھے بیکھتا رہوں گا، کہ تو کیا
کہے، تب اس نے کہلے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ
جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج، تب خداوند کا قبر موسیٰ پر بھڑکا۔

(آیات ۱۰ تا ۱۳)

ذرا غور فرمائیے: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے ہیں، اور پورا
اطمینان دلاتے ہیں، مگر اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو وعدہ خداوندی پر قطعی
اعتماد اور بھروسہ نہیں ہوتا، اور وہ برابر نبوت سے انکار کئے جا رہے ہیں، اور
منصب نبوت کے قبول کرنے سے منکر کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں خدا ان پر ناراض
اور غضبناک ہو جاتا ہے،

تختیاں توڑ دیں کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۱۹ میں ہے:
الزام نمبر ۲۰ اور شکر گاہ کے نزدیک آکر اس نے وہ بچھا اور

ان کا ناچنا دیکھا، تب موسیٰ کا غضب بھڑکا اور اس نے ان لوگوں کو
اپنے ہاتھوں میں سے پٹک دیا اور ان کو پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالا،

یہ دونوں تختیاں خدا کی صنعت تھیں، اور خدا کی تحریر کی حامل تھیں،

جس کی تصریح اس باب میں موجود ہے، جن کو موسیٰ نے غلطی سے توڑ ڈالا، اور
پھر اس جیسی تختیاں نصیب نہیں ہو سکیں، کیونکہ وہ دو تختیاں جو بعد میں حاصل ہوئیں
وہ موسیٰ کی بنائی ہوئی اور ان کے قلم کی لکھی ہوئی تھیں، جس کی تصریح سفر خروج

باب ۳۴ میں موجود ہے،

موسیٰ و ہارون کی نافرمانی
الزام نمبر ۲۱

کتاب گنتی باب ۲۰ آیت ۱۲ میں ہے:
”موسیٰ و ہارون سے خداوند نے کہا چونکہ تم نے

میرا یقین نہیں کیا کہ بنی اسرائیل کے سامنے میری تقدیس کرتے، اس لئے تم
اس جماعت کو اس ملک میں جو میں نے اُن کو دیا ہے نہیں پہچانے پاؤ گے۔

اور کتاب ہستتنا باب ۳۲ آیت ۴۸ میں ہے:

”اور اُسی دن خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو اس کوہ عباریم پر چڑھ کر جو
جیل مجازات ہے، بنو کی چوٹی کو جا جویریجہ کے مقابل ملک موآب میں ہے،
اور کنعان کے ملک کو جسے میں میراث کے طور پر بنی اسرائیل کو دیتا ہوں، کچھ
اور اسی پہاڑ پر جہاں تو جائے وفات پا کر اپنے لوگوں میں شامل ہوا جیسے
تیرا بھائی ہارون ہو، اس کے پہاڑ پر مرا اور اپنے لوگوں میں جا ملا، اس لئے
کہ تم دونوں نے بنی اسرائیل کے درمیان دشت سین کے قانس میں
مریجہ کے چشمہ پر میرا گناہ کیا، کیونکہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان میری
تقدیس نہ کی، سو تو اس ملک کو اپنے آگے دیکھ لے گا، لیکن تو وہاں اس
ملک میں جو میں بنی اسرائیل کو دیتا ہوں جانے نہ پائے گا۔“

(آیات ۴۸ تا ۵۲)

اب ان دونوں عبارتوں میں صاف اس امر کی تصریح پائی جاتی ہے کہ

۱۔ موجودہ ترجمہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

موسٰیؑ اور ہارونؑ دونوں سے خطا صادر ہوئی، جس کے نتیجہ میں یہ دونوں ارض مقدس میں داخلہ سے محروم کر دیے گئے، پھر خدا نے ان کو دھکی دیتے ہوئے کہا کہ نہ تم میری تصدیق کرتے ہو اور نہ میری پاکی بیان کرتے ہو، اور تم دونوں نے میری نافرمانی کی، **شمسون اور دلیہ کا قصہ** | شمسوں نبی نے ایک زانیہ عورت کے ساتھ زنا کیا۔ **الزام نمبر ۲۲** جو غزوہ میں رہتی تھی، پھر ایک دوسری عورت سے

جس کا نام دلیہ تھا، اور جو وادی سورق کی رہنے والی تھی، عشق بازی کی، اور اس کے پاس جایا کرتا تھا، اس عورت سے فلسطین کے کافروں نے کہا کہ تو اس سے دریافت کر کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس سے فلسطین کے لوگ تجھ پر غالب آسکیں؟ اور تجھ کو باندھ سکیں؟ اور پھر تو اس بندش کو نہ توڑ سکے؟ اور اس عورت کو بہت بڑے انعام کا لالچ دیا،

چنانچہ اس زانیہ نے شمسوں سے پوچھا، اس نے تین بار اس عورت سے جھوٹ بولا، اور غلط باتیں بتلاتا رہا، اس پر دلیہ نے کہا کہ تو کیسے مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے؟ جبکہ تیرا دل میرے ساتھ نہیں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ تو نے تین بار مجھ سے جھوٹ بولا، اور بہت روز تک وہ عورت اپنی باتوں سے اس کو مجبور کرتی رہی، آخر کار اس نے مجبور ہو کر اس عورت کو ہر بات بتادی، اور کہا کہ اگر وہ لوگ میرے سر کے بال مونڈ دیں تو میری قوت و طاقت ختم ہو سکتی ہے، اور پھر میں ایک معمولی آدمی کے مانند ہو جاؤں گا، جب اس عورت کو یقین ہو گیا کہ اس نے اپنے دل

۱۔ پھر شمسوں غزوہ کو گیا۔ وہاں اس نے ایک کبھی دیکھی اور اس کے پاس گیا: (دفعۃ ۱۶: ۱)

کی سب بات بتا دی ہے تو فلسطین کے رؤسا کو بلایا، اور اس کو اپنے گھٹنے پر
سلا دیا، اور نالی کو بلا کر اس کے سر کے بال مونڈ دیئے، جس سے اس کی قوت ختم ہو گئی
پھر لوگوں نے اس کو پکڑ کر دونوں آنکھیں نکال ڈالیں اور اس کو قید خانہ میں ڈال دیا
آخر اسی جگہ اس کی وفات ہوئی۔

اس واقعہ کی تصریح کتاب قصۃ کے باب ۱۱ میں موجود ہے، اور شمسون ہی
تھے جن کی نبوت پر کتاب مذکور کے باب ۱۳ کی آیت ۵ و ۲۵ اور باب ۱۳ کی آیت
۶ و ۱۹ اور باب ۵ کی آیات ۱۸ و ۱۹ اور عبرانیوں کے نام خط باب ۱۱ کی آیت
۳۲ دلالت کر رہی ہیں،

حضرت داؤد کا جھوٹ | کتاب سموئیل اول باب ۲۱ آیت میں اُس وقت
الزام نمبر ۲۳ کا حال لکھا ہے جب حضرت داؤد علیہ السلام شاہ

اسرائیل ساؤل سے ڈر کر بھاگے، اور فوب میں اخی ملک کاہن کے پاس پہنچے،
”اور داؤد، فوب میں اخی ملک کاہن کے پاس آیا، اور اخی ملک داؤد سے ملنے کو
کا پتا ہوا آیا، اور اس سے کہا تو کیوں اکیلے ہے؟ اور تیرے ساتھ کوئی آدمی
نہیں؟ داؤد نے اخی ملک کاہن سے کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کا حکم کر کے

۱۔ ”وہ لڑکا پیٹ ہی سے خدا کا نذیر ہو گا۔“ (۱۵:۱۱)

۲۔ ”تب خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی۔“ (۱۱:۱۳)

۳۔ ”تب خداوند نے اے بھارا (۱۵:۱۸)

۴۔ ”اتنی فرصت کہاں کہ جدعون اور برق اور شمسون اور اقتاہ اور داؤد اور سموئیل اور زیمون کے
احوال بیان کروں۔“ (عبرانیوں ۱۱:۳۲)۔

کہا ہو کہ جس کام پر میں تھے بھیجتا ہوں، اور جو حکم میں نے تجھے دیا ہے وہ کسی شخص
 پہ نظر ہر دہو، سو میں نے جوانوں کو غلامی غلامی جگہ بٹھا دیا ہے، پس اب تیرے
 ہاں کیا ہے؟ میرے ہاتھ میں روٹیوں کے پانچ گردے مابو کچھ موجود ہوئے؟
 پھر آیت ۶ میں ہے کہ:

تَبَّكَاهُنَّ لَمَّا رَأَتْهُنَّ رُءُوسُ كُودَىٰ

اور آیت ۸ میں ہے کہ:

”پھر داؤد نے انجیلک سے پوچھا کیا یہاں تیرے پاس کوئی نیزہ یا تلوار نہیں؟
 کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے ہتھیار ساتھ نہیں لایا، کیونکہ بادشاہ کے کام کی
 جلدی تھی“

دیکھتے داؤد علیہ السلام نے پے درپے جھوٹ بولا، اور اس دروغ بیانی کا
 نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل کے سفاک بادشاہ ساؤل نے شہر فوب کے تمام باشندوں
 کو قتل کر ڈالا، مردوں کو بھی، عورتوں کو بھی، بچوں کو بھی، یہاں تک کہ ان کے
 جانوروں، گائیوں، بکریوں اور گدھوں کو بھی، نیز اس حادثہ میں ۸۵۰ کاہن بھی
 مارے گئے، انجیلک کا صرف ایک بیٹا جس کا نام ابیا تھا بمشکل جان بچا کر بھاگا،
 اور داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچا، تب داؤد نے اقرار کیا، کہ میں تیرے سارے
 گھرانے کے قتل کا سبب ہوں، جس کی تصریح اسی کتاب کے باب ۲۲ میں موجود ہے
 حضرت داؤد کا زنا سفر سمویل ثانی باب میں ایک قصہ لکھا ہے جس کا خلاصہ
 الزام نمبر ۲۴ یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام ظہر کے بعد اپنے بستر سے اٹھے

اور شاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگے، اتفاقاً اُن کی نگاہ ایک عورت پر پڑی جو غسل

کر رہی تھی، اور بڑی ہی خوب صورت تھی، داؤدؑ نے کسی آدمی کو بھیج کر اس عورت کی نسبت معلوم کرایا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ اوریا کی بیوی بت سچ ہے، پھر داؤدؑ نے آدمیوں کو بھیج کر اس عورت کو پکڑوا لیا، اور اس کے ساتھ صحبت کی، پھر وہ اپنے گھر واپس چلی گئی، اور حمل رہ گیا، عورت نے اس کو اس کی اطلاع دی اور کہا، کہ میں حاملہ ہوں، پھر داؤدؑ نے یوآب کو اوریا کی جانب یہ کہہ کر روانہ کیا کہ اوریا کو میرے پاس بھیج دے، یوآب نے اوریا کو داؤدؑ کے پاس بھیجا، داؤدؑ نے اوریا سے یوآب اور قوم کی سلامتی اور لڑائی کے بارے میں سوالات کئے، پھر کہا تو اپنے گھر جا،

اور یا نکلا، اور شاہی محل کے دروازہ پر سو گیا، اور اپنے گھر نہ گیا، لوگوں نے داؤدؑ کو اطلاع دی، کہ اوریا اپنے گھر نہیں گیا، حضرت داؤدؑ نے اوریا سے پوچھا کہ تو اپنے گھر کیوں نہیں گیا؟ اوریا نے جواب دیا کہ اللہ کا تابوت اور اسرائیل اور یہوداہ تو خیموں میں ہوں، اور میرا مالک یوآب اور اس کے خادم کھلے میدان میں پڑے ہوں، اور اس حالت میں میں اپنے گھر چلا جاؤں؟ اور کھاؤں پیوں؟ اور اپنی بیوی کے ساتھ سوؤں؟ نہیں! ہرگز نہیں! قسم ہے آپ کی جان کی میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا، داؤد علیہ السلام نے کہا کہ تو آج یہاں قیام کر، اور کل میں تجھ کو بھیج دوں گا،

اس دن اوریا یرושلم میں رہا، اگلے روز داؤد علیہ السلام نے اس کو بلایا

۱۔ اوریا حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کا ایک جرنیل تھا، اور یوآب فوج کا سپہ سالار،

تاکہ اس کے سامنے کھائے پیئے۔ پھر اس کو شراب پلائی، یہاں تک کہ شام کا وقت گزر گیا، اور وہ اسی جگہ اپنے آقا کے غلاموں کے پاس سو گیا، اور اپنے گھر نہ گیا، پھر جب صبح ہو گئی تو داؤد نے ایک خط یوآب کو لکھا، اور اوریا کے ہاتھ اس کو بھیجا، اور کہا کہ اوریا کو میدان جنگ کی اول صف میں بھیجو اور لڑائی جب خوب مہمان کی ہولے لگے تو لوٹ آؤ، اور اس کو اکیلا چھوڑ دو، تاکہ مارا جائے۔

پھر جب یوآب نے شہر کا محاصرہ کیا تو اوریا کو اس جگہ رکھا، جہاں کی نسبت معلوم ہوا کہ بہادر لوگوں کا اجتماع ہے، چنانچہ بستی والے مکملے اور یوآب سے لڑائی شروع کر دی۔ قوم کے بہت سے لوگ داؤد کے غلام اور اوریا گر پڑے، اور اوریا مارا گیا، یوآب نے داؤد علیہ السلام کے پاس آدی بھیجا، اور اطلاع دی کہ اوریا مارا گیا، اس کی بیوی نے جب سنا کہ اس کا انتقال ہو گیا، تو اس پر فوجہ کرنے لگی، پھر جب فوجہ کے دن ختم ہو گئے تو داؤد علیہ السلام نے اس کو بلو کر اپنے گھر رکھ لیا، اور وہ اس کی بیوی بن گئی، اس سے ایک لڑکا بھی جنا، اور یہ حرکت بہت ہی بُری ہوئی جو داؤد علیہ السلام نے خدا کے سامنے کی، کتاب سموئیل باب ۱ آیت ۹ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناتن پیغمبر کی معرفت حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ پیغام بھیجا کہ، "تو نے کیوں خداوند کی بات کی تمھیر کر کے اس کے حضور بدی کی؟ تو نے حق اوریا کو تلوار سے مارا، اور اس کی بیوی لے لی، تاکہ وہ تیری بیوی بنے، اور اس کو بن عموں کی تلوار سے قتل کر دیا۔"

پھر آیت ۱۴ میں ہے:

"تو بھی چونکہ تو نے اس کام سے خدا کے دشمنوں کو کفر بکے کا بڑا موقع دیا ہے،

اس لئے وہ لڑکا بھی جو تجھ سے پیدا ہو گا مر جائے گا :

غور فرمائیے : اس واقعہ میں دائرہ علیہ السلام سے مسلسل آٹھ حرائم کا ارتکاب ہوا :

اول تو یہ کہ انہوں نے ایک اجنبی اور نامحرم عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ : جو شخص شہوت کی نگاہ کسی عورت کو دیکھتا ہو تو گویا اس نے اپنے قلب سے زنا کا ارتکاب کر لیا : جس کی تصریح انجیل متی باب میں موجود ہے :

دوسرے یہ کہ انہوں نے صرف شہوت سے دیکھنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کو بلایا اور اس کے ساتھ زنا کیا، حالانکہ زنا کی حرمت قطعی ہے، اور احکام عشرہ میں سے ہے، چنانچہ خدا نے توریت میں فرمایا کہ : تو زنا مت کر :

تیسرے یہ کہ زنا بھی پڑوسی کی بیوی سے کیا، جو زنا کی شدید اور سنگین قسم ہے اور خود ایک مستقل دوسرا گناہ ہے :

چوتھے یہ کہ حقہ زنا نہ اپنے اوپر جاری کی، اور نہ اس عورت پر، حالانکہ سفر احبار کے باب آیت ۱۰ میں یوں لکھا ہے کہ : اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیے جائیں : اور کتاب ہستثنا۔ باب آیت ۲۲ میں ہے : اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں " یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی، اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا :

پانچویں یہ کہ داؤد علیہ السلام نے اوریا کو لشکر سے بلایا اور اس کو گھر جانے کا حکم دیا، اور بڑی غرض داؤد کی یہ تھی کہ اس طرح اس کو بھیج کر اپنے عیب پر پردہ ڈالے، اور یہ حل اوریا کی جانب منسوب ہو جائے، اور جب وہ اپنی دینداری کی وجہ سے نہ گیا، اور قسم کھا بیٹھا کہ میں نہیں جاؤں گا، تو اس کو داؤد نے دوسرے روز بھی ٹھہرایا، اور اس کو بہت سی شراب پلا کر بدست کر دیا، تاکہ خمار کی حالت میں گھر چلا جائے، مگر وہ اس حالت میں بھی اپنی دینداری میں پختہ رہا، اور اپنی اس حسین بیوی کی جانب جو شرفا و عقلا اس کے لئے جائز اور حلال تھی، قطعی منہوج نہ ہوا، اللہ اکبر! کیا ٹھکانا ہر اہل کتاب کے یہاں عوام کی دینداری اور دیانتداری کا کہ ایک جائز کام کو محض دیانت کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں، اور دوسری جانب اسرائیلی پیغمبروں کی بدکاریوں اور سیہ کاریوں کا یہ حال ہے کہ نہایت بے باکی سے اس گندگی میں ملوث ہوتے رہتے ہیں،

چھٹے یہ کہ جب داؤد علیہ السلام کا مقصود اوریا کو شراب پلانے اور بدست کرنے سے بھی حاصل نہ ہوا تو اس کے قتل کا ارادہ کیا، اور بنی عمون کی تلوار سے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا، حالانکہ کتاب خروج کے باب ۲۳ آیت ۷ میں یوں ہے کہ: "بے گناہوں اور صادقوں کو قتل نہ کرنا،"

ساتویں یہ کہ داؤد علیہ السلام پھر بھی اپنی غلطی پر متنبہ نہیں ہوئے، اور اس وقت تک توبہ نہیں کی جب تک تاتن پیغمبر نے ان کو ملامت نہیں کی، آنحویں یہ کہ خدا کا حکم داؤد کو پہنچ چکا تھا کہ یہ بڑا کامرے گا جو نہ اسے پیدا ہوا ہے اس کے باوجود انہوں نے اس کی سلامتی کے لئے نہ ضرر دیا، نہ مائگی بلکہ روزہ بھی کھا اور من پرست،

پیشواں الزام

کتاب سمویل ثانی باب ۱۳ میں یہ لکھا ہے کہ داؤد کے بڑے
 صاحبزادے امنون نے عمرے زبردستی زنا کیا، پھر اس سے

کہا کہ نکل جا! اور جب اس نے نکلنے سے انکار کیا تو اپنے نوکر کو حکم دیا، اس نے
 اس کو بمحال گھر وازدہ بند کر لیا، وہ چینی چلاتی ہوتی نکلی، داؤد علیہ السلام نے یہ
 تمام باتیں سنیں، اور ان کو گراں معلوم ہوئیں، مگر پوری محبت کی وجہ سے انھوں نے
 بیٹے کو کچھ بھی نہ کہا، اور نہ عمرے کو کچھ کہا، حالانکہ یہ عمرابی سلوم بن داؤد کی بہن تھی
 اسی لئے ابی سلوم امنون کا دشمن ہو گیا، اور اس کے قتل کا ارادہ کیا، اور جب
 اس کو موقع ملا اس نے اس کو قتل کر ڈالا،

ابی سلوم کا زنا کتاب سمویل ثانی باب آیت ۲۲ میں ہے،

الزام نمبر ۲۶ "سو انھوں نے محل کی چھت پر ابی سلوم کے لئے ایک

تنبو کھڑا کر دیا، اور ابی سلوم سب بنی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ

کی حرموں کے پاس گیا،

اس کے بعد بائبل میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابی سلوم نے اس حرکت کے بعد

اپنے والد حضرت داؤد کے ساتھ جنگ کی، اور اس جنگ میں بیس ہزار بنی اسرائیل
 قتل ہوئے،

لیجئے! داؤد کا یہ بیٹا یعقوب کے بڑے بیٹے روبن سے بھی تین درجہ

سے بازی لے گیا،

اڈل یہ کہ اس نے باپ کی تمام بیویوں سے زنا کیا، بخلاف روبن کے کہ

اس نے باپ کی صرف ایک ہی بیوی سے زنا کیا تھا،

دوم یہ کہ اس نے بنی اسرائیل کے بھرے مجمع میں عسلانیہ زنا کیا، جبکہ روہن نے پوشیدہ طور پر کیا تھا۔

سوم یہ کہ اس نے اپنے باپ کا مقابلہ کیا، اور لڑائی کی یہاں تک کہ بیس ہزار اسرائیلی مارے گئے، حالانکہ داؤد علیہ السلام نے اس ناخلف اور بدکار لڑکے کی ان بدکاریوں کے باوجود امراء شکر کو حکم دیا تھا، کہ اس کو جان سے نہ مارا جائے، مگر یوآب نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی، اور اس ناخلف لڑکے کو قتل کر ڈالا، پھر جب داؤد علیہ السلام نے سنا تو دھاڑیں مار کر اس کو خوب روئے اور بہت غمگین ہوئے،

ہم کو تو ان واقعات پر کچھ بھی تعجب نہیں ہے، اس لئے کہ اس قسم کے واقعات اگر انبیاء کی اولاد سے بلکہ خود انبیاء سے بھی صادر ہوں تو کتب مقدسہ کے فیصلہ کے بموجب اس میں کچھ بھی تعجب نہیں ہے، البتہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ بائبل کے بیان کے مطابق ابی سلوم کا اپنے باپ کی تمام بیویوں سے زنا کرنا خدائی عدل کے عین مطابق تھا، اور درحقیقت خدا ہی نے اس کے جذبات برائیغیت کر کے اُسے اس فعل بد پر آمادہ کیا تھا، اس لئے کہ کتاب سموئیل دوم ہی کے باب

۱۵ "اور بادشاہ نے یوآب اور ایچے اوراتی کو فرمایا کہ میری خاطر اس جوان ابی سلوم کے حقے زمری سے پیش آنا" (۲۔ سموئیل ۱۸: ۵)

لکھ تب بادشاہ بہت بے چین ہو گیا، اور اس کو ٹھڑی کی طرٹ جو پھاٹک کے اوپر تھی روتا ہوا چلا اور چلتے چلتے یوں کہتا جاتا تھا ہائے میرے بیٹے ابی سلوم، میرے بیٹے، میرے بیٹے ابی سلوم، کاش! میں تیرے بدلے مرجنا، اے ابی سلوم، میرے بیٹے، میرے بیٹے (۲۔ سموئیل ۱۸: ۳۳)

میں یہ تصریح موجود ہے کہ جب داؤد علیہ السلام نے (معاذ اللہ) اوریا کی بیوی سے زنا کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ناتن نبی کی معرفت ان سے اسی بات پر تنبیہ کی تھی،
ملاحظہ ہو:

”سو خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلافت
اٹھاؤں گا، اور میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے
ہمسایہ کو دوں گا، اور وہ دن دعاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا، کیونکہ
تو نے چھپ کر یہ کیا، پر میں اسرائیل کے ردبر و دن دھاڑے یہ کروں گا۔“

(آیات ۱۱ و ۱۲)

حضرت سلیمان کی فحاشی اور کتاب سلاطین اول باب ۱۱ آیت ۱
بہت پرستی، الزام نمبر ۲ میں ہے:

”اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے
یعنی موآبی، عموئی، ادومی، صیدائی، اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا،
یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ
تم ان کے بیچ ... نہ جانا، اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں، کیونکہ وہ ضرور تمہارے
دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی، سلیمان اپنی کے عشق کا دم
بھرنے لگا، اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو
حرمیں تھیں، اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف
مائل کر لیا، اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا، جیسا
اس کے باپ داؤد کا دل تھا، کیونکہ سلیمان صیدائیوں کی دیوی

عتارات اور عورتوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا، اور سلیمان نے خدا کے آگے بدی کی، اور اس نے خداوند کی پوری پیسروی نہ کی، جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی،

پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی ملکوس کے لئے اس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے، اور بنی سمون کے نفرتی مولک کے لئے بلند مقام بنادیا، اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی بیویوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخیر جلاتی اور قربانی گذرانتی تھیں،

اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا، کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا، جس نے اسے دوبارہ دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیسروی نہ کرے، پر اس نے وہ بات نہ مانی، جس کا حکم خداوند نے دیا تھا، اس سبب خداوند نے سلیمان کو کہا، چونکہ تجھ سے یہ فعل ہوا، اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جس کا میں نے تجھے حکم دیا نہیں مانا، اس لئے میں ضرور (ٹکڑے ٹکڑے کر کے) تیرے خادم کو دیدوں گا: (آیات ۱۱۱)

ملاحظہ کیجئے: سلیمان علیہ السلام سے پانچ خطاؤں کا صدور ظاہر ہو رہا ہے، اول: جو سب بڑی خطا ہے وہ یہ کہ وہ اپنی آخری عمر میں جو عام طور پر

لے عتارات، ملکوم، ملکوس اور مولک ان بتوں کے نام ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں مختلف اقوام نے بنا رکھے تھے،

۲۔ موجودہ ترجمہ میں اس کی جگہ یہ الفاظ ہیں: ”تجھ سے چھین کر“

اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا زمانہ ہوتا ہے، مرتد ہو جاتے ہیں، اور موسوی شریعت میں مرتد کی سزا سنگساری ہے، چاہے اس کا ارتکاب کسی صاحب معجزات پیغمبر ہی سے کیوں نہ ہوا ہو، جس کی تصریح کتاب استنار کے باب نمبر ۱۳ و ۱۴ میں موجود ہے، تو ریت کے کسی مقام سے یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی، کہ مرتد کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اور اگر مرتد کی توبہ قبول ہونا ممکن ہو سکتا... تو پھر موسیٰ علیہ السلام گو سالہ پرستوں کے قتل کا حکم نہ دیتے جس میں تیس ہزار جانیں چلی گئی تھیں، دوسرے سلیمان علیہ السلام نے بتوں کے لئے بڑے بڑے بت خانے یرشلیم کے سامنے پہاڑ پر بنوائے جو دو سو سال تک باقی رہے، یہاں تک کہ یوسیاہ بن آمون شاہ یہود نے اپنے دور سلطنت میں سلیمان علیہ السلام کی وفات کے ۳۳۰ سال بعد ان بت خانوں کو گندہ کر کے بتوں کو توڑ ڈالا، جس کی تصریح کتاب سلاطین ثانی باب ۲۳ میں موجود ہے،

تیسرے یہ کہ سلیمان نے ان قبیلوں کی لڑکیوں سے شادی کی جن کے ساتھ تعلق رکھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا، استنار کے باب میں ہے کہ:

”تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا، اور نہ ان پر رحم کرنا، تو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا، نہ ان کے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا، اور نہ اپنے بیٹوں کے لئے ان سے بیٹیاں لینا۔“

چوتھے یہ کہ سلیمان نے ایک ہزار عورتوں سے نکاح کیا، حالانکہ بنی اسرائیل

لہ یہ علم عیوں، جرجاسیوں، امیریوں، گنغانیوں، فرزیوں، حویوں، اور یبوسیوں کے بارے میں ہے، دیکھئے استنار، ۱۴۱، ۱۴۲،

کے بادشاہ کے لئے زیادہ شادیاں کرنا ممنوع تھا کتاب استثناء کے باب ۷، آیت ۱، میں ہے کہ:

”وہ بہت سی بیویاں بھی نہ رکھے تا نہ ہو کہ اس کا دل پھرجا“

پانچویں یہ کہ سلیمان کی بیویاں بتوں پر خوشبوئیں لگاتیں اور ان کے لئے قربانی کیا کرتی تھیں، حالانکہ کتاب خروج باب ۲۲ میں تصریح ہے کہ: ”جو کوئی دھند خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھاوے، وہ بالکل نابود کر دیا جائے“ لہذا ان عورتوں کا قتل واجب تھا، نیز انھوں نے سلیمان کے دل کو گمراہ کیا، اس لئے ان کو سنگسار کرنا ضروری تھا، جس کی تصریح کتاب استثناء باب ۱۳ میں موجود ہے۔ حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے ان عورتوں پر تاحیات کوئی سزا جاری نہیں کی، پھر تعجب ہو کہ داؤد و سلیمان نے توریت کی مقرر کردہ سزائیں نہ اپنے اوپر جاری کیں، نہ اپنے گھر والوں پر اس سے زیادہ بڑھ کر اور کیا مبراہنت ہو سکتی ہے؟ کیا یہ تمام سزائیں خدائے تعالیٰ نے صرف غریب مفلس لوگوں پر جاری کرنے کے لئے معسر کی تھیں؟ نیز عہد عتیق کے کسی مقام سے سلیمان کا توبہ کرنا ثابت نہیں، بلکہ بظاہر توبہ نہ کرنا مفہوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ توبہ کرتے تو سب سے پہلے اپنے بنائے ہوئے بت غلے گرتے، اور ان بتوں کو توڑتے جن کو بت خاؤں کی زینت بنا رکھا تھا، اور ان عورتوں کو سنگسار کرتے جنھوں نے گمراہ کیا تھا، گو پھر بھی توبہ قبول ہونے کے لائق نہیں ہو سکتی، کیونکہ توریت میں مرتد کی

سزاگساری کے سوا کچھ نہیں ہے، مصنف میزان الحق، کتاب طریق الحیوۃ

۱۷ میں نے ایک عیسائی عالم سے ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بائبل کے ان الزامات کا ذکر کیا، اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے کبیر و گناہوں کا صدور تو آپ کے نزدیک ممکن ہے لیکن کیا نبی کے مرتد ہو جانے کو بھی آپ تسلیم کرتے ہیں؟

اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ نہیں! ہم نبی سے شرک کا صدور ممکن نہیں سمجھتے، میں نے اس پر حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ درحقیقت سلیمانؑ ہمارے نزدیک پیغمبر ہی نہ تھے، وہ تو ایک بادشاہ تھے، اور بہت سے بادشاہ مرتد ہو جاتے ہیں لیکن ان کا جواب بائبل سے ناواقفیت کی دلیل تھی، اس لئے کہ بائبل سے حضرت سلیمانؑ کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے، اول تو اس لئے کہ بائبل کے مجموعہ کتب میں سے کم از کم کتاب امثال باتفاق نصاریٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے، اور دوسری طرف عیسائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بائبل کی تمام کتابیں صاحب الہام اشخاص کی لکھی ہوئی ہیں، دوسرے بائبل کے متعدد مقامات پر یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت سلیمانؑ پر وحی نازل ہوتی تھی، مثلاً کتاب سلاطین اول میں ہے:

”اور حنہ اور نہ کا کلام سلیمانؑ پر نازل ہوا کہ یہ مگر جو تو بناتا ہے، سو اگر تو میرے آئین

پر چلے الخ (۱۔ سلاطین ۱۱: ۱۶)

اس کے علاوہ جب جبعون کے مقام پر حضرت سلیمانؑ کو خواب میں خدا نظر آیا تھا تو اس نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ:

”میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا، ایسا کہ تیری مانند نہ تو کوئی تجھ

سے پہلے ہوا اور نہ کوئی تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا (۱۔ سلاطین ۱۳: ۱۳)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ آخر تک نیک رہیں گے اور کوئی ان کی طرح صاحب عقل و خرد اور صاحب دل نہ ہوگا،

بات دراصل یہ ہے کہ عیسائی حضرات کو یہ بھی منظور ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو صرف

مطبوعہ ۱۸۴۲ء صفحہ ۵۵ میں دعویٰ کرنا کہ سلیمانؑ اور آدمؑ نے توبہ کی تھی محض جھوٹ دعویٰ ہے
انتیسواں الزام | کتاب کے مقدمہ کے نمبر میں یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے
 کہ وہ نبی جو بیت ایل میں تھا، اس نے وحی کے پہنچانے میں کذب بیانی کی، اور اللہ
 کے مسکین بندے کو دھوکہ دیا، اور اس کو غضب خداوندی میں ڈال دیا، اور ہلاک
 کر ڈالا۔

انتیسواں الزام | کتاب سوسیل اول باب ۱۰ میں اسرائیل کے خون ریز اور ظالم
 بادشاہ ساؤل کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”اور جب وہ ادھر اس پہاڑ کے پاس آئے تو نبیوں کی ایک جماعت اس کو ملی
 اور خدا کی مدوح اس پر زور سے نازل ہوئی، اور وہ بھی ان کے درمیان نبوت
 کرنے لگا، اور خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی، اور ایسا ہوا کہ جب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فاسق نہیں بلکہ کافر اور مرتد تک قرار دیدیں، اور یہ بھی منظور ہو کہ کسی
 نبی کی نبوت سے بلا دلیل انکار کر دیں، لیکن یہ منظور نہیں کہ وہ ایک مرتبہ جرات کے ساتھ
 یہ کہہ دیں کہ بائبل ناقابل اعتماد ہے، اور اس میں بیان کیا ہوا یہ قصہ سراسر من گھڑت ہے، حق کو
 دشمنان کرنے کا یہ منصب تو درحقیقت قرآن کریم کا ہے، جس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے
 ڈبکے کی چوٹ یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ پورا قصہ حضرت سلیمانؑ پر ایک شرمناک ہمت ہے اور

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنٌ وَلٰٓئِيْكَ
 الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْۤا (ہمزہ ۱۰۲) | ”سلیمان کافر نہیں ہوا تھا بلکہ شیاطین
 نے کفر کیا تھا“

۱۔ مطلب یہ ہے کہ بائبل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا،
 ۲۔ دیکھئے صفحہ ۲۵۳ جلد اول،

اس کے اگلے جان پہچانوں..... نے یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان نبوت کر رہا ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے قیس کے بیٹے کو کیا ہو گیا؟ کیا ساؤل بھی نبیوں میں شامل ہے؟ اور وہاں کے ایک آدمی نے جواب دیا کہ بھلا ان کا باپ کون ہے؟ تب ہی سے یہ مثل چلی، کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟ اور جب وہ نبوت کر چکا تو اونچے مقام میں آیا۔ (آیات ۱۰ تا ۱۲) اور سمویل اول باب آیت ۶ میں ہے:

جب ساؤل نے یہ باتیں سُنیں تو خدا کی رُوح اس پر زور سے نازل ہوئی اور اس کا غصہ نہایت بھر کا۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ساؤل روح القدس سے مستفیض تھا، اور زمانہ آئندہ کی خبریں دیا کرتا تھا، لیکن پھر سفر مذکور باب میں لکھا ہے کہ: اور خداوند کی رُوح ساؤل سے جدا ہو گئی، اور خداوند کی طرف سے ایک بُری رُوح اُسے ستانے لگی۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساؤل کو مقام نبوت سے معزول کر دیا گیا اور شیطانی رُوح اس پر مسلط ہو گئی، لیکن پھر کتاب مذکور باب آیت ۲۳ میں ہے: تب وہ ادھر راحہ کے نبوت کی طرف چلا اور خدا کی رُوح اس پر بھی نازل ہوئی، اور وہ چلتے چلتے نبوت کرتا ہوا راحہ کے نبوت میں پہنچا، اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتالیے، اور وہ بھی سمویل کے آگے نبوت کرنے لگا، اور دو سالے دن اور ساری رات نگاہ پڑا رہا، اس لئے یہ کہاوت چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟

دیکھئے! یہ نبی جسے نبوت کے مقام سے معزول کر دیا گیا تھا اس کو یہ جلیل القدر منصب دوبارہ حاصل ہو گیا، اور روح القدس اس پر اس قدر قوت کے ساتھ نازل ہوئی کہ کپڑے اتار کر بالکل ہی ننگا ہو گیا، اور ایک رات دن اسی حالت میں تنگ دھڑنگ پڑا رہا، یہ پیغمبر صاحب بھی جن میں روح شیطانی اور روح رحمانی دونوں کا حسین امتزاج تھا، پورے عجائب خانہ تھے، جو صاحب چاہیں ان کے ظلم و سفاکی کے حالات اسی کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں،

یہوداہ کی چوری | یہوداہ اسکر یوتی بھی ایک حواری تھا، اور روح القدس الزام منسب سے مستفیض ہونے والا اور صاحب کرامات شخص تھا،

جس کی تصریح انجیل متی کے باب ۱۱ میں ہے، اس نبی نے اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کر ڈالا، اور صرف تیس درہم کے لالچ میں عیسٰی علیہ السلام کو یہودیوں کے حوالے کر دیا، پھر ان کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا، جس کی تصریح انجیل متی کے باب ۲۶ میں موجود ہے، اور اس کے حق میں یوحنا نے اپنی انجیل کے باب ۱۲ میں شہادت دی ہے کہ یہ شخص چور تھا، اور ایک تھیلا ساتھ رکھتا تھا، اور جمع شدہ مال لادے پھرتا تھا، کیا ایسا جرات منہ پیشہ چور جس نے دین جیسی دولت کو دنیا کے عوض فروخت کر ڈالا ہو وہ بھی کہیں نبی ہو سکتا ہے،

۱۔ پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر ان کو ناپاک روجوں پر اختیار بخشا، کہ ان کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری دور کریں؟ (متی ۱۰: ۱) آگے ان بارہ حواریوں میں یہوداہ اسکر یوتی کا نام بھی ہے،

۲۔ اُس نے چور تھا اور جس کے پاس انکی تھیلا رہتی تھی اس میں جو کچھ پڑتا وہ کھال لیتا تھا (متی ۲۶: ۷)

حواریوں کی بیوفائی
الزام منسب

دہ حواری حضرات جن کا درجہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت
موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول اور تمام

اسرائیلی پیغمبروں سے بھی برتر ہے، اس رات کو جس میں یہودیوں نے عیسیٰ
علیہ السلام کو گرفتار کیا تھا، ان کو تہنات شمتوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے،
غور کیجئے! کس قدر عظیم الشان جرم ہے؟ اور اگر عذر گناہ کے طور پر عیسائی یہ کہیں
کہ اس حرکت کا صدور ان سے بزدلی کی بنا پر ہوا، جو ایک طبعی چیز اور غیر اختیاری
امر ہے، تو جو اہم عرض کریں گے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ایک دوسری چیز
ایسی موجود ہے جس میں ان کا یہ عذر کسی طور پر بھی نہیں چل سکتا، حالانکہ وہ کام بہت
ہی سہل اور آسان تھا، وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس روز تمام رات بے چین رہے
اور حواریوں سے فرمایا کہ میرا دل بہت غمگین ہے، اس لئے تم لوگ آج یہاں
میرے پاس ٹھیرو، اور میرے ساتھ جاگو، پھر نماز کے لئے آگے بڑھو، پھر
اُن کے پاس آئے تو ان کو سوتا ہوا پایا، اور پطرس سے فرمایا کہ کیا تم اتنا بھی
نہ کر سکتے تھے کہ میرے ساتھ ایک گھڑی بھر جاگو؟ اس لئے تم لوگ جاگو اور
نماز پڑھو، پھر دوبارہ نماز کے لئے تشریف لے گئے، پھر آئے تو ان کو بدستور
سوتا ہوا پایا، پھر ان کو چھوڑ کر چل دیئے، اور اپنے شاگردوں کے پاس پہنچے،
اور ان سے کہا کہ تم لوگ سو جاؤ اور آرام کرو، جس کی تصریح انجیل متی کے
باب ۲۶ میں موجود ہے،

دیکھئے! اگر ان لوگوں کو ذرا بھی اپنے پیغمبر سے محبت ہوتی، تو ایسی حرکت

۱۵ آیات ۳۶ تا ۴۶،

نہیں کر سکتے تھے، کون نہیں جانتا کہ اگر دنیا داروں اور گنہگاروں کا کوئی مقتدایا کوئی رشتہ دار بھی رات کو کسی بے چینی یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو خواہ وہ کتنا ہی فاسق و فاجر شخص کیوں نہ ہو اس رات سو نہیں سکتا،

پطرس کا جھوٹ | پطرس حواری جو تیس الحواریین شمار کئے جاتے ہیں، اور الزام نمبر ۳۲، فرقہ کیتھولک کے عقیدہ کی رُوسے عیسیٰ علیہ السلام کے

خلیفہ ہیں، اگرچہ وہ بھی دوسرے حواریوں کے ساتھ گزشتہ بیان کردہ وصف میں برابر کے شریک ہیں، مگر ان کو دوسرے حواریوں پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ یہودیوں نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا، تو یہ دُور سے ان کے پیچے کا کفاسہ دار کاہن کے مکان تک گئے، اور مکان کے باہر بیٹھ گئے، ایک باندی یہ کہتی ہوئی آئی کہ تو بھی یسوع کا ساتھی معلوم ہو تلے، تو انہوں نے تمام مجمع کے سامنے انکار کیا، پھر اس باندی نے ان کو دوبارہ دیکھا، تو پھر ان لوگوں سے جو دُور موجود تھے کہنے لگی کہ یہ شخص بھی مسیح نامری کا ساتھی ہے، پطرس نے حلف سے انکار کیا اور کہا کہ میں تو اس شخص کو جانتا بھی نہیں ہوں،

کچھ دیر کے بعد نگراں لوگ آئے انہوں نے بھی پطرس سے کہا کہ یقیناً تو بھی اپنی لوگوں میں سے ہے، تب پطرس نے عیسیٰ علیہ السلام پر لعنت برساتی شروع کی، اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو قطعی نہیں جانتا، اسی وقت ایک مرغا بولا تو پطرس کو طیئے علیہ السلام کا قول یاد آیا، کہ تو مرغ کی تواریق قبل تین بار مجھ کو جاننے

لے اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا (متی ۲۶: ۷۴)

سے انکار کرے گا، جس کی تصریح انجیل متی کے باب ۲۱ میں موجود ہے، نیز عیسیٰ علیہ السلام نے انہی کے حق میں یہ الفاظ استعمال کئے کہ:

”اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو، تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہو۔
کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔“

اس کی تصریح بھی انجیل متی کے باب ۲۱ میں موجود ہے، اور نصاریٰ کے مقدس پوس صاحب نے گلیٹیوں کے نام اپنے خط باب آیت ۱۱ میں ان کے بارے میں لکھا کہ:
”لیکن جب پطرس (پطرس) انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو ہو کر اس کی مخالفت کی، کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا، اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، مگر جب وہ آگئے تو محنتوں سے ڈر کر باز رہا، اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا، جب میں نے دیکھا کہ وہ خوش خبری کی سچائی کے

۱۵ آیت ۲۳، مذکورہ اقتباس بعینہ بائبل کے الفاظ میں ہے،

۱۶ اظہار الحق میں ایسا ہی ہے، قدیم انگریزی ترجمہ اور جدید عربی ترجمہ میں بھی یہاں بعینہ ہی لفظ ہے، لیکن جدید اردو اور جدید انگریزی ترجمے، نیز کیتھولک بائبل میں یہاں پطرس کی بجائے کیفا کا لفظ لکھ دیا گیا ہے، اس آیت کے جدید شارحین بھی یہاں پطرس ہی کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور نسخوں کے کسی اختلاف کو ذکر نہیں کرتے، (دیکھئے آراءے ناکس کی تفسیر جدیدہ جدیدہ ص ۲۱۸ ج ۲) لیکن چونکہ کیفا بھی پطرس ہی کا دوسرا نام ہے (دیکھئے گلیٹیوں ۲: ۱۳ تا ۱۴) اس لئے مقصد ایک ہی ہے،

موافق سیدھی چال نہیں چلتے تو میں نے سب کے سامنے ریٹرس اسے کہا کہ
جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گزارتا ہے، نہ کہ
یہودیوں کی طرح، تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہو؟
(آیات ۱۱ تا ۱۳)

اور ریٹرس عام طور سے گفتگو میں تمام حواریوں سے آگے رہتے تھے، مگر بعض
اوقات ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا بات کریں؟ جس کی تصریح انجیل لوقا کے
باب ۳۳ آیت ۳۳ میں موجود ہے، اور کتاب التلاٹ عشرہ رسالہ مطبوعہ ۱۸۴۹ء
بیروت کے دوسرے رسالہ ص ۱۱ میں ہے کہ:

”ایک پوپ کہتا ہے کہ وہ بہت سخت ظالم اور مخالفت میں شدید تھا۔“
.....

نیز صفحہ ۶۱ پر ہے کہ:

”تم الذہب کہتا ہے کہ وہ بہت کمزور اور ناقص عقل تھا، اور سینٹ
آگسٹائن ریٹرس کی نسبت بیان کرتا ہے کہ وہ کسی بات پر ثابت قدم

۱۵ لیکن وہ جانتا تھا کہ کیا کہتا ہے؟ (لوقا ۹: ۳۳)

۱۶ اظہار الحق کے عربی نسخہ میں اس جگہ ایک عبارت ہے: ”یوحنا خمر الذہب مقالہ
۸۲ و ۸۳ فی متی“ (ص ۱۹۵ ج ۲) لیکن بظاہر اس عبارت میں طباعت کی کوئی غلطی ہوئی ہو،
اظہار الحق کے انگریزی ترجمہ میں بھی اس جملہ کا کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا، کافی غور و خوض کے
باوجود اس عبارت کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا، اس لئے یہاں سے اس جملہ کے ترجمہ کو حذف
کر کے نقطہ ڈال دیئے گئے ہیں، تنق

نہ رہتا تھا، کیونکہ کبھی ایک بات پر یقین لاتا اور کبھی اس میں شک کرنے لگتا، کبھی اس کو یہ یقین ہو جاتا کہ مسیح مر چکے ہیں، اور کبھی ان کے مرنے کے تصور سے ڈرتا اور خوف کھاتا، مسیح بھی کبھی اس کی نسبت یوں فرماتے کہ تیرے لئے بشارت اور خوشخبری ہے، اور کبھی اس کو کہتے کہ اے شیطان !

ملاحظہ کیا آپ نے کہ یہ حواری جو عیسائیوں کے نزدیک موسیٰ اور دوسرے تمام اسرائیلی پیغمبروں سے بھی افضل ہے، اس کا یہ کچا چٹھا ہے تو قیاس کن رنگستان من بہار مرا ! بیچارے مفضلین کا کیا حال ہوگا ؟

کالتفا کی غدار ی | سردار کاہن کا تفا بھی یوحنا کی شہادت کے مطابق الزام نمبر ۳۳

(ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء) میں اس کے متعلق یوحنا کا یہ قول مذکور ہے "مگر اس نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا، بلکہ اس سال سردار کاہن ہو کر نبوت کی، کہ یسوع اس قوم کے واسطے مرے گا۔"

اس عبارت میں "نبوت کی" کے الفاظ کا تفا کے نبی ہونے پر دلالت کر رہے ہیں، لیکن اس نبی نے عیسیٰ کے قتل کا فتویٰ دیا تھا، اور ان کے ساتھ کفر کیا، اور ان کی توہین کی تھی، اب اگر یہ افعال اور حرکتیں نبوت اور الہام الہی کے مطابق تھیں تو لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار و کفر واجب تھا، اور اگر یہ باتیں شیطانی وساوس کا نتیجہ تھیں تو اس سے بڑھ کر اور کفر ناجرم ہو سکتا ہے ؟

اب ہم صرف اتنی ہی مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان جرائم

اور گناہوں کی تصریح دونوں عہد کی کتابوں میں موجود اور صاف مذکور ہیں، جب ایسے شدید معاصی اور گناہ بھی ان پیغمبروں کی پیغمبری اور نبوت کو کچھ نقصان نہ پہنچا، تو پھر ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر معمولی معمولی باتوں پر اعتراض کرتے ہوئے شرم کہوں نہیں آتی؟

ان باتوں کو قارئین کے ذہن نشین کرنے کے بعد اب ہم عیسائیوں کے مطالب اور اعتراضات کو لے کر ان کا جواب ذکر کرتے ہیں:

عیسائیوں کا اسلام پر پہلا اعتراض جہاد کے حکم پر یہ اعتراض اسلامی مسئلہ جہاد سے متعلق ہے جو عیسائیوں کے خیال کے مطابق سب سے

بڑا اعتراض ہے، جس کو یہ لوگ اپنے رسائل اور کتابوں میں عجیب و غریب عنوان اور اسلوب کے بیان کرتے رہتے ہیں، جس کا منشاء خالص عناد اور بغض ہے، جو ان کو اسلام اور تعلیمات اسلامی کے ساتھ چلا آتا ہے، اس اعتراض کے جواب سے قبل بطور تمہید ہم پانچ ضروری امور کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں،

پانچ بنیادی باتیں

پہلی بات؛

خدا تعالیٰ کو کفر قطعی ناپسند ہے، جس کی سزا آخرت میں یقینی اور قطعی ہے، بالکل اسی طرح وہ نافرمانی اور گناہ کو بھی مبغوض رکھتا ہے، کبھی کبھی کافروں اور نافرمانوں کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے، چنانچہ کبھی تو اس نے عمومی طوفان کے ذریعہ کافروں کو سزا دی، جس کی مثال عہد نوح کا مشہور طوفان ہے،

جس کے نتیجہ میں کشتی توح میں سوار ہونے والوں کے سوا ہر جاندار کو ہلاک کر ڈالا، اور کبھی خصوصی طور پر کسی جماعت کو ڈبو کر مٹا دیتا ہے، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا گیا، اور کبھی اچانک اور ایک دم بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے، مثلاً مصر کے تمام انسانوں اور جانوروں کی بڑی اولاد کو اس ایک رات میں ہلاک کر دیا جس میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے، یہ واقعہ سفر خروج باب ۱۲ میں موجود ہے،

اور کبھی آسمان سے گندھک اور آگ برسا کر اور بستیوں کو الٹ کر ہلاک کیا گیا، جس کی مثال عہد لوط کا واقعہ ہے، جس میں سدوم اور عمورہ کی بستیوں اور ان کے قریبی علاقوں پر گندھک اور آگ برسا کر بستیوں کو الٹ دیا گیا، اور کبھی امراض اور بیماریوں کے ذریعہ ہلاک کیا گیا، جس کی مثال قوم اشود دین ہے، جن کو بوا سیر کے مرض میں مبتلا کر کے ختم کر ڈالا، جس کا قصہ کتاب سموئیل اول باب ۱۶ میں موجود ہے، کبھی کسی فرشتے کو بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا، جیسا کہ اسور میں شکر پر ایک فرشتہ بھیج دیا، جس نے ایک رات میں ایک لاکھ پچاسی ہزار انسانوں کو ہلاک کر ڈالا، جس کی تصریح کتاب سلاطین ثانی باب ۱۱ میں موجود ہے، اور کبھی سفیروں اور ان کو ماننے والی جماعت کے جہاد کی شکل میں ان کو ہلاک کر دیا، جس کی تفصیل نمبر ۲ میں آپ کو معلوم ہو جائے گی،

۱۔ دیکھئے کتاب ہذا ص ۱۲۰۴ جلد ۱ اور اس کا حاشیہ،

۲۔ سو اسی رات کو خداوند کے فرشتے نے نکل کر اسور کی شکر گاہ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی مار ڈالے، اور صبح کو جب لوگ سویرے اٹھے تو دیکھا کہ وہ سب مڑپڑے ہیں (۲۔ سلاطین ۱۹)۔

اسی طرح گنہگاروں اور نافرمانوں کو کبھی کبھی زمین میں دھنسا کر یا آگ میں جلا کر فنا کر دیا گیا، مثلاً جب قوچ، داتن اور ابیرام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی تو زمین شق ہوئی، اور ان تینوں کو، ان کی عورتوں، بچوں اور مال اسباب سمیت نکل گئی، پھر ایک آگ آئی جو ڈھائی سو انسانوں کو بحسم کر گئی، اس کا پورا واقعہ کتاب گنتی باب میں موجود ہے،

اسی طرح کبھی اچانک اور بخبری میں ہلاک کر دیا جاتا ہے، مثلاً چودہ ہزار سات سو آدمیوں کو اس وقت ہلاک کر دیا جبکہ انھوں نے قوچ وغیرہ کی ہلاکت کے اگلے روز مخالفت پر کمر باندھ ہی تھی، اور اگر اتفاق سے ہارون علیہ السلام مردوں اور زندوں کے درمیان کھڑے ہو کر زندوں کی معافی اور مغفرت کی درخواست نہ کرتے تو اس روز غضب خداوندی کے نتیجہ میں پوری قوم ہلاک ہو جاتی، جس کی تصریح اسی باب میں موجود ہے، یا جس طرح بیت الشمس کے باشندوں میں پچاس ہزار ستر افراد کو اس بناء پر ہلاک کر ڈالا، کہ انھوں نے صندوق شہادت کو جھانک کر دیکھ لیا تھا، جس کی تصریح کتاب سموئیل اول باب میں موجود ہے،

اور کبھی موذی سانپوں اور اژدہوں کے ذریعہ ہلاک کر دیا، جیسا کہ جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ مخالفت کی تھی، تو خدا نے ان پر

لے اور اس نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا، اس لئے کہ انھوں نے خداوند کے صندوق کے اندر جھانکا تھا، سو اس نے ان کے پچاس ہزار اور ستر آدمی مار ڈالے (۱- سمو ۱۶: ۱۹)

مزید دیکھئے کتاب ہذا، ص ۶۶۸ ج دوم،

موزی اژدہے بچھدیئے، جنہوں نے ان کو ڈسنا اور کاٹنا شروع کر دیا، جس سے بے شمار آدمی مارے گئے، جس کی تصریح کتاب گنتی باب ۲۴ میں ہے، اور کبھی فرشتہ کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا، جیسا کہ ایک ہی روز میں ستر ہزار آدمی مار ڈالے، حالانکہ جرم صرف یہ تھا کہ حضرت داؤدؑ نے مردم شماری کی تھی، جس کی تصریح سفر سموئیل ثانی باب ۲۴ میں کی گئی،

اور گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ کافروں یا عاصیوں کو دنیا میں سزا نہیں دی جاتی، کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ حواری حضرات عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق موسیٰؑ اور تمام اسرائیلی پیغمبروں سے بلکہ صندوقِ شہادت سے بھی زیادہ افضل تھے، اور سچی حضرات کے نزدیک اُن کا قاتل عہدِ نوح و لوٹ و موسیٰ علیہم السلام کے کافروں سے زیادہ بدتر ہے، ادھر شہنشاہِ روم نیرد نے جو ظالم اور مشرک تھا، پطرس اور اس کی بیوی کو، نیز پطرس اور ہیبت سے عیسائیوں کو شدید طور پر قتل کیا، اور یہی حرکت حواریوں کے منکروں نے کی، مگر خدا نے نہ تو ان کو ڈبویا، اور نہ گندھک اور آگ برسانی، نہ بستیوں کو اُلٹا، نہ اُن کی بڑی اولاد کو قتل کیا، اور نہ ہی بیماریوں میں مبتلا کیا، نہ فرشتہ یا موزی جانوروں کے ذریعہ ان کو ہلاک کیا،

دوسری بات؛

گذشتہ پیغمبروں نے بھی کافروں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، اور ان کے اموال کو لوٹا ہے، اور یہ چیزیں شریعتِ محمدیؐ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہیں، یہ بات اُس شخص پر مخفی نہیں ہو سکتی جس نے دونوں عہد کی

کتابوں کا مطالعہ کیا، ہوگا، گو اس کی مثالیں اور شواہد بکثرت ہیں، مگر ہم نمونہ کے طور پر چند کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں؛

دوسری شریعتوں میں کتاب ہستناء باب آیت ۱۰ میں ہے؛
جہاد کی پہلی مثال؛ جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک

پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا، اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھانگ تیرے لئے کھول دے، تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگزار بن کر تیری خدمت کریں، اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں، اور بال بچوں اور چوپائوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اُس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو، کھانا، ان سب شہروں کا بھی حال کرنا جو تجھ سے بہت دُور ہیں، اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں، پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے، کسی ذمی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا، بلکہ تو ان کو یعنی حق اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یہوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست

کر دینا (آیات ۱۰ تا ۱۷)

۱۰۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ قبائل یعنی حق، اموری،

کنعانی، فرزی، حوی اور یہوسی لوگوں کے حق میں یہ حکم دیا تھا کہ ان میں سے

ہر جاندار کو تلوار کی دھار سے قتل کیا جائے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے،
 ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ پہلے ان کو صلح کی دعوت
 دی جائے، پھر اگر وہ قبول کر لیں اور اطاعت قبول کریں اور جزیہ ادا کرنا منظور کریں
 تو بہتر ہے، اور اگر وہ تیار نہ ہوں اور لڑائی کریں تو ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد
 ان کے مردوں کو تلوار کے گھاٹ امار دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے
 اور ان کے جانوروں اور اموال کو لوٹ لیا جائے، اور مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے
 اور یہی معاملہ ان بستیوں کے ساتھ کیا جائے جو ان مذکورہ چھ قبائل سے دور واقع ہوں
 صرف ایکلی یہ ایک ہی عبارت عیسائیوں کے تمام داہیات اعتراضات
 کے جواب میں کافی و شافی ہے، علماء اسلام نے، متقدمین نے بھی اور پچھلوں نے
 بھی اس عبارت کو عیسائیوں کے مقابلہ میں نقل کیا ہے، مگر عیسائی ہمیشہ اس کے
 جواب سے لیے خاموش رہتے ہیں گویا انھوں نے مخالف کے کلام میں اس
 عبارت کو دیکھا ہی نہیں، اور اس کا جواب ہی نہیں دیتے، نہ اقرار کے ساتھ نہ تاویل
 کی صورت میں،

دوسری مثال؛

کتاب خروج باب ۲۳ آیت ۳ میں ہے:

”اس لئے کہ میرا فرشتہ تیرے آگے چلے گا، اور تجھے اور یوں اور
حقیقوں اور فرزیوں اور کنعانوں اور عزقیوں اور پوسیوں میں پہنچائے گا،
 اور میں ان کو ہلاک کر ڈالوں گا، تو ان کے معبودوں کو سجدہ نہ کرنا، نہ ان کی عبادت
 کرنا، نہ ان کے سے کام کرنا، بلکہ تو ان کو بالکل الٹ دینا، اور ان کے ستونوں

کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا (آیات ۲۳ و ۲۴)

تیسری مثال؛

کتاب خروج باب ۳۴ آیت ۱۲ میں اپنی چھ قوموں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

”سو خبردار رہنا کہ جس ملک کو تو جاتا ہے اس کے باشندوں سے کوئی ہمد

نہ باندھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے لئے پھندا بٹھریں، بلکہ تو اُن کی قربانگاہوں

کو ڈھا دینا، اور اُن کے (ستونوں) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور انکی بیڑیوں

کو کاٹ ڈالنا“

چوتھی مثال؛

کتاب گنتی باب ۳۳ آیت ۵۱ میں ہے:

”بنی اسرائیل سے کہہ دے کہ جب تم یہ دن کو عبور کر کے ملک کنعان میں

داخل ہو تو تم اس ملک کے سب باشندوں کو (دھانے سے نکال دینا، اور

ان کے شبیہ دار پتھروں کو اور اُن کے ڈھلے ہوئے بتوں کو توڑ ڈالنا اور

ان کے (سب اونچے مقاموں) کو مسمار کر دینا“

آگے آیت ۵۵ میں ہے:

۱۔ یہ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت ہے، اظہار الحق میں یہاں ”اصنام“ کا لفظ ہے، مثال نمبر ۵

میں اس استثناء کی جو عبارت آ رہی ہے اس میں بھی یہی صورت ہے،

۲۔ اظہار الحق میں اس کی جگہ ”ہلاک کر دینا“ لکھا ہے، کیونکہ بائبل بھی اس کے مطابق ہے

آیت ۵۵ میں بھی ایسا ہی ہے،

۳۔ اظہار الحق میں ”من“ کے (قربان گاہوں) کا لفظ ہے،

”لیکن اگر تم اس ملک کے باشندوں کو (اپنے آگے سے دور نہ کرو) تو جن کو تم باقی رہنے دو گے وہ تمہاری آنکھوں میں غار اور تمہارے پہلو میں (کائنات) ہو گئے اور اس ملک میں جہاں تم بسو گے تم کو دق کریں گے، اور آخر کو یوں ہو گا جیسا میں نے ان کے ساتھ کرنے ارادہ کیا دیا ہی تم کروں گا۔“
(آیات ۵۵ و ۵۶)

پانچویں مثال؛

کتاب ہستنا۔ باب آیت امیں ہے:

جب خداوند تیرا خدا تجھ کو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لئے توجہ رہا اور پہنچا دے، اور تیرے آگے سے ان بہت سی قوموں کو یعنی عتیوں اور جریوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یوسیہوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں (نکال گئے) اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا تو ان سے کوئی جہد نہ باندھنا، اور نہ ان پر رحم کرنا بلکہ تم ان کے یہ سلوک کرنا کہ ان کے مذبحوں کو ڈھا دینا، ان کے (ستونوں) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور ان کی یسیرتوں کو کاٹ ڈالنا، اور ان کی تراش ہوئی مورتیں آگ میں جلا دینا۔“
(آیات ۱ تا ۵)

۱۰ انہارالحق: ”یزے“

۱۱ انہارالحق: ”حلاک کر دے“

ان عمارتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سات قوموں کی نسبت یہ حکم دیا تھا کہ ان کے ہر جاندار کو قتل کیا جائے، اور قطعی اُن پر رحم نہ کیا جائے، نہ ان سے کوئی معاہدہ کیا جائے، ان کے مذبح خانوں کو برباد اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور بتوں کو آگ لگا دی جائے، عبادتوں کو موقوف کیا جائے، اور اُن کی بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے، اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تم ان کو ہلاک نہیں کر دے گے تو میں پھر تمہارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو اُن کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا تھا، ان سات اقوام کی نسبت یہ بھی کہا گیا کہ جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں: اور ہر کتاب گنتی کے باب میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تعداد جو لڑنے کے لائق اور بیس سال یا اس سے زیادہ عمر تک کے تھے چھ لاکھ تین ہزار پانسو پچاس تھی، اور لادوی کی اولاد مرد ہوں یا عورت اسی طرح باقی گیارہ خاندان کے لوگ اور وہ مرد جن کی بیس سال سے کم عمر تھی وہ اس شمار سے خارج ہیں، اس لئے اگر ہم تمام بنی اسرائیل کی تعداد کو ملحوظ رکھیں اور مرد و عورتوں کو بھی شمار کئے گئے افراد کے ساتھ شامل کر لیں تو پچیس لاکھ یعنی ڈھائی ملین سے کسی حال میں کم نہیں ہوں گے، اور یہ سات قومیں جب تعداد میں بھی ان سے زیادہ اور قوت میں ان سے بڑے ہوتے تھے تو یقیناً ان کی تعداد بنی اسرائیل کے شمار سے زیادہ ہوگی،

۱۰ بنی اسرائیل میں سے جتنی آدمی ہیں بیس یا اس سے اوپر اور پرکی عمر کے اور جنگ کرنے کے قابل تھے وہ سب گئے گئے، اور ان سبوں کا شمار چھ لاکھ تین ہزار پانچو پچاس تھا :

(گنتی ۱: ۳۵)

ڈاکٹر کیتھ نے انگریزی زبان میں ایک کتاب تالیف کی ہے، جس میں ان پیشینگوئیوں کی سچائی کا بیان ہے، جو کتب مقدسہ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کی نسبت کی گئی ہیں، جس کا ترجمہ پادری مریک نے فارسی زبان میں... کشف الاستار فی قصص انبیاء بنی اسرائیل کے نام سے کیا ہے، یہ ترجمہ ایڈنبرگ میں ۱۸۴۶ء مطابق ۱۲۶۲ھ میں چھپا ہے، اس ترجمہ کے صفحہ ۲۶ پر کہا گیا ہے کہ:

”قدیم کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی شہروں میں ہجرت سے ۵۵۰ سال قبل آٹھ کروڑ انسان آباد تھے، یعنی انٹی ملین“

غالباً یہ تمام شہر عہد موسوی میں آباد اور بار و رفیع اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ تھے اب خدا انٹی ملین یا اس سے بھی بیشتر انسانوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے،

چھٹی مثال؛

کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ:

”جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے“
بالکل نابود کر دیا جائے“

ساتویں مثال؛

جس شخص نے بھی کتاب ہتھنار باب کا مطالعہ کیا ہوگا، وہ خوب جانتا کہ غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دینے والا خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو واجب القتل ہے، اسی طرح بتوں کی پرستش کی دعوت دینے والے کو سنگسار کیا جانا ضروری ہے، خواہ وہ رشتہ دار یا کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو، اور اگر کسی بستی کے لوگ ایسا

کریں تو سب کے سب واجب قتل ہیں، یہاں تک کہ ان کے جانور بھی ہتھیاروں کی دھاروں سے قتل کئے جائیں، اور بستی کو آگ لگا دی جائے، اور اس کی املاک و اموال کو بھی ایسا ڈھیر بنا دیا جائے کہ پھر نہ بن سکے،

آٹھویں مثال؛

کتاب ہشتناء باب آیت ۲ میں ہے :

”اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے ہمد کو توڑا ہو اور جا کر اور معبودوں کی یا سوچ یا چاند یا اجرام فلک میں سے کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا، پوجا اور پرستش کی ہو، اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے، اور تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا، اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ بُرا کام کیا ہو باہر اپنے پھانکوں پر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں“

نویں مثال؛

کتاب خروج باب آیت ۲۱ میں ہے :

”اور میں ان لوگوں کو مصریوں کی نظر میں عزت بخشوں گا، اور بوں ہر گا کہ جب تم نکلو گے تو خالی ہاتھ نہ نکلو گے، بلکہ تمہاری ایک ایک عورت اپنی اپنی پڑوسن سے اور اپنے اپنے گھر کی جہان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے گی، ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے، اور

مصریوں کو لوٹ لوگے۔ (آیات ۲۱ و ۲۲)

پھر اسی کتاب کے باب ۳۵ میں ہے:

”اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے مطابق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے
سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لئے، اور خداوند نے ان لوگوں کو
مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ جو کچھ انھوں نے مانگا انھوں نے دیدیا،
سوا انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔ (آیات ۳۵ و ۳۶)

اب جب کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس قدر تھی جتنی کہ گزشتہ مثال میں معلوم
ہو چکی ہے، اور ان کے ہر مرد و عورت نے مصریوں سے مستعار چیزیں لیں، تو
مستعار لی ہوئی اشیاء کی مقدار و تعداد کا شار یقین احاطہ سے خارج ہے، جس
طرح خدا نے ان سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ تم مصر کو لوٹو گے، پھر دوبارہ خبر دی کہ
مصریوں کو ٹوٹا، مگر خدا نے ٹوٹنے کے لئے مکاری اور فریب دہی کو جائز کر دیا،
جو سراسر ظاہر میں غدر اور دھوکہ ہے،

دسویں مثال؛

کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۲۵ میں بھڑے کی پرستش کا واقعہ بیان
کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

جب موسیٰ نے دیکھا کہ لوگ (عریاں) ہو گئے، کیونکہ بار دن نے ان کو
(دنگا کر کے) ان کو ان کے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا، تو موسیٰ نے

۱۔ موجودہ ترجمہ میں ”بے تاب“ کا لفظ ہے۔

۲۔ موجودہ ترجمہ ”بے لگام چھوڑ کر“

شکرگاہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا جو جو خداوند کی طرف سے وہ میرے پاس آجائے، تب سب بنی لاوی اس کے پاس جمع ہو گئے، اور اس نے اُن کے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار نکاکر پھاٹک پھاٹک گھوم کر سارے شکرگاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھر دو، اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق عمل کیا، چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً (تیس ہزار) مرد کھیت آئے۔

یاد رکھئے کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۸ء جس سے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں ”تیس ہزار“ ہی کا لفظ ہے،

گیارہویں مثال؛

کتاب گنتی باب ۲۵ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جب موآب کی..... بیٹیوں سے زنا کیا، اور ان کے بتوں کو سجدہ کیا، تو خدا نے ان کے قتل کا حکم دیا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے چوبیس ہزار آدمی قتل کئے،

بارہویں مثال؛

جس شخص نے کتاب گنتی باب کا مطالعہ کیا ہوگا، اس پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ موسیٰ علیہ السلام نے فینحاس بن عازار کے ہمراہ بارہ ہزار آدمیوں کا شکر اہل مدین سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا، پھر انھوں نے (اکران پر غلبہ حاصل

۱۔ موجودہ ترجموں میں یہاں تین ہزار کا لفظ لکھا گیا ہے، البتہ کیتھولک بائبل (ناکس ورژن) میں اب تک تیس ہزار موجود ہے، مزید دیکھئے صفحہ ۲۶۷ جلد اول کا ماحشیہ،

کر لیا، اور ان کے تمام مردوں کو، نیز پانچ بادشاہوں اور بلعاک کو بھی قتل کیا، اور ان کی عورتوں، بچوں اور تمام جانوروں کو قید کیا، بستیوں اور شراب خانوں اور شہروں کو آگ لگا کر خاکستر کر ڈالا، پھر جب وہ واپس لوٹے تو موسیٰ علیہ السلام ان پر غصہ ناک ہوئے کہ تم نے عورتوں کو زندہ کیوں چھوڑا؟ پھر ہر نابالغ بچے اور ہر شادی شدہ عورت کے قتل کا حکم دیا، اور کنزاریوں کے چھوٹنے کا، کھپڑ انھوں نے حکم کے مطابق عمل کیا، صرف مالِ غنیمت سے حاصل ہونے والی بکریوں کی تعداد چھ لاکھ پچتر ہزار تھی، نیز بہتر ہزار بیل، اکٹھ ہزار گدھے، اور بیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں، اور ہر مجاہد کو جانوروں اور انسانوں کے سوا وہ سب مال دیدیا گیا جو اس نے ٹوٹا تھا، جس کی مقدار اس باب میں کچھ واضح نہیں کی گئی اس کے علاوہ ہزاروں اور سینکڑوں کے افسران نے موسیٰ علیہ السلام اور عاذار کو جو سونا پیش کیا اس کی مقدار سولہ ہزار سات سو چاس مثقال تھی، اور جب کہ صرف کنواری لڑکیوں کی تعداد بیس ہزار تھی، تو مقتول مردوں کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں کہ کس قدر ہوں گے؟ بوڑھے ہوں خواہ جوان، یا بچے اور شادی شدہ عورتیں،

تیرہویں مثال :

یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد تورات کے احکام پر عمل کرتے ہوئے لاکھوں انسان قتل کئے، جو صاحب چاہیں کتاب یوشع کے باب سے اتمک مطالعہ فرمائیں، اور اپنی کتاب کے باب میں انھوں نے تصریح کی ہے کہ میں نے اکتیس سلاطین کفار کو قتل کیا ہے، جن کے مالک پر

بنی اسرائیل قابض ہوئے،

چودہویں مثال:

کتاب قضاۃ کے باب ۵ میں شمسون کے حال میں یہاں لکھا ہے کہ :

”اور اسے گدھے کے جڑے کی نئی بڈی مل گئی، سو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا، اور اس سے اس نے ایک ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔“

پندرہویں مثال؛

کتاب سموئیل اول باب ۲۷ آیت ۸ میں ہے :

اور داؤد اور اس کے لوگوں نے جا کر جنوریوں اور جزیروں اور عالمی قبول
پر حملہ کیا، کیونکہ وہ شیر کی راہ سے مصر کی حد تک اس سرزمین کے باشندے تھے
اور داؤد نے اس سرزمین کو تباہ کر ڈالا، اور عورت مرد کسی کو جیتا نہ چھوڑا،
اور ان کی بھیڑ، بکریاں اور بیل اور گدھے اور اونٹ اور کپڑے لے کر واپس اور
اکیس کے پاس گیا، (آیات ۹۵۸)

ذرا داور علیہ السلام کی رحم دلی ملاحظہ کیجئے کہ وہ ملکوں کو اجاڑتے تھے، اور جبریوں، جزیروں اور عا یقیوں میں سے کسی کو اسفوں نے زندہ سلامت نہیں چھوڑا، اور ان کے ملیشیوں اور اسباب کو بٹھا۔

سُوطِطُوسِ مِثَالِ؛

کتاب سموئیل ثانی باب آیت ۲ میں ہے،

اور اس نے جواب کو مارا، اور ان کو زمین پر لٹا کر رسی سے ناپا، سو اس نے

قتل کرنے کے لئے دُور سیوں کو ناپا، اور جیتا چھوڑنے کے لئے ایک پوری رتھا
 سے، یوں موآبی داؤد کے خادم بن کر ہدیے لائے گئے، اور داؤد نے ضوہا
 کے بادشاہ رجب کے بیٹے حداد عزز کو بھی مار لیا۔ (آیات ۳ و ۲)
 داؤد علیہ السلام کے کارنامے ملاحظہ کیجئے کہ موآبیوں اور حداد عزز اور اس
 کے لشکر نزارام کے لشکر کے ساتھ کس قدر رحم دلی کا معاملہ کیا،
 ستر ہویں مثال؛

کتاب سموئیل ثانی باب آیت ۸ میں یوں ہے کہ:

۳ اور ارامی اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگے، اور داؤد نے ارامیوں کے
 سات سو تھوں کے آدمی اور چالیس ہزار سوار قتل کر ڈالے، اور انکی فوج
 کے سردار سو بک کو ایسا مارا کہ وہ دیں مر گیا؛

اٹھارہویں مثال؛

کتاب سموئیل ثانی باب ۱۲ آیت ۲۹ میں ہے:

۴ تب داؤد نے سب لوگوں کو جمع کیا، اور ربہ کو گیا، اور اس سے لڑا اور
 لے لے لیا اور اس انکے بادشاہ کا تاج اس کے سر پہ آتا لیا، اس کا دُر
 سونے کا ایک قطار تھا۔ اور اس میں جو اہر جڑے ہوئے تھے، سو وہ داؤد کے
 سر پہ کھا گیا، اور وہ اسی شہر سے ٹوٹ کا بہت سا مال نکال لایا، اور اس نے
 ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر ان کو آردن اور یوسے کے ہیٹگوں
 اور یوسے کے کلباڑوں کے نیچے کر دیا، اور اُن کو اینٹوں کے پڑاؤں میں
 سے چلوا یا، اور اس نے بنی عمون کے سب شہروں سے ایسا ہی کیا، پھر

داؤد اور سب لوگ یرشلیم کو لوٹ آئے۔ آیات ۳۱ تا ۳۹

ہم نے یہ عبارت ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۷۲ء سے لفظ بہ لفظ نقل کی ہے، اب دیکھئے کہ داؤد علیہ السلام نے کس بیدردی کے ساتھ اور کس بُرے طریق سے بنی عمنون کو قتل کیا ہے؟ اور ایسے دردناک زہرہ گداز نظام کے ساتھ کہ جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، تمام بستیوں کو ہلاک کر ڈالا۔
انیسویں مثال؛

کتاب سلاطین اول باب ۱۸ میں ہے کہ ایلیاء علیہ السلام نے ایسے چار سو پچاس اشخاص کو جن کا دعویٰ تھا کہ وہ بعل کے فرستادہ نبی ہیں ذبح کر ڈالا تھا۔
بیسویں مثال؛

جب چار بادشاہوں نے سدوم اور عموره کو فتح کیا، اور وہاں کے باشندوں کے تمام اموال لوٹ لے لئے، اور یوحنا علیہ السلام کو قید کیا، اور ان کا مال بھی لوٹا، اور یہ خبر ابراہیم علیہ السلام تک پہنچی تو اس حالت کو بیان کرتے ہوئے کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴ میں کہا گیا ہے کہ:

جب ابرام نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے تین سو اٹھارہ مشاق خانہ زادوں کو لے کر دان بمک ان کا تعاقب کیا، اور بات کو اس نے اور اس کے خادموں نے غول غول ہو کر ان پر دھاوا کیا، اور ان کو مارا اور خوبہ تک جو دمشق کے بانیں ہاتھ ہے ان کا پیچھا کیا، اور وہ

لے موجودہ اردو ترجمہ بھی اس کے مطابق ہے، اس نے ہم نے یہ عبارت اس سے نقل کر دی ہے،

سارے مال کو اور اپنے بھائی ٹوط کو اور اس کے مال اور عورتوں کو بھی اور
اور لوگوں کو واپس پھیر لایا، اور جب وہ کمرہ نما عمر اور اس کے ساتھ کے
بادشاہوں کو مار کر پھرا تو سدوم کا بادشاہ اس کے استقبال کو سوی کی دایک
نمک جو بادشاہی وادی ہے آیا: (آیات ۱۸ تا ۳۴)

اکیسویں مثال؛

عبرانیوں کے نام خط کے باب آیت ۳۲ میں ہے:
”اب اور کیا کہوں؟ اتنی فرصت کہاں کہ جدعون اور برق اور شمسون اور
اقتاہ اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کا حال بیان کروں؟ انھوں نے
ایمان ہی کے سبب سے سلطنتوں کو مغلوب کیا، راست بازی کے کام کو،
شیروں کے منہ بند کئے، آگ کی تیزی کو بجھایا، تلوار کی دھار سے بچ نکلے،
کمزوری میں زور آور ہوئے، لڑائی میں بہادر بنے، غیروں کی فوجوں کو
بھگا دیا۔“ (آیات ۳۲ تا ۳۴)

”مقدس“ پولس کے کلام سے یہ بات صاف ہو گئی کہ ان پیغمبروں کا ان لوگوں
کو مغلوب کر لینا، اور ان کی آگ کو بجھا دینا اور تلوار کی دھار سے نجات پانا اور
کافروں کے لشکروں کو شکست دینا، نیکیوں میں شمار کیا گیا ہے، نہ کہ گناہ کی قسم میں
جس کا منشاء ایمانی قوت ہے، اور خدائی وعدوں کی تکمیل، نہ کہ قسادت قلبی اور
ظلم، اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظلم کی شدید ترین صورت تھے، بالخصوص
معصوم اور بے گناہ بچوں کو قتل کرنا،

ادھر داؤد علیہ السلام اپنی لڑائیوں کی نیکی اور حسنہ شمار کرتے ہیں: چنانچہ زبور ۱۸

آیت ۲۰ میں فرمایا ہے کہ :

”خداوند نے میری راستی کے موافق مجھے جزادی، اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق مجھے بدلہ دیا، کیونکہ میں خداوند کی راہوں پر چلتا رہا، اور شرارت سے اپنے خدا سے الگ نہ ہوا، کیونکہ اس کے سب فیصلے میرے سامنے رہے اور میں اس کے آئینے برگشتہ نہ ہوا۔۔۔۔۔ اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق جو اس کے سامنے تھی بدلہ دیا۔“ (آیات ۲۰ تا ۲۳)

نیز خود اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی شہادت دی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے جہاد اور ان کی ساری نیکیاں بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں، چنانچہ کتاب سلاطین اول باب آیت ۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”تو میرے بندے داؤد کی مانند ہوا، جس نے میرے حکم ماننے اور اپنے سارے دل سے میری پیروی کی، تاکہ فقط وہی کرے جو میری نظر میں ٹھیک تھا۔“

اب خود فیصلہ فرمائیے کہ میزان الحق کے مصنف کا یہ دعویٰ کہ داؤد علیہ السلام کے تمام جہاد محض ملک گیری کی ہوس کے سلسلہ میں تھے، قطعی بددیانتی ہے، اس لئے کہ عورتوں اور بچوں کے قتل اسی طرح بعض بعض پوری آبادیوں کا قتل کرنا اس مقصد کے لئے بالکل غیر ضروری تھا، اس کے علاوہ ہم یہ بھی فرض کئے لیتے ہیں کہ یہ قتل و غول ریزی محض سلطنت کی خاطر تھی، مگر بہر حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہو سکتی، یا یہ فعل خدا کے نزدیک پسندیدہ تھا، یا مکروہ اور مبغوض و حرام، اول صورت میں ہمارا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے، اور اگر دوسری صورت ہو تو ان کا قول بھی غلط اور عیسائیوں کے مقدس کا قول بھی جھوٹ، اور داؤد کے

حق میں خدائی شہادت بھی جھوٹی ثابت ہوتی ہے، اور مزید برآں ہزاروں لاکھوں معصوم اور بے گناہوں کا قتل ان کی گردن پر لازم آتا ہے، جبکہ صرف ایک ہی بے گناہ کا خون ہلاک ہونے کے لئے کافی ہے، پھر ایسے شخص کو آخر دی نجات کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟

یوحنا کے پہلے خط باب ۳ میں ہے:

”اور تم جانتے ہو کہ کس خونی میں ہمیشہ کی زندگی موجود نہیں رہتی ہے“

اور مشاہدات کے باب ۲۱ میں ہے:

”مگر بزدلوں اور بے ایمانوں اور گھناؤنے لوگوں اور خونیوں اور حرام کاروں

اور جادو گردوں اور بت پرستوں اور سب جھوٹوں کا حصہ آگ اور گندھکے

جلنے والی جھیل میں ہوگا، یہ دوسری موت ہے“

خدا کی پناہ! ہم تطویل کے خوف سے یہاں صرف اسی مقدار پر اکتفا

کرتے ہیں،

تیسری بات | گزشتہ شریعت کے تمام عمل احکام کے لئے ضروری نہیں کہ آلے دالی شریعت میں بھی وہ بعینہ باقی رہیں، بلکہ یہ بھی

ضروری نہیں کہ عمل احکام کسی ایک شریعت میں ہمیشہ یکساں رہیں، بلکہ ہو سکتا ہے

کہ مصالح اور زمانہ اور مکلفین کے بدل جانے سے وہ احکام بالکل بدل جائیں،

یہ تفصیل باب میں کافی سے زیادہ قارئین کو معلوم ہو چکی ہے، لہذا شریعت موسویہ

میں جہاد ایسے شہج ظلم والے طریقوں کے ساتھ مشروع تھا، جس کی مشروعیت شریعت عیسوی میں باقی نہیں رہی، بنی اسرائیل کو بھی جہاد کا حکم مصر سے نکلنے کے بعد ہوا تھا، اس سے قبل جہاد کی ان کو اجانت تھی،

عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد دجال اور اس کے لشکر کو قتل کریں گے، جس کی تصریح تفسلیکیوں کے نام دو سر خط کے باب اور مشاہدات کے باب میں موجود ہے،

اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ کافروں اور گنہگاروں کی تنبیہ اور منرا کا طریقہ ہمیشہ یکساں ہی ہو، جیسا کہ پہلی بات میں معلوم ہو چکا ہے، اس لئے کسی شخص کے لئے جو نبوت اور وحی کو مانتا ہو کسی شریعت کے اس قسم کے مسائل پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لہذا کسی شخص کو یہ کہنے کا حق نہ ہو گا کہ طوفان نوح کے موقع پر کشتی والوں کے سوا ہر جاندار کو ہلاک کر دینا اور سدوم و عمورہ کی تمام آبادیوں کو لوٹ کے جہم میں ختم کر دینا، اور موسیٰ کے جہم میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کی شب میں مصریوں کے ہر بڑے لڑکے اور جانوروں کو ہلاک کرنا ظلم تھا، بالخصوص حادثہ طوفان میں لاکھوں انسان ہلا

۱۷ اس وقت وہ بے دین ظاہر ہو گا جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی بجلی سے ہمست کرے گا۔ (تفسلیکیوں ۸: ۲۰) بائبل کے شارحین اس بے دین دجال (Antichrist) مراد لیتے ہیں جو آخر زمان میں نمودار ہو گا (دیکھئے تفسیر جہانمہ جدید از ناکس ص ۳۱۱ ج ۲) اور کتاب مکاشفہ باب ۱۹ میں دجال کی آمد وغیرہ کو تمثیلات کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے، قتی

ہوئے، اور بقیہ دونوں حادثوں میں چھوٹے چھوٹے انسانی بچے اور جانوروں کے بچے برباد ہو گئے جو قطعی بے گناہ اور معصوم تھے،

اسی طرح یہ کہنا بھی جائز نہ ہو گا کہ سائنٹ قوموں کے ہر ہر فرد کو قتل کر دینا کہ کوئی بھی متنفذ باقی نہ بچے، نیز معصوم چھوٹے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا ظلم ہو یا ان ہفت اقوام کے علاوہ دوسری قوموں کے مردوں کو قتل اور عورتوں، بچوں کو نوٹڈی غلام بنانا اور ان کے اموال کو نوٹنیا مدین والوں کو قتل کرنا، یہاں تک کہ ان کے شیرخوار بچوں کو کبھی نہ چھوڑنا، اور ان کی شادی شدہ عورتوں کو قتل اور کنواریوں کو باقی رکھنا تاکہ اپنے کام آئیں، اور ان کے اموال اور جانوروں کو لوٹ لینا ظلم ہے، یا یہ کہنا کہ داؤد علیہ السلام کے چار یا دوسرے اسرائیلی پیغمبروں کی لڑائیاں یا ایلیا علیہ السلام کا چار سو پچاس بعل کے نبیوں کو ذبح کرنا یا عیسیٰ کے نزول کے بعد رجال اور اس کے لشکر کو قتل کرنا ایسا ظلم ہے کہ خدا کا ایسے ظلم کی اجازت دینا عقل سے خارج ہے،

اسی طرح یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ بتوں کے نام پر ذبح کرنے والے کو قتل کرنا یا ایسے شخص کو جو غیر اللہ کی عبادت کی ترغیب دے، یا کسی بستی کے تمام باشندوں کو اس بناء پر قتل کرنا کہ ان سے ترغیب دینا ثابت ہوا،

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا تیس ہزار گوسالہ پرستوں کو قتل کرنا، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا ان چوبیس ہزار انسانوں کو قتل کرنا جنہوں نے موآب کی

لہ یعنی فرزی، یوسی، حنی، حتی، جرجاسی، اموری اور کنعانی جن کا ذکر ہستیاہ ۱۰۷ میں آیا ہے۔

بیشیوں سے زنا کیا تھا، اودان کے بتوں کو سجدہ کیا تھا، یہ بدترین ظلم تھا، اور یہ کہ اس قسم کے احکام جاری کرنے کا مطلب لوگوں کو شریعت موسوی پر مجبور کرنا ہے، تاکہ وہ قتل کے اندیشہ سے اس مذہب کو نہ چھوڑیں حالانکہ یہ بات قطعی واضح ہے کہ ایمان قلبی جس کا نام ہے وہ زبردستی پیدا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ بات بھی محال ہے کہ زبردستی خدا کی محبت پیدا کی جائے، اس لئے یہ احکام خدا کے احکام نہیں ہو سکتے، البتہ جو شخص نبوت اور شریعتوں کو ہی تسلیم نہیں کرتا اور ملحد و زندیق ہے اور اس قسم کے واقعات کا منکر ہے، تو یہ بات اس سے بے شک بعید نہیں، مگر اس کتاب میں ہمارا ردئے سخن ایسے لوگوں کی طرف نہیں ہے، بلکہ ہمارے مخاطب عموماً عیسائی لوگ اور خصوصاً فرقہ پرور سنٹ کے علماء ہیں،

چوتھی بات علماء پرولسنٹ بڑی بے باکی کے ساتھ یہ دروغ بیانی کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، یہ بات بالکل بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہے، جیسا کہ قارئین کو مقدمۃ الکتاب کے نمبر، سے معلوم ہو چکا ہے، خود ان کے افعال، ان کے اقوال کی تردید کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ او ان کے بڑوں نے جب کبھی پورا پورا تسلط اور غلبہ کسی قوم پر حاصل کیا ہے ہمیشہ اپنی مخالفوں کے مٹانے اور نیست و نابود کرنے میں امکانی حد تک پوری کوشش کی ہے ہم ان کی کتابوں سے بعض واقعات نمونہ کے طور پر نقل کرتے ہیں، پہلے تو ہم یہود کے ساتھ کئے جانے والے معاملات کو کتاب کشف الآثار فی قصص انبیاء بنی اسرائیل سے نقل کرتے ہیں :-

(یہ واقعات اگلے صفحہ سے ملاحظہ فرمائیں)

عیسائیوں کے لرزہ خیز مظالم، یہودیوں پر

مصنف کشف الآثار ص ۲۷ پر بیان کرتا ہے:

”قطنین عظم جو ہجرت سے تقریباً تین سو سال قبل گزرا ہے، اس نے یہودیوں کے کان کاٹنے، اور ان کو مختلف ملکوں میں جلا وطن کرنے کا حکم دیا، پھر پانچویں صدی عیسوی میں شہنشاہ روم نے ان کو شہر ہسکندریہ سے جو عرصہ دراز سے ان کی جائے پناہ تھی، نکال دینے کا حکم جاری کیا، یہ لوگ اس شہر میں ہر طرف سے آکر پناہ لیا کرتے تھے، اور وہاں میں سکون کی زندگی ان کو نصیب تھی، اس نے ان کے عبادت خانوں کے مسمار کرنے اور ان کو عبادت سے روکنے اور ان کی شہادت قبول نہ کرنے اور ان کی اس مالی وصیت کے نافذ نہ ہونے کا حکم دیا، جو آپس میں ایک دوسرے کے حق میں کیا کرتے تھے، اور جب ان ظالمانہ احکام کے نتیجہ میں ان محکوموں کی طرف سے کچھ بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے، تو ان کے سب احوال کو لوٹ لیا، اور بہتوں کو قتل کر ڈالا، اور ایسی خوں ریزی کی کہ جس سے اس ملک کی تمام یہودی آبادی کانپ اٹھی۔“

پھر صفحہ ۲۸ پر کہتا ہے کہ:

”شہر اظیونخ کے یہودی جب شکست خوردہ اور مغلوب ہو کر گرفتار ہوئے تو بعض کے اعضاء کو کاٹا، اور بعض کو قتل کیا، اور باقی ماندہ تمام افراد کو جلا وطن کیا، پھر شہنشاہ نے اپنی تمام مملکت میں قسم قسم کے ظلم

کئے، آخر کار پھر ان کو اپنی حدود سلطنت سے باہر کر دیا، بلکہ دوسرے ملکوں کے سلاطین کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بھی یہودیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں، نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے ایشیا سے لے کر یورپ کی آخری حد تک پیٹ بھر کر ظلم کیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد اسپینول کی سلطنت میں ان کو عین شرطوں میں سے کسی ایک کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا کہ اولاً عیسائی مذہب کو قبول کریں، اور اگر یہ منظور نہ ہو تو قید کئے جائیں، اور اگر دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو جلا وطنی قبول کریں، ملک فرانس میں بھی ان کے ساتھ کچھ اسی قسم کا معاملہ کیا گیا، یہ سکین لاچار ایک ملک کے دوسرے میں اور دوسرے سے دوسرے میں مارے مارے پھرتے تھے، مگر کہیں ان کو ٹھکانا نصیب نہ ہوتا تھا، اور ایشیائے بزرگ میں ان کو چین و قرار حاصل نہ تھا، بلکہ اکثر اوقات ان کا قتل عام ہوا، جیسا کہ فریخ سلطنتوں میں پیش آیا ہے۔

پھر صفحہ ۲۹ پر کہتا ہے کہ:

فرقہ کیتو لک والے اُن پر اس خیال سے ظلم کرتے تھے کہ یہ کافر ہیں، اس فرقہ کے بڑے لوگوں نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی، اور یہودیوں پر چند احکام جاری کئے

۱۔ جس شخص نے کسی عیسائی کے مقابلہ میں کسی یہودی کی حمایت و جانب داری کی، وہ مجرم شمار ہو کر اپنے مذہب سے خارج کر دیا جائے گا،

۲۔ اور سلطنت کے مناصب میں سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا منصب و عہدہ کسی یہودی کو نہیں دیا جائے گا،

۳۔ اگر کوئی عیسائی کسی یہودی کا غلام ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا،

۴۔ کوئی شخص کسی یہودی کے ساتھ نہ کھائے، نہ اس سے کوئی معاملہ کرے

۵۔ ان کے بچوں کو ان سے چھین کر مذہب عیسوی کی تربیت دی جائے

اسی طرح کے دوسرے احکام ہیں، یقیناً ان مذکورہ احکام میں سے

حکم نمبر ۵ بلا شک و شبہ جبر و اکراہ کی انتہائی صورت ہے۔

پھر کہتا ہے کہ ۱۔

شہر تو موس جو فرانس کا شہر ہے وہاں کے باشندوں کی عادت تھی

کہ وہ عید الفصح کے روز یہودیوں کے چہروں پر چیت مارا کرتے تھے،

شہر بزمیرس کے لوگوں کے یہاں یہ رسم تھی کہ وہ اپنی عید کے پہلے روز

آخری دن تک یہودیوں کو پتھر مارا کرتے، اور اس سنگباری کے نتیجہ میں بیشمار

لوگ مارے جاتے، حاکم شہر جو عیسائی تھا شہر کے باشندوں کو اس

نامعقول اور ظالمانہ حرکت پر آمادہ کیا کرتا تھا۔

پھر صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر کہتا ہے کہ :-

تسلطین فرانس نے یہودیوں کے لئے ایک عجیب انتظام کیا کہ وہ

یہودیوں کو تجارت اور کمانے کی پوری آزادی اور سہولت دیتے تھے،

یہاں تک کہ جب وہ کما کر خوب مال دار بن جلتے تو ان کے اموال کو

ٹوٹ لیا جاتا، ان کا یہ ظلم انتہائی طبع و حرص کا نتیجہ تھا، پھر جب

قلب آغسٹس فرانس کا بادشاہ ہوا، تو اس نے اولاً یہودیوں کے ان قرضوں کا اٹھ جو عیسائیوں کے ذمہ تھا بطور ٹیکس وصول کر کے بقایا رقم عیسائیوں کو معاف کر دی، اور قرضخواہ یہودیوں کو ایک جہہ بھی نہیں دیا گیا، پھر اپنی سلطنت سے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا،

پھر جب تخت سلطنت پر سینٹ لوئیس فاتر ہوا تو اس نے دوبار یہودیوں کو اپنی سلطنت میں بلایا، اور دوسرے جلا وطن کیا، پھر چارلس ششم نے یہودیوں کو ملک فرانس سے نکال باہر کیا، تو ارنیخ شاہد ہیں کہ ملک فرانس سے سات مرتبہ یہودیوں کو دیس نکالا ملا، ان یہودیوں کی تعداد جن کو اسپینول سے جلا وطن کیا گیا اگر کم از کم بھی فرض کی جائے تو ایک لاکھ ستر ہزار گھرانوں سے کسی طرح کم نہ ہوگی، ملک غسامیں بہت سے یہودیوں کا قتل عام ہوا، بہت سے ٹوٹے گئے، اور بہت کم ان میں سے بچ سکے، وہ بھی صرف وہ نئے جنموں نے عیسائیت قبول کر لی ... ان میں بہت سے اس طریقہ پر مرے کہ پہلے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے، پھر خود اپنے آپ کو اپنے بچوں اور اپنی بیویوں کو اور اپنے اموال کو ہلاک کر ڈالا، یا تو دریا میں ڈبو دیا، یا آگ میں جلا دیا نیز ان میں سے بے شمار لوگ جہاد مقدس میں قتل ہوئے،

انگریزوں نے یہودیوں پر ظلم کرنے میں اتفاق کر لیا، جب شہر میک کے یہودیوں کو اس جو دوستم کی وجہ سے ناامیدی ہو گئی، تو انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کیا، اس طرح پر ہند رہ ہزار مرد، عورتیں بچے مارے گئے، اور اس ملک میں ان کی پوزیشن اس قدر گر گئی تھی کہ جب امداد

نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی، تو سات سو یہودی قتل کئے اور ان کے مالوں کو لوٹا، تاکہ لوگوں پر ان کا رعب خوب

رچرچڑ جائے اور ہنری سوم جو انگلستان کے بادشاہ ہوئے ہیں انھوں نے بارہا یہودیوں کو لوٹا، بالخصوص ہنری سوم نے کیونکہ اس کی یہ عادت بن گئی تھی کہ وہ مختلف شکلوں میں ظلم اور بے رحمی سے ان کو لوٹا کرتا تھا، اس لئے بڑے بڑے دولت مند سیٹھ یہودیوں کو کنگال بنادیا تھا، اور اس قدر شدید ظلم کیا کہ وہ جلا وطنی پر رہنی ہو گئے، اور انھوں نے ملک سے نکل جائیگی اجازت مانگی، مگر ان کی یہ درخواست بھی قبول نہیں کی گئی، پھر جب ایڈورڈ اول تخت نشین ہوا تو اس نے معاملہ کو یوں ختم کیا کہ پہلے تو ان کے تمام اموال کو لوٹا، اور پھر سب کو اپنی ملکیت کے جلا وطن کر دیا، پندرہ ہزار سے زیادہ یہودی انتہائی فقر و فاقہ کی حالت میں جلا وطن ہوئے۔

پھر صفحہ ۳۲ پر کہتا ہے کہ:

”ایک مسافر جس کا نام مسوتی ہے اس کا بیان ہے کہ پرتگالیوں کی حالت آج سے پچاس سال قبل یہ تھی کہ وہ یہودیوں کو پکڑ لیا کرتے اور زندہ آگ میں جلا دیتے تھے، اُن پر نصیب چلنے والوں کا تماشہ دیکھنے کے لئے عید کی طرح اجتماع ہوتا، جس میں ان کی عورتیں اور مرد سب جھجھکتے تھے، جو خوشیاں مناتے تھے۔ اور یہودیوں کے جلائے جانے پر عورتیں مارے خوشی کے جھنجھکیاں

پھر صفحہ ۳۳ پر کہتا ہے کہ:

”پوپ نے عفرقہ کیتھولک کا سب سے بڑا پیشوا ہوتا ہے، یہودیوں کے

حق میں بڑے سخت قوانین بناتے تھے :

اس کے علاوہ سیر المتقدین کا مصنف کہتا ہے کہ :

”قسطین اول کے بعد چھ بادشاہ نے اپنے اراء سلطنت کے مشورہ سے
۳۷۹ء میں یہ حکم جاری کیا کہ ہر وہ شخص جو سلطنت روم میں آباد ہو اس کو
عیسائیت اختیار کرنا لازم ہوگا، اور جو عیسائیت اختیار نہیں کرے گا وہ
قتل کو دیا جائے گا۔“

بھلا بتایا جائے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا جبر ہو سکتا ہے، طامس نیوٹن نے
ان پیشینگوئیوں کے متعلق ایک تفسیر لکھی ہے جو کتب مقدسہ میں موجود ہیں،
یہ تفسیر لندن میں ۱۸۰۳ء میں طبع ہوئی، اس تفسیر کے صفحہ ۶۵ جلد دوم
میں یرشلیم پر عیسائیوں کے تسلط کے حال میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

”رومی ماہ تموز کی ۵ تاریخ ۳۹۹ء میں پانچ ہفتہ کے طویل محاصرہ کے بعد
یرشلیم کو عیسائیوں نے فتح کیا، اور جو عیسائی نہ تھے ان کا قتل عام کیا گیا، ستر
ہزار سے زیادہ مسلمان قتل کئے ، ، یہودیوں کو ایک جگہ جمع کر کے زندہ آگ
میں جلادیا، مسجدوں میں بڑی بڑی غنیمتیں پائیں :“

یہودیوں کے حق میں عیسائیوں کے ظلم و ستم کی داستان اور بالعموم رعایا
کی سلطنت کے باب میں ان کے جو رد ستم کا حال تو آپ سن چکے ہیں، اور یرشلیم
پر قبضہ کے بعد جو جو سفاکیاں انھوں نے کیں وہ بھی آپ معلوم کر چکے ہیں، اب

۱۵ تموز شامی زبان میں ماہ جولائی کا نام ہے،

نمونہ کے طور پر فرقہ کیتھولک کے وہ کارنامے بھی ملاحظہ کیجئے جو انھوں نے غیر عیسائی قوموں کے ساتھ کئے، ہم یہ واقعات کتاب الثلث عشرۃ رسالہ سے نقل کرتے ہیں جو بیردست میں ۱۸۲۹ء میں عربی زبان میں طبع ہوا، اس کے صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ میں کہا گیا ہے کہ:

رومی کلیسا نے بارہا جبری تبدیلی مذہب اور استیصال کلی کے حربے پر دستوں کے لئے استعمال کئے ہیں، یورپ کے ملکوں میں بکثرت یہ واقعات پیش آئے خیال یہ ہے کہ کم از کم تیس ہزار ایسے لوگ جو یسوع پر تو بیشک ایمان لائے تھے مگر پوپ پر ایمان نہ رکھتے تھے، اور اپنے ایمان اور اعمال کے لئے صرف کتب مقدسہ کو راہنما مانتے تھے آگ میں جلائے گئے، ان میں سے ہزاروں لوگ اور بڑی بڑی جماعتیں تلواروں، جوس اور کلبتین کے ذریعہ (یہ ایک اوزار ہے جس سے بدن کے جوڑا لگ کر کے کھینچ لئے جاتے ہیں) قتل کئے گئے اور قسم قسم کے شدید عذاب ان کو دیئے گئے، ملک فرانس کے اندر صرف ایک دن میں تیس ہزار مرد اس روز قتل کئے گئے جو ماریر ٹھکانے کے نام سے مشہور ہے، اسی طرح ان کا دامن قدسیوں کے خون سے رنگین ہے :

کتاب مذکور کے رسالہ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۳۸ میں ہے کہ:

”ایک ایسا قانون موجود ہے جو اسبانیہ کے مقام طلیطلہ کی مجلس شوریٰ میں وضع کیا گیا تھا، جس میں یوں کہا گیا کہ ہم یہ قانون معتبر رکرتے ہیں کہ جو شخص اس ملک میں رہنا قبول کرتا ہے اس کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ اُس وقت تک کرسی پر بیٹھ سکے جب تک اس امر کی قسم نہ کھالے کہ وہ اپنے ملک میں

کیتھولک جیسائی کے سوا اور کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا، اور اگر کوئی شخص اس حکم کے بعد اس عہد کی خلافت دہڑی کرے گا تو وہ ابدی خدا کے سامنے نچت ہوگا، اور ابدی آگ کا ایندھن بنے گا۔

کارٹر کی مجموعہ المجامع درجہ ۴۰۴ میں لکھا ہے کہ:

”لاثرانی مجلس کہتی ہے کہ تمام سلاطین اور امراء دارباب سلطنت ہما چیز کی قسم کھائیں کہ وہ اپنی پوری کوشش اور دلی توجہ کے ساتھ اپنی محکوم رعایا کے استیصال میں مشغول رہیں گے، جو کنیسوں کے پیشوا ہیں، چونکہ وہ مصلح ہیں، اس لئے ان میں سے کسی کو اپنے ملاقوں میں باقی نہ چھوڑیں گے، اور اگر انھوں نے اپنے اس عہد کو ملحوظ نہ رکھا، تو ان کی قوم ان کی اطاعت سے آزاد ہوگی۔“

اس ۳۰۲ یہ قانون قسطنطنیہ کی مجلس میں بھی پاس ہوا، ”جلسہ نمبر ۴۵“ کے حال میں لکھا ہے کہ یہی قانون پوپ مرینوس پنجم کے قوانین میں سے ہے، اور اس حلف میں جس کو تمام پادریوں نے پوپ پولس ثالث کی صدارت میں ۱۵۵۱ء میں اٹھایا تھا، یہ عبارت موجود ہے کہ:

”بے دینوں اور ہمالے سردار پوپ اور ان کے خلفاء کے مخالف اور نافرمان لوگوں کو میں اپنی پوری طاقت سے کچل دوں گا، لاثرانی مجلس اور قسطنطنیہ کے جلسہ کے اراکین کہتے ہیں کہ جو شخص بھی اراقتہ کو گرفتار کرے گا اس کو

..... اس امر کی اجازت ہوگی کہ وہ گرفتار شدہ کے تمام اموال کو ضبط کر لے،
 اور بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے استعمال میں لائے۔
 مجلس لاٹرائی جلد ۴ فصل نمبر وجہ ۱۵۲ اور مجلس قسطنطنیہ جلد ۴۵ جلد
 میں لکھا ہے کہ:

پوپ اینوسنتیوس سوم کہتا ہے کہ اراغہ سے قصاص لینے کا ہم تمام سلاطین
 اور حکام کو حکم دیتے ہیں، اور کلیسائی قصاصوں کے تحت ہم اس کو اُن پر لازم
 اور واجب کرتے ہیں۔

قانون نمبر ۱ کتاب نمبر ۵ میں یوں ہے کہ:-

تور ۱۶۲۳ء میں پادشاہ لوئیس یازدہم نے ۱۸ قانون معتر کئے:

(۱) یہ کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ ہماری مملکت میں صرف کیتھولک مذہب ہی
 جاری رہ سکتا ہے، جو لوگ اس کے علاوہ کسی اور مذہب کو اختیار کرتے ہیں
 ان کو زندگی بھر قید رہنا پڑے گا، اور عورتوں کے بال کاٹ دیئے جائیں گے
 اور مرتے دم تک قید رکھی جائیں گی،

(۲) ان تمام واعظوں کو جنہوں نے کیتھولک عقائد کے خلاف لوگوں کو دوسرے
 عقائد پر جمع کیا ہے..... یا وہ

لوگ جن کو دوسرے عقائد کا علم یا مارت ہے موت کی سزا دی جائے گی،
 نیز اس گفتگو میں جو پادریوں نے اسپانیا میں پادشاہ سے ۱۶۵۰ء میں
 کی تھی انہوں نے پادشاہ سے کہا کہ آپ قوانین کو مضبوط کیجئے، اور مذہب
 کو عزت بخشئے، تاکہ یہ چیز ہماری جانب سے ۱۶۲۳ء کے قوانین کی

تجدید کا سبب بن جائے و

آگے لکھا ہے کہ:

”مصلحہ انگریزی قوانین کے جو پوپ کے حکم سے جاری ہوئے ہیں ایک قانون تھا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مورتوں کو سجدہ کرنا ناجائز ہے اس کو سخت قید میں ڈال دیا جائے جب تک کہ وہ ان کو سجدہ کرنے کی قسم نہ کھائے، اور پادری قاضی کلیسائی کو اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ اس کو جس شخص کے اراقتق ہونے کا ذرا بھی شبہ ہو، اس کو گرفتار کر کے قوم اور حکام کے سامنے آگ میں جلا دے، اور تمام حکام اس بات کا حلف اٹھائیں کہ وہ اراقتق کی بیخ کنی میں قاضی کی اعانت کریں گے، اور جب ان کا اراقتق ہونا ثابت ہو جائے تو ان کا مال نوٹ لیا جائے اور ان کو اس کے حوالے کر دیا جائے اور ان کا جرم صرت آگ کی پست اور شعلے مٹا سکیں گے“

کوک فرائنض، عدد ۳ و ۳۰ و ۴۱ نیز عدد ۴ و ۵ میں لکھا ہے کہ: ”اور بارونوس کہتا ہے کہ شاہ کاربوس پنجم اپنی غلط رائے کی بنا پر خیال کرتا تھا کہ وہ اراقتق کو بجائے تلوار کے بات سے نیست و نابود کر دے گا، کتاب مقدس کی فہرست میں جو روم میں لاطینی اور عربی زبان میں طبع ہوئی ہے، حرف کا کے تحت میں یہ تعلیم موجود ہے کہ بہائے لئے مناسب ہے کہ اراقتق کو ہم ہلاک کریں، اس دعوے کا ثبوت یہ ہے کہ پادشاہ یاہونے جھوٹے

لے کوک فرائنض، اظہار الحق میں ایسا ہی ہے، مگر اظہار الحق کے انگریزی ترجمہ میں

ہے،

کوک فرائنض

کابھتوں کو قتل کیا، اور ایلیاء نے بعل کے کاہنوں کو ذبح کیا، وغیرہ وغیرہ
اسی طرح کلیسا کی اولاد کے لئے بھی مناسب ہو کہ وہ بھی اراۃ کو ہلاک کر یا
پھر صفحہ ۳۴۸ و ۳۴۹ میں ہے کہ:

مورخ منتوان سلطنت کرمیلیین والا اور اس کے ساتھ دو سکرمورخین
نے انجیل کے معتبر واعظ کے بارے میں جسکو توامن رودن کہا جاتا تھا
خبر دی ہے کہ اس کو پوپ نے اس لئے آگ میں جلا دیا تھا کہ اس نے
رومی کلیسا کے فسادات کے خلاف وعظ کیا تھا، مورخین اس شخص کو
قدیس شہید اور مسیح کا سچا گواہ کہتے ہیں ۶

۱۰ صفحہ ۲۵۰ سے ۳۵۵ میں ہے کہ:

۱۱۹۲ء میں ڈی فانسو شاہ ارغوان نے اندلس میں حکم جاری کیا کہ اس
کی سلطنت سے تمام راضیین کو جلا وطن کیا جائے، کیونکہ یہ لوگ اراۃ
بن ادریس بن امیر رایمون شہر ثلوس کے حاکم کے خلاف پوپ کے محکمہ جاسوسی کے افسران کو
اس شہر کی نظر انداز کیا کیونکہ حاکم مذکور نے راضیین کو جلا وطن کرنے سے انکار کر دیا تھا، پھر کچھ عرصہ بعد
پادشاہ فرانس نے ایک بڑا لشکر جزار جسکی تعداد زمین لاکھ بتائی جاتی ہو
پوپ کے طلب کرنے پر اس شہر کی طرف روانہ کیا، امیر رایمون نے اپنے
شہر میں محصور ہو کر اپنی مدافعت کی، تاکہ قوت کا جواب قوت سے دے
اس لڑائی میں لاکھوں آدمی مارے گئے، رایمون کے لوگوں نے شکست
کھائی، اور ہر قسم کی ذلتوں اور عذابوں نے اُن کو گھیر لیا، پوپ اس

... لڑائی کے دوران اپنی قوم سے کہتا تھا کہ ہم کو بزرگی دیتے ہیں، اور ہم پر واجب کرتے ہیں کہ ہم ان خبیث اراققہ یعنی داعیین کو نیست کرنے میں خوب جدوجہد کرو، اور ان کو دفع کرنے میں اس سے زیادہ شدت و قوت سے کام لی جس قدر سارا جیون یعنی مسلمانوں کے خلاف کرتے ہو،

۱۱۰۰ء کا قانون اول کے آخر میں پوپ کے لوگوں نے اچانک داعیین پر ملک سر دینیا کے شہر اوڈیا بیت مونٹ میں حملہ کر دیا، نتیجہ میں وہ لوگ بغیر لڑائی کے بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ تلوار کے گھاٹ اُسار دیئے گئے، اور بہت سے لوگ برف باری کی نذر ہو گئے، پھر پوپ نے اس واقعہ کے ۸ سال بعد البرٹوس ارشید یا کونوس کو شہر کارمونیا میں اس امر کا پابند کیا کہ فرانس کے مغربی اطراف میں اور اوڈیا بیت مونٹ میں داعیین سے جنگ کرے، جہاں کچھ لوگ ان میں سے بقاء پا چکے تھے، جو ۱۱۰۰ء کی جنگ سے بچ کر لوٹ آئے تھے، یہ شخص فوراً آگے بڑھا، اس کے ساتھ اٹھارہ ہزار جنگ جوئے اور یہ لڑائی تقریباً ۳۰ سال تک ان عیسائیوں کے خلاف جاری رہی جو یہ کہتے تھے کہ ہم ہر وقت پادشاہ کا اکرام کرتے ہیں، جزیہ ادا کرتے ہیں، مگر ہمارا ملک اور ہمارا مذہب جس کے ہم اللہ کی طرف سے مالک ہیں اور اپنے باپ دلوؤں سے ترکہ میں پایا ہے اس کو ہم کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتے،

۱۱۰۰ء کا قانون اول شامی زبان میں دسمبر کے مہینہ کو کہتے ہیں،

اسی طرح اٹلی کے شہر کالا بریا میں سنہ ۱۵۶۱ء کے اندر لاکھوں پروٹسٹنٹوں کا قتل عام ہوا، بعض لوگ لشکر کے ہاتھوں ماریے گئے، اور بعض لوگ محکمہ جاسوسی کے ذریعے قتل کے گھاٹ اتر گئے، ایک رومی پروفیسر کہتا ہے کہ میرا روٹنگا کھڑا ہو جاتا ہے، جب کبھی میں اس منظر کا تصور کرتا ہوں کہ ایک جلاد ہر اس کے دانتوں میں خون آلود خنجر ہے، اس کے ہاتھ میں جو رد مال ہر اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اس کے تمام ہاتھ پہنچوں تک خون میں لت پت ہیں، ایک ایک قیدی کو قید خانے سے اس طرح گھسیٹ کر لاتا ہے جس طرح تصانی بکری کو،

سنہ ۱۶۰۱ء میں ڈیوک سا فوی نے وائسین کے پانچ سو خاندانوں کو جلا وطن کیا، نیز سنہ ۱۶۵۵ء اور سنہ ۱۶۷۷ء میں اوڈیا بیٹ مونٹ میں ان کے خلاف پھر جبری تبدیلی مذہب کا سلسلہ شروع ہوا، کیوں کہ بادشاہ لوئیس چہار دہم پوپ کے اشارے سے اپنے لشکر کے ساتھ ان کی طرف بڑھا جبکہ وہ لوگ بڑے اطمینان سے اپنے گھروں میں پڑے ہوئے تھے، چنانچہ فوج نے ان میں سے بہت سوں کو قتل کر ڈالا، اور دس ہزار سے زیادہ نفوس کو جیل خانہ میں ڈال دیا، جہاں گھٹ کر اور بھوک سے نڈھال ہو کر ان لوگوں نے جان دیدی، اور جو ان میں سے بچ گئے ان کو نکال کر جلا وطن کر دیا، یہ کارروائی ایسے موسم میں ہوئی جبکہ کڑا کے کی سردی پڑ رہی تھی اور زمین برف پوش تھی، جس کے سبب سے بہت سی مائیں اور ان کے شیرخوار بچے سردی سے اکڑ کر راستے ہی میں مر گئے،

چارلس پنجم نے ۱۵۲۱ء میں ایک حکم نامہ پروٹسٹنٹوں کی جلا وطنی کی نسبت شہر فلیمنگ میں پوپ کی رائے سے جاری کیا، جس کے نتیجے میں پانچ لاکھ آدمی مارے گئے، چارلس کے بعد اس کا بیٹا فلپس بادشاہ ہوا، اس نے ۱۵۵۹ء میں اندلس جا کر امیر النفا کو پروٹسٹنٹوں کے جلا وطن کرنے کے لئے اپنا جانشین بنایا، اس شخص نے چند عیسائیوں میں شاہی شرعی جلاوٹ کے ہاتھوں اٹھارہ ہزار آدمی قتل کئے، اس کے بعد یہ شخص فخریہ کہا کرتا تھا کہ میں نے پورے ملک میں چھتیس ہزار افسانوں کو قتل کیا، اور وہ مقتولین جن کا ذکر... پر دفیہ سرکین کرتا ہے، اور جن کو عید برٹلمائی کے موقع پر ماہ آب ۱۵۷۲ء میں کامل امن دامن کے زمانے میں قتل کیا گیا، ان کا واقعہ یہ ہے کہ:

فرانس کے بادشاہ نے اپنی بہن کی نسبت امیر فافار کو جو علماء پروٹسٹنٹ اور شرفاء میں سے تھا، اپنے کا وعدہ کر دیا تھا، پھر وہ اور اس کے دوست احباب اور ان کے کلیسا کے بڑے بڑے لوگ پیرس میں جمع ہوئے، تاکہ شادی کے وعدے کی تکمیل ہو جائے، اور جب صبح کی نماز کے لئے ناقوس بجنے شروع ہوئے تو لوگوں نے پہلے سے طے شدہ سازش کے مطابق امیر اور اس کے ساتھیوں اور سالے پروٹسٹنٹوں پر جو پیرس میں موجود تھے اچانک حملہ کر کے اسی گھڑی دس ہزار آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے:

اسی طرح کا واقعہ ردین ویلون میں پیش آیا، بلکہ اس علاقہ کے اکثر

۱۵۷۲ء عید برٹلمائی Lord's Feast by Bartholmew

۱۵۷۲ء شامی زبان میں ماہ اگست کو کہتے ہیں،

شہروں میں بھی یہی سانحہ پیش آیا، بعض مورخین نے تو کہا ہے کہ تعسریاً
 ساٹھ ہزار انسان ہلاک کئے گئے، اور برابر میں سال تک یہ جبر و ظلم و قتل عام
 جاری رہا، اس لئے کہ پروٹسٹنٹوں نے بھی ہتھیار سنبھال لئے تھے، تاکہ
 طاقت کا جواب طاقت سے دیں، غرض اس لڑائی میں کل نو لاکھ پروٹسٹنٹ
 مارے گئے، اور جب لوگوں نے شاہ فرانس کا یہ کارنامہ جو عید برتلمائی میں
 انجام دیا گیا تھا، سنا تو اس خوشی میں برجوں سے توپیں داغی گئیں، اور
 پوپ تمام کارڈنیلوں کے ساتھ مار پطرس کے کلیسا میں شکر یہ کا نغمہ پڑھو
 گیا اور بادشاہ کو بھی اس کا زامہ کے صلہ میں جو اس نے رومی کلیسا کے حق
 میں انجام دیا تھا شکر یہ کا مضمون لکھا، پھر جب بادشاہ ہنری چہارم
 تخت نشین ہوا تو اس نے ۱۵۹۳ء میں یہ مظالم موقوف کر دیے، مگر خیال
 کیا جاتا ہے کہ وہ اسی جرم میں قتل کیا گیا کہ اس نے دین کے معاملہ میں
 جبر و ظلم کے لئے آمادگی کیوں نہ ظاہر کی؟ پھر ۱۶۷۹ء میں دوبارہ ظلم و
 ستم شروع ہوا، اور بے شمار مخلوق کے قتل کے بعد مورخین کے بیان کے
 مطابق پچاس ہزار آدمی ترک وطن پر مجبور ہوئے، تاکہ موت کے چنگل
 سے بچل جائیں۔

ہم نے یہ تمام عبارتیں مطابق اصل کے لفظ بہ لفظ رسالہ نمبر ۱۲ سے

نقل کی ہیں،

فرقہ کی تھوڑکے کے مظالم کا نقشہ تو قارئین نے خوب اچھی طرح ملاحظہ
 کر لیا ہے، اب تصویر کا دوسرا رخ یعنی فرقہ پروٹسٹنٹ کے مظالم کے کارنامے

بھی سنتے جائے، جو کہ کسی طرح اُن سے کم نہیں ہیں، یہ واقعات ہم کتاب مرآة العبد
 سے نقل کرتے ہیں، جس کا ترجمہ پادری طمس انگلس نے جو کیتھولک کا عالم ہے انگریز
 سے عربی میں کیا ہے، اور جو ۱۸۵۱ء میں طبع ہوئی ہے، یہ کتاب اس فرقہ کے لوگوں
 کے پاس ہندوستان میں بکثرت موجود ہے، اس کے صفحہ ۴۱ و ۴۲ پر لکھا ہے کہ:
 "پرڈسٹنٹوں نے اپنے ابتدائی دور میں ۶۴۵ خانقاہیں لہو ۹ مدارس اور ۲۴۶
 عبادت خانے، ۱۱۰ شفا خانے ان کے مالکوں سے چھین کر معمولی قیمت
 میں بیچ ڈالے، اور ان کی قیمت امرار نے آپس میں تقسیم کر لی، اور ہزاروں
 مفلوک اور غریبوں کو برہنہ کر کے ان مقامات سے نکال دیا۔"
 پھر صفحہ ۴۵ پر کہتا ہے کہ:

"اُن کی طبع اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ انھوں نے مردوں تک کو نہیں بچتا،
 ان کے جموں کو جو عدم کی نیند سو رہے تھے اذیت دی اور اُن کے کفن اتار دیا۔"
 پھر صفحہ ۴۸ و ۴۹ پر کہتا ہے کہ:

"اس لوٹ مار میں بے شمار کتب خانے ضائع ہو گئے، جن کا ذکر جن بیل
 ان الفاظ سے کرتا ہے کہ انھوں نے کتابوں کو لوٹ کر ان کے اوراق کو کھانا
 پکھنے میں، شمع دانوں اور جوتوں کو صاف کرنے میں استعمال کیا، کچھ کتابیں
 عطاروں کے ہاتھ بیچ ڈالیں، اور کچھ صابن فروشوں کے ہاتھ، بہت سی
 کتابوں کو سمندر پار چڑھے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا، یہ کتابیں سوچا
 نہ تھیں، بلکہ سواریاں ان کتابوں سے لدی ہوئی ہوتی تھیں، اور اس بُری
 طرح ان کتابوں کو ضائع کیا کہ دوسری قوموں کو بھی تعجب ہوا، میں ایک

ایسے تاجر کو جانتا ہوں جس نے دو بڑے کتب خانے صرف بیس روپے میں خریدے تھے، ان مظالم کے بعد انھوں نے کنیسوں کے خزانوں میں سے سوائے ننگی دیواروں کے کچھ بھی نہ چھوڑا، اس کے باوجود وہ لوگ اپنے آپ کو شائستہ سمجھتے ہیں، اور کنیسوں میں سب اپنے مذہب کے لوگ بھر دیئے۔

پھر صفحہ ۵۲ لغایہ صفحہ ۵۶ پر کہتا ہے کہ:-

”اب ہم ان ظالمانہ افعال پر غور کرتے ہیں جو پروٹسٹنٹوں نے فرقہ کیتھولک کے حق میں آج تک روا رکھے ہیں انھوں نے ایک سو سے زیادہ ایسے قوانین معترضہ کئے جو سب کے سب عدل و رحم کے خلاف اور محض ظالمانہ ہیں، ہم ان میں سے چند بیان کرتے ہیں:

نمبر ۱: کوئی کیتھولک ماں باپ کا ترکہ نہیں پاسکتا،

نمبر ۲: ان کا کوئی شخص جب تک پروٹسٹنٹ نہ ہو جائے اٹھارہ سال کی عمر ہو جانے کے بعد کسی زمین کے خریدنے کا مجاز نہیں،

نمبر ۳: ان کے لئے کوئی مدرسہ نہ ہوگا،

نمبر ۴: ان کو لکھنے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہو، اس حکم کی خلاف ورزی پر ددای قید ہوگی،

نمبر ۵: اس مذہب کے لوگوں کو دو گنا خرچ ادا کرنا ہوگا،

نمبر ۶: اگر ان لوگوں کا کوئی پادری نماز ادا کرے گا تو اس کو اپنے مال سے تین سو تیس روپے جرمانہ ادا کرنا ہوگا، اور اگر غیر پادری نماز ادا

کرے گا تو اس کو سات سو جرمانہ اور ایک سال کی قید ہوگی،
 نمبر ۸، ان میں سے اگر کوئی شخص اپنے بچے کو انگلستان سے باہر غیر مالک
 میں تعلیم کے لئے بھیجے گا تو باپ بیٹے دونوں قتل کئے جائیں گے،
 اور تمام مال و مویشی ضبط کر لئے جائیں گے،

نمبر ۸، سلطنت کا کوئی بھی عہدہ ان کو نہیں دیا جاسکتا،

نمبر ۹، ان میں سے جو شخص اتوار کے دن یا عید کے روز پر ڈسٹنٹ کلیسا
 میں حاضری نہیں دے گا، اس کو دو سو روپیہ ماہوار جرمانہ ادا کرنا
 ہوگا، اور جماعت سے خارج شمار ہو کر کسی عہدہ کے لائق نہ رہے گا،
 نمبر ۱۰، ان میں اگر کوئی لندن سے ۵ میل کی مسافت پر سفر کرے گا
 تو ایک ہزار روپیہ جرمانہ لیا جائے گا،

نمبر ۱۱، قانون کے مطابق حکام کے یہاں کسی کی فریاد نہیں سنی جائیگی،
 نمبر ۱۲، ان میں سے کوئی شخص مال و متاع ٹوٹے جانے کے اندیشے سے
 ۵ میل سے زیادہ سفر نہ کرے، اسی طرح ایک ہزار روپیہ جرمانے
 کے اندیشے سے کوئی شخص حکام تک اپنی فریاد پہنچانے پر قادر
 نہ تھا،

نمبر ۱۳، نہ ان کے نکاح درست ہیں، نہ ان کے مردوں کی تجہیز و تکفین
 ٹھیک ہے، نہ ان کے بچوں کی پاکی بپتسمہ سے صحیح ہے، جب تک
 یہ سب کام انگریزی کلیسا کے طریقہ کے مطابق انجام نہ دیے جائیں
 نمبر ۱۴، اس مذہب کی کوئی عورت اگر نکاح کرے گی تو حکومت اس کے

جہیز میں سے ۲ لے لے گی، یہ عورت اپنے خاوند کے ترکہ میں وارث
 نہ ہوگی، نہ خاوند کو اس کے حق میں کوئی وصیت کرنا جائز ہوگا،
 ان کی بیویاں اس وقت تک قید میں رہیں گی، جب تک ان کے
 خاوند دس روپے ماہانہ ٹیکس نہ ادا کریں، یا پھر اپنی زمین کا ۱۰
 حصہ حکومت کو نہ دیدیں،

نمبر ۱۱: آخر کار حکومت کا یہ حکم جاری ہوا کہ اگر یہ لوگ سب کے سب
 پروٹسٹنٹ ہونا قبول نہ کر لیں تو ان کو قید کر کے ہمیشہ کے لئے
 جلا وطن کر دیا جائے، اور اگر یہ لوگ حکم ماننے سے انکار کریں، یا
 جلا وطنی کے بعد پھر بغیر اجازت واپس آئیں تو بڑے سنگین جرم
 کے مرتکب شمار کئے جائیں گے،

نمبر ۱۲: ان کے قتل کئے جانے یا تجہیز و تکفین کے موقع پر پادری شائق،
 نمبر ۱: کسی کے گھر میں ہتھیار نہ رہنے پائیں،

نمبر ۱۸: کسی کو ان لوگوں میں ایسے گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت نہ
 ہوگی جس کی قیمت پچاس روپے سے زیادہ ہو،

نمبر ۱۹: ان کا کوئی پادری اگر اپنے متعلقہ کام انجام دینے کا توہدوامی
 قید کا مستحق ہوگا،

نمبر ۲۰: جس پادری کی پیدائش انگلستان کی ہو مگر وہ پروٹسٹنٹ طریقے
 پر نہ ہو اگر وہ انگلستان میں تین دن سے زیادہ قیام کرے گا تو غلط
 شمار ہو کر واجب قتل ہوگا،

نمبر ۲۱: جو شخص ایسے پادری کو پناہ دے گا وہ بھی واجب القتل ہوگا،
 نمبر ۲۲: عدالت میں کسی کیسٹھولک عقیدہ والے کی گواہی معتبر نہ ہوگی، ان ظالم
 قوانین کے تحت ملکہ ایلزابتھ کے عہد میں دو سو چار اشخاص کو قتل کیا گیا
 جس میں سے ایک سو چار پادری تھے، باقی یاد دلتمند طبقے کے لوگ تھے
 یا وہ لوگ جن کا قصور اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ انہوں نے اپنے
 کیسٹھولک ہونے کا اقرار کیا تھا، وہ پادری اور دوسرے بڑے لوگ جیل خانے
 میں سڑ کر مر گئے، ایک سو پانچ اشخاص کو عمر بھر کے لیے جلا وطن کیا
 گیا، بہتوں کے کوڑے مارے گئے، جبراً نہ کیا گیا، اور اپنے اموال و
 املاک سے محروم کر دیے گئے، یہاں تک کہ ان کا پورا خاندان ہلاک
 ہو گیا، ملکہ اسکاٹ لینڈ ملکہ میری جو ملکہ ایلزابتھ کی خالہ زاد بہن
 تھیں محض کیسٹھولک ہونے کی وجہ سے قتل کی گئی۔“

پھر صفحہ ۶۱ لغایت ۶۶ پر کہتا ہے کہ:

”ملکہ ایلزابتھ کے حکم سے ان کے بہت سے راہب اور علماء کو کشتی میں
 سوار کر کے سمندر میں ڈبو دیا گیا، اس کا لشکر آئر لینڈ میں اس غرض سے
 داخل ہوا کہ کیسٹھولک فرقہ کے لوگوں کو پر دسٹنٹ مذہب میں جبراً داخل
 کر لیں، اس فوج نے ان کے تمام گرجے جلا ڈالے، ان کے علماء کو قتل کیا،
 ان کو اس طرح شکار کیا کرتے تھے جس طرح جنگل کے وحشی جانوروں کو
 شکار کیا جاتا ہے، یہ لوگ کسی کو امن نہیں دیتے تھے، اور اگر کسی کو امن
 دیدیتے تو امن دینے کے بعد بھی اس کو قتل کر دیتے، اور جو لشکر مردک

کے قلعہ میں تھا، انھوں نے ان کو بھی ذبح کر دیا، اور تمام بستیوں اور شہروں کو آگ لگا دی، اور کھیتوں اور جانوروں کو برباد کر دیا، وہاں کے باشندوں کو عمر و درجہ کا لحاظ کئے بغیر جلا وطن کر دیا، یہ قسم قسم کے مظالم کا سلسلہ جس میں اول کے عہد تک برابر جاری رہا، اس کے زمانہ میں البتہ کسی قدر تخفیف ہو گئی تھی پھر ۱۷۷۷ء میں اس بادشاہ نے اُن پر رحم کیا، مگر پروٹسٹنٹ فرقہ بادشاہ سے بگڑ گیا، اور ایک محض نامہ چوالیس ہزار پر وٹسٹنٹوں کی جانب سے ماہ حزیران ۱۷۸۷ء کی دوسری تاریخ کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی گئی کہ پارلیمنٹ کی متھولک والوں کے لئے ان ظالمانہ قوانین کو بدستور جاری رکھے، مگر پارلیمنٹ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی، تب ایک لاکھ پروٹسٹنٹ لندن میں جمع ہوئے، اور کینسوں میں آگ لگا دی، اور کیٹھولک والوں کے مکانات مسمار کر دیئے، ایک جگہ سے چھتیس مقامات پر لگی ہوئی آگ دکھائی دیتی تھی، یہ فتنہ برابر چھ روز قائم رہا، مجبور ہو کر بادشاہ نے ایک دوسرا قانون ۱۷۹۱ء میں وضع کیا، اور کیٹھولک والوں کو کچھ حقوق دیئے گئے، جو اُن کو آج تک حاصل ہیں :

پھر صفحہ ۴۳، ۴۴ پر کہتا ہے کہ :

”تم نے آئر لینڈ کے چارٹر اسکول کا حال نہیں سنا؟ یہ بات محقق اور یقینی ہے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگ پچیس لاکھ روپیہ جمع کرتے ہیں بڑے بڑے

لے حزیران شامی زبان میں ماہ جون کو کہتے ہیں،

مکانات کا گرایہ اس کے علاوہ بے شمار ہے، اس رقم کے ذریعہ کیسے لوگ
 والوں کے بچوں کو خرید لیتے ہیں جو بیچائے غریب اور مفلوک ہوتے ہیں، اور
 ان کو خفیہ طور پر گاڑیوں میں سوار کر کے دوسرے مالک میں بیچ دیتے ہیں،
 تاکہ ان کے ماں باپ نہ دیکھ سکیں، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ بد بخت بچے
 بڑے ہو کر جب اپنے وطن کو واپس آتے ہیں تو تعارف و امتیاز نہ ہونے
 کے سبب اپنی بہنوں اور بھائیوں اور ماں باپ کا حشر کر لیتے ہیں ۱۱

اور وہ مظالم جو فرقہ پرور سٹنٹ والوں نے آپس میں ایک دوسرے پر کئے
 ہیں ان کا تذکرہ تلویں کے خوف سے ہم نہیں کرتے، اور صرف اس مقدار پر اکتفا
 کرتے ہیں،

اب ہم کہتے ہیں کہ ذرا الی معترضین کو دیکھئے جو ملت محمدیہ پر کس بے حیائی اور
 بے شرمی سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب ظلم و ستم کے ذریعہ
 دنیا میں پھیلا یا ہے؟

جہاد کی حقیقت

پانچویں بات | شریعت محمدیہ میں جہاد کے حکم کی صورت یہ ہے کہ پہلے کافروں
 کو دھمکاؤں و نصیحت کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی جاتی ہو

اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو بہتر ہے، اور ایسی صورت میں ان کی حیثیت اور پوزیشن
 بالکل ہلکے برابر ہوگی، لیکن اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو وہ اگر عرب کے مشرک
 ہیں تو ان کا حکم شریعت محمدی میں وہی ہے جو شریعت موسوی میں ساتوں قوموں

کے لئے اور مرتدا اور بتوں کی تشریاتی کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی دعوت دینے والے کے لئے تھا، یعنی قتل کیا جانا، اور مشرکین عجم کو قبولِ حبسزیہ اور اطاعت کی صورت میں صلح کی دعوت دی جائے گی، اگر وہ مان لیں اور حبسزیہ کی ادائیگی کا عہد کر کے مسلمانوں کی رعایا بن کر رہنا پسند کریں تو بہتر ہے، ایسی صورت میں ان کی جائیں اور اموال ہماری جان و مال کی طرح محفوظ ہوں گے، اور اگر قبول نہ کریں تو ان سے ان شرائط کی پابندی اور لحاظ رکھتے ہوئے جن کی وضاحت فقہ کی کتابوں میں کی گئی ہے، لڑائی کی جائے گی، اور وہ شرائط تقریباً اسی نوع کی ہیں جو شریعت موسوی میں مذکورہ سات اقوام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے بیان کی گئی ہیں،

اور وہ خرافات اور لغو باتیں جو اس مسئلہ کے بیان کرنے میں علماء پرڈسٹنٹ نے کی ہیں کچھ تو بالکل ہی من گھڑت اور جھوٹ ہیں، اور کچھ بکو اس اور ہڈیان کے سوا اور کچھ نہیں، اس موقع پر ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا وہ خط جو رئیس لشکر فارس کو لکھا گیا، اور اس کی وہ تحریر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں کے لئے لکھی تھی نقل کرتے ہیں، تاکہ ناظرین پر صورتِ حال پورے طور پر واضح ہو جائے،

خالد بن ولید کا خط امیر لشکر فارس کے نام

”بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ خالد بن ولید کی طرف رستم و جہان کے نام:

ان لوگوں کے لئے سلامتی ہو جو راہِ ہدایت پر چلتے ہیں، اما بعد:

ہم تم کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اگر تم کو اس سے انکار ہو تو

اور رعایا میں کر حسرت یہ ادا کر دے لیکن اگر اس سے بھی انکار کر دے تو پھر
میں لو کہ میرے ہمراہ ایسے لوگ ہیں جن کو خدا کی راہ میں جان دینا
ایسا محبوب ہے جیسا اہل فارس کو شراب محبوب، والسلام
علی من اتبع الهدیؑ

صلح بیت المقدس کا معاہدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں کے
عیسائیوں کو ایمان دینے کے لئے مندرجہ ذیل تحریر لکھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم من خالد بن الوليد الى رستم و هموان
في ملاء فارس، سلام على من اتبع الهدى، اما بعد فاننا قد هلكنا الى الاسلام
فان ابستموا فاعطوا الجزية عن يد وامنتم صاغرون، فان معي قوما يحبون
القتل في سبيل الله كما يحب فارس النخمر والسلام على من اتبع الهدى
رواه في شرح السنة (مشکوٰۃ المصابيح، ص ۲۲۲ کتاب الجهاد باب الكتاب
الى الكفار الفصل الثالث، احسن المطابع اكرامی)

۵۷ یرموگ اور اجنادین کی فتوحات کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا،
جو بہت دنوں تک جاری رہا، جب اہل شہر بالکل مایوس ہو گئے، تو انھوں نے کہا کہ ہم صلح
کر کے شہر کا دروازہ کھولنے کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ حضرت عمرؓ خود آ کر شرائط صلح مل کریں
اور صلح نامے پر بغض نفیس دستخط فرمائیں، غالباً اس سے ان کا مقصد یہ ہو گا، کہ خلیفہ ان کے ساتھ
زیادہ نرمی برتیں گے، حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ شرط تسلیم کر لی، اور امیر المؤمنین کو بلوایا، وہ
تشریف لائے اور یہ صلح نامہ لکھوایا: (دیکھئے طبری ص ۱۵۹ ج ۴ کامل ابن اثیر ص ۱۹۳
ج ۲، وابن عساکر، ص ۴، ج ۱ اول مطبعة الروضة بالشام ۱۳۲۹ھ)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمر
امیر المؤمنین نے ایلیاء والوں کو دیا ہے، اُن کی جانیں بھی محفوظ رہیں گی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ، یہاں ہم صلنامہ کے وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو حافظ طبری نے نقل کئے
ہیں 'یہ الفاظ اظہار الحق' میں نقل کئے ہوئے الفاظ سے کہیں کہیں معرولی طور پر مختلف ہیں:
بسم اللہ الرحمن الرحیم، هذا ما اعطى عبد الله عمر امير المؤمنين
اهل ايلياء من الامان اعطاهم امانا لا نفهم واموالهم ولكننا نسهم
وصلبانهم وسقيمها وبريئها وسائر ملتها انه لا تسكن كنا نسهم ولا
تهدم ولا ينتقص منها ولا من حيزها ولا من صليبهم ولا من شئ من
اموالهم ولا يكسرون على دينهم ولا يضار احد منهم ولا يسكن
بايلياء منهم احد من اليهود وعلى اهل ايلياء ان يعطوا الجزية كما
يعطى اهل المدن انهم ان يخرجوا منها الروم واللصوص فمن خرج
منهم فامن على نفسه وماله حتى يبلغ مأمنه، ومن اقام منهم فهو امن و
عليه مثل ما على اهل ايلياء من الجزية، ومن احب من اهل ايلياء ان
يسير بنفسه وماله مع الروم ويختل بيهم وصلبهم فانهم امنون
على انفسهم وعلى بيعهم وصلبهم حتى يبلغوا مأمنهم ومن كان بها من
اهل الارض قبل مقتل فلان فمن شاء منهم تعد وعليه مثل ما على
اهل ايلياء من الجزية ومن شاء سار مع الروم ومن شاء رجع الى اهل
فاته لا يؤخذ منهم شئ حتى يعمد حصارهم وعلى ما في هذا الكتاب
عهد الله وذمة رسوله وذمة المؤمنين اذا اعطوا الذي عليهم
من الجزية، (تاريخ الطبری، ص ۱۵۹ ج ۳)

اور ان کے عبادت خانے بھی اور صلیبیں بھی، خواہ وہ اچھی حالت میں ہوں یا بُری حالت میں، اور ہودی قوم کیلئے ان کے عبادت خانوں کو نہ سکونت خستیار کی جائے، نہ ان کو گرایا جائے، نہ توڑا جائے، اور نہ کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے، نہ عبادت خانوں کو نہ صلیبوں کو، نہ ان کے کسی مال کو اور نہ ان کی اپنے دین پر چلنے میں کوئی مزاہمت کی جائے، اور نہ کسی قسم کی مضرت پہنچائی جائے، نہ ایلیا میں کوئی یہودی رہنما پائے، ایلیا والوں پر اس کے عوض میں اہل مدائن کی طرح جزیہ لدا کر ناداجب ہوگا، نیز ان کے ذمہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنی شہر سے رومیوں اور ڈاکوؤں کو نکال باہر کریں، پھر جو ان میں سے نکلے گا اس کی جان و مال کی اس وقت تک حفاظت کی جائیگی، جب تک وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے، اور جو ان میں سے قیام کریں گے ان کو امن حاصل ہے گا، اور ان پر دوسرے باشندگان ایلیا کی طرح جزیہ راجب ہوگا، نیز ایلیا والوں میں سے اگر کوئی رومیوں کے ساتھ مع اپنے مال کے جانا پسند کرے اور اپنے عبادت خانے اور صلیبیں چھوڑ دے، تو ان کی جانوں اور گرجوں اور صلیبوں کے لئے امن حاصل ہوگا، جب تک وہ اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائیں گے، اس کے علاوہ وہ دوسری قومیں جو ایلیا میں ہیں ان میں سے جو وہاں رہنا چاہے اس پر بھی دوسرے باشندوں کی طرح جزیہ راجب ہوگا، اور جس کا دل چاہے اپنے ملک کو واپس چلا جائے

ایسے لوگوں سے کچھ نہیں لیا جلتے گا، جب تک کہ ان کی کمیتیاں نہ
کٹیں گی، اس خط میں جو عہد لکھا گیا ہے۔ وہ خدا اور رسول کا عہد اور
ذمہ داری ہے، اور اس کے رسول کے خلفاء اور سارے مسلمانوں
کی، جب کہ یہ لوگ معتزہ رقم جزیہ کی ادا کر دیں، صحابہ میں سے کسی
پر خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور
معاویہ بن ابی سفیانؓ گواہی دیتے ہیں،

اور ہر دنیا کو اس امر کا اعتراف ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
اسلامی معاملات میں بڑے سخت تھے، اور شام کا جہاد آپ کا عظیم جہاد تھا، چنانچہ
ایلیا کے محاصرہ کے وقت آپ بہ نفس نفیس خود تشریف لے گئے تھے، مگر جب
ایلیا پر آپ کا تسلط کامل ہو گیا، اور عیسائیوں نے جزیہ کی رقم ادا کرنا منظور کر لیا
تو تاریخ شاہد ہے کہ کسی ایک متنفیس کو نہ تو آپ نے قتل کیا، اور نہ ایمان قبول کرنے پر مجبور
کیا، اور بہترین و قابل قبول شرطیں ان کے سامنے پیش کیں، جس کا اعتراف
عیسائیوں کے مؤرخین اور مفسرین کو بھی ہے، چنانچہ باب فصل ۳ میں۔ پادری
ٹالس نیوٹن کا اقرار گزر چکا ہے، اور اس بحث کے نمبر ۳ میں مفسر مذکور ہی کے بیان
سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عیسائیوں نے اس کے برعکس مسلمانوں اور یہودیوں
کے ساتھ کیا معاملہ کیا، جب کہ اسی ایلیا پر ان کا تسلط ہوا،

البتہ شریعت محمدیہ اور شریعت موسوی کے درمیان مسئلہ جہاں جو عظیم الشان

فرق دہست یا زہود یہ کہ شریعت محمدیہ کے اصول کے تحت سب پہلے مخالف کو اسلام قبول کرنے کی باضابطہ دعوت دی جاتی ہے، بخلاف شریعت موسویہ کے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس دعوت میں اور ایمان لانے کے بعد قتل سے محفوظ رہنے میں کوئی بھی قباحت نہیں، بلکہ عین انصاف ہے، کتاب حزقیال باب ۳۳ آیت میں ہے کہ:

”خداوند خدا فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم: شریکے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں، بلکہ اس میں ہے کہ شریک اپنی راہ سے باز آئے۔“

اور کتاب یسعیاہ باب ۵۵ آیت، میں ہے کہ:

”شریک اپنی راہ کو ترک کرے اور بدکردار اپنے خیالوں کو، اور وہ خداوند کی طرف پھرے، اور وہ اس پر رحم کرے گا، اور ہلکے خداوند کی طرف، کیونکہ وہ کثرت سے معاف کرے گا۔“

دوسرا فرق یہ ہے کہ شریعت موسوی میں مخصوص سات اقوام کے حق میں یہ حکم تھا کہ ان کے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کیا جائے، بخلاف شریعت محمدیہ کے کہ ہلکے مذہب میں ان کا قتل مطلق جائز نہیں، خواہ وہ عرب ہی کے متحرک کیوں نہ ہوں، جس طرح مخصوص سات اقوام کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے شریعت موسویہ میں بھی یہی حکم تھا،

۱۔ قرآن کریم کی اس آیت کا بھی قریب قریب یہی مفہوم ہے، جس میں ارشاد ہے:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِكُمْ إِذَا تَكْرَّمْتُمْ عَلَيَّ مَنْعُومًا ۖ اللَّهُ تَحْبِسُ عَذَابَ دَنِّهِ كَمَا يَكُرُّ ۖ

اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔

اب جب آپ کے خیال میں مذکورہ پانچوں باتیں ذہن نشین ہو گئیں تو اب ہم کہتے ہیں کہ اسلامی شریعت کی رُوسے چاروں میں کوئی بھی نقلی یا عقلی قباحت آپ ثابت نہیں کر سکتے، نقل حثیت سے تو اس لئے کہ مذکورہ پانچ وجوہ سے اس کا جواز ثابت ہے، عقلاً اس لئے کہ دلیل صحیح کے ذریعے ثابت ہو چکا ہے کہ قوت نظری کی اصلاح قوت عمل پر مقدم ہے، لہذا عقائد کی اصلاح اعمال کی اصلاح پر یقیناً مقدم ہوگی، یہ مقدمہ تمام عقائد کا مسلمہ ہے، اور بغیر ایمان کے نیک اعمال ان کے نزدیک مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتے، عیسائی اس نظریے میں ہماری مخالفت کر ہی نہیں سکتے، کیونکہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ بغیر مسیح پر ایمان لئے اعمال صالحہ ذریعہ نجات نہیں بن سکتے، اور یہ بھی ان کو تسلیم ہے کہ سخی، کریم، متواضع جو عیسائی کا منکر ہو وہ اُن کے نزدیک اس بخیل، غصیلے اور متکبر سے زیادہ خبیث ہے جو عیسائی پر ایمان لاتا ہے،

اسی طرح صحیح تجربات سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کبھی کبھی اپنی خطا اور بُرائی پر دوسرے کی تنبیہ سے واقف اور متنبہ ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ بھی صحیح تجربات کا پتہ ہے کہ انسان کبھی کبھی محض اپنی قومی دھابست اور شوکت کی وجہ سے حق کو نہیں مانتا، اور کسی دوسری قوم کے فرد کی باتوں کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا، بلکہ اس کی بات سننے سے بھی اس کو عار آتی ہے، بالخصوص اس وقت جب کہ اس کی بات، اس کی صنف کی طبائع اور ان کے اصول کے خلاف ہو، اور اس کے ملنے اور قبول کرنے کی صورت میں اور عبادتِ بدنیہ اور مالیہ کی ادائیگی میں مشقت اور دشواری پیش آتی ہو، بخلاف اس صورت کے جبکہ اس کی قوم

کی دجا ہست اور شوکت توڑ دی جلتے، تو اس کو بات کی طرف دھیان دینے اور سننے میں کوئی عار نہیں آتی۔

اسی طرح یہ بات بھی تجربہ سے ثابت ہے کہ دشمن کو جب یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا مخالف آرام طلب ہے تو اس کی ہوس ملک گیری کا تقاضہ ہوتا ہے کہ اس کے ملک پر قبضہ کر لے، قدیم سلطنتوں کے عام طور پر فنا ہونے کا بڑا سبب یہی تھا، اور پھر اس کے مسلط ہونے پر دین و دیانت کو نقصان عظیم اٹھانا پڑتا ہے، اسی لئے عیسائی سب کے سب اپنی مروجہ انجیل کے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور ہیں، چنانچہ کیتھولک دالے کہتے ہیں کہ رومی کلیسا کو ہر عیسائی پر بواسطہ عہد کے پورا اعتماد حاصل ہے، کیونکہ ہر محترم رومی کلیسا کے سامنے سرنگوں اور محکوم ہو، اور کلیسا پابند ہے کہ گنہگاروں سے کلیسائی مزائیں جاری کر کے بدلہ لے، اور اس امر کا پابند ہے کہ ان لوگوں کو جو گراہی پر اصرار کریں اور عوام کے لئے مضرت رساں ہوں موت کی مرزا دینے کے لئے حکام کے حوالے کرے، اور اس کے لئے ممکن ہو کہ وہ لوگوں کو کیتھولک ایمان اور کلیسائی احکام کی حفاظت کرنے کا پابند بنائے، خواہ وہ کسی قصاص کی صورت میں ہو، ان کے یہ اقوال اسحاق بردنے جو ایکٹ پروٹسٹنٹ عالم ہے اپنی کتاب الثلاث عشرۃ رسالۃ کے رسالہ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ ۱۸۲۹ء بیروت میں نقل کئے ہیں،

نیز انگلستان کے علماء پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ انگلستان اور دوسرے متعلقہ ملکوں میں بادشاہ کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہے، وہ کلیسائی ہوں یا مدنی اور کلیسا کسی کا تاج نہیں ہے، بلکہ یہ جائز ہی نہیں کہ وہ کسی اجنبی حاکم کے سامنے جھکے

اور عیسائیوں کے لئے جائز ہے کہ حکام کی اجازت اور ان کے حکم سے مسلح ہوں، اور جنگ کریں، جس کی تصریح ان کے دینی عقائد میں سے عقیدہ نمبر ۳ میں موجود ہے، غرض دونوں فرقوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ان ظاہری اقوال کو قطعی ترک کر دیا، جن میں کہا گیا تھا کہ شر کا مقابلہ مت کرو، بلکہ جو تمہارے دلہنے زخار پر چپت رسید کرے تم اس کے آگے دوسرا زخار بھی کر دو، اور جو تم سے جھگڑنا چاہے اور تمہارا کرتا چھینے تم اپنی چادر بھی اس کے حوالے کر دو، اور جو تم سے ایکٹ میل تک بچھا لینا چاہے تم ڈومیل تک اس کے ساتھ جاؤ، جو تم سے سوال کرے اس کو دیدو۔

یہ اقوال ان کے معتبرہ قوانین کے سراسر مخالف ہیں، اور اگر عیسائی حضرات ان اقوال پر عمل کرتے تو ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوستان سے انگریز کی سلطنت چند روز ہی میں ختم ہو جاتی، اور ہندوستانی بغیر کسی دشواری کے ان کو نکال باہر کر دیتے، اسی لئے ایک ظریف دانشمند نے ان اقوال پر اعتراض کرتے ہوئے الزام کہا ہے کہ:

”ان اقوال میں انسان کو ایسی باتوں کا مکتف بنایا گیا ہے جو اس کے احاطہ

سے مشرک کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور اگر کوئی تجھ پر ناش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو جو غصہ بھی اسے لے لینے دے، اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگاریں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس پٹا جا، جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ۔“

(انجیل متی ۵: ۴۲ تا ۴۸، نیز دیکھئے لوقا ۱۶: ۲۹)

قدرت سے خارج ہیں، کیونکہ کسی بھی سلطنت کے لئے اُن پر عمل کرنا ممکن نہیں ہو، اور نہ کسی کو ان احکام کا پابند بنانا ممکن ہو، سوائے ان بعض شکاریوں کے جن کے پاس چادر ہی نہ ہو، کہ ان سے پھین لی جائے، اور وہ اضاعتِ وقت کی پرداہ نہ کریں؟

پھر انھوں نے فرمایا کہ

”اور یہ اقوال نہ تو مرقس میں موجود ہیں، اور نہ یوحنا میں مذکور، اس کے باوجود عیسائی سو فی صدی ان احکام کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیشہ ان اقوال سے اپنی مذہب کی افضلیت پر استدلال کرتے ہیں، پھر مرقس اور یوحنا کے لئے ان اقوال کو چھوڑنے کی گنجائش کب ہو سکتی تھی؟ اور دونوں گدھی کے بچے کے قصہ میں اتفاق کر لیتے ہیں، تو کیا مورخین کا یہی شیوہ ہے کہ وہ معمولی معمولی باتوں کو ذکر کریں، اور بڑے اہم معاملات کو نظر انداز کر جائیں؟ بالخصوص جبکہ وہ خود ہی اس کے مخاطب بھی ہوں، ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جاسکے کہ جس نے اُن اقوال کو ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر دوسروں کو مکلف بنانا بڑا جس نے سلوک کیا اس کے پیش نظر اپنے مکلف ہونے کا اندیشہ تھا،

ایک ملحد کا قول ہے کہ یہ احکام جن پر عیسائی حضرات فخر کرتے ہیں، یا تو بعض حالات کے پیش نظر مستحب ہیں، یا راجب، اگر مستحب ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں،

۱۔ دیکھئے متی ۲۱: ۹ تا ۱۱، مرقس ۱۱: ۱۰ تا ۱۱، لوقا ۱۹: ۳۸ تا ۳۹، اور یوحنا ۱۲: ۱۲ تا ۱۵

مگر اس شکل میں ملتِ عیسوی کے ساتھ کچھ تخصیص نہیں، کیونکہ یہ احتجاج بعض حالات کے لحاظ سے دوسرے مذاہب میں بھی موجود ہیں، اور اگر واجب ہیں تو یقیناً مفاسد اور شرارتوں کا سرچشمہ ہیں، اور سلطنتوں کے راحت و اطمینان اور سرور و خوشی کے زوال کا سبب ہیں،

ہمارے مندرجہ بیان کے بعد جہاد کے عقلاً مستحسن ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں رہا، بشرطیکہ وہ جہاد ان شرائط کو جامع ہو جو شریعتِ محمدیہ میں مذکور ہیں اس جگہ کے مناسب ایک حکایت یاد آگئی، ہندوستان کے انگریزی محکمہ افتار میں ایک پادری آیا، اور کہنے لگا کہ مفتی صاحب! میرا مسلمانوں کے خلاف ایک سوال ہے، جس کے جواب کے لئے میں ایک سال کی ہملت دیتا ہوں مفتی صاحب نے محکمہ کے ناظر کی طرف اشارہ کیا، جو ایک ظریف اور خوش طبع شخص تھا، اس نے پوچھا فرمائیے، کیا سوال ہے؟ کہنے لگا کہ آپ کے پیغمبر کا دعویٰ ہے کہ میں مامور بالجہاد ہوں، حالانکہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جہاد کا حکم نہیں ہوا، ناظر نے کہا کیا یہی وہ سوال ہے جس پر غور کرنے کے لئے آپ نے ہم کو ایک سال کی ہملت دی ہے؟ پادری نے کہا، ہاں! اس پر ناظر نے کہا کہ ہم آپ سے کوئی ہملت نہیں مانگتے، اور دودھ سے اسی وقت جواب دیتے ہیں، اول تو یہ کہ ہم سرکارِ انگریزی کے ملازم ہیں، اور ہم کو ایامِ تعطیل کے علاوہ قطعی فرصت نہیں، تو ہم کو کون ایک سال کی ہملت دے گا، دوسرے یہ سوال کسی غور و خوض کا محتاج بھی نہیں ہے، رنج کے بارے میں (جو انگریزی حکومت میں بمنزلہ شرعی قاضی کے ہوتا ہے) آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس کے لئے جائز ہے کہ جب اس کے سامنے قائل پر جبرم

قتل ثابت ہو جائے، تو وہ مجرم کو بھانسی دیسے؟ پادری نے کہا کہ نہیں، کیونکہ اس کو یہ اختیار نہیں، بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ وہ اُس قاتل کو سیشن جج کے پاس بھیج دے جو اس سے بڑا حاکم ہے، ناظر نے کہا، تو کیا اس بڑے حاکم کو اختیار ہے کہ جب اس کے نزدیک جرم قتل ثابت ہو جائے تو قانون کے مطابق وہ اس کو قتل کر دے؟ پادری نے کہا نہیں، کیونکہ اس کو بھی اختیار نہیں، بلکہ اس کا منصب صرف یہ ہے کہ معاملہ کی دوبارہ تحقیق کرے، اور جو حاکم اس سے بالاتر ہے اس کو اطلاع دے، تاکہ عدالت بالائے قتل کا حکم صادر ہو، تب وہ بڑا حاکم اس کے قتل کا حکم کرے گا، ناظر نے کہا تو کیا یہ تینوں حاکم ایک ہی انگریزی حکومت کے مقرر کردہ نہیں ہیں؟ پادری نے کہا، بیشک! لیکن یہ اختیارات کا اختلاف عہدوں اور منصب کے اختلاف کی بنا پر ہے،

ناظر نے کہا آپ کے سوال کا جواب خود آپ کے کلام سے نکل آیا، اب سنئے کہ موسیٰ اور علیؑ کی مثال پہلے دونوں حاکموں کی طرح ہے، اور ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال حاکمِ اعلیٰ جیسی ہے، پھر جس طرح پہلے دونوں حاکموں کے با اختیار نہ ہونے سے تیسرے بڑے حاکم کا با اختیار نہ ہونا لازم نہیں آتا، اسی طرح موسیٰ و علیؑ علیہما السلام کے با اختیار نہ ہونے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا با اختیار نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ پادری نے جواب دیا اب جو شخص بھی ہماری تقریر کو انصاف کی نگاہ سے دیکھے گا، اور غنا و مخالفت سے یک سو ہو کر غور کرے گا تو اس کو یقینی طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ جو سختی اور تشدد شریعت موسوی میں مسئلہ جہاد اور مرتد کے قتل اور بت پرستی کی ترغیب دینے والے کے قتل کی نسبت پایا جاتا ہے وہ شریعت محمدیہ کے احکام جہاد سے کس قدر

زندہ ہے، اور عیسائیوں کا اعتراض انصاف سے قطعی دوسرے ہے، ہم کو تو عیسائیوں پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں اور اسلاف کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کیسے کیسے ظلم و جبر کے ساتھ کی؟ اور اپنے مخالفوں کے لئے کیسے کیسے ظالمانہ قوانین وضع کئے؟ اور چونکہ یہ بحث کافی طویل ہو چکی ہے اس لئے ہم اس کو جو ان کے رسالوں میں پائی جاتی ہے نظر انداز کرتے ہیں اور ہماری تقریر میں اس کا شافی جواب موجود بھی ہے^۱۔

۱۔ قرآن و سنت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جہاد کے چار مقاصد ہیں:

(۱) اگر کوئی اسلامی حکومت پر حملہ آور ہو تو اس کا دفاع کرنا (مثلاً جنگ اُحد و احزاب)

(۲) اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت کسی غیر مسلم ریاست میں مظلوم و مہجور ہو تو اسے آزادی دلانے کی جدوجہد (مثلاً فتح مکہ)

(۳) اگر غیر مسلموں کی قوت و شوکت اتنی بڑھ گئی ہو کہ اس سے اسلامی ریاست کے بقا و ارتقاء کو خطرہ لاحق ہو تو از خود اقدام جنگ کر کے غیر مسلموں کی شوکت توڑ دینا (مثلاً غزوہ بدر)

(۴) غیر مسلم نظام ہائے حکومت میں انسانوں کے مختلف گروہ اگر بے انصافی اور ظلم کا شکار ہوں تو انھیں اسلام کا نظام عدل ہتیا کرنا، خواہ وہ مذہب اسلام قبول کریں یا نہ کریں (مثلاً فتح اندلس)

ان چاروں مقاصد کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرۃ المصطفیٰ از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، اشاعت اسلام از حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی، الجہاد فی الاسلام از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب، کروسیڈ اور جہاد، از میجر جنرل محمد اکبر خاں صاحب،

عیسائیوں کا اسلام پر دوسرا اعتراض عیسائیوں کا دوسرا اعتراض یہ ہے
آنحضرتؐ کے پاس معجزے نہ تھے، کہ نبوت کے شرائط میں سے یہ بھی

ہے کہ مدعی نبوت کے ہاتھوں معجزات ظاہر ہوں، حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے ہاتھ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا، جیسا کہ سورۃ النعام کی مندرجہ ذیل آیت سے
معلوم ہوتا ہے:

<p>مَآ عِنْدِي تَأْتِي تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضِي الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ تیرے پاس وہ چیز نہیں ہو جس کی تم جلدی کرتے ہو فیصلہ تو اللہ ہی کا ہو وہ حق بات بیان کرتا ہے، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔</p>	<p>مَآ عِنْدِي تَأْتِي تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضِي الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ</p>
---	--

نیز اسی سورت میں ایک اور آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے:

<p>وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ آيَةٌ لِّيُؤْمِنُوا بِهَا، قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعُرُ كُفْرًا أَنَّمَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں پختہ قسمیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آگئی، تو یہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں، اور تمہیں کیا خبر کہ اگر نشانیاں آگئیں تو (بھی) یہ ایمان نہ لائیں گے۔</p>	<p>وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ آيَةٌ لِّيُؤْمِنُوا بِهَا، قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعُرُ كُفْرًا أَنَّمَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ</p>
---	---

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

<p>وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّى تُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدًا مِنَ السَّمَاءِ اور یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ آپ سہماں کو</p>	<p>وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّى تُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدًا مِنَ السَّمَاءِ</p>
---	--

أَوْ تَكُونُ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّحِيلٍ
 وَعَنَبٌ فَتَقْطِرُ الْآلَ نُهُارًا
 يَخْلَوْنَ فِيهَا تَفَجِيرًا أَوْ تَسْفِطُ
 السَّمَاءَ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا
 كَيْفًا أَوْ تَأْتِي بِلُحْدَيْهِ الْمَلَكُ
 فَبَيْلًا أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ
 مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْفَىٰ فِي الْمَكَا
 وَكُنْ نُوْمِنَ لِرَوْقِكَ حَتَّىٰ
 نُنْزِلَ مَلَيْنَا كَيْتًا نَقْرُوهُ
 قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ
 إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ سَوْلَاهُ

زمین سے ایک چشمہ نکال دیں، یا آپ کا
 کوئی کجور یا انگور کا باغ ہو، پھر آپ
 اس کے درمیان سے خوب نہریں
 نکالیں، یا آپ ہم پر اپنے زعم کے مطابق
 آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں
 یا آپ اللہ اہل سلے فرشتوں کو لے
 آئیں، یا آپ کا ایک سونے کا گھر ہو
 یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں، اور ہم
 آپ کے چڑھنے پر ایمان نہ لائیں گے
 تا وقتیکہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل
 نہ کریں، جسے ہم پڑھیں، آپ فرما دیجو

میرا پروردگار پاک ہو میں تو صرف ایک بشر بنجیروں ہوں۔

یہ تینوں چیزیں جو معترض نے پیش کی ہیں دھوکہ میں ڈالنے والی ہیں، پہلی
 بات تو اس لئے کہ معجزہ کا صدور ہرگز ہرگز انجیل متعارف کے فیصلہ کے بموجب
 نبوت کے شرائط میں سے نہیں ہے، اس لئے اس کا صدور نہ ہوتا ہی نہ ہونے کے
 دلیل نہیں ہو سکتا، انجیل یوحنا باب آیت ۴۱ میں ہے کہ:

”اور بہتر ہے اس کے پاس آئے اور کہتے تھے کہ یوحنا نے کوئی معجزہ

نہیں دکھایا۔“

۱۰ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام،

اور انجیل متی باب ۲۱ آیت ۲۷ میں ہے:

”سب یوحنا کو نبی جانتے ہیں۔“

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں یہ الفاظ ہیں:

”سب کا گمان یحییٰ کے بارے میں نبی ہونے کا ہے۔“

اور انجیل متی باب ۱ میں حضرت یحییٰ کے متعلق حضرت مسیحؑ کا یہ ارشاد منقول

ہو کہ وہ نبی سے بھی افضل ہیں، حالانکہ یہ انبیاء سے افضل تشرار پانے والے

یحییٰ علیہ السلام وہ ہیں جن سے عمر بھر کبھی کسی قسم کا معجزہ صادر نہیں ہوا، جس کی

بے شمار شہادتیں موجود ہیں، حالانکہ ان کا نبی ہونا عیسائیوں کے یہاں مسلم ہے،

دوسری بات بھی قطعی غلط ہے، چنانچہ فصل نمبر ۱۷ اور امر ثالث سے معلوم

ہو چکا ہے، یا ان کی غلط فہمی ہے، یا وہ دوسروں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہیں،...

کیونکہ پہلی آیت میں اللہ کے قول مَا تَسْتَعْجِلُونَ (جس کی تم جلدی کر رہے ہو) سے مراد

وہ عذاب ہے جس کا تقاضہ کفار اپنے اس کلام سے کیا کرتے تھے کہ:

فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارًا مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ اِثْنِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

یا (اور) کوئی دردناک عذاب

لے کر آؤ؟

معنی آیت کے یہ ہوتے کہ جس عذاب کا تقاضا اور عجلت مجھ سے چاہتے ہو،

۱۔ انہار الحق میں ایسا ہی ہے، مگر موجودہ تراجم میں یہ آیت نمبر ۲۶ ہے۔

۲۔ کیا ایک نبی دیکھنے کو؟ ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑے کو (متی ۱۰: ۱۱)۔

اس کا واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، یقیناً حکم تو صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے، جلد عذاب واقع کرنے یا تاخیر کرنے میں وہ ٹھیک فیصلہ کرتا ہے، تعجیل کا ہو یا تاخیر کا،

اب حاصل آیت کا یہ ہوا کہ تم پر عذاب ٹھیک اس وقت نازل ہوگا جس وقت خدا کی مرضی اور ارادہ ہوگا، مجھ کو خود کوئی اختیار اس کے جلد یا بدیر نازل کرنے کا نہیں ہے، چنانچہ وہ عذاب بدر میں اور اس کے بعد نازل ہوا، اس آیت سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا،

دوسری آیت کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے بڑی زوردار قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ان کا کوئی فریاد اور مطلوبہ معجزہ صادر ہوگا تو اس پر ضرور ایمان لائیں گے آپ کہہ دیں کہ معجزات تو خدا کے اختیار و قدرت میں ہیں، ان میں سے جو معجزہ چاہتے ہیں اس کو ظاہر کرتے ہیں، اور یہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ جب فریاد اور مطلوبہ معجزہ صادر ہو جائے گا تب بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے، یہ قول اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کو اس لئے ظاہر نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے ظاہر ہونے پر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے،

تیسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ کی بات اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک آپ مکہ کی سرزمین سے ایک چشمہ نہ جاری کر دیں، جس کا پانی کبھی خشک نہ ہو، یا آپ کا کوئی ایسا باغ معرعن وجود میں آجائے جس میں کھجور یا انگور ہوں، یا آپ اپنے قول کے مطابق آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر نازل کر دیں، اس سے ان کا اشارہ باری تعالیٰ کے اس ارشاد

کی طرف تھا، جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

إِنَّ تِلْكَ لَفِتْنَةٌ يَوْمَ الْآلَمِينَ
أَوْ يُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ
السَّمَاءِ،

اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں ڈھنسا
یا ان پر آسمان سے ٹکڑے
برسائیں۔

مزید وہ یہ کہتے تھے کہ آپ اپنے دعوے کی سچائی پر شہادت دینے کے لئے خود
اللہ تعالیٰ یا فرشتوں کا ایک لشکر لے آئے، یا اپنا گھر سونے کا بنا ڈالے، یا آسمان پر
چڑھ کر دکھلائیے، اور ہم محض آپ کے کہنے سے آپ کے آسمان میں جانے کو تسلیم
نہ کریں گے، بلکہ ہم پر ایک تحریر نازل ہونی چاہئے، جس میں آپ کی تصدیق کی گئی ہو
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ عبداللہ بن امیہ نے کہا تھا کہ ہم
آپ کی بات اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک آپ آسمان تک جانے کے
لئے ایک سیڑھی نہ بنائیں، پھر اس پر چڑھیں اور ہم واپس تک آپ کو دیکھتے رہیں
پھر آپ اس طرح واپس ہوں کہ آپ کے پاس ایک کھلا ہوا رقعہ ہو اور ساتھ میں
چار فرشتے بھی اتر کر شہادت دیں کہ آپ جیسا کہتے ہیں ویسا ہی ہے،

غرض کفار کا مقصد اس مطالبے سے محض اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کا اظہار
ہے، ورنہ اگر یہ مطلوبہ معجزہ صادر بھی ہو جاتا تو وہ اپنی عادت کے مطابق اس کو بھی
جاد و کہہ کر انکار کر دیتے، جیسا کہ وَلَوْ تَرَوُنَا عَلَيْنَا كَيْدًا بَاقِي قَوْلِ الْخَالِفِ
اور وَلَوْ تَرَوُنَا عَلَيْهِمْ بَاقِي السَّمَاءِ الْخَالِفِ میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
اس طرح اور بعض آیات سے بھی بظاہر معجزات کی نفی معلوم ہوتی ہے، مگر مقصود
سب جگہ مطلوبہ اور فراموشی معجزات کی نفی ہے، اس نفی سے مطلقاً معجزات کا انکار

لازم نہیں آتا، کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر ہرگز یہ لازم نہیں کہ جس معجزہ کا بھی منکرین مطالبہ کریں۔ ان کو دکھلائیں، بلکہ یہ حضرات ایسی حالت میں جبکہ منکرین کا مطالبہ محض عناد یا امتحان یا استہزاء کے طور پر ہو، ہرگز وہ معجزہ نہیں دکھایا کرتے تھے۔ اس دعوے پر عہدِ جدید میں بہت سے شواہد اور نظریں موجود ہیں،

عہدِ جدید مطلوبہ معجزہ پیش نہ کرنے کے شواہد پہلا شاہد؛

انجیل مرقس باب ۸ آیت ۱۱ میں ہے:

”پھر فریسی مکمل کر اس سے بحث کرنے لگے، اور اُسے آزمانے کے لئے اس سے کوئی آسمانی نشان طلب کیا، اس نے اپنی روح میں آہ کھینچ کر کہا اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں؟ میں تم سے بچ بکتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔ (آیات ۱۱ و ۱۲)

۱۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر، ص ۶۲ تا ۶۳، جلد ۳ مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ

۲۔ دہ نہ جیاں تک دو سکے معجزات کا تعلق ہوا ہی جس کبھی کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے مثلاً: سورۃ قمر میں معجزہ شبن قر کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، قرآن کا مقصد صرف یہ ہو کہ یہ لوگ جب کھلے کھلے معجزات اور دلائل کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ایمان نہیں لائے تو اب ان کے معاندانہ مطالبات کو پورا کرنے کا کوئی سوال نہیں، اگر اس طرح کے ہر سپردہ مطالبہ پر معجزات دکھلائے جاتے رہیں اور یہ ہر مرتبہ انکار کر کے ایک نئے معجزے کا مطالبہ کر دیا کریں تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو گا کہ پیغمبر کے قیمتی اوقات ضائع ہوں اور اللہ کے معجزات ایک تماشائیں کردہ جائیں، کافروں کی پرانی روش کا طویل تجربہ یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ اگر ان کے مطالبات پورے کر دیں تو

۱۶۶۳

تہ بھی وہ یہ کہہ کر جاں چھڑانے کی کوشش کریں گے کہ یہ تو جادو ہے، چنانچہ پچھلے معجزات کو وہ جادو ہی قرار دیتے

ملاحظہ کیجئے کہ فریسیوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے بطور امتحان معجزہ طلب کیا ہے، پھر عیسیٰ نے نہ تو کوئی معجزہ دکھایا، نہ اس وقت کسی سابقہ معجزہ کا حوالہ دیا جو اس سے قبل ان سے صادر ہو چکے تھے، نہ آئندہ دکھانے کا وعدہ کیا، بلکہ اُن کا یہ قول کہ "اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہیں دیا جائے گا" صاف اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ ان سے اس کے بعد کبھی کوئی معجزہ صادر نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے قول میں اُس زمانہ کے تمام موجود انسان مراد ہیں،

دوسرا شاہد؛

انجیل لوقا باب ۲۳ آیت ۸ میں ہے:

"میرد دیس یسوع کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، کیونکہ وہ مدت سے اُسے دیکھنے کا مشتاق تھا، اس لئے کہ اس نے اس کا حال سنا تھا اور اس کا کوئی معجزہ دیکھنے کا امیدوار تھا، اور وہ اس سے بہتری باتیں پوچھتا رہا، مگر اس نے اسے کچھ جواب نہ دیا، اور سردار کاہن اور فقیہ کھڑے ہوئے زور شور سے اس پر الزام لگاتے رہے، پھر میرد دیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اسے ذلیل کیا اور ٹھٹھوں میں اڈایا، اور چمک دار پوشاک پہنا کر اس کو پیلاطس کے پاس واپس بھیجا (آیات ۸ تا ۱۱)"

دیکھئے: عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کوئی معجزہ نہیں دکھایا، حالانکہ بادشاہ ہیرودیس یہ امید لے کر آیا تھا کہ ان کا کوئی معجزہ دیکھے، اور غالب یہی ہے کہ اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیتا تو یہودیوں کی شکایت کے خلاف ان کو لاجواب اور ساکت کر دیتا اور نہ خود ان کی تحقیر کرتا، نہ اُس کا شکر یہ حرکت کرتا،

تیسرا شاہد؛

انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۶۳ میں ہے:

”اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے، اس کو ٹٹھوں میں اڑاتے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے کہ ہوت سے بتا تجھے کس نے مارا اور انھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں۔“

ظاہر ہے کہ چونکہ ان کا سوال محض استہزاء کے طور پر ہوتا تھا، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا،

چوتھا شاہد؛

انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۹ میں ہے:

”اور راہ چلنے والے سر ملہا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے: اے مقدس کے ڈھلنے والے اور زمین دن میں بدلنے والے اپنے تئیں بچا، اگر تو خدا کا بیٹا ہو تو صلیب پر سے اتر آ، اسی طرح سر ملہا کا جس بھی قیدیوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹٹھے سے کہتے تھے، اس نے اوروں کو بچایا، اپنے تئیں نہیں بچا سکتا، یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے، اب صلیب پر سے اتر آئے، تو ہم اس پر ایسا لائیں، اس نے خدا پر بھروسہ کیا ہے، اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑالے، کیونکہ اُس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں، اسی طرح ڈاکو بھیج اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے۔“ (آیات ۳۹ تا ۴۴)

مگر عیسیٰ علیہ السلام اُس وقت اپنے آپ کو نہ چھڑا سکے، اور نہ سولی سے اتر سکے، اگرچہ گزرنے والوں اور کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں نے ان کا کیسا ہی مذاق

اڑایا؟ یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر تم سولی سے اتر آؤ، تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے، ایسی صورت میں عیسیٰ علیہ السلام پر تنگ عار دور کرنے اور اتمام حجت کی خاطر ضروری تھا کہ ایک مرتبہ سولی سے اتر آتے، پھر خواہ چڑھ جاتے، لیکن چونکہ ان مقصود محض عناد اور ہتزار تھا، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا،

پانچواں شاہد؛

انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۸ میں ہے:

”اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا، اے استاد! ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں اُس نے جواب دے کر ان سے کہا، اُس زمانہ کے برے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں، مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا، کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھل کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہوگا“

(آیات ۳۸ تا ۴۰)

ذرا غور کیجئے کہ فقیہ اور فریسی عیسیٰ سے معجزے کے طالب ہیں، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو اس وقت کوئی معجزہ دکھایا، نہ اپنے گزشتہ معجزات میں سے کسی معجزہ کا حوالہ دیا جو اُن سے صادر ہو چکے تھے، بلکہ ان کو برا بھلا کہا، اور فاسق اور شریر جیسے الفاظ اُن کے حق میں استعمال کئے، اور ایسے معجزہ کا وعدہ کیا جو اُن سے صادر نہیں ہوا، کیونکہ ان کا یہ قول کہ مجھے یوناہ تین رات دن مچھل کے پیٹ میں رہا ”یقیناً بلاشبہ غلط ہے، جیسا کہ باب اول کی فصل ۳ میں معلوم ہو چکا کہ

صفحہ ۳۰۳ جلد اول، غلطی نمبر ۶۰، ۶۱، ۶۲، اس میں مصنف نے ثابت کیا

۱۶۶۶

یہ کہ حضرت مسیح انجیل کی روایات کے مطابق تین دن قبر میں نہیں رہے، بلکہ صرف ایک دن اور درج

اور اگر ہم اس کے غلط ہونے سے قطع نظر بھی کر لیں تو مطلقاً ان کا قبر سے زندہ ہو کر کھڑا ہو جانا فریسیوں اور فقیہوں نے اپنی آنکھوں سے ہرگز نہیں دیکھا، اور اگر واقعی عیسیٰ مردوں میں سے زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے تھے تو ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے کو ان منکوبین اور معجزہ کے طلبکاروں پر ظاہر کرتے، تاکہ ان پر حجت قائم ہو جاتی، اور وعدہ بھی پورا ہو جاتا، مگر عیسیٰ نہ ان پر ظاہر ہوئے، اور نہ یہودیوں پر، اسی لئے وہ لوگ عیسیٰ کے زندہ ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اس وقت سے آج تک یہ لوگ برابر یہ کہتے آئے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے رات کے وقت ان کی نعش قبر سے اڑا لی تھی،

چھٹا شاہد؛

انجیل متی باب ۲۴ آیت ۳ میں ہے:

”اور آ زمانے والے نے پاس آکر اس سے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو فرما کہ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں، اُس نے جواب میں کہا لکھا ہے کہ آدمی صرف روتی ہی سے جیتا نہ رہے گا، بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے، تب ابلیس اُسے مقدس شہر میں لے گیا، اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس کے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تین نیچے گرا دے، کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بات اپنے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے، ایسا نہ ہو کہ تیری پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے، یسوع نے اس سے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند

۱۰۸ ستیلا ۳۰ کی طرف اشارہ ہے،

۱۰۹ زبور ۹۱: ۱۱ اور ۱۲ کی طرف اشارہ ہے،

اپنے خداوند کی آزمائش نہ کرے (آیات ۸ تا ۳)

دیکھئے! اہلبیس نے عیسیٰ علیہ السلام سے امتحان کے طور پر دو معجزوں کا مطالبہ کیا تھا مگر عیسیٰ علیہ السلام نے ایک کو بھی منظور نہیں کیا، اور دوسری مرتبہ اعتراض کیا کہ بندہ کی شان یہ نہیں کہ اپنے خدا کا امتحان لے، بلکہ بندگی کا تقاضا ادب و احترام ہو کہ آزمائش سنا تو اس شاہد؛

انجیل یوحنا باب آیت ۲۹ میں ہے:

یسوع نے جواب میں ان سے کہا خدا کا کام یہ ہے کہ جسے اس نے بھیجا ہے اس پر ایمان لاؤ، پس انہوں نے اس سے کہا، پھر تو کونسا نشان دکھاتا ہے؟ تاکہ ہم دیکھ کر تیرا یقین کریں، تو کونسا کام کرتا ہے؟ ہمارے باپ دادا نے بیابان میں منہ کھایا، چنانچہ لکھا ہو کہ اس نے انہیں کھانے کے لئے آسمان سے روٹی دی۔ (آیات ۲۹ تا ۳۱)

یعنی یہودیوں نے مسیح سے معجزہ طلب کیا، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں نہ تو کوئی معجزہ دکھایا اور نہ کسی ایسے معجزہ کا حوالہ دیا جو اس درخواست سے پہلے دکھلا چکے تھے، بلکہ ایسا مجمل کلام استعمال کیا جس کو اکثر سننے والوں نے نہیں سمجھا، بلکہ محض اس وجہ سے ان کے بہت سے شاگرد مرتد ہو گئے، جس کی تصریح آپ مذکور کی آیت نمبر ۶۶ میں کی گئی ہے، جو ترجمہ عربی مطبوعہ سنہ ۱۸۶۶ء میں اس طرح ہے:

۱۔ استثنا ۱۶:۶ کی طرف اشارہ ہے،

۲۔ نحمیاہ ۵:۹ کی طرف اشارہ ہے،

۳۔ موجودہ اردو ترجمہ اسی کے مطابق ہے، یہ عبارت اسی سے نقل کر دی گئی ہے،

کہ اس پر اس کے شاگردوں میں سے بہترے اُٹے پھر گئے، اور اس کے بعد اس کے ساتھ نہ رہے۔ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں اس طرح ہے کہ: ”اور اس وجہ سے ان کے بہت سے شاگرد اپنے پچھلے پاؤں لوٹ گئے، اور پھر کبھی ان کے نشانہ چلے آٹھواں شاہد؛

کرنٹھیوں کے نام پہلے خط کے باب اول آیت ۲۲ میں ہے کہ: ”یہودی نشان چاہتے ہیں، اور یونانی حکمت تلاش کرتے ہیں، مگر ہم اس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور غیر قوموں کے نزدیک بیوقوفی ہے۔“

یہودی جس طرح مسیح سے معجزہ طلب کیا کرتے تھے، اسی طرح انھوں نے معجزہ کا مطالبہ حواریوں سے بھی کیا، عیسائیوں کے مقدس پولس نے اقرار کیا کہ یہ لوگ معجزہ طلب کرتے ہیں، اور ہم ان کے سامنے مسیح مصلوب کا دعوہ کرتے ہیں ان منقولہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عیسیٰ اور حواریوں نے ان اوقات میں جبکہ ان سے کسی معجزہ کا مطالبہ کیا گیا، کبھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا اور منکرین کے سامنے ان معجزات کا حوالہ پیش کیا جو اس سے قبل دکھا چھے تھے، اب اگر کوئی شخص ان آیات سے اس امر پر استدلال کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں کو کسی ایسے امر کے اظہار کی کوئی قدرت نہ تھی جو خلاف عادت ہو، ورنہ وہ کام ان اوقات میں ان سے صادر ہوتا، پھر جب ان سے کوئی بات صادر نہیں ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ ان کو اس کے اظہار کی قطعی کوئی قدرت نہیں تھی، تو یقیناً پادری صاحبان کے نزدیک یہ استدلال ظلم و کج روی پر معمول ہوگا، اور اس کی بات انصاف کے خلاف

شمار ہوگی، بالکل اسی طرح ہمارے نزدیک بعض ان آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے جن کے مطالب ہم واضح کر چکے ہیں، پادریوں کا اعتراض انصاف کے خلاف اور ظلم پر معمول ہو گا، اور ایسا کیوں ہو جبکہ قرآن کریم اور اتحادِ صحیح میں جا بجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تصریح موجود ہے، جیسا کہ فصلِ اول میں معلوم ہو چکا ہے، اور قرآن کریم میں بھی بعض مقامات پر اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

قرآنی آیات سے معجزات کا ثبوت

پہلا شاہد؛

سورۃ صافات میں ارشاد ہوتا ہے: **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلَّهِ خَرُّوا سُجَّدًا مُّكَرَّمًا**، یعنی جب کہیں اللہ کی واضح نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھتے ہیں جیسے شق القمر وغیرہ، تو یہ لوگ مذاق اڑانے میں مبالغہ کرتے ہیں، یا ان میں سے ایک دوسرے سے مذاق اڑانے کا مطالبہ کرتا ہے، اور تفسیر کبیر میں ہے کہ:

”اور چوتھی بات جسکو حق تعالیٰ نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ایک کھلا ہوا جادو ہے، یعنی جب کہیں کوئی معجزہ یا نشانی دیکھتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور منشاء ان کی طرف سے اس تمسخر کا یہ ہو کہ وہ اس معجزے کو جادو کی قبیل سے سمجھتے ہیں، مبین کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جادو ہونا ایسا واضح ہے کہ جس میں کسی کے لئے کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہوگی“

۱۔ تفسیر کبیر، ص ۱۳۰ ج ۴، مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ،

بیضادی میں ہے کہ:

یعنی جب وہ کوئی ایسی نشانی دیکھتے ہیں جو قائل کی سچائی پر دلالت کرتی ہے تو
تمغہ میں مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، یا ان میں سے ایک
دوسرے تمغہ کا مطالبہ کرتا ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ معجزہ جو ہم نے دیکھا
ہو اس کا جادو ہونا واضح ہے،

نیز جلالین میں ہے کہ:

”جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، تو مذاق
اٹاتے ہیں، اور اس معجزے کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ واضح جادو ہے“

اسی طرح تفسیر حسینی میں بھی ہے۔

دوسرا شاہد؛

سورہ قمر میں ہے کہ:

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ،

اس کا بیان پہلی فصل میں آچکا ہے،

تیسرا شاہد

سورہ آل عمران میں ہے:

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا	اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے
بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ	جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا

لہ تفسیر البیضاوی المطبوع فی مجموعۃ التفسیر الاربعۃ، ص ۲۲۹ ج ۵ مطبوعہ ستنبول،

الرَّسُولَ حَقًّا وَجَاءَهُمْ
الْبَيِّنَاتُ،

حالانکہ وہ شہادت دے چکے تھے کہ
رسول حق ہو اور ان کے پاس بیّنات آچکی تھیں

تفسیر کشاف میں البیّنات کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس سے مراد قرآن کریم کے تمام شواہد اور وہ تمام معجزات ہیں جن سے
نبوت کا اثبات ہوتا ہے۔“

اور قرآن میں لفظ بیّنات کا جب موصوف محذوف ہوتا ہے تو یہ لفظ عمر کا
معجزات کے معنی میں ہوتا ہے، اس صورت میں کسی دوسرے معنی میں اس کا
ہستعال بہت قلیل ہے، اس لئے بغیر کسی قوی قرینہ کے اس معنی پر محمول نہیں
کیا جائے گا۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں: وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ،
اور سورہ نسا میں: اَتَّخَذُوا لِكُلِّ نَبِيٍّ مِمَّا جَاءَ بِهِمُ الْبَيِّنَاتِ
اور سورہ مائدہ میں: اِذْ جِئْتَهُمُ بِالْبَيِّنَاتِ، پھر اسی سورہ میں دوسرے مقام پر
فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ اور سورہ نحل میں: بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ اور سورہ طہ
میں: اِنَّ نُزُولَهُ عَلَى مَاجَاءٍ كَا مِنْ الْبَيِّنَاتِ اور سورہ مؤمن میں: وَقَدْ جَاءَكُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ، اور سورہ حدید میں: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ
اور سورہ تغابن میں: بِذَلِكَ لَا تَنْفِرُ تَاْنِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ، اور اسی
طرح بہت سے مواقع پر معجزات ہی کے معنی مراد ہیں،

۱۔ تفسیر کشاف، ص ۳۸۱ ج اول مطبعة الاستقامة بالقاهرة، ۱۳۶۵ھ،

۲۔ یہ درحقیقت اس مشبہ کا جواب ہو کہ بیّنات کے لغوی معنی ”روشن دلائل“ کے ہیں، اور
ان کا اطلاق معجزات پر ہونا ضروری نہیں،

چوتھا شاہد؛

سورۃ النعام میں ہے کہ:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ	اور ان لوگوں سے زیادہ ظالم کون ہو
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ	جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھیں، یا
بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ	اس کی نشانیوں کی تکذیب کریں، بلاشبہ
الظَّالِمُونَ ۝	ظالم لوگ فلاح نہ پائیں گے۔

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ،

(اللہ پر جھوٹ بہتان باندھیں) مثلاً وہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، یا بتوں کے بائے میں کہتے تھے کہ یہ خدا کے سامنے ہماری سفارش کریں گے (یا اس کی نشانیوں کی تکذیب کریں) مثلاً وہ قرآن کی تکذیب کرتے تھے اور معجزات کو جھٹلا کر انہیں جادو قرار دیتے تھے، اور اگرچہ وہ جھوٹ، بہتان باندھنے اور نشانیوں کی تکذیب دونوں باتوں کے مرتکب تھے، لیکن لفظ "أَوْ" (بمعنی "یا") اس بات پر تفسیر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر بات انتہائی ظلم ہے۔

اور کشف میں ہے کہ:

"انہوں نے دو متناقض چیزوں کو جمع کیا، ایک طرف خدا کی تکذیب کی، دوسری طرف اس چیز کی تکذیب کی جو حجت و دلیل اور برہان صحیح سے ثابت تھی، کیونکہ ان کا قول تھا کہ اگر خدا کی مرضی ہوتی تو ہم شرک نہ کرتے،

الحق تفسیر البیضاوی، ص ۲۵۷ ج ۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۵ھ

اور نہ ہمارے بڑے شرک کے مرتکب ہوتے اور یہ بھی کہتے کہ خدا نے ہم کو شرک کا حکم دیا ہے، اور کہتے تھے کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں، اور یہ بت خدا کے یہاں ہماری سفارش کریں گے، اور خدا کی طرف ہجرت اور سائبہ کی حرمت منسوخ کرتے، پھر قرآن کو اور معجزات کو جھٹلایا اور ان کا نام سحر اور جادو رکھا، اور رسول پر ایسا نالائے ہے

اور تفسیر کہہ رہے ہیں کہ:

آن کے خسامے اور نقصان کی دوسری قسم یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیں کو جھٹلایا، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں عیب جرتی اور لگتے ہیں کی، اور قرآن کو راجح معجزہ ماننے سے انکار کیا ہے

پانچواں شاہد:

سورۃ النعام ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ آيَةٌ قَالُوا

اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے

۱۔ ہجرت، مشرکین عرب اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ دفعہ پیچھن چکی ہو، اور آخری بار اس کے ہاں نہ بچے ہوا ہو، یہ لوگ اس کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے، اور اس پر سواری کرتے، اس کا دودھ پینے، اسے ذبح کرنے اور اس کا... اُون اُتار کر استعمال کرنے کو حرام سمجھتے تھے، اور سائبہ اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے جسے کسی منتسب کے پورا ہونے پر پُرن کر دیا گیا ہو، اسے بھی حرام سمجھا جاتا تھا، قرآن نے ان سب صورتوں کی تردید کی ہے (مائدہ آیت نمبر ۱۰۳)

۲۔ تفسیر الکشاف ص ۱۳ جلد دوم،

۳۔ تفسیر کبیر، ص ۲۳ ۲۴ ۲۵

لَنْ نُؤْمِنَ بِحَقِّ نُبُوَّتِي مِثْلَ مَا أُوتِي رَسُولُ
اللَّهِ، اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
رِسَالَتَهُ سَيَصِيبُ الَّذِينَ
أَجْرَمُوا صَغَارًا عِنْدَ اللَّهِ
وَعَنْ أَبِي شَدِيدٍ يَمَّا كَانُوا
تَذَكُّرُونَ ۝

تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں
لائیں گے جب تک کہ ہمیں وہ
چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں
کو دی گئی ہو، اللہ خوب جانتا ہے کہ
اپنا پیغام کہاں رکھے، ان مجرموں کو اللہ
کے ہاں ذلت پہنچے گی، اور شدید غذا
پہنچے گا ان کے کمر کے بدلے میں ۝

تفسیر کبیر میں وَاِذَا اٰجَاءَتْهُمْ اٰيَةُ كِي تَشْرِيح کہتے ہوئے لکھا ہے کہ:
”جب ان کے سامنے کوئی زبردست معجزہ آتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت پر دلالت کرتا ہو تو.....“

نیز پوپ الگز نڈر کا یہ اعتقاد تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الہام ہیں، مگر
اس کے خیال میں یہ الہام واجب التسلیم نہیں تھا، اس کی کتاب مسمیٰ ڈون سیدی
جلد ۵ میں یہ فقرہ پایا جاتا ہے کہ:

”اے محمد: کبوتر تیرے کانوں کے پاس ہے ۝“

ہم نے یہ فقرہ جلد مطبوعہ ۱۸۹۷ء و ۱۸۹۸ء لندن سے نقل کیا ہے، مگر یہ
فقرہ پہلے نسخہ کے صفحہ ۲۶۷ پر اور دوسرے نسخہ کے صفحہ ۳۰۳ پر ہے، غالباً پوپ نے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام کو کبوتر کی طرف منسوب کیا ہے، کیونکہ عیسائیوں

۱۔ تفسیر کبیر، ص ۱۴۱ جلد ۲ مطبوعہ استنبول ۱۳۲۲ھ

(۱۰)

۲۔ انہار الحق کے عربی نسخہ میں یہ نام ”دنید“ مذکور ہے، مگر انگریزی ترجمہ میں Don Sidhi

کے نزدیک الہام روح القدس کے واسطے سے ہوتا ہے، اور روح القدس عیسیٰ علیہ السلام پر پستیم کے بعد جب نازل ہوئی تو کبوتر کی شکل میں تھی، جس کی تصریح انجیل متی کے باب میں موجود ہے، اس لئے اس نے سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام بھی کبوتر کے واسطے سے ہے،

عیسائیوں کا اسلام پر یہ اعتراض عورتوں کے ہائے میں ہے جس کی پانچ تیسرے اعتراضات بعد ازواج صورتیں ہیں:

۱۔ مسلمانوں کے لئے چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہیں کیا گیا، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعداد پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے لئے تعداد بڑھا کر نو کر لی، اپنے متعلق خدا کا یہ حکم ظاہر کیا کہ اللہ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ میں چار سے زیادہ کر سکتا ہوں،

۲۔ مسلمانوں کے لئے اپنی بیویوں کے درمیان مساوات اور عدل ضروری ہے، مگر اپنے متعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا یہ حکم ظاہر کیا کہ مجھ پر یہ عدل واجب نہیں،

۳۔ آپ زید بن حارثہؓ کے گھر میں اچانک داخل ہو گئے، اور جب پردہ ہٹایا تو آپؐ نے نگاہ زینب بنت جحشؓ پر پڑ گئی، جو زیدؓ کی بیوی تھیں، اور آپؐ ان پر فریاد کی، اور فرمایا کہ سبحان اللہ! پھر جب زیدؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے بیوی کو طلاق دیدی، اور آپؐ نے ان سے شادی کر لی، اور یہ ظاہر کیا کہ خدا نے مجھ کو اس سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔

۴۔ آپؐ نے ماریہ قبطیہؓ سے حضرت حفصہؓ کے مکان میں ان کی باری

کے دن صحبت کی، جس پر حضرت حفصہؓ سخت غضبناک ہوئیں، اور محمد علی اللہ علیہ السلام کو یہ کہنا پڑا کہ میں نے ماریہ کو اپنے لئے حرام کر دیا، مگر آپ تحریم پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے پر قادر نہ ہو سکے، اور یہ ظاہر کیا کہ خدا نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ کفارہ ادا کر کے اپنی قسم کو ختم کر دوں،

۵۔ آپ کی امت کے لئے یہ بات جائز ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے تو دوسرا شخص عدت گزرنے پر اس سے شادی کر سکتا ہے، مگر اپنی نسبت آپ نے خدا کا یہ حکم ظاہر کیا کہ کسی شخص کو اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ میری وفات کے بعد میری کسی بیوی سے شادی کرے،

عیسائیوں نے بڑی جہد و جداد اور انتہائی کوشش کے بعد عورتوں کے سلسلہ میں یہ پانچ قسم کے اعتراض کئے ہیں جو سب کے سب ان کے اکثر رسالوں میں مثلاً میزان الحق، تحقیق الدین الحق، دافع البہتان، دلائل اثبات رسالہ المسیح، دلائل النبوت اور رد التلویغ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں، اس موقع پر ہم آٹھ باتیں بطور تمہید کے پیش کرتے ہیں، جن سے ان تمام صورتوں کا جواب نکل آتا ہے:

جواب کی تمہید

پہلی بات؛

گذشتہ شریعتوں میں ایک سے زیادہ شادی کرنا جائز تھا، اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے پہلے سارہ سے نکاح کیا، اور ان کی موجودگی میں پھر باجرہ سے شادی کی، حالانکہ وہ خلیل اللہ تھے، اور خدا کی وحی ان کے پاس

آتی تھی، اور خدا ان کی لپچھے کاموں کی طرف رہنمائی کرتا تھا، اگر نکاح ثانی جائز نہ ہوتا تو خدا براہِ شیم کو ایسے ناجائز کام پر باقی نہ چھوڑتا، بلکہ ان کو نکاح فسخ کرنے کا حکم دیتا، اور اس کو حرام قرار دیتا، دوسرے یعقوب نے چار عورتوں، لیا، راحیل، بلہا، زلفا سے شادی کی، پہلی دونوں عورتیں لابن کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی لڑکیاں اور آپس میں حقیقی بہنیں تھیں، تیسری اور چوتھی باندیاں تھیں، حالانکہ شریعت موسیٰ میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا قطعی حرام تھا، جیسا کہ باب میں معلوم ہو چکا ہے، اب اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنا حرام مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ ان عورتوں سے جو اولاد ہوئی وہ سب کی سب حرام کی اولاد تھی، نعوذ باللہ منہ، حالانکہ ان کے پاس برابر خدا کی وحی آتی تھی، اور ان کی نیک کاموں کی طرف رہنمائی کی جاتی تھی، پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا برے کاموں کی طرف ان کی رہبری کرتا، اور اس اہم معاملہ میں ان کو کچھ ہدایت نہ دیتا، لہذا خدا کا یعقوب کے چاروں نکاحوں کو بالخصوص، و حقیقی بہنوں کو برقرار رکھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی شریعت میں ایسا کرنا جائز تھا،

نیز جدعون بن یوآس نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا، کتاب قضاء باب آیت ۳۰ میں ہے کہ:

”اور جدعون کے ستر بیٹے تھے جو اس ہی کے صلب سے پیدا ہوئے تھے، کیونکہ اس کی بہت سی بیویاں تھیں، اور اس کی ایک حرم کے بھی جو حکم

۱۵ یہ حکم احبار ۸۱۸ میں موجود ہے، دیکھئے کتاب ہذا، ص ۸۱۸ جلد ۲،

میں تھی اس سے ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام اپنی ملک رکھا: (آیات ۳۰ و ۳۱)
 اور جدعون کا بیٹا ہونا کتاب قضاۃ کے باب ۶ و ۷ سے اور رسالہ عبرانیہ کے
 باب ۱۷ سے ثابت ہے،

حضرت داؤدؑ کی بیوی کا مہر | نیز داؤد علیہ السلام نے بہت سی
 عورتوں سے شادی کی، سب پہلا نکاح میکیل بنت شاول سے کیا، اور مہر میں
 فلسطینوں کے ایک سو آلات تناسل مقرر کئے گئے تھے، لیکن داؤدؑ نے شاول کو
 دو سو آلات تناسل دیے، پھر شاول نے داؤدؑ کو اپنی بیٹی میکیل سیاہ دی،
 کتاب سموئیل اول باب ۱ آیت ۲۰ میں ہے:

”اور ہنوز دن پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ داؤد اٹھا، اور اپنے لوگوں کو لیکر
 گیا، اور دو سو فلسطینی قتل کر ڈالے، اور داؤد ان کی رکھڑیاں لایا، اور انھوں
 نے ان کی پوری تعداد میں بادشاہ کو دیا، تاکہ وہ بادشاہ کا داماد ہو، اور شاول
 نے اپنی بیٹی میکیلؑ سے سیاہ دی۔“

بددین لوگ اس ہر کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کیا شاول کی یہ غرض تھی
 کہ ان آلات تناسل سے ایک گدھے کا بوجھ تیار کر کے اپنی بیٹی کو جہیز میں دے، یا
 کوئی دوسری غرض تھی؟ مگر ہم ان کے مذاق سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
 جب داؤد علیہ السلام نے شاول سے بغادت کی تھی تب اس نے میکیل کی شادی

۱۷ تب خداوند نے جدعون سے کہا: (قضاۃ ۷، ۲ و ۳ و ۹ نیز دیکھئے ۶: ۱۱ و ۱۲)

۱۸ عبارت کے لئے دیکھئے ص ۸، ۵، جلد ہذا کا حاشیہ،

۱۹ یعنی آلات تناسل کی کھالیں جو عربی ترجمہ میں یہاں غَلَّتْ کا لفظ ہے،

فلطی بن لیس جیسی ہے کر دی تھی، جس کی تصریح سقتر مذکور کے باب ۲۵ میں ہے،
اس کے علاوہ داؤد علیہ السلام نے چھ دوسری عورتوں سے نکاح کیا:

(۱) اخینوخ بن یزعیلی (۲) ایجیل (۳) محکمہ بنت تلمی شاہ جسور (۴) حجیت (۵)
اسیطال (۶) عجلاہ، جس کی تصریح کتاب سموئیل ثانی باب میں موجود ہے، ... ان
چھ بیویوں کے باوجود میکمل کی محبت آپ کے دل سے دور نہیں ہوئی، اگرچہ وہ
دوسرے کے نکاح میں تھی، اسی لئے جب شاذل مارا گیا تو داؤدؑ نے اس کے بیٹے اشبوست
اپنی بیوی کا مطالبہ کیا، اور کہا کہ میری بیوی مجھ کو واپس کر، جس کاہر میں نے فلسطینیوں کے
ایک سوالات تناسل دے کر ادا کر دیا تھا، مجبوراً اشبوست نے فلطی بن لیس سے
جبراً میکمل کو لے کر داؤدؑ کے پاس بھیج دیا، اور اس کا شوہر فلطی اس کے پیچھے پیچھے روتا
ہوا مقام بحوریم تک آیا، پھر مجبوراً واپس ہو گیا، جس کی تصریح مذکورہ باب میں ہے،
پھر جب دوبارہ میکمل داؤدؑ کے پاس پہنچی تب ان کی مستقل بیوی بن گئی،
اور سات بیویوں کا عدد مکمل ہو گیا، پھر داؤدؑ نے اور دوسری عورتوں سے نکاح کیا
اسی طرح بہت سی باندیاں جمع کیں، جن کی تعداد کی تصریح ان کی کتب مقدسہ
میں نہیں ہے، کتاب سموئیل ثانی باب آیت ۱۳ میں ہے:

لہ اور داؤدؑ نے ساؤل کے بیٹے اشبوست کو قاصدوں کی معرفت کہلا بھیجا کہ میری
بیوی میکمل کو جس کو میں نے فلسطینیوں کی تزکھڑیاں دے کر بیاہا تھا میرے حوالے کر، سو
اشبوست نے لوگ بھیج کر اسے اس کے شوہر لیس کے بیٹے فلطی ایل سے چھین لیا، اور اس کا
شوہر اس کے ساتھ چلا، اور اس کے پیچھے پیچھے بحوریم تک روتا ہوا چلا آیا۔

(۲۔ سموئیل ۳: ۱۶-۱۷)

داؤد نے یروشلم سے اور حرمین رکھ لیں، اور بیویاں کیں، اور داؤد کے ہاں اور

بیٹے، بیٹیاں پیدا ہوئیں۔“

پھر داؤد نے اور یا کی بیوی سے زنا کیا، اور حیلہ سے اس کے شوہر کو مردادیا، جس پر خدا نے داؤد پر عتاب کیا، جیسا کہ اس فصل کے شروع میں معلوم ہو چکا ہے، اور داؤد علیہ السلام اگرچہ اس زنا میں اور اس عورت سے نکاح کرنے میں غلط کا رہے، مگر اور دوسری بہت سی عورتوں سے نکاح کرنے میں گنہگار نہیں تھے، ورنہ خدا اُن سے نکاح کرنے پر بھی اسی طرح عتاب کرتا جس طرح اور یا کی عورت سے نکاح کرنے پر کیا تھا، پھر ان عورتوں سے شادی کرنے پر عتاب کی جگہ اپنی رضا کا اظہار کیا، اور ان کے دینے کو اپنی طرف منسوب کیا، اور کہا کہ اگر یہ عورتیں کم ہیں تو میں اسی قدر سی قد اور دونوں کا اور اللہ کا قول داؤد کے حق میں ناتنہی کی معرفت کتاب سمائل ثانی باب آیت ۸ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۳ء لندن و نسخہ مطبوعہ روم ۱۶۳۱ء میں اس طرح مذکور ہے،

اور میں نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا، اور تیرے آقا کی بیویاں تیری گود میں کر دیں، اور اسرائیل اور یہوداہ کا گھر انا تجھ کو دیا، اور اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھ کو ان جیسی اور اور دونوں گا۔“

۱۵ دیکھئے ص ۵۷۹ جلد طحا،

۱۶ اظہار الحق میں یہاں یہ عبارت ہے، ”فان كانت قلیلة فانیدک مثلین ومثلین“ اسی کا ترجمہ ہم نے قوسین میں لکھ دیا ہے، لیکن موجودہ تمام ترجموں میں اس کی جگہ یہ الفاظ ہیں: ”اور اور عزیز بھی دیتا یہ موجودہ عربی اور انگریزی ترجمے بھی اسی کے مطابق ہیں، مصنف نے جن نسخوں کا حوالہ دیا ہے، ان میں یہ عبارت متن کے مطابق رہی ہوگی،

اس عبارت میں یہ لفظ کہ "تیں نے دیا" اور یہ الفاظ کہ "اگر یہ سب کچھ تھوڑا استحقاق میں تجھ کو ان جیسی اور اور دوں گا" پہلے سے دعویٰ پر صریح دلالت کر رہے ہیں، اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں آخری جملہ یوں ہے کہ:

فَاِذَا كَانْتَ عِنْدَ لِقَائِ قَلِيلَةٍ	تیں اگر یہ تیرے خیال میں کم نہیں تو
كَانَ يَنْبَغِي لَكَ اَنْ تَقُولَ	تجھے چاہئے تھا کہ کہتا تو میں ان جیسی
فَاَنْ يَدُ وَ مِثْلَهُنَّ وَ مِثْلَهُنَّ	اور اور بڑھا دیتا

داؤد نے نہ صرف اس قدر شادیوں پر اکتفا کیا، بلکہ آخری عمر میں ایک فوجی کنواری لڑکی جس کا نام ابی شاگ شو عننت ہے، اور جو بلا کی خوب صورت تھی، اس سے آپ نے نکاح کیا، جس کی تصریح کتاب سلاطین اول باب اول میں ہے، چوتھے سلیمان علیہ السلام نے ایک ہزار عورتوں سے شادی کی، جن میں ستائس آزاد شہزادیاں تھیں اور تین سو باندیاں تھیں، یہاں تک کہ ان کے دام فریب میں آکر آخر عمر میں آپ نعوذ باللہ منہم بھی ہو گئے، اور بت خانے بھی تعمیر کرائے جس کی تصریح کتاب سلاطین اول باب میں موجود ہے،

نیز توریت کے کسی بھی مقام سے ایک نکاح سے زیادہ کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، اور اگر یہ چیز حرام ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اس کی حرمت کی اسی طرح تصریح کرتے، جس طرح دوسری حرام چیزوں کی تصریح کی ہے، اور ان کی تحریم کے اظہار میں بہت سختی کی ہے، اس کے برعکس توریت سے تعدد ازدواج کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیونکہ پہلے اعتراض کے جواب میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کنواری

لڑکیاں جو مدیاہیوں کی غنیمت سے جاہل ہوئی تھیں ان کی تعداد تیس ہزار تھی، اور ان کو بنی اسرائیل پر تقسیم کیا گیا تھا، بلا لحاظ اس کے کہ وہ شادی شدہ ہیں یا غیر شادی شدہ، اس میں کوئی تخصیص کنواکے لوگوں کی تھی،

نیز کتاب استنار باب ۲۱ آیت ۱۰ میں ہے کہ،

جب تو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھ میں کر دے، اور تو ان کو اسیر کر لے اور ان اسیروں میں کسی خوب صورت عورت کو دیکھ کر تو اس پر فریقتہ ہو جائے، اور اس کو بیاہ لینا چاہے تو تو اسے اپنے گھر لے آنا، اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے، اور اپنی اسیری کا لباس اتار کر تیرے گھر میں رہے، اور ایک جہینہ تک اپنے ماں باپ کے لئے ماتم کرے، اس کے بعد تو اس کے پاس جا کر اس کا شوہر ہوتا اور تیری بیوی بنے، اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اس کو جائی دینا، لیکن روپے کی خاطر اس کو ہرگز نہ بیچنا، اور اس سے لڑائی کا معاملہ نہ کرنا اس لئے کہ تو نے اس کی حرمت لے لی ہے،

اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں، اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں، اور پہلو ٹھاپٹھا غیر محبوبہ سے ہو تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلو ٹھا ہے فوقیت دے کر پہلو ٹھانہ ٹھہرائے، بلکہ وہ

غیر محبوب کے بیٹے کو اپنے سب مال کا دو تاحتمہ دے کر اسے پہلو ٹھامانے، کیونکہ

وہ اس کی قوت کی ابتداء ہے، اور پہلو ٹھمے کا حق اسی کا ہے، (آیات ۱۰ تا ۱۱)

ان آیات میں صرف اس شخص سے خطاب نہیں ہے جس کی پہلی بیوی نہ ہو، بلکہ

عام ہے، خواہ اس کی پہلی بیوی ہو یا نہ ہو، نیز اس میں یہ تصریح بھی نہیں ہے کہ یہ حکم

ایک ہی باندی کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے برعکس بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ

اگر مخاطب ایک زیادہ عورتوں کو پسند کرے، اور ان کو بیویاں بنانا چاہے تو اس

کے لئے ایسا کرنا جائز ہوگا، لہذا ابراہیم رائی کے لئے بہت سی عورتوں سے شادی

کرنا جائز ہوا، اور یہ الفاظ کہ: اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں تو صاف و صریح ہمک

مذعار بہ دلالت کر رہے ہیں، جس کی تو صیح کی ضرورت نہیں ہے،

خلاصہ یہ کہ ثابت ہو گیا کہ موسیٰ کی شریعت میں کثرتِ ازدواج جائز فعل تھا

اور حرام بالکل نہ تھا، اسی بناء پر جد علیؑ اور داؤدؑ وغیرہ نے جو امت موسیٰ کے

نیک اور صالح لوگ تھے، بہت سی شادیاں کیں،

دوسری بات؛

صحیح واقعہ حضرت زینبؑ کا یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زاد

بہن تھیں، اور آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؑ کے نکاح میں تھیں، پھر

زیدؑ نے ان کو طلاق دیدی، اور عدت گزرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے

نکاح فرمایا، ہم اس سلسلہ میں سورۃ احزاب کی وہ آیتیں جو اس قصہ سے متعلق ہیں

مع تفسیر کبیر کی عبارت کے نقل کرتے ہیں۔

”اور جب آپ اس شخص سے کہہ رہے

اِذَا ذَقْنٰ لِلَّذِي اَنْعَمَ اللّٰهُ

علیہ و هو زید النعم اللہ علیہ
 بالاسلام والنعیم علیہ
 بالتحریر والاعتاق امسک
 علیک زوجک ہم زید بطلان
 زینب فقال لہ النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم امسک ای لا
 تطلقہا واتق اللہ قیل فی
 الطلاق وقیل فی الشکوٰی
 من زینب فان زید اقال
 فیہا انہا تتکبر علی بسبب
 النسب وعدم الکفاءة و
 تخفی فی نفسک ما اللہ مبتلی
 من انک قرید التزوج بزینب
 وتخشى الناس من ان یقولوا
 اخذ زوجة الغیر والابن
 واللہ احق ان تخشاه لیس
 اشارۃ الی ان النبی صلی اللہ

تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا تھا،
 یعنی زید سے جن کو اللہ نے اسلام کی
 نعمت دی تھی، اور خود آپ نے اس پر
 انعام کیا تھا، یعنی آزاد کر دیا تھا، کہ تم
 اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو،
 واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت زینب نے
 حضرت زینب کو طلاق دینے کا ارادہ
 کیا تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اُن سے فرمایا تھا کہ روکے رکھو
 یعنی طلاق نہ دو، اور اللہ سے ڈرو،
 بعض نے کہا کہ طلاق دینے کے سلسلے
 میں اللہ سے ڈرنا مراد ہے، اور بعض
 نے کہا کہ حضرت زید اکثر حضرت زینب
 کی شکایات کیا کرتے تھے کہ وہ اپنی
 عالی نسب کی بناء پر تکبر کیا کرتی ہے، اس
 آیت میں انھیں اس شکایت کے سلسلے
 میں خدائے ڈرنے کی تاکید کی گئی ہے

۱۔ خط کشیدہ الفاظ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، اور اس کے آگے امام رازیؒ کی وہ تشریحات ہیں
 جو انھوں نے تفسیر کبیر میں فرمائی ہیں،

عليه وسلم خشي الناس و
 لم يخش الله بل المعنى الله
 احق ان تخشاه وحنه كما
 قال تعالى الذين يبلغون
 رسالات الله ويخشونه
 ولا يخشون احدا الا الله
 ثم قال تعالى فلما قضى زيد
 منها وطرا ارزوا عنها اي لما
 طلقها زيد وانقضت عدتها
 وذلك لان الزوجة مادامت
 في نكاح الزوج فهي تدفع
 حاجته وهو محتاج اليها
 فلم يقض منها الوطرا الكلية
 ولم يستغن وكذلك اذا
 كانت في العدة له بها تعلق
 لا مكان شغل الرحم فلم

اور آپ چھپاتے تھے اپنے دل میں
 وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا
 یعنی زینب سے شادی کا ارادہ اور
 آپ لوگوں سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ
 یہ نہ کہنے لگیں کہ رسول اللہ نے دوسرے
 کی بیوی لے لی ہے، یا یوں کہنے لگیں
 کہ بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے،
 اور اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے
 کہ آپ اس سے ڈریں، اس کا مطلب
 نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 لوگوں سے ڈرتے تھے، اور اللہ سے
 نہیں ڈرتے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ ڈرنے کا ہنساحق ہے، یہ ایسا
 ہی ہے جیسے دوسری جگہ باری تعالیٰ
 نے فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کا پیغام
 پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں،

۱۔ واضح رہے کہ حضرت زیدؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا،
 اور زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کو سگے بیٹے کی بیوی کی طرح حرام
 سمجھا جاتا تھا،

يَقْضِي مِنْهَا بَعْدَ وَطْئِهِ وَامْتِنَا
 اِذَا طَلَّقَ وَانْقَضَتْ عَنْهُ تَهَا
 اسْتَفْغَى عَنْهَا وَلَمْ يَبْقَ لَهُ مَعَهَا
 تَعْلُقُ فَيَقْضِي مِنْهَا الْوَطْئَ وَهَذَا
 مُوَافِقٌ لِمَا فِي الشَّرْعِ لِأَنَّ
 التَّزْوِجَ بِزَوْجَةِ الْغَيْرِ اد
 بِمَعْتَدٍ تَهْ لَا يَجُوزُ فَلِهَذَا
 قَالِ فَلَمَّا قَضَى وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ
 يَكُنْ لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
 خَرْجٌ فِي أَنْشَادِ أَجَادِ عِيَالِهِمْ
 إِذَا اقْضَوْا مِنْهُمْ وَطْئًا أَوْ إِذَا
 طَلَقُوا مِنْهُمْ وَانْقَضَتْ عَنْهُمْ
 وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ التَّزْوِجَ
 مِنَ الذَّيِّ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَمْ يَكُنْ لِقَضَاءِ شَهْوَةِ النَّبِيِّ
 صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ لِبَيَانِ
 الشَّرِيعَةِ بِفَعْلِهِ فَإِنَّ الشَّرْعَ
 يَسْتَفَادُ مِنَ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّيَ اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَمْرًا لِلَّهِ

اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے
 اس کے بعد باری تعالیٰ فرماتے ہیں
 پس جب زینب نے اس (زینب) سے
 اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس
 کی شادی آپ سے کر دی، حاجت پوری
 کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب انھوں نے
 اسے طلاق دیدی، اور عدت گزر گئی
 اس نے کہ جب تک کوئی بیوی کسی کے
 نکاح میں رہتی ہے تو وہ مرد کی حاجت
 رفع کرتی رہتی ہے، اور شوہر اس کا
 ہر وقت محتاج ہوتا ہے، ایسی صورت
 میں مرد عورت سے اپنی حاجت پوری
 نہیں کر چکا ہوتا ہے، اور نہ اس سے
 مستغنی ہوتا ہے، اسی طرح جب تک
 عورت عدت میں ہو تو مرد کو اس کے
 ساتھ تھوڑا بہت تعلق رہتا ہے،
 اس لئے کہ ممکن ہے عورت کا جسم
 اس کے حمل سے مشغول ہو، لہذا عدت
 کے دوران بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ

مَفْعُولًا، اسی مقضیٰ ماقضاه
 کائن شر بین ان تزوجہ
 علیہ لسلام بہام امہ
 کان مبینا لشرع مشتمل علی
 فائدہ کان خالیًا عن المفاسد
 رہتا، اس وقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی ضرورت پوری کر لی، اور یہ بات
 شریعت کے بالکل موافق ہے، اس لئے کہ دوسرے کی بیوی یا اس مطلقہ سے
 جو عدت گزار رہی ہو نکاح جائز نہیں، اسی طرح باری تعالیٰ کا ارشاد: تاکر
 مسلمانوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی
 باقی نہ رہے، جبکہ وہ (منہ بولے بیٹے) ان (بیویوں) سے اپنی حاجت پوری
 کر چکے ہوں، یعنی جب وہ انہیں طلاق دے چکے ہوں اور عدت بھی گزر گئی ہو
 اور اس آیت میں یہ بتلادیا گیا کہ حضرت زینبؓ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ساتھ اس لئے نہیں کرائی گئی کہ آپؐ کی کس نفسانی خواہش کو پورا
 کرنا مقصود تھا، بلکہ اس لئے کرائی گئی کہ ایک شرعی حکم کو آپؐ کے عمل سے
 واضح کر دیا جائے، اس لئے کہ شریعت کے احکام آپؐ کے افعال سے مستنبط
 ہوتے ہیں، اور اللہ کا حکم ہونے والا تھا، یعنی معتد رہتا، اور جوابات اللہ
 معتد کر دے وہ ہو کر رہتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ زینبؓ کے

۱۔ یعنی یہ شرعی حکم کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی جائز ہے،

ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ایک حکم شرعی بیان کرنے کے علاوہ

ایک اور فائدے پر مشتمل تھا اور اس میں کوئی خرابی نہ تھی؛

اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت زینبؓ اپنے کونسل کی بناء پر اور

کفر نہ ہونے کی وجہ سے زیدؓ سے افضل سمجھتی تھیں، اور اسی وجہ سے آپس میں دونوں

کی محبت والفت نہ ہو سکی، اور زیدؓ نے ان کو طلاق دینے کا قصد کیا، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع کیا، مگر آخر کار انھوں نے طلاق دیدی، پھر جب عدت

گزر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کر لیا، محض اس لئے کہ ایک شرعی

حکم کو اپنے فعل سے واضح کیا جائے، نہ کہ قصداً بہت کی غرض سے، اور اسی بات کو

سہ بر محمولی سمجھ بوجھ والا انسان سمجھ سکتا ہے کہ شریعت کا جو حکم عام پھیلے ہوئے تصورات کے

خلاف ہو اسے صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہو کرتا، اگر لوگوں کے ذہن میں کسی فعل کی

برائی خواہ مخواہ جم کر بیٹھ گئی ہے تو اس کا ذہن سے نکلنا اُس وقت تک بہت مشکل ہو جب تک

کہ کوئی ایسا شخص اس فعل کو کر کے نہ دکھائے جسے وہ ہر لحاظ سے قابل اتباع سمجھتے ہیں، اس کی

ایک واضح مثال یہ واقعہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مشرکین مکہ سے صلح ہوئی تو عام

مسلمانوں کے دل اس پر مطمئن نہ تھے، وہ عیش جہاد اور عمرہ کے شوق سے سرشار ہونے کے

باعث کسی طرح اس بات پر آمادہ نہ ہوتے تھے کہ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں، یہاں تک کہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو یہ حکم دیا کہ وہ سب اپنا سر منڈوا کر احرام

کھول دیں تو سب نے یہ حکم سنا، لیکن کوئی شخص احرام کھولنے کے لئے آگے نہ بڑھا، اُس وقت

آپؐ تشویش کے عالم میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے، اور جاکر انہیں واقعہ بتلایا

تو حضرت ام سلمہؓ نے آپؐ کو بڑا نفسیاتی مشورہ دیا اور کہا کہ آپؐ ایسا کیجئے کہ کسی سے کچھ کہنے کی بجائے

کسی نمایاں جگہ بیٹھ کر خود طعن فرمائیے، اور احرام کھول دیجئے، چنانچہ آپؐ ایسا ہی کیا، اور آپؐ کا احرام

کھولنا تھا کہ تمام صحابہؓ نے بچے بعدِ حجرت اپنے احرام کھول ڈالے،

اللہ کا حکم نازل ہونے سے قبل لوگوں کی عادت کے پیش نظر آپ اپنے دل میں مخفی رکھتے تھے اور اس میں کوئی بھی معائنہ نہیں ہے، جیسا کہ عنقریب (تیسری بات میں) آپ کو معلوم ہونے والا ہے، اس سلسلے میں بیضاوی میں جو روایت نقل کی گئی ہے، وہ محققین اہل حدیث کے نزدیک ضعیف اور ناقابل قبول ہے، جس کی تصریح محدث شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی بعض تصانیف میں کر دی ہیں، نیز شرح مواقف میں ہے:

”اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جب آپ نے ان کو دیکھا تو فریفتہ ہو گئے تو یہ اس

قسم کی چیز ہے جس سے تحفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب ہے“

تیسری بات؛

شرعی امور کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام شریعتوں میں یکساں ہوں، یا تمام قوموں کی عادات اور ان کی مرضی کے مطابق ہوں، پہلی بات تو اس لئے کہ باپ میں اس کے متعلق آپ اس قدر معلوم کر چکے ہیں جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں ہے، اور اس میں یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت سارہؓ امراہیم علیہ السلام کی عسلاقی بہن تھیں، اور یعقوب علیہ السلام نے اپنی زوجیت میں دو حقیقی بہنوں کو جمع رکھا، اور موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران نے اپنی پھوپھی سے نکاح کیا، حالانکہ یہ تینوں قسم کی بیویاں شریعت موسوی و عیسوی و محمدی میں حرام ہیں، اور ان کے تعلق رکھنا زنا کی طرح ناجائز ہے، بالخصوص عسلاقی بہن اور پھوپھی سے نکاح کرنا، اور ہندوستان کے مشرکین کے نزدیک اس قسم کی شادی بدترین فعل سے بھی بدتر ہے، جس کی وجہ سے وہ لوگ ایسے نکاح کرنے والوں پر بے انتہا ملامت کرتے، اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور ان کی اولاد کو زنا کی شدید قسم کی طرف منسوب

کرتے ہیں، انجیل لوقا باب ۵ آیت ۲۹ میں ہے :

”اور محصول لینے والوں اور اور دل کا جو ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے
بڑا مجمع تھا، اور فریسی اور ان کے فقیہ اس کے شاگردوں سے یہ کہہ کر بڑبڑانے
لگے کہ تم کیوں محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہو؟

پھر آیت ۳۳ میں ہے کہ :

”اور انھوں نے اس سے کہا کہ یوحنا کے شاگرد اکثر روزے رکھتے اور دعائیں
کیا کرتے ہیں، اور اسی طرح فریسیوں کے بھی، مگر تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں؟
دیکھئے! یہودیوں کے فریسی فرتے کے سر کردہ لوگ اور فقیہ حضرت عیسیٰؑ کو
اس بات پر ملامت کر رہے ہیں کہ وہ محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ
کیوں کھاتے پیتے ہیں؟ اور روزے کیوں نہیں رکھتے؟

اور انجیل لوقا باب ۱۵ آیت ۱ میں ہے :

”جب محصول لینے والے اور گنہگار اس کے پاس آتے تھے، تاکہ اس کی باتیں
سنیں، اور فریسی اور فقیہ بڑبڑا کر کہنے لگے کہ یہ آدمی گنہگاروں سے ملتا اور ان کے
ساتھ کھانا کھاتا ہے؟

یہاں بھی فریسی حضرت عیسیٰؑ کو گنہگاروں کا ہم پیالہ بننے پر ملامت کرتے ہیں

اور کتاب اعمال باب ۲ آیت ۲ میں ہے کہ :

”جب پطرس یروشلم میں آیا تو محتون اس سے یہ بحث کرنے لگے کہ تو نامحظون
کے پاس گیا، اور ان کے ساتھ کھانا کھایا؟

اور انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱ میں ہے کہ :

”پھر فریسی اور بعض فقیہ اس کے پاس جمع ہوئے، وہ یروشلیم سے آئے تھے، اور انہوں نے دیکھا کہ اس کے بعض شاگرد ناپاک یعنی بن دھوئے ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں، کیونکہ فریسی اور سب یہودی بزرگوں کی روایت پر قائم رہنے کے سبب جب تک اپنے ہاتھ خوب دھو لیں نہیں کھاتے اور بازار سے آکر جب تک غسل نہ کر لیں نہیں کھاتے، اور بہت سی باتیں ہیں جو قائم رکھنے کے لئے بزرگوں سے ان کو پہنچی ہیں، جیسے پیالوں اور بوتلوں اور تانبے کے برتنوں کو دھونا، پس فریسیوں اور فقیہوں نے اس سے پوچھا، کیا سبب ہو کہ تیرے شاگرد بزرگوں کی روایت پر نہیں چلتے بلکہ ناپاک ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں؟“ (آیات ۶۱ تا ۶۷)

حالانکہ ہندوستان کے مشرک برہمنوں کے یہاں اس معاملہ میں بڑی سختیاں ہیں، ان کے نزدیک تو اگر کوئی ہندو کسی مسلمان یا یہودی یا عیسائی کے ساتھ کھانا کھالے تو اپنے مذہب کے خارج ہو جاتا ہے،

اور متبنی کی بیوی سے طلاق کے بعد نکاح کرنا مشرکین عرب کے نزدیک بہت ہی قبیح اور برا سمجھا، اور چونکہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وسلم کے متبنی تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زینبؓ سے نکاح کرنے میں ابتداء مشرکین عوام کے طعن کا اندیشہ تھا، مگر جب خدا نے آپ کو اس کا حکم دیا تو آپ نے شریعت کے بیان اور توضیح کے لئے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا، اور پھر مشرکین کے طعن و تشنیع کی کوئی پروا نہ نہیں کی،

چوتھی بات؛

فرقہ پر دستخط والے معتزین کو نہ تو شرم و حیا ہے، اور نہ وہ اپنی مقدس کتابوں کے اختلافات اور اغلاط و احکام پر نظر ڈالتے ہیں، جن کے نمونے آپ باب اور فصل نمبر ۲ و ۳ باب میں دیکھ چکے ہیں، نہ اپنے پیغمبروں کے گناہ اور ان کے قبیلہ اور ساتھیوں کے جرائم کی طرف بگاہ کرتے ہیں، جن کا علم آپ کو اس فصل کے شروع میں ہو چکا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر بھی تو ریت میں لکھی ہوئی چند چیزیں پیش کریں، اگرچہ ناظرین کو ان میں سے بہت سی باتوں پر پہلے ہی علم حاصل ہو چکا ہو۔

بائبل کی چند اور خلاف عقل باتیں؛

پہلی مثال؛

کتاب پیدائش باب ۳ آیت ۳ میں ہے:

”اور یعقوب نے سفیدہ اور بادام اور چنار کی ہری ہرن چھڑیاں لیں، اور ان کو چھل چھیل کر اس طرح گنڈے دار بنا لیا کہ ان چھڑیوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی، اور اس نے وہ گنڈے دار چھڑیاں بھیڑ بکریوں کے سامنے حوضوں اور نالیوں میں جہاں وہ پانی پینے آتی تھیں کھڑی کر دیں (اور) جب وہ پانی پینے آئیں سو گا بھن (ہو گئیں)، اور ان چھڑیوں کے آگے گا بھن ہونے کی وجہ سے انھوں نے دھاری دار چٹے اور ابلق بچے دیئے، اور یعقوب نے بھیڑ بکریوں

۱۔ انہار الحق میں یہاں یہ عبارت ہے: ”تاکہ جب وہ پانی پینے آئیں تو گا بھن ہو جائیں۔“

۲۔ یعنی چٹے،

کے ان بچوں کو الگ کیا، اور لابن کی بھیڑ بکریوں کے منہ دھاری دار اور کالے بچوں کی طرف پھیر دیے، اور اس نے اپنے ریوڑوں کو جدا کیا، اور لابن کی بھیڑ بکریوں میں ملنے دیا، اور جب مضبوط بھیڑ بکریاں گامزن ہوتی تھیں تو یعقوب چھڑیوں کو نالیوں میں ان کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا تھا، تاکہ وہ ان چھڑیوں کے آگے گامزن ہوں، پر جب بھیڑ بکریاں ڈبلی ہوئیں تو وہ ان کو وہاں نہیں رکھتا تھا، سو ڈبلی تو لابن کی رہیں، اور مضبوط یعقوب کی ہو گئیں، چنانچہ وہ نہایت بڑھتا گیا، اور اس کے پاس بہت سے ریوڑ اور لونڈیاں اور نوکر چاکر اور اونٹ گدے ہو گئے۔ (آیات ۴۳ تا ۴۷)

سنا آپ نے! آج تک تو یہ سنا جاتا تھا کہ اولاد رنگ و روپ میں عام طور پر اپنے ماں باپ اور آباء و اجداد کے مشابہ اور ان کے ہمرنگ ہوتی ہے، یہ بالکل نیا تجربہ ہے کہ سامنے کھڑی ہوئی لکڑیوں کو دیکھنے کا اثر حاملہ جانور کے بچے پر یہ ہو کہ وہ بھی اس کا ہمرنگ ہو جائے، اس کا تو تصور بھی کوئی ماقبل نہیں کر سکتا، اور اگر اس مہل کو مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ موسمِ ربیع میں پیدا ہونے والے تمام بچے رنگ کے لحاظ سے سبز ہوں،

دوسری مثال؛

کتاب احبار باب ۱۳ آیت ۶ میں ہے کہ:

آوردہ کپڑا بھی جس میں کوڑھ کی بلا ہو خواہ وہ آدن کا ہو پاکستان کا، اور وہ بلا بھی خواہ کتان یا آدن کے کپڑے کے تلنے میں یا اس کے بانے میں ہو، یا وہ

۱۵ موجودہ ترجمہ میں یہ آیت ۴ ہے،

چمڑے میں ہو یا چمڑے کی کسی بنی ہوئی چیز میں ہو، اگر وہ بلا کپڑے میں یا چمڑے میں یا کپڑے کے
 کے تانے میں یا بانے میں یا چمڑے کی کسی چیز میں سبزی مائل یا سرخی مائل
 رنگ کی ہو تو وہ کوڑھ کی بلا ہے، اور کاہن کو دکھائی جائے اور کاہن اس بلا
 کو دیکھے، اور اس چیز کو جس میں وہ بلا ہے سات دن تک بند رکھے، اور ساتویں
 دن اس کو دیکھے، اگر وہ بلا کپڑے کے تانے میں یا بانے میں یا چمڑے پر یا چمڑے
 کی بنی ہوئی کسی چیز پر پھیل گئی ہو تو وہ کھا جانے والا کوڑھ ہو اور ناپاک ہو،
 اور اُس اُون یا کمان کے کپڑے کو جس کے تانے میں یا بانے میں وہ بلا ہے
 یا چمڑے کی اس چیز کو جس میں وہ بلا ہے، یا چمڑے کی اس چیز کو جس میں وہ
 ہو جلا دے، کیونکہ یہ کھا جانے والا کوڑھ ہے، وہ آگ میں جلا یا جائے، اور
 اگر کاہن دیکھے کہ وہ بلا کپڑے کے تانے میں یا بانے میں یا چمڑے کی کسی چیز
 میں پھیل ہوئی نظر نہیں آتی، تو کاہن حکم کرے کہ اس چیز کو جس میں وہ بلا ہو
 دھوئیں اور وہ پھر اسے اور سات دن تک بند رکھے، اور اس بلا کے دھوئے
 جانے کے بعد کاہن پھر اسے ملاحظہ کرے، اور اگر دیکھے کہ اس بلا کا رنگ
 نہیں بدلا اور وہ پھیل بھی نہیں ہے تو وہ ناپاک ہے، تو اس کپڑے کو
 آگ میں جلا دینا، کیونکہ وہ کھا جانے والی بلا ہے، خواہ اس کا قضا و اندر
 ہو یا بیرون، اور اگر کاہن دیکھے کہ دھونے کے بعد اس بلا کی چمک کم
 ہو گئی ہے تو وہ اُسے اس کپڑے سے یا چمڑے سے تانے یا بانے سے بچا کر
 نکال پھینکے، اور اگر وہ بلا پھر بھی کپڑے کے تانے یا بانے میں یا چمڑے
 کی چیز میں دکھائی دے تو وہ پھوٹ کر نکل رہی ہے، بس تو اس چیز کو

جس میں وہ بلا ہے آگ میں جلا دینا، اور اگر اس کپڑے کے تلنے یا بانے میں سے
 باجمڑے کی چیز میں سے جسے تو نے دھویا ہے وہ بلا جاتی ہے، تو وہ چیسز
 دوبارہ دھوئی جائے اور وہ پاک ٹھہرے گی، اُون یا کستان کے تلنے یا بانے
 میں یا جمڑے کی کسی چیز میں اگر کوڑھ کی بلا ہو تو اسے پاک یا ناپاک شرار
 لینے کے لئے شرع یہی ہے ؟ (آیات ۵۸ تا ۶۶)

غور کیجئے ! یہ احکام کہاں تک عقل کے مطابق ہیں ! سوائے اس کے کہ ان کو
 اور ہم کا نتیجہ شرار دیا جائے، اور کیا کہا جاسکتا ہے، کیا اس قسم کے یہود و سادس
 کی بناء پر قیمتی کپڑوں اور چمڑوں کا جلانا مناسب ہو سکتا ہے !
تیسری مثال ؛

کتاب احبار باب ۱۴ آیت ۲۴ میں ہے :

تجب تم ملک کنعان میں جسے میں تمہاری ملکیت کئے دیتا ہوں داخل ہو
 اور میں تمہارے میراثی ملک کے کسی گھر میں کوڑھ کی بلا بھیجوں تو اس گھر کا
 مالک جا کر کاہن کو خبر دے کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں کچھ بلا
 ہے، تب کاہن حکم کرے کہ اس سے پیشتر کہ اس بلا کو دیکھنے کے لئے کاہن
 وہاں جائے لوگ اس گھر کو خالی کریں، تاکہ جو کچھ گھر میں ہو وہ ناپاک نہ ٹھہرا
 جائے، اس کے بعد کاہن گھر دیکھنے کو اندر جائے، اور اس بلا کو ملاحظہ کرے
 اور اگر دیکھے کہ وہ بلا اس گھر کی دیواروں میں سبزی یا سرخی مائل گہری لکیروں
 کی صورت میں ہے، اور دیوار میں سطح کے اندر نظر آتی ہے تو کاہن گھر سے
 باہر نکل کر گھر کے دروازے پر جائے، اور گھر کو شات دن کے لئے بند کر دے

اور وہ ساتویں دن پھر آکر اُسے دیکھے، اگر وہ بلا گھر کی دیواروں میں پھیل
 ہوئی نظر آئے تو کاہن حکم دے کہ ان پتھروں کو جن میں وہ بلا ہے نکال کر
 انہیں شہر کے باہر کسی ناپاک جگہ میں پھینک دیں، پھر وہ اس گھر کو اندر لے
 اندر چاروں طرف سے گھر چائے، اور اُس گھر چلی ہوئی مٹی کو شہر کے باہر
 کسی ناپاک جگہ میں ڈالیں، اور وہ ان پتھروں کی جگہ اور پتھر لیکر لگائیں
 اور کاہن تازہ گائے سے اس گھر کی استرکاری کرائے، اور اگر پتھروں کے
 نکلنے جانے اور اس گھر کے کھرچے اور استرکاری کرائے جانے کے بعد
 بھی وہ بلا پھر آجائے اور اس گھر میں پھوٹ نکلے تو کاہن اندر جا کر ملاحظہ
 لے، اور اگر دیکھے کہ وہ بلا گھر میں پھیل گئی ہے، تو اس گھر میں کھا جائیو
 کوڑھ ہے، وہ ناپاک ہے، تب وہ اس گھر کو اس کے پتھروں اور لکڑیوں
 اور اس کی ساری مٹی کو گرائے، اور وہ ان کو شہر کے باہر نکال کر کسی ناپاک
 جگہ میں لیجائے، ماسوا اس کے اگر کوئی اس گھر کے بند کر دیئے جانے کے تو
 میں اس کے اندر داخل ہو تو وہ شام تک ناپاک ہے گا، اور جو کوئی اس گھر
 میں جائے وہ اپنے کپڑے دھو ڈالے، اور جو کوئی اس گھر میں کھائے وہ
 بھی اپنے کپڑے دھوئے، اور اگر کاہن اندر جا کر ملاحظہ کرے اور دیکھے
 کہ گھر کی استرکاری کے بعد وہ بلا اس گھر میں نہیں پھیل تو وہ اس گھر کو پاک
 قرار دے، کیونکہ وہ بلا دور ہو گئی۔ (آیات ۳۳ تا ۴۸)

(یہی حکم سورہ بقرہ
 ۱۷۱ میں آتا ہے)

۱۷ اس کے بعد کی آیتیں اور بھی زیادہ دلچسپ ہیں، ارشاد ہے:

اور وہ اس گھر کو پاک قرار دینے کے لئے دو پہر سے اور دیو دار کی لکڑی اور

یہ احکام بھی سراسر ادہام کا نتیجہ اور ضعیف الاعتقادی کا کرشمہ ہیں، کیا بڑی بڑی عالی شان کوشحیاں اور قیمتی بلند نگیں محض اس قسم کے لایعن اور مہمل و سادس کی وجہ سے گرائے جاسکتے ہیں؟ جو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور بے اصل ہیں، کیا موجودہ زمانے کے یورپ کے عقلاء اور حکماء اس امر کو مان سکتے ہیں کہ کوئی کپڑا یا چمڑا یا مکان برص کی بیماری میں مبتلا ہو اور اس کا جلانا یا اگر نامناسب ہو؟ چوتھی مثال؛

اور کتاب احبار باب ۱۵ آیت ۱۲ میں ہے:

”اور مٹی کے جس برتن کو حسیان کامریض چھوئے وہ توڑ ڈالا جائے، پر چوٹی برتن پانی سے دھویا جائے۔“

آگے آیت ۱۶ میں ہے:

”اور اگر کسی مرکی دھات بہتی ہو تو وہ پانی میں نہائے اور شام تک ناپاک ہے۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سرخ کپڑا اور زوفلے، اور وہ ان پرندوں میں سے ایک کو مٹی کے کسی برتن میں بہتے ہوئے پانی پر ذبح کرے، پھر وہ دیودار کی لکڑی اور زوفا اور سرخ کپڑے اور اس زندہ پرندے کو لے کر ان کو اس ذبح کئے ہوئے پرندے کے خون میں لوڑاں بہتے ہوئے پانی میں غوطے لوڑاں بار اس گھر پر چھڑکے اور وہ اس پرندے کے خون سے اور بہتے ہوئے پانی اور زوفا پرندے اور دیودار کی لکڑی اور زوفا اور سرخ کپڑے سے اس گھر کو پاک کرے اور اس زندہ پرندے کو شہر کے باہر کھلے میدان میں پھوڑے، یوں وہ گھر کے لئے کفارہ دے تو وہ پاک شہر بنے گا (احبار)۔
۱۔ انہار الحق میں چوٹی کے ساتھ ”تانبے“ کا بھی تذکرہ ہے، مگر موجودہ ترجمہ میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

اور آیت ۲۳ میں ہے :

”اور اگر اس کا خون اس کے بستر پر یا جس چیز پر وہ بیٹھیں ہو اس پر لگا ہوا ہو اور اُس وقت کوئی اس چیز کو چھوتے تو وہ شام تک ناپاک ہے، اور اگر مرد اس کے ساتھ صحبت کرے اور اس کے حیض کا خون لے لگ جائے تو وہ سات دن تک ناپاک ہے گا، اور ہر ایک بستر جس پر وہ مرد سوتے گا ناپاک ہو گا۔ (آیات ۲۳ و ۲۴)

غور کیجئے پہلی صورت میں مٹی کے برتن کے توڑنے کا حکم ہر امرِ مباحیتِ مال کا سبب ہے، اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کو ہاتھ لگانے سے کوئی چیز اس کے اندر کس طرح داخل ہو گئی؟ اور بالفرض اگر اس میں نجاست اثر کر گئی، تو اس کو پانی سے دھونے کے حکم پر اکتفا کیوں نہ کیا گیا؟ جس طرح لکڑی اور تانبے کا حکم ہے، دوسرے حکم میں یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ رات تک ناپاک رہے گا، جبکہ سارے بدن کو پانی سے دھولیا گیا، تیسرے حکم میں بھی اشکال ہے، اس لئے کہ بظاہر چھونے والے کے جسم میں اس کپڑے کو ہاتھ لگانے سے جس پر کوئی حصہ بیٹھ گئی کوئی چیز کیسے گھس گئی، اور اگر بالفرض گھس گئی تو کپڑوں اور تمام جسم کو دھولنے کے باوجود اس کے رات تک ناپاک رہنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اور یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی سے صحبت کرے یا احتلام ہو جانے کی وجہ سے جنبی ہو جائے تو اس پر کپڑوں کا دھونا واجب نہ ہو، بلکہ محض بدن کا دھونا کافی ہو سکتا ہو، اور یہاں محض کپڑوں کو ہاتھ لگانے کے نتیجے میں اپنے تمام کپڑے ناپاک ہو جائیں، اور چوتھا حکم تو پچھلے تینوں حکموں سے زیادہ

تعجب انگیز ہے، کیونکہ ایک شخص محض حیض کی چیز لگ جانے کی وجہ سے خود حائضہ کے حکم میں ہو جائے، اور جس طرح وہ ایک ہفتہ تک ناپاک رہتی ہے یہ شخص بھی پورا ایک ہفتہ ناپاک رہے، نیز حائضہ اور مستحاضہ کے سلسلے میں ان کے یہاں جو عجیب و غریب سختیاں ہیں ان کا ذکر بھی اسی باب میں موجود ہے،

ان احکام کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس وقت دنیا میں عیسائیوں سے زیادہ ناپاک اور گندی قوم کوئی دوسری نہیں ہوگی، کیونکہ یہ لوگ اپنے یہاں کی پاکی کے احکام کو قطعاً نظر انداز کئے ہوئے ہیں، اور کوئی عیسائی ان کا قطعی لحاظ نہیں رکھتا،

پانچویں مثال؛

کتاب احبار باب آیت ۷ میں ہے،

”پھر ان دونوں بکروں کو لے کر ان کو خیمہ اجتماع کے دروازے پر خداوند کے حضور کھڑا کرے، اور اودن ان دونوں بکریوں پر چٹیاں ڈالے، ایک چٹی خداوند کے لئے اور دوسری (عزرائیل) کے لئے ہو، اور جس بکرے پر خداوند کے نام کی چٹی نکلے اسے ہارون لے کر خطا کی قربانی کے لئے چڑھائے، لیکن جس بکرے پر (عزرائیل) کے نام کی چٹی نکلے وہ خداوند کے حضور زندہ کھڑا کیا جائے، تاکہ اس کو سفارہ دیا جا، اور وہ (عزرائیل) کے لئے بیابان میں چھوڑ دیا جا۔“

لے ان آیتوں میں کسی گناہ کی تلافی کے لئے قربانی کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے، لے یہ موجودہ ترجمے کی عبارت ہے، اظہار الحق میں یہ جملہ اس طرح منقول ہے: ”اور ان دونوں بکریوں پر قرعے ڈالے جائیں۔“ اس جملے میں ہارون علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے،

یہ حکم بھی عجیب و غریب ہے اور بکری کو عزرائیل کے لئے قربانی بنا کر جنگل میں چھوڑ دینے کا مطلب قطعی سمجھ میں نہیں آتا، یقیناً یہ غیر اللہ کے لئے قربانی ہوئی، ہم نے ہندوستان کے مشرکین کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بتوں کے نام پر بیلوں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں، مگر وہ لوگ ان بیلوں کو بازاروں میں چھوڑتے ہیں، نہ کہ جنگل میں، تاکہ بھوکے پیاسے نہ مر جائیں،

چھٹی مثال،

کتاب استثناء باب ۲۵ آیت ۵ میں ہے،

”اگر کئی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں، اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے، بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کے پاس جا کر اپنے بھائی کی کھیتی کو قائم کرے، اور اس عورت کا چھوٹا بچہ ہو وہ اس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے، تاکہ اس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے،

اور اگر وہ آدمی اپنی بھادج سے بیاہ نہ کرنا چاہے تو اس کی بھادج بھانگ پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے میرا دیور اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کرتا ہے، اور میرے ساتھ دیور کا حق ادا کرنا

۱۵ عزرائیل نہیں، موجودہ تراجم کے مطابق عزرائیل کے نام پر۔ واضح رہے کہ عسرا زیل ابلیس کا نام ہے،

۱۶ یہ ”اظہار الحق“ میں نقل شدہ عبارت کا ترجمہ ہی موجودہ اردو ترجمے میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: ”اے بیوی بننے اور شوہر کے بھائی کا جو حق ہے وہ اس کے ساتھ ادا کرے“

نہیں چاہتا، تب اس شہر کے بزرگ اس آدمی کو بلوا کر اسے بھائی، اور اگر وہ اپنی بات پر قائم رہے اور کہے کہ مجھ کو اس سے بیاہ کرنا منظور نہیں تو اس کی بھادج بزرگوں کے سامنے اس کے پاس جا کر اس کے پاؤں سے جوتی اُتائے اور اس کے منہ پر تھوک دے، اور یہ کہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کا گھر آباد نہ کرے اس سے ایسا ہی کیا جائے گا، تب اسرائیلیوں میں اس کا نام یہ پڑ جائے گا کہ یہ اس شخص کا گھر ہی جس کی جوتی اُتاری گئی تھی۔ (آیات ۱۰ تا ۱۵)

یہ حکم بھی نہایت عجیب ہی، کیونکہ مرنے والے کی بیوی ممکن ہے اندھی ہو، یا کانی ہو، یا لنگڑی ہو، یا بد صورت اور بد شکل ہو، یا پاکدامن نہ ہو، یا اور کسی عیب میں ملوث ہو تو ایسی عورت کو کوئی کیسے قبول کر سکتا ہے؟ اور یہ بھائی کی کھیتی کی نگرانی اور دیکھ بھال بھی عجیب ہے، اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ علماء پر ڈسٹنٹ نے اس حکم کو قطعی چھوڑ دیا، اور یہ فیصلہ کیا کہ کسی شخص کو اپنے بھائی کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں، جس کی تصریح کتاب الصلاة العامة، مطبوعہ سنہ ۱۸۴۷ء کے قرابت و نسب کے باب میں جو انگلستان اور آئر لینڈ کے موجود کینیس کے قوانین اور دینی طریقوں میں سے ہے، حالانکہ محرمات کا بیان انجیل میں قطعی نہیں پایا جاتا، اور عیسائیوں نے جو کچھ بھی لیا ہے وہ توریت سے لیا ہے،

پانچویں بات؛

مشتد آدمی بالخصوص جبکہ اس کا بڑا مقصد ظلم و جور ہو وہ اس قسم کے اعتراضات مسیح اور ان کے حواریوں پر بھی کر سکتا ہے، انجیل لوقا باب آیت ۲۳ میں یوں ہے کہ یوحنا پتھر دینے والا نہ تو روئی کھاتا ہوا آیا، نہ سے پیتا ہوا، اور تم کہتے ہو کہ

اس میں بدروح ہے، ابن آدم کھانا پینا آیا، اور تم کہتے ہو کہ دیکھو، کھاؤ، اور شرابی آدمی، محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا بار.....
 پھر کسی فریسی نے اس سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا، پس وہ اس فریسی کے گھر جا کر کھانا کھانے بیٹھا، تو دیکھو ایک بدچلن عورت جو اس شہر کی تھی، یہ جان کر کہ وہ اس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگڑے کے عطر دان میں عطر لاتی، اور اس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے ان کو پونچھا، اور اس کے پاؤں بہت چمے، اور ان پر عطر ڈالا، اس کی دعوت کرنے والا... فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے، کیونکہ بدچلن ہے،
 (آیات ۳۳ تا ۳۹)

آگے آیت ۴۴ میں ہے:

”اور اس عورت کی طرف پھر اس نے شمعوں سے کہا کیا تو اس عورت کو دیکھتا ہے، میں تیرے گھر میں آیا، تو نے میرے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا مگر اس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگو دیے، اور اپنے بالوں سے پونچھے تو نے مجھ کو بوسہ نہ دیا، مگر اس نے جب سے میں آیا ہوں میرے پاؤں چومنا نہ چھوڑا، تو نے میرے سر میں تیل نہ ڈالا، مگر اس نے میرے پاؤں پر عطر ڈالا ہر اسی لئے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس کے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے کیونکہ اس نے بہت محبت کی، مگر جس کے تھوڑے گناہ معاف ہوئے

وہ تھوڑی محبت کرتا ہے، اور اُس عورت سے کہا تیرے گناہ معاف ہوتے
اس پر وہ جو اس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے اپنے جی میں کہنے لگے کہ یہ
کون ہے جو گناہ بھی معاف کرتا ہے؟ مگر اس نے عورت سے کہا تیرے
ایمان نے تجھے بچا لیا ہے، سلامت چلی جا۔ (آیات ۴۴ تا ۵۰)

اور انجیل یوحنا باب آیت ۱ میں ہے کہ:

مریم اور اس کی بہن مرتھا کے گاؤں بیت عنیاہ کا لعزر م ایک آدمی
بیمار تھا، یہ دبی مریم تھی جس نے خداوند پر عطر ڈال کر اپنے باؤں سے اس کے
پاؤں پونچھے۔ اسی کا بھائی لعزر بیمار تھا..... اور یسوع
مرتھا اور اس کی بہن اور لعزر سے محبت رکھتا تھا۔ (آیت ۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مریم جس سے حضرت مسیحؑ کو محبت تھی، اسی نے
حضرت مسیحؑ کے پاؤں کو پونچھا تھا، اور انجیل یوحنا باب ۱۳ آیت ۲۱ میں ہے:
تو باتیں کہہ کر یسوع اپنے دل میں گھبراہٹ اور یہ گواہی دی کہ میں تم سے بچ چکا
ہوں کہ تم میں سے ایک شخص مجھے بکڑوائے گا، شاگرد شبہ کر کے کہ وہ کس کی
نسبت کہتا ہے، ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، اس کے شاگردوں میں سے
ایک شخص جس سے یسوع محبت رکھتا تھا، یسوع کے سینہ کی طرف جھکا ہوا
کھانا کھانے بیٹھا تھا، پس ثمون پطرس نے اس سے اشارہ کر کے کہا کہ بتا
توہ کس کی نسبت کہتا ہے؟ اس نے اسی طرح یسوع کی چھاتی کا سہارا لیکر
کہا کہ اے خداوند! وہ کون ہے؟

(آیات ۲۱ تا ۲۵)

اور اسی شاگرد کے بارے میں باب ۱۹ آیت ۲۶ اور باب ۲ آیت ۲ و باب ۱ آیت ۲۰ میں لکھا ہے کہ :

”جس سے یسوع محبت رکھتا تھا“

اور انجیل لوقا باب ۱ آیت ۱ میں ہے :

”تھوڑے عرصہ کے بعد یوں ہوا کہ وہ منادی کرتا اور خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سناتا ہوا شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرنے لگا، اور وہ بارہ اس کے ساتھ تھے، اور بعض عورتیں جنہوں نے بُری رذیلوں اور بیمار یوں سے شفا پائی تھیں یعنی مریم جو گد لینی کہلاتی تھی جس میں سے سات بد رو عین نکلی تھیں اور یونہ ہیرو دلیس کے دیوان غوزہ کی بیوی اور سوسناہ اور بہتری اور عورتیں بھی تھیں جو اپنے مال سے ان کی خدمت کرتی تھیں“ (آیات ۳۵۱)

اور ظاہر ہے کہ شراب ام الخبائث اور خدا کے نزدیک قبیح اور گمراہی اور کفر و ہلاکت کا سبب ہے جس کا پناہ متقیوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے، عقل و خرد کو برباد کر دینا اس کے لازمی خواص میں سے ہے، خواہ نبی ہو یا کوئی دوسرا، اسی لئے جب ہارون اور ان کی اولاد نے خیمہ اجتماع میں خدمت کے لئے داخل ہونا چاہا تو خدا نے ان کے لئے اس کو حرام کر دیا تھا، اور اس کو موت کا سبب قرار دیا، اور اس کی حرمت کو دائمی اور ابدی عہد ان کے لئے بنادیا، کتاب احبار باب ۱۰ آیت میں ہے کہ :

”اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ تو... یا تیرے بیٹے یا شراب پی کر

لے یہ شاگرد خود یوحنا ہیں جیسا کہ یوحنا باب ۱ کی آخری آیات سے معلوم ہوتا ہے،

بہی خیمہ اجتماع کے اندر داخل نہ ہونا، تاکہ ہم مرتد جاؤ، یہ تمہارے بطور نسل و نسل
ہمیشہ تک ایک قانون رہے گا۔

اور اسی وجہ سے خدا نے منوحہ کی بیوی کو حالت حمل میں شراب نوشی اور ہنسی اور
چیز سے منع کیا تھا، تاکہ اس کا بچہ متقی ہو، اور مسکرات کی گندگی اُس متقی لڑکے میں
اثر نہ کرے، اور اس سلسلے میں اس کے خاوند کو بھی سخت تاکید کی تھی، کتاب تھناۃ
باب ۱۳ آیت ۴ میں ہے کہ:

”سو خبردار: مے یا نشہ کی چیز نہ پینا، اور نہ کوئی ناپاک چیز کھانا،

اور آیت ۱۳ میں ہے:

”خداوند کے فرشتہ نے منوحہ سے کہا اُن سب چیزوں سے جن کا ذکر
میں نے اس عورت سے کیا یہ پرہیز کرے، وہ ایسی کوئی چیز جو تاک سے پیدا
ہوتی ہے نہ کھلے اور مے یا نشہ کی چیز نہ ہے اور نہ کوئی ناپاک چیز کھلے
اور جو کچھ میں نے اسے حکم دیا یہ اُسے مانے۔“

اور اسی لئے جب خدا کے فرشتہ نے ذکر کیا کہ یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش
کی خوشخبری دی تھی تو یحییٰ کے تقویٰ کا حال یوں بیان کیا تھا کہ وہ نہ شراب
پے گا اور نہ کوئی دوسری نشہ والی چیز، اور آیت ۱۵ میں ہے کہ:

”کیونکہ وہ خدا کے حضور میں بزرگ ہو گا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب
پے گا۔“

اور اسی لئے اشیاء علیہ السلام نے شراب اور نشہ پینے والوں کی مذمت
کی ہے، اور شہادت دی ہے کہ اعیاء اور گاہن شراب پینے کی بدولت گمراہ ہو گئے،

کتاب اشعیاء باب آیت ۲۲ میں ہے کہ :

”ان پر افسوس جو مے پینے میں زور آور اور شراب کا نے میں پہلوان ہیں“

اور اسی کتاب کے باب آیت ۷ میں ہے کہ :

”لیکن یہ بھی تھے خواری سے ڈمگھاتے اور نشہ میں لڑکھڑاتے ہیں، کاہن

اور نبی بھی نشہ میں چڑھ کر اپنے میں غرق ہیں، وہ نشہ میں جھومتے ہیں، وہ روڈیا

میں خطا کرتے اور عدالت میں لغزش کش کھاتے ہیں“

اس فصل کے شروع میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ نوح علیہ السلام نے شراب

پی، اور ان کے ہوش و حواس جاتے رہے، اور اس حالت میں برہنہ بھی ہو گئے،

اور لوط علیہ السلام نے شراب پی، اور وہ بھی ہوش و حواس کھو بیٹھے، اور اس حالت

میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ وہ شرمناک حرکت کی، جو کبھی کسی شرابی اور کینہ

انسان نے بھی نہ کی ہوگی، انجیل یوحنا باب ۱۳ آیت ۴ میں ہے کہ :

”دستر خوان سے اٹھ کر کپڑے اتارے، اور رد مال لے کر اپنی کمر میں باندھا،

اس کے بعد برتن میں پانی ڈال کر شاگردوں کے پاؤں دھونے اور چومنے

کمر میں بندھا تھا اس سے پوچھتے شروع کئے“

اس موقع پر ہمارے ظریف و خوش طبع بزرگ نے الزام کیا، یہ بات مشبہ

میں ڈالتی ہے کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام میں شراب اپنا پورا تسلط کئے ہوئے

تھی، یہاں تک کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں، اور کیا کرنا چاہتا

کیونکہ پاؤں دھونے کے لئے بھلا کپڑے اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت

سلیمان علیہ السلام نے شراب کی مذمت میں اپنی کتاب کتاب امثال باب میں فرمایا کہ :

جب تے لال لال ہو، جب اس کا عکس جام پر پڑے، اور جب وہ روانی کے ساتھ نیچے اترے تو اس پر نظر نہ کر، کیونکہ انجام کار وہ سانپ کی طرح کاٹنی اور افی کی طرح ڈس جاتی ہے۔

اور اسی طرح نوجوان اجنبی لڑکیوں کا نوجوان مردوں کے ساتھ اختلاط تو بہت ہی خطرناک اور آفت ہے، اور اس حالت میں پاک وامنی کی توقع بہت مشکل ہے، بالخصوص جبکہ وہ مرد نوجوان غیر شادی شدہ اور شرابی بھی ہو، اور عورت فاحشہ اور مجبورہ بھی ہو، اور ہر وقت اس کے آگے گھومتی پھرتی ہو، اور اپنی جان و مال سے اس کی خدمت کرتی ہو، داؤد علیہ السلام کی مثال سامنے رکھنے کہ محض ایک اڑتی ہوئی نگاہ ایک اجنبی عورت پر پڑ جانے کا کیسا خطرناک انجام ہوا، حالانکہ ان کے پاس کافی بیویاں تھیں، اور ان کی عمر بھی اُس وقت پچاس سے زیادہ ہو چکی تھی، اسی طرح سلیمان علیہ السلام کا حال بھی پیش نظر رکھئے کہ ان کو عورتوں نے کس حد تک مغلوب کر دیا تھا کہ نبی اور عہدِ جوانی میں نیک و صالح ہونے کے باوجود بڑھاپے میں ان عورتوں نے ان کو مرتد اور بت پرست تک بنا ڈالا، اور جب ان کو اپنے ماں باپ اور بھائی بہن یعنی امنون و مکر اور اپنے بزرگوں روبیل و یہوداہ کے حالات سے بے درپے تجربات حاصل ہوئے اور خاص طور پر اپنا تجربہ پیش آیاتِ انھوں نے اس معاملہ میں سختی اور تشدد کا کافی کیا کتاب امثال باث میں ہے کہ :

”تَوَعَّرْتُ^۱ کے مکر پر کان مت دھر، کیونکہ بیگاد عورت کے ہونٹوں سے

۱۔ موجودہ اردو اور انگریزی تراجم میں یہ جملہ موجود نہیں ہے، البتہ کہ یقیناً بائبل میں یہ

شہد مہکتا ہے، اور اس کا منہ تیل سے زیادہ چمکتا ہے، پر اس کا انجام ناگدونی
کی مانند تلخ اور دودھاری تلوار کی مانند تیز ہے، اس کے پاؤں موت کی طرف
جالتے ہیں، اس کے قدم ہاتھ تک پہنچتے ہیں، سو اسے زندگی کا ہموار راستہ
نہیں ملتا، اس کی راہیں بے ٹھکانہ ہیں، پر وہ بے خبر ہے، اس لئے اسے
میرے بیٹھیری سنو اور میرے منہ کی باتوں سے برگشتہ نہ ہو، اس عورت
سے اپنی راہ دور رکھ اور اس کے گھر کے دروازے کے پاس بھی نہ جا۔

(آیات ۸ تا ۳)

پھر آیت ۲۰ میں ہے کہ:

”اے میرے بیٹے! تجھے بیگانہ عورت کیوں فریفتہ کرے؟ اور تو غیر عورت
سے کیوں ہم آغوش ہو؟

اور باب آیت ۲۴ میں ہے کہ:

”تاکہ تجھ کو بڑی عورت سے بچائے، یعنی بیگانہ عورت کی زبان کی چا پلوسی
سے، تو اپنے دل میں اس کے حسن پر عاشق نہ ہو، اور وہ تجھ کو اپنی پلکوں سے
شکار نہ کرے، (کیونکہ چھال کے سبب سے آدمی ٹکڑے کا محتاج ہو جاتا
ہو) اور زانیہ قیمتی جان کا شکار کرتی ہے، کیا ممکن ہو کہ آدمی اپنے سینہ میں
آگ رکھے اور اس کے کپڑے نہ جلیں؟ یا کوئی انگاروں پر چلے اور اس کے
پاؤں نہ جھلسیں، اور وہ بھی ایسا ہے جو اپنے پڑوسی کی بیوی کے پاس جانا

۱۔ یہ موجودہ اردو اور انگریزی ترجموں کی عبارت ہے، اظہار الحق میں اس کی جگہ یہ جملہ لکھا ہے:
زانیہ کی قیمت روٹی کا ایک ٹکڑا ہے، کیونکہ بائبل میں بھی یہی جملہ موجود ہے،

جو کوئی اسے چھوئے بے سزا نہ رہے گا : (آیات ۲۳ تا ۲۹)

پھر باب آیت ۲۴ میں ہے :

”سواب اسے بیٹھا ... میری سنو! اور میرے منہ کی باقوں پر توجہ کرو! تیرا دل اس کی راہوں کی طرف مائل نہ ہو، تو اس کے راستوں میں گمراہ نہ ہونا، کیونکہ اس نے بہتوں کو زخمی کر کے گرا دیا ہے، بلکہ اس کے مقتل بے شمار ہیں، اس کا گھر پاتال کا راستہ ہے، اور موت کی کوٹھڑیوں کو جا ملے ہے“ (آیات ۲۴ تا ۲۷)

آگے باب ۲۴ آیت ۳۳ میں ہے :

”تیری آنکھیں عجیب چیزیں دیکھیں گی، اور تیرے منہ سے الٹی سیدھی باتیں نکلیں گی، بلکہ تو اس کی مانند ہو گا جو سمندر کے درمیان لیٹ جکے، یا اس کی مانند جو مستول کے سر پر سوئے ہے“

اسی طرح بے ریش لڑکوں کا اختلاط بڑا خطرناک ہے، بلکہ عورتوں کے اختلاط سے بھی زیادہ خطرناک اور قبیح ہے، جس کی شہادت تجربہ کار لوگوں نے دی ہے، اس کے بعد آپ غور کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام جبکہ شراب نوشی میں حد اعتدال سے اس قدر آگے نکلے ہوئے تھے کہ خوران کے معاصرین ان کی نسبت یہ الفاظ کہتے ہیں کہ بہت کھانے والا اور بے انتہا شرباتی ہے، پھر آپ کنوالے نیز فوجوان بھی تھے، پھر جب مریم آپ کے قدموں کو اپنے آنسوؤں سے دھوتی ہے، اور جس وقت آپ کے پاس آتی ہے برابر آپ کو بوسے دیتی اور چومتی رہتی ہے، اور آپ کے پاؤں کو اپنے سر کے بالوں سے صاف کرتی جاتی ہے، بالخصوص اس حالت میں کہ وہ اس زمانہ میں مشہور قاحشہ اور زندی تھی، ایسی حالت میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے

بزرگوں یہوداہ، داؤد، سلیمان کے واقعات کو کہے فراموش کر دیا؟ اور سلیمان کی مذکورہ نصیحتیں کیسے بھول گئے؟ اور کس طرح انھوں نے یہ بات نہ بھی کہ عورت کی قیمت تو محض ایک روٹی ہے، اور اس کو ہاتھ لگانے کے بعد بچنا ممکن نہیں ہے، جس طرح بغل میں آگ ہوتے ہوئے کپڑوں کا نہ جلنا غیر ممکن ہے، یا آگ کے انگاروں پر چلنے کے باوجود پاؤں کا نہ جلنا ناممکن ہے، تو پھر آپ نے اس عورت کو ان حرکات کی اجازت کیسے دی؟ یہاں تک کہ فریسی کو اعتراض کرنے کی توبہ آئی، اور کیونکر مانا جاسکتا ہے کہ یہ سب کام مقتضائے شہوت کے مطابق نہیں ہوئے ہوتے؟ اور ان حرکات کے باوجود آپ نے اس کے گناہ کو کس طرح بخش دیا؟ کیا اس قسم کے افعال و حرکات خدائے پاک و عادل کی شان کے لائق ہو سکتے ہیں؟

اسی بناء پر وہی ظریف بزرگ فرماتے ہیں کہ:

”اُس زمانے میں حرام کاری اور زنا کاری جائز تھی تو کیا آج کوئی شریف عیسائی اگر اپنے کسی دوست کے یہاں مہمان ہو تو وہ بھوے مجمع میں کسی فاحشہ رنڈی کو اس بات کی اجازت دینے کے لئے تیار ہو گا کہ وہ اس کے پاؤں جو حالانکہ اس سے قبل اس فاحشہ کا اپنے افعال و حرکات توبہ کرنا ثابت نہیں“

اور مرثیہ، مریم ہے بجد محبت کرتے اور اپنے بارہ شاگردوں کے ساتھ دورہ کیا کرتے تھے، جن کے ہمراہ بہت سی عورتیں بھی رہتی تھیں، جو ان کی لہنا موال سے خدمت کرتیں، ایسی حالت میں تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے پاؤں صحیح راستہ سے نہ ڈمگائے ہوں، اور اس قدر شدید ملاپ اور اختلاط کے باوجود وہ ناشائستہ حرکت سے بچے رہے ہوں، اس کے برعکس ان کے پھسل جانے کے

امکانات اسی طرح ہیں جس طرح روبن کے پاؤں کو لغزش ہوئی، اور اس نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کر لیا، اسی طرح یہوداہ کے قدم کو لغزش ہوئی، اور اس نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، اور داؤدؑ کے پاؤں ڈگمگائے تو ادریا کی بیوی سے زنا کیا، امنون کے قدم لڑکھڑائے تو اپنی بہن سے زنا کیا، اسی لئے دہی ظریف بزرگ فرماتے ہیں کہ:

”اس سے زیادہ عجیب و غریب وہ واقعہ ہے جو لوقا بیان کرتا ہے، کہ عیسیٰؑ مع اپنے شاگردوں کے دیہات میں دورہ کرتے اور ان کے ساتھ عورتیں ہوتیں جس میں مریم نامی مشہور زانیہ اور حرام کار عورت بھی تھی، یہ بات بھی معلوم ہے کہ مشرقی ملکوں میں بالخصوص دیہات میں ہر شخص کے لئے یہ بات ممکن نہیں ہوتی کہ وہ کسی خاص مقام پر اکیلا سوئے، تو لازمی بات ہے کہ یہ اولیا بھی ان ولیات کے ساتھ سوتے ہوں گے۔“

اور حواریوں کی لغزش کا احتمال زیادہ قوی ہے، کیونکہ علماء نصاریٰ کے فیصلہ کے مطابق حواری حضرات عودج علیئے سے قبل کامل الایمان نہیں تھے، اس لئے ان کے حق میں زنا کاری سے محفوظ رہنا کوئی ضروری نہیں،

کیتھولک پادریوں کی | اور یہ بات کون نہیں دیکھتا کہ کیتھولک فرقے کے شرمناک حرکات، | بشپ اور ڈیکن صاحبان شادی نہیں کرتے، اور

اس چیز کی وجہ سے پاک دامن کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ اس پردے میں وہ حیا نہ

لے لوقا ۱۸ مراد ہے، جس کی عبارت بھی ص ۱۸۱ جلد ہذا پر گزر چکی ہے۔

اور شرمناک حرکتیں کرتے ہیں جو دنیا دار فاسق بھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ ان کے گرجے زنا اور حرام کاری کے اڈے اور چلنے بنے ہوئے ہیں، کتاب الثلاث عشرہ رسالہ کے رسالہ نمبر ۲ ص ۱۴۳ و ص ۱۴۵ پر ہے کہ :

”قدیس برنارد دس کہتا ہے کہ، (۱) وعظ نمبر ۶۶ غزل عیسائیوں نے گرجوں سے عورت والی شادی اڑادی، جس میں کوئی گندگی نہ تھی، اور ان کو لڑکوں، ماڈل اور بہنوں کے ساتھ زنا کاری سے بھر دیا، بلکہ ہر نوع کی گندگی سے، اور فار دس بیلا جوس جو سنہ ۱۳۰۰ء میں پرتگالی شہروں کا پادری تھا کہتا ہے کہ کاش اہل کلیسا پاک دامن کی نذر نہ ملتے، اور علحدگی کی منت نہ مانتے، بالخصوص اسبانیہ کے اہل کلیسا، کیونکہ رعیت کی اولاد کا ہمنوں کی اولاد سے کچھ ہی زیادہ ہے، اور پادری جان سا نثر برگ پندرہویں صدی میں لکھتا ہے کہ میں نے بہت کم ایسے پادری ملتے جو عورتوں کے ساتھ بہت سی نجاست کے مادی دہوں، اور راہب عورتوں کے قیام گاہ زنا کے مخصوص اڈوں کی طرح ملوث ہیں و

عیسائیوں کے اسلاف اور بزرگوں کی یہ شہادتیں ان پادریوں کے دعویٰ عصمت کو چاک چاک کرنے کے لئے کافی ہیں، ہم کو اس پر مزید تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لئے ہم ان کا ذکر چھوڑتے ہیں، ہمارے نزدیک ان عصمت

Bishop Peirage Belagius

John Salzburg

Saint Bernard

۱۵

لکھ اظہار الحق میں یہ عبارت اسی طرح ہے، ہم اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے، اظہار الحق کے انگریزی ترجمہ میں کتاب الثلاث عشرہ رسالہ کا یہ پورا اقتباس ہی موجود نہیں ہے،

کے دعویٰ اردوں اور پاکدامنی کے جھوٹے مدعیوں کا حال چند جوگیوں کی طرح ہے۔ جو اسی طرح عصمت و عفت کے مدعی ہیں، اور شادی کرنا مہا پاپ شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ پہلے درجے کے فاسق و فاجر ہوتے ہیں، اور بدکار و بد معاش امراء کو بھی بدکاری و بد معاشی میں ان لوگوں نے شکست دیدی ہے،

اس سلسلہ میں ہم کو ایک حکایت یاد آگئی، کہ ایک مسافر چلتے چلتے کسی ہندوستانی گاؤں کے قریب پہنچا، تو اس نے ایک نوجوان لڑکی کو گاؤں سے آتے دیکھا تو اس نے سوال کیا کہ اے لڑکی! تو گاؤں کی بیٹیوں میں سے ہے یا بہوؤں میں سے؟ تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ ہوں قرین بیٹی، لیکن قضاءِ شہوت کے باب میں میں بہوؤں سے زیادہ نفع میں رہتی ہوں، مجھ کو تو خواب میں بھی نہ لطف و لذت نصیب رہتا ہے جو ان کو قطعی بھی میسر نہیں،

اس لئے یہ کنوالے رہنے والے پادری بزرگ شادی شدہ لوگوں سے زیادہ نفع میں رہتے ہیں، غرض منکرین کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تو شادی سے مطلقاً بے نیاز تھے، اے ان کے شاگرد تو یا تو وہ بھی عیسیٰ کی طرح مطلقاً بے نیاز تھے، یا اس قدر کثیر مفت کی بیویاں ہونے کی وجہ سے ان کو شادی کی ضرورت نہ تھی جیسا کہ کیتھرلک اساقفہ اور ڈیکنوں کا حال ہے، یا جو پوزیشن ہندوستانی جوگیوں کی ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے شاگرد لڑکے سے محبت کرنا محلِ تہمت ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک جو اس فعلِ قبیح میں مبتلا رہ چکے ہیں، اسی لئے وہی ... ظریف الطبع بزرگ کہتے ہیں کہ:

”انجیل کا یہ قول کہ پھر اس شاگرد نے یسوع کے سینہ پر گھبہ لگایا، گویا اس کی

پوزیشن اس عورت کی طرح تھی جو اپنے عاشق سے کسی چیز کی طالب ہوتی
ہی، اور اس کو اس سلسلے میں غمزہ و عشوہ اور ناز و نخرہ دکھلاتی ہے، اس
موقع پر اس قسم کی حرکت اس سے صادر ہوتی ہے۔

ہم دوبارہ پھر عرض کرتے ہیں کہ اس (پانچویں بات) میں ہم نے جو کچھ لکھا، وہ
وہ محض الزامی طور پر لکھا ہے، ورنہ ہم تو بہ کوہتے اور پناہ مانگتے ہیں، اس قسم کی
شرمناک اور گستاخانہ باتوں سے حاشا، کلاً، ہم ان میں سے کسی ایک بات کو بھی
عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے کسی حواری کے حق میں صحیح نہیں سمجھتے، جیسا کہ ہم مقدمۃ الکتاب
اور کتاب کے متعدد مواقع پر بار بار تصریح کرتے آئے ہیں،

چھٹی بات؛

تفسیر حبس لاین سورۃ تحریم میں ہے:

من الایمان تحریم الامۃ باندی کو حرام کر لینا بھی ایک قسم کی قسم ہے؟

ہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں نے ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام

کر لیا ہے، اسی نوع کی قسم ہے،

ساتویں بات؛

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کی نسبت یہ فرمائیں کہ میں ایسا نہیں

کروں گا، پھر آپ اس کام کو اس لئے کر لیتے ہیں کہ وہ اپنی اصل سے جائز تھا، یا

خدا کی جانب سے آپ کو اس کے کرنے کا حکم ہوا تو ایسی شکل میں یہ کہنا کسی طرح

درست نہیں ہو سکتا کہ آپ نے گناہ کیا، بلکہ دوسری صورت میں اگر آپ وہ کام

نہیں کرتے ہیں تو خدا کے نزدیک نافرمان بننے ہیں، اور عیسائیوں کے عہد عتیق

کی کتابوں میں اس قسم کی بہت مثالیں خود اللہ کے بارے میں موجود ہیں، چہ جائیکہ انبیاء کے بارے میں جیسا کہ باب ۲ قسم ۲ کی مثالوں میں معلوم ہو چکا ہے، اور باب فصل ۳ کے شبہ ۵ میں گزر چکا ہے، عہد جدید میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں انجیل متی باب ۱ میں لکھا ہے کہ ایک کنعانی عورت نے مسیح سے اپنی بیٹی کو شفا دینے کے لئے فریاد کی، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر اس نے ایک بہترین جواب دیا جس کو عیسیٰ علیہ السلام نے بھی پسند کیا، اور اس کی بیٹی کے لئے دعا کر دی اور وہ اچھی ہو گئی، نیز انجیل یوحنا باب ۴ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان سے قانائے معلیل کی ایک شادی کے موقع پر درخواست کی کہ پانی کو شراب بنادیں، تو مسیح نے جواب دیا کہ اے عورت! میرا تیرا کیا واسطہ؟ تو میرے پاس وقت پر نہ آئی، پھر آپ نے خود ہی اس پانی کو شراب بنادیا۔

آکھویں بات؛

اس امر میں کوئی بھی حرج نہیں کہ بعض باتوں کو اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، آپ کو معلوم ہے کہ ہارون اور ان کی اولاد کے ساتھ بہت کام مخصوص تھے، مثلاً خیمہ اجتماع کی خدمت اور اس کے متعلقہ کام، اور یہ امور لاوی

۱۵ ان تمام مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا، لیکن پھر کسی وجہ سے وہی کام کر لیا (دیکھئے کتاب ہذا، ص ۸۳۸ جلد دوم)

۱۶ متی ۱۵: ۲۸ تا ۲۱

۱۷ دیکھئے ص ۱۱۹۹ جلد ہذا

۱۸ یوحنا ۲: ۱۲ تا ۱۱

کی دوسری اولاد کے لئے قلعی جائز نہ تھے، چہ جائیکہ دوسرے اسرائیلیوں کے لئے،
اب مذکورہ آٹھ باتوں کے ذہن نشین کر لینے کے بعد عیسائیوں کے پانچوں اعتراضات
کے جوابات آپ پر منکشف ہو گئے ہوں گے،

مگر ہم کو ان معاندین کی اس بے انصافی پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ اگر
کسی دوسری شریعت میں ایسی بات دیکھتے ہیں جو ان کے خیال میں قبیح اور بُری ہو
ہے تو یا تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حکم خدا سے پاک حکیم و عادل کا نہیں ہو سکتا، یا پھر یہ
کہتے ہیں کہ یہ چیز منصب نبوت کے لائق نہیں ہے، اگرچہ ان کی شریعت میں کوئی
حکم یا فعل اس سے بھی زیادہ قبیح موجود ہو جو ان کے نزدیک خدا کی طرف سے بھی بر
اور منصب نبوت کے بھی لائق ہے، اس سے بڑھ کر سٹ دھرمی اور بے جا
تعصب اور کیا ہو گا کہ حزقیال علیہ السلام کو خدا کا یہ حکم دینا کہ اسرائیل اور یہوذا
کی اولاد کے گناہ اپنے اوپر لادے اور ۳۹۰ سال تک متواتر ایک روٹی کو انسان
کی نجاست سے پکا کر کھاتے رہیں، اسی طرح اشعیا علیہ السلام کو خدا کا یہ حکم کرنا
کہ تین سال تک برابر عورتوں اور مردوں کے بھرے مجمع میں بقائمی ہوش و حواس
برہنہ پھرتے رہیں، اسی طرح ہوش علیہ السلام کو خدا کا یہ حکم دینا کہ کسی زانیہ
فاجرہ حرام کار عورت کو بیوی بناؤ، اور زنا کی اولاد حاصل کرو، نیز ایک ایسی فاسقہ

لے اور توبہ کے پھلکے کھانا اور توان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے اس کو پکانا

(حزقی ایل ۱۲: ۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا ص ۸۳۲ ج ۲،

۱۷ میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا (یسعیاہ ۲۰: ۳۰)

فاحشہ عورت سے عشق کرو، جو دوسرے کی حکومت اور محبوبہ بیٹی وغیرہ وغیرہ،

یہ تمام امور عیسائیوں کے نزدیک خدا سے پاک و عادل و حکیم کے جاری کردہ بھی ہیں اور ان مقدس پیغمبروں کی شانِ نبوت کے لائق بھی ہیں، اور ان شرمناک افعال میں ان کو کوئی بُرائی دکھائی نہیں دیتی، مگر حضرت زینبؓ کے نکاح کا اپنے شوہر سے باقاعدہ طلاق پانے اور عدت گزارنے کے بعد جائز ہونا خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے اور نہ یہ فعل شانِ نبوت کے لائق ہے،

اسی طرح عیسائیوں کی نظر میں یعقوب علیہ السلام حجِ توریت کی نص کے مطابق خدا کے نوجوان بیٹے ہیں، راحیل سے عشق بازی کرنے اور اس کے باپ کی اس لالچ میں چودہ سال مسلسل خدمت کرنے، اور چار عورتوں سے مزید شادی کرنے اور دو حقیقی بہنوں کو اکٹھا بیوی بنانے کے باوجود نبوت کے بلند مقام سے نہیں گرتے، اسی طرح داؤد علیہ السلام، جو زبور کی نص کے مطابق خدا کے دوسرے نوجوان بیٹے ہیں، اور یاکی بیوی سے زنا کرنے کے باوجود ان کی نبوت پر کوئی حرج نہیں آتا، حالانکہ پہلے سے ان کی بہت سی بیویاں تھیں، بلکہ صحیح معنی میں یہ سب عوریں خدا کی بخش ہوئی اور اس کی رضا سے ملی ہوئی تھیں اور داؤد علیہ السلام اس لائق تھے کہ خط ان کی شان میں یہ کہتا ہے کہ اگر یہ عورتیں تیرے نزدیک کم ہیں تو مجھ سے کہہ میں اُس قلم اور دیووں کا، اور اس پر کثرت از دواج کی وجہ سے کوئی عتاب نہیں کیا جاتا، بلکہ ان پر بھی کوئی ملامت نہیں کی جاتی کہ دوسرے کی بیوی سے زنا کیوں کیا اور اس

لئے جابلک بیکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لئے لے۔ (ہو سیلح ۲۱) اور جہاں اس حدت سے جو اپنے یار کی پیاری اور بدکاری، محبت رکھ (ایضاً ۱۳) ،

غریب کو حیلہ سے کیوں مروایا؟،

اسی طرح سلیمان علیہ السلام، جو کتب مقدسہ کی شہادت کے مطابق خدا کے بیٹے ہیں، باوجود ایک ہزار بیویاں اور بانڈیاں رکھنے کے آخر عمر میں مرتد ہو جانے اور بت پرستی کرنے کے منصب نبوت سے نیچے نہیں گرتے؛ بلکہ بدستور مسلم النبوت رہتے ہیں، اور ان کی تینوں کتابیں یعنی امثال، جامعہ اور نشید الانشا خدا کی کتابوں کا درجہ پاتی ہیں،

اسی طرح لوط علیہ السلام اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کرنے کے باوجود بدستور منصب نبوت پر فائز رہتے ہیں، آخر میں خدا کے اکلوتے ... اور چہیتے فرزند اور ان کے مقدس حواری فاحشہ زانیہ سے اور بعض شاگردوں سے محبت کرنے اور مشرقی شہروں میں ان کے ساتھ گھومنے پھرنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ منصب نبوت سے نہیں گرتے، بلکہ باوجود اس شدید میل ملاپ اور بے تکلفی کے ساتھ خلا ملا کرنے اور شراب نوشی کے اُن پر کچھ بھی اہتمام نہیں لگایا جاتا،

دوسری جانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض کثرت ازدواج اور زینب سے شادی کرنے اور ایک باندی کو حرام کرنے کے بعد اس کو حلال کرنے پر منصب نبوت سے ان کے نزدیک گرنے کے لائق ہو جاتے ہیں،

غالباً منشاء اس اختلاف کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک چونکہ خدائے تعالیٰ یکتا اور حقیقتاً واحد ہیں، اپنی ذات میں کسی اعتبار سے بھی کثرت کی گنجائش نہیں رکھتے، اس لئے ان کی مقدس و پاک ذات کسی ایک ناشائستہ اور غیر مناسب فعل کی متحمل نہیں ہے، اس کے برعکس مسلمانوں کے نزدیک چونکہ

خدا کی ذات ایسے تین اقنوم پر مشتمل ہے جن میں ہر ایک پورے طور پر الوہیت اور خدائی صفات سے متصف ہونے کے ساتھ ایک دوسرے حقیقتاً امتیاز بھی رکھتے ہیں، اس لئے کسی ناشائستہ اور غیر مناسب فعل کی گنجائش اس کے اندر موجود ہے، کیونکہ حقیقی امتیاز کی صورت میں تعدد اور کثرت لازم ہے، اگرچہ وہ لوگ ظاہر میں اس کا اقرار نہیں کرتے ہیں، چنانچہ باب میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے، اور تین بہر صورت ایک سے زیادہ ہوتے ہیں، شاید عیسائیوں کے نزدیک ان کا خدا مسلمانوں کے خدا سے زیادہ طاقتور ہے،

اسی طرح کسی گناہ اور مصیبت سے محصوم ہونا حتیٰ کہ شرک سے بھی، اور گوسالہ پرستی اور بت پرستی اور زنا کاری اور چوری اور جھوٹ سے خواہ بلسلہ تبلیغ ہو یا کسی دوسرے طور پر، عیسائیوں کے نزدیک نبوت کی شرائط اور لوازمات میں سے نہیں ہے، اس لئے نبوت کا دائرہ عیسائیوں کے یہاں مسلمانوں کے نزدیک نبوت کے دائرے سے بہت زیادہ وسیع ہے،

ناممکن یہ یہ وجہ ہو کہ یعقوب، داؤد، سلیمان اور عیسیٰ چونکہ خدا کے بیٹے تھے اس لئے ان کو یہ حق تھا کہ اپنے باپ کی سلطنت میں جو چاہیں کریں، بخلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ وہ خدا کے بندے اور اس کے بندے کے بیٹے تھے، اس لئے ان کو اپنے آقا اور مالک کی سلطنت میں اپنی مرضی سے کچھ کرنے کا حق نہیں ہو سکتا تھا، اس بے جا تعصب اور ہیٹ دھرمی اور دھاندلی سے خدا کی پناہ؛

عیسائیوں کا اسلام پر چوتھا اعتراض | چوتھا اعتراض یہ ہے کہ محمد
آپ کے گناہ،

صلی اللہ علیہ وسلم خود نعوذ باللہ

گنہگار اور عاصی ہیں، اور کسی گنہگار کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دوسرے گنہگاروں
کی سفارش کرے، صغریٰ کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ سورۃ مؤمن میں کہا گیا ہے کہ

تپیں آپ صبر کیجئے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ
سچا ہے، اور آپ اپنے گناہ کی مغفرت
طلب کیجئے اور صبح و شام اپنے پروردگار
کی حمد اور پاکی بیان کیجئے ۛ

فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
وَاسْتَغْفِرْ لِدَنِّكَ وَ
سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ
وَالْاُصْبَاحِ

اسی طرح سورۃ محمد میں ہے:

تپیں جان لیجئے کہ واقعہ یہی ہے کہ اس
کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے اور مسلمان
خردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت
طلب کیجئے ۛ

فَاَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا
هُوَ وَاسْتَغْفِرْ لِدَنِّكَ
وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور سورۃ فتح میں ہے:

بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح میں عطا
کی ہے، تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے
گناہ معاف کر دیے ۛ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا
لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

یعنی معاف اللہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہوں کے سرزد ہونے کی،

اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اَعْفِرْ لِيْ مَا قَدْ مَنُوتُ	اے اللہ! میرے اگلے اور پچھلے،
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَمْسَرْتُ	پوشیدہ اور علانیہ تمام گناہ معاف
وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ	فرما دیجئے، نیز وہ گناہ جو مجھ سے زیادہ
بِهِ مَتْنِيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ	آپ کو معلوم ہیں، آپ ہی آگے کرنے
اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا	والتے ہیں اور آپ ہی پچھے کرنے والے
اَنْتَ،	آپ کے سوا کوئی معبود نہیں»

جواب یہ ہے کہ صخری، کبرئی دونوں غلط ہیں، اس لئے نتیجہ یقیناً غلط اور جھوٹا ہے، ہم ان دونوں کے بطلان کے لئے پانچ چیزیں مہتمم کے طور پر عرض کرتے ہیں:

پہلی بات یہ بات ذہن نشین کرے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ رب اور خالق ہے، اور مخلوق سب کی سب اس کے زیر تربیت اور

اس کی پیدا کردہ ہے، اس لئے وہ تمام چیزیں جو رب و خالق کی طرف سے بندہ مرئوب و مخلوق کے حق میں صادر ہوں، خواہ خطاب ہو یا عتاب، یا طلب برتری وغیرہ سب اپنے موقع اور محل کے مطابق ہیں، اور اس کی مالکیت اور خالقیت کا اقتضا ہیں، اسی طرح وہ تمام چیزیں جو بندوں کی جانب سے صادر ہوں، خواہ وہ دعائیں ہوں، التجائیں ہوں، رونا گڑ گڑانا ہو وہ ٹھیک اپنے موقع اور محل پر ہیں، اور اس کی مخلوقیت اور بندگی کا مقتضی ہیں، اور انبیاء اور پیغمبر بھی خدا کے بندے اور اس کے مخلص ہیں، اس لئے وہ بھی ان کاموں کے سب سے زیادہ

مستحق ہیں، اور اس قسم کے تمام مواقع پر اللہ کے کلام کو معنی حقیقی پر محمول کرنا یا انبیاء و پیغمبروں کی دعاؤں میں اس کے حقیقی معنی مراد لینا خطا اور گمراہی ہے، جس کے شواہد دونوں عہد کی کتابوں میں بالخصوص زبور میں بے شمار ہیں، نمونے کے طور پر ہم ان میں سے کچھ نقل کرتے ہیں:

پہلی مثال؛

انجیل مرقس کے باب اور انجیل لوقا کے باب آیت ۱۱ میں ہے:

”پھر کسی سردار نے اس سے یہ سوال کیا کہ اے نیک استاد! میں کیا ... کروں، تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا دارث بنوں؟ یسوع نے اس سے کہا، تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں، مگر ایک یعنی خدا۔“

دوسری مثال؛

زبور ۲۲ آیت ۱ میں ہے:

”اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ تو میری مدد، اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دور رہتا ہے؟ اے میرے خدا میں دن کو پکارتا ہوں، پر تو جواب نہیں دیتا، اور رات کو بھی (اور تو میری پرواہ نہیں کرتا)

چونکہ عیسائی حضرات کے دعوے کے مطابق ان آیات کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۱۔ موجودہ تراجم میں یہ آیت ۱۸، یہاں انجیل لوقا کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں مرقس ۱۰، ۱۱ میں یہی واقعہ لفظوں کے معمولی اختلاف کے ساتھ موجود ہے،

۲۔ یہ انبارالحق میں نقل شدہ عربی ترجمے کا ترجمہ، عربی الفاظ یہ ہیں: ”فلما تحفل بی“ لیکن موجودہ ترجمہ میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: ”اور خاموش نہیں ہوتا۔“

سے ہے، اس لئے یہ کلام کرنے والے شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں،

تیسری مثال؛

انجیل متی باب ۲، آیت ۴۶ میں ہے:

”اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا، ایل، ایل،
ما شبتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟“

چوتھی مثال؛

انجیل مرقس باب آیت ۴ میں ہے:

”یوحنا آیا اور بیا بان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ
کی منادی کرتا تھا، اور یہودیہ کے ملک کے سب لوگ اور یردشلم کے سب
بہنے والے نکل کر اس کے پاس گئے، اور انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار
کر کے دریائے یردن میں اس سے بپتسمہ لیا۔“

یہ بپتسمہ گناہوں کی معافی کے لئے تھا، جیسے کہ مرقس نے چوتھی اور پانچویں
آیت میں تصریح کی ہے، نیز انجیل لوقا باب آیت ۳ میں ہے،

”اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ
کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا۔“

اور انجیل متی باب آیت ۱۱ میں ہے:

”میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں،“

اور کتاب اعمال باب ۱۳ آیت ۲۴ میں ہے:

”جس کے آگے سے پہلے یوحنا نے اسرائیل کی تمام امت کے سامنے توبہ کے بپتسمہ

کی منادی کی "

اور کتاب اعمال باب ۱۹ آیت ۴ میں ہے:

"پس نے کہا یوحنا نے لوگوں کو یہ کہہ کر توبہ کا پتہ دیا کہ اَللّٰہُ"

یہ تمام آیتیں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ ہتھمہ توبہ کا ہتھمہ تھا، اور گناہوں کی بخشش کے لئے انجام دیا گیا تھا، پھر جب تسلیم کر لیا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے عیسیٰ کو اس پانی میں غسل دیا تھا، تو یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہوگا کہ دونوں نے اپنے گناہ کا بھی اعتراف کیا، کیونکہ اس غسل کی حقیقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

پانچویں مثال؛

انجیل متی باب ۱۱ میں وہ دعا ذکر کی گئی ہے جسے کثرت سے مانگنے کی تلقین حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو کی تھی، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

تجس طرح ہم نے اپنے گناہگاروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے گناہ معاف

اور ہمیں آزمائش میں نہ لا، بلکہ بُرائی سے بچا۔

اور ظاہر یہی ہے کہ جس دعا کی تعلیم عیسیٰ اپنے شاگردوں کو دے رہے ہیں خود بھی یہی نماز پڑھا کرتے ہوں گے، انجیل کے کسی مقام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ

۱۲ و ۱۳ آیات

۱۲ اظہار الحق میں یہ جملہ اسی طرح ہے، موجودہ عربی ترجمہ میں بھی بعینہ وہ عبارت ہے، جو اظہار الحق میں نقل کی گئی ہے، کیونکہ بائبل اور جدید انگریزی ترجمہ کا مفہوم بھی یہی ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ اور قدیم انگریزی ترجمہ میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: "اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض دہندگان کو معاف کر۔"

یہ نماز خود نہیں پڑھا کرتے تھے، (دوسری بات میں) آپ کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ عیسیٰ علیہ السلام بہت کثرت سے نماز پڑھتے تھے، پھر لازمی بات ہو کہ ان الفاظ کے ساتھ انھوں نے ہزاروں مرتبہ دعا کی ہوگی کہ تمہارے گناہوں کو معاف کر۔ اور گناہوں سے معصوم ہونا عیسائیوں کے نزدیک اگرچہ نبوت کے شرائط اور اس کے لوازمات میں سے نہیں ہے، مگر وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی انسانی حیثیت میں بھی معصوم تھے، اور اس لحاظ سے بھی عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام صالح اور اللہ کے مقبول بندے ہیں، اب ہمارا سوال یہ ہے کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے مندرجہ ذیل جملے بائبل میں منقول ہیں کہ۔

- ۱۔ تو مجھ کو نیک کیوں کہتا ہے
- ۲۔ اے میرے معبود! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟
- ۳۔ تو میری مدد اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دُور رہتا ہے؟
- ۴۔ میں تجھ کو دن میں پکارتا ہوں مگر تو نہیں سنتا،
- ۵۔ پانی میں غسل دیئے جانے کے وقت توبہ کے الفاظ اور گناہوں کا اعتراف،
- ۶۔ الفاظ "تمہارے گناہوں کو معاف کر"۔

عیسائی حضرات ان جملوں کو حقیقی ظاہری معنی پر کسی طرح بھی معمول نہیں کر سکتے، ورنہ لازم آئے گا کہ وہ نہ صالح تھے اور نہ مقبول، بلکہ اللہ کے متروک اور نادانی کی باتوں کی وجہ سے رہائی سے دُور تھے، اُن کی دعا قبول نہیں ہوتی تھی مجرم اور گنہگار تھے، لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ یہ عاجزی اور گڑبڑ انا ناسوتی لحاظ سے

خلوقیت اور بندگی کا تقاضا تھا،

دہر نمبر ۵۳ آیت ۳ میں ہے:

”خدا نے آسمان پر سے بنی آدم پر نگاہ کی، تاکہ دیکھے کہ کوئی دانشمند، کوئی خدا کا طالب ہو یا نہیں؟ وہ سب کے سب پھر گئے ہیں، وہ باہم نخس ہو گئے، کوئی نیکو کار نہیں، ایک بھی نہیں۔“

اور کتاب یسعیاہ باب ۵۹ آیت ۹ میں ہے:

”اُس نے انصاف ہم سے دور ہے، اور صداقت ہمارے نزدیک نہیں آتی، ہم نور کا انتظار کرتے ہیں پر دیکھو تاریکی ہے، اور روشنی کا، پر اندھیرے میں چلتے ہیں۔“

آگے آیت نمبر ۱۲ میں ہے:

”کیونکہ ہماری خطائیں تیرے حضور بہت ہیں، اور ہمارے گناہ ہم پر گواہ دیتے ہیں، کیونکہ ہماری خطائیں ہمارے ساتھ ہیں، اور ہم اپنی بدکرداری کو جانتر ہیں، خداوند کا انکار کیا، اور اپنے خدا کی پیروی سے برگشتہ ہو گئے، ہم نے ظلم اور سرکشی کی باتیں کیں، اور دل میں باطل تصور کر کے دروغ گوئی کی۔“

(آیات ۱۲ تا ۱۳)

اور یسعیاہ باب ۶۴ آیت ۶ میں ہے:

”اور ہم تو سب کے سب ایسے ہیں جیسے ناپاک چیز، اور ہماری تمام

۱۵ موجودہ ترجمہ میں یہ آیت ۲ ہے۔

راست بازی (ناپاک لباس) کی مانند ہے، اور ہم سب پتے کی طرح کٹلا جاتے ہیں، اور ہماری بدکرداری آندھی کی مانند ہم کو اڑالے جاتی ہے، اور کوئی نہیں جو تیرا نام لے، جو اپنے آپ کو آمادہ کرے کہ تجھ سے لپٹا رہے، کیونکہ ہماری بدکرداری کے سبب سے تو ہم سے رو پوش ہوا، اور ہم کو بچھلا ڈالا۔“ (آیات ۶ و ۷)

اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بکثرت نیک لوگ موجود تھے، مثلاً تاتن پیغمبر وغیرہ، اور اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ پیغمبر حضرت عیساؤں کے نزدیک معصوم نہیں ہوتے، مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ زبور مذکور کی آیت نمبر ۴ کے کسی طرح بھی مصداق نہیں ہو سکتے،

اشعیاء علیہ السلام کی دونوں عبارتوں میں جمع مشکم کے صیغہ استعمال ہوئے ہیں، اور اشعیاء وغیرہ بھی ان کے زمانے کے انبیاء اور صلحاء میں سے ہیں، اگرچہ معصوم نہ ہوں، لیکن یقیناً یہ حضرات ان اوصاف کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے، جن کی تصریح دونوں عبارتوں میں کی گئی ہے، اس لئے زبور کی عبارت بھی اور یہ دونوں عبارتیں بھی اپنے حقیقی ظاہری معنی پر محمول نہیں ہو سکتیں، بلکہ یہ مراد لینا ضروری ہے کہ یہ تمام الفاظ عاجزی اور تضرع کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، اسی طرح کے الفاظ کتاب دانی ایل باب میں اور نوحہ یرمیاہ کے باب ۳ و ۵ میں پطرس کے پہلے خط کے باب میں بھی موجود ہیں،

۱۔ یہ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت ہو، انظار الحق میں تو سین کی جگہ یہ الفاظ ہیں، حائضہ عورت کے کپڑے۔
۲۔ یعنی ان الفاظ کے کہ: ہا ہم نہیں ہو گئے، کوئی نیکو کار نہیں، ایک بھی نہیں۔ (زبور ۵۲: ۳)

دوسری بات

انبیاء علیہم السلام کے بہت سے افعال محض امت کی تعلیم و ارشاد کے لئے ہوتے ہیں، تاکہ ان کی پیروی کی جائے

ورنہ یہ حضرات اپنی ذات کے لئے ان کاموں کے قطعی محتاج نہیں ہوتے، چنانچہ انجیل متی باب ۱ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن رات روزے رکھے اور انجیل مرقس باب اول آیت ۵ میں ہے:

”اور صبح ہی دن نکلنے سے بہت پہلے وہ اُٹھ کر نکلا اور ایک ویرانی جگہ میں گیا، اور وہاں دعا کی“

اور انجیل لوقا باب ۵ آیت ۱۶ میں ہے:

”اور ان دنوں میں وہ پہاڑ کی طرف گیا، تاکہ دعا کرے اور ساری رات اللہ سے دعا کرنے میں گذاری۔“

سوال یہ ہے کہ جب عیسیٰ مسیحی حضرات کے نزدیک ذاتِ خداوندی کے ساتھ متحد ہیں، تو آپ کو یہ شدید تکالیف برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ماننا پڑے گا کہ یہ سب کام امت کی تعلیم کے لئے کئے جاتے تھے،

جو الفاظ کتبِ شرعیہ میں استعمال کئے جاتے ہیں، مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق وغیرہ وغیرہ ان کو جب تک

کوئی مانع موجود نہ ہو ان کے شرعی معانی پر محمول کرنا ضروری ہے، اس قانون کے

تیسری بات

لے اور پچیس دن اور پچیس رات فاقہ کے آخر کو اُسے بھوک لگی۔ (متی ۲: ۱۸)

لے الہارالحق میں یہ عبارت اسی طرح منقول ہو، مگر پہلے اس جتنے قدیم و جدید تراجم ہیں ان سب میں اس کی جگہ صرف یہ جملہ ہے: ”مگر وہ جنگلوں میں الگ جا کر دعا کیا کرتا تھا“

تحت جب لفظ گناہ جو ایک شرعی اصطلاح ہے انبیاء علیہم السلام کے حق میں استعمال کیا جائے گا، تو اس کے معانی صرف لغزش کے ہوں گے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی معصوم مہستی کسی عبادت یا جائز کام کا ارادہ کرے مگر بلا قصد و ارادہ اور بے شعور یا سے محض اس بنا پر گناہ میں ملوث ہو جائے کہ وہ عبادت یا جائز فعل کسی گناہ کے ساتھ قریب اور متصل تھا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک گزرنے والا جس کا مقصد راستہ کو قطع کرنا ہوتا ہے مگر بلا قصد و ارادہ اس کا پاؤں ٹھیک چلتے چلتے کسی کیچڑ یا دلدل میں پھسل جائے، یا کسی ایسے پتھر سے تھوکر کھا کر گر پڑے جو سہراہ پڑا ہوا ہو، یا پھر ان بزرگوں کے حق میں گناہ سے مراد یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک ایسا کام کیا جو ان کے شایان شان نہ تھا،

بجائز کا استعمال باری تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے کلام میں **چوتھی بات** بے شمار ہے، چنانچہ مقدمۃ الکتاب میں بڑی وضاحت سے آپ

کو معلوم ہو چکا ہے، نیز باب فصل ۳۴ شبہ ۳ کے جواب میں یہ بات آپ معلوم کر چکے ہیں کہ کتب مقدسہ میں جا بجا کثرت سے مضاف محذوف ہوتا ہے،

دُعَا کا مقصد کبھی کبھی مانگنے کی بجائے محض اظہارِ بندگی ہوتا ہے، مثلاً باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ہمارے پروردگار! اور ہمیں وہ چیز عطا کیجے جن کا آپ نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا
عَلَىٰ رُسُلِكَ،

اس لئے کہ خدا نے جن چیزوں کے دینے کا وعدہ فرمایا ان کا دینا واجب اور ضروری ہے، لیکن اس کے باوجود ہم کو اس کے مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے یا جس طرح اس آیت میں ہے کہ:

رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ، | اے پروردگار حق کا فیصلہ کیجئے،

حالانکہ ہم کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ باری تعالیٰ ہمیشہ حق کے مطابق ہی فیصلہ اور حکم کرتے ہیں،

اب جبکہ آپ یہ پانچوں باتیں سمجھ گئے تو سئلے کہ استغفار کے معنی میں مغفرت طلب کرنا اور مغفرت کا مطلب ہے کسی قبیح فعل پر پردہ ڈال دینا اس پردہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ اس فعل قبیح سے بچا جا جائے، اس لئے کہ جو شخص معصوم ہو گیا یقیناً اس کی قبیح خواہشات پر پردہ پڑ گیا،

دوسری صورت یہ ہے کہ اس فعل قبیح کے موجود ہونے کے بعد اس پر پردہ ڈالا جائے، لہذا پہلی دو آیتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مغفرت پہلی صورت کے مطابق ہے، اور دوسری آیت میں مؤمنین کے بارے میں دوسری قسم کی مغفرت مراد ہے، دوسری آیت کی تفسیر کے ذیل میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

”اس آیت میں ایک لطیف بات

یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

وفي هذه الآية لطيفة

وهي ان النبي صلى الله عليه وسلم

لے یعنی آپ کی مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا جائے، یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ سے گناہ سرزد ہو، اور پھر اسے معاف کیا جائے،

لہ احوال ثلاثہ، حال مع	تین احوال ہیں، ایک اللہ کے ساتھ،
اللہ و حال مع نفسہ و حال	دوسرے اپنے نفس کے ساتھ، تیسرے
مع غیرہ، فاما مع اللہ فوحد	دوسروں کے ساتھ، جہاں تک اللہ کے
واما مع نفسک فاستغفر	ساتھ والی حیثیت کا تعلق ہے اس کے
لذنبک و اطلب لعصمة	بارے میں اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ
من اللہ، واما مع المؤمنین	کہ اللہ کی یکتائی بیان کیجئے، اور اپنے نفس
فاستغفر لہم و اطلب	کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اپنی مغفرت
الغفران لہم من اللہ،	طلب کیجئے، اور اللہ سے اپنے لئے

عصمت مانگئے، اور مؤمنین کے لئے ارشاد ہے کہ اللہ سے مغفرت طلب کیجئے۔

اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ دونوں آیتوں میں استغفار کا حکم دینے سے مقصود محض اظہار بندگی اور عبدیت ہے، جیسا کہ آیت رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَحَدَّثْنَا عَلٰی رَسُلِکَ اور سَبِّحْ الْحَمْدَ بِاَنْتَ خِی میں ابھی پانچویں بات میں معلوم ہو چکا ہے، یا اس حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی امت میں استغفار کی سنت جاری ہو، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار محض امت کی تعلیم کے لئے تھا، تفسیر جلالین میں دوسری آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

قیل لہ ذلک مع عصمتہ	آپ کے معصوم ہونے کے باوجود آپ کے
لیساق بہ ائمتہ	یہاں اس لئے کہی گئی ہے کہ امت آپ کی اتباع کرے

یابہ کہا جائے کہ دونوں آیتوں میں مضاف محذوف ہی، اور پہلی آیت کی تقدیر یہ ہو کہ **فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِ أُمَّتِكَ**ؑ اور دوسری آیت کی تقدیر یوں ہوگی کہ **فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِ أَهْلِ بَيْتِكَ وَلِذَنْبِ الْمُؤْمِنِينَ وَ**
الْمُؤْمِنَاتِ الْغَنِيِّاتِ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَؑ، لہذا مؤمنین و مومنات کا ذکر بھی کچھ مستبعد نہیں ہوگا، اور امر چہارم میں یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ مصناف کا حذف ہونا عیسائیوں کی کتابوں میں بکثرت شائع ہے، یا دونوں آیتوں میں ذنب سے مراد لغزش یا ترک فضل ہے، ہم نے بعض دوستوں سے یہ واقعہ سنا کہ فرقہ پر دشمنیت کے ایک بوڑھے

سکھ یعنی آپ صبر کیجئے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ اپنی امت کے گناہ کی مغفرت طلب کیجئے۔

سکھ یعنی ”جان لیجئے کہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ اپنے گھر والوں کے گناہ کی مغفرت طلب کیجئے، اور ان مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت طلب کیجئے جو آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں۔“

سکھ اس جملے کے ذریعے مصنف ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں، کہا جاسکتا تھا کہ پہلی آیت میں تو ”آپ کے گناہ“ سے مراد ”آپ کی امت کا گناہ“ لیا گیا ہے، لیکن دوسری آیت میں تو آپ کے گناہ کا الگ ذکر ہے، اور مؤمنین و مومنات کے گناہوں کا الگ وہاں ”آپ کے گناہ“ سے مراد ”آپ کی امت کے گناہ“ کیسے لیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب مصنف نے دیا کہ دوسری آیت میں ”آپ کے گناہ“ سے مراد ”آپ کے گھر والوں کا گناہ“ ہے، اور مؤمنین و مومنات سے مراد غیر اہل بیت مسلمان ہیں،

پادری نے اس توجیہ پر اپنی ایک جدید تالیف میں اعتراض کیا اور کہا کہ ہم مان لیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا، سوائے ترکِ اولیٰ کے، مگر ترکِ اولیٰ بھی کلام اللہ کے فیصلہ کے بموجب یعنی توریت و انجیل کے حکم کی بناء پر گناہ ہے، اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ گنہگار ہوئے یعقوب نے اپنے خط کے بابِ آیت، میں فرمایا ہے کہ:

تیس جو کوئی بھلائی کرنا جانتا ہے اور نہیں کرتا، یہ اس کے لئے گناہ ہے،

اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ یہ اعتراضِ دھتھکت حد سے زیادہ گزری ہوئی عمر کا تقاضہ ہے، اس لئے کہ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ شراب نہ پینا ایک نیک عمل ہے، چنانچہ یحییٰ علیہ السلام کی مدح اور تعریف حق تعالیٰ نے اسی بنیاد پر کی ہے، اور انبیاء علیہم السلام نے اس سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ سب کو معلوم ہے، اسی طرح اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایک فاحشہ زانیہ رنڈی کو بھرے مجمع میں پاؤں دھونے اور ان کو اپنے سر کے بالوں سے صاف کرنے کی اجازت نہ دینا ایک اچھا فعل تھا،

اسی طرح اجنبی اور بیگانی نوجوان عورتوں سے حد سے زیادہ بے تکلفی اور خللا ملانہ رکھنا اور مشرقی شہروں میں ان کو ساتھ ساتھ لہو ہتھو نہ گھومنا ایک نیک عمل تھا، بالخصوص جبکہ بے تکلفی برتنے والا شخص خود بھی ان کی طرح نوجوان اور کنوارا ہو، لیکن اس کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام نے یہ نیک عمل نہیں کئے، یہاں تک کہ مخالفین نے بھی اس سلسلہ میں ان پر طعن کیا، جیسا کہ تیسرے اعتراض کے جواب میں آپ کو اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے، لہذا ان بوڑھے پادری صاحب

کے قول کے بموجب لازم آتا ہے کہ ان کا خدا بھی گنہگار تھا،

مزید ارباب یہ ہے کہ ڈیوانہ بکار خویش ہشیار کے بموجب ان سن رسیدہ پادری صاحب نے اپنے کلام میں توریت کا بھی حوالہ دے کر عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے، حالانکہ توریت میں یہ حکم موجود ہی نہیں ہے، پھر ان پادری صاحب نے سوائے یعقوب کے خط کے اس کی کوئی سند بھی پیش نہیں کی، جو فسردہ پروٹسٹنٹ کے بڑے بڑے علماء کی رائے کی بناء پر کوئی اہامی کتاب نہیں ہر بالخصوص اس کے امام و مقتدا جناب لوتھر کی تحقیق کے مطابق، چنانچہ باب فصل ۴ سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے، اس لئے یعقوب کا کلام ان علماء پر کوئی حجت نہیں ہو سکتا، اس لئے اس کا اعتراض یقیناً لغو اور واهیات ہے،

رہی تیسری آیت سو اس میں یا تو مضامین محذوف ہے، یا گناہ سے مراد ترک افضل ہے، یا غفران سے مراد عصمت ہے، امام سبکیؒ اور ابن عظیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد نہ تو گناہ کے صدور کو ثابت کرنا ہے، نہ اس کا بخشنا، بلکہ مقصد صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز و اکرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں آپ کی عظمت و احسان کا اظہار فرمایا، چنانچہ پہلے فتح کی بشارت دی، پھر اس فتح کا مقصد مغفرت اور تکمیل نعمت، صراطِ مستقیم کی ہدایت اور نصرۂ یز کو قرار دیا، پھر اگر ایسے موقع پر کسی گناہ کا آپ کے صادر ہونا مان لیا جائے تو یقیناً کلام کی بلاغت میں مغل ہوگا، کیونکہ اس کا

مقتضاتِ تکویم و تعظیم ہے، جس طرح ایک آقا جب اپنے کسی خادم سے راضی اور خوش ہوتا ہے تو کبھی اس کے اکرام اور اپنی خوشنودی کے اظہار کے لئے کہا کرتا ہو کہ دیکھو میں نے تمہاری سب اگلی پچھلی خطاؤں کو معاف کیا، میں ان پر کوئی مواخذہ نہیں کروں گا، حالانکہ اس خادم سے کبھی کوئی خطا صادر نہیں ہوئی،

رہی وہ دعا جو حدیث میں مذکور ہے، سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے یہاں ساری مخلوق سے زیادہ بلند مرتبہ تھے، اور خدا کی معرفت میں سب زیادہ کامل تھے، اور غیر اللہ کے تصور سے خالی الذہن ہونے کی صورت میں آپ کی حالت پورے طور پر اپنے خدا کی جانب متوجہ ہونے کی تھی جو بمقابلہ دوسرے احوال کے آپ کی بلند ترین حالت ہے، اس لئے آپ غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے کو خواہ وہ کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو اپنے لئے نقص اور انحطاط خیال فرماتے تھے، اس لئے آپ اس نقص سے مغفرت کے طلبگار ہوتے تھے، تاکہ بلند مقام حاصل ہو سکے، لہذا آپ کے نزدیک غیر اللہ کے ساتھ یہ ضروری مشغولیت بھی بمنزلہ اس گناہ کے تھی جس سے استغفار کرنا اپنے بلند مرتبہ کے پیش نظر ضروری تھا،

یا پھر یہ بات تھی کہ آپ سے اس قسم کی دعاؤں کا صدور محض اظہارِ بندگی اور عبودیت کے طور پر تھا، بالکل اسی طرح جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اسی غرض سے اپنی ذات سے نیکی کی نفی کی، اور خطاؤں کا اعتراف فرمایا، اور بارہا ان الفاظ اور عنوان دعا مانگی تھے ہمارے گناہ معاف فرما، اور یہ جملے زبان پر لائے کہ :-

۱۔ اے میرے معبود! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟

۲۔ تو میری مدد اور نالہ و فریاد سے کیوں دُور رہتا ہے؟

۳۔ اے میرے خدا! میں دن میں آپ کو پکارتا ہوں پر تو جواب نہیں دیتا،

یا یہ دعا محض اظہارِ بندگی کے لئے تھی جیسا کہ پانچویں بات میں معلوم ہو چکا ہے، یا پھر تعلیمِ امت کے لئے تھی، یا گناہ سے مراد لغزش اور ترکِ اولیٰ ہے، جیسا کہ امرِ سوم میں معلوم ہو چکا، پس ہر صورت یہ اعترافِ واقع نہیں ہو سکتا، یہ پانچوں وجوہات سب کی سب یا ان میں کوئی ایک ان تمام احادیث میں بھی جاری ہو سکتی ہیں جو حدیث مذکور کی طرح ہیں،

اب چونکہ ان آیتوں اور حدیثوں سے جن کی آڑے کر معترض نے اعتراف کیا ہے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے، اس لئے معترض کی دلیل کا صغریٰ باطل اور کاذب ہو گیا، رہا کبریٰ کا کاذب اور غلط ہونا وہ اس لئے کہ اس کا کلیہ قاعدہ ہونا ناقابلِ تسلیم اور ممنوع ہے، کیونکہ معترض اس کو یا تو عیسائی نظریہ سے ثابت کرے گا، یا برہانِ عقلی سے، یا دلیلِ نقلی سے، پہلی صورت ہمارے خلاف اسی طرح حجت نہیں جس طرح ان کے اکثر نظریات جیسا آپ کو باب کے فصل نمبر ۲ میں معلوم ہو چکا ہے، اور اگر دوسری صورت ہے تو عیسائیوں کے ذمہ اس دلیل عقلی کا بیان کرنا واجب ہے، اس کے بعد ہم اس کے مقدمات پر غور کریں گے، لیکن ان کے لئے کوئی عقلی دلیل پیش کرنا ممکن ہی

۵۲ زبور ۲۰:۲۲

لے متی ۲۴: ۳۶، زبور ۱۰۲: ۱

۵۳ یعنی یہ بات کہ کسی گنہگار کے لئے دوسرے گنہگاروں کی سفارش کرنا ممکن نہیں ہے،

کہاں ہے؟ اور یہ بات تو ذرا بھی مستبعد نہیں کہ باری تعالیٰ کسی بندے کے گناہ بلا واسطہ اپنے فضل سے بخش دے، پھر دوسروں کے حق میں اس کی سفارش بھی قبول فرمائے، اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ کیسی گناہ کی قباحت عفتلاً اسی وقت تک رہتی ہے جب تک وہ معاف نہیں کیا جاتا، معاف ہو جانے کے بعد اس کی قباحت باقی نہیں رہ سکتی، اس تیسری آیت میں جس کو عیسائیوں نے اپنی خیالی فاسد میں گناہ کے اثبات کے لئے پیش کیا ہے تصریح موجود ہے، یعنی فرمایا

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے
سب گناہ معاف کر دے ۝

پھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ اس دنیا ہی میں بخش دیئے گئے تو اب کوئی ایسی بات تو باقی نہیں رہی جو دار آخرت میں دوسروں کی سفارش کرنے سے مانع ہو، اور اگر تیسری صورت ہے تو یقیناً غلط ہے، اس لئے کہ یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے جب بھڑے کی پوجا کی تو خدا کا ارادہ ہوا کہ سب کو ہلاک کر دے، مگر موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سفارش کی، خدا نے اس سفارش کو قبول فرمایا، اور سب کو ہلاک نہیں کیا، جس کی تصریح کتاب خروج باب ۳۲ میں ہے،

پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل کو لے کر ملک کنعان جائیں، مگر میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے سفارش کی، اور اللہ نے ان کی سفارش قبول فرمائی، اور کہا کہ میں تمہارے ہمراہ جاؤں گا، جس کی تصریح کتاب خروج باب ۳۳ میں ہے، پھر جب بنی اسرائیل نے

سپرد کرتا ہوں، وہی بہترین کار ساز و مددگار ہے، اور پوری عاجیزی اور
گناہ گزراہٹ کے ساتھ یوں عرض کرتا ہوں: اے ہمارے پروردگار! ہماری بھول
یا غلطی پر ہم سے مواخذہ مت کیجئے، اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسی مشقت
والا حکم نہ ڈالے جس طرح ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا، اے ہمارے پروردگار!
اور جن کاموں کے کرنے کی ہم میں سکت نہیں اس کا بوجھ ہم پر نہ ڈالتے،
اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیے، اور ہماری بخشش کیجئے، اور ہم پر
رحم فرمائیے، آپ ہمارے آقا ہیں، پس ہم کو ظالم لوگوں پر کامیابی اور
غلبہ عطا فرمائیے ۛ

جلد سوم تمام شد

جمادی الاول ۱۳۹۰ھ مطابق جولائی ۱۹۷۰ء

سید رشاد حسین کالمی تحریر و تہذیب

افضل پریکس

اشاریہ

ترتیب

محمد تقی عثمانی

مصطلحات کی فہرست

جن کی تشریح کتاب کے حواشی وغیرہ میں کی گئی ہے

صفحہ	اصطلاح	صفحہ	اصطلاح
			عام علمی اصطلاحات
۱۱۸۳	اقلیم		
۱۳۲۰	میزوا	۲۶۹	بیل
۱۳۲۰	جیو پٹر	۲۹۳	کلمۃ اللہ
۱۳۴۳	خرق و النعام	۴۱	کفارہ
۱۶۴۵	بجیرہ و سائبہ	۴۶	اصلی گناہ
		۵۳۶	دور
		۶۱۳	تقریب لفظی و معنوی
		۶۵۴	لحق
		۸۳۴	پدۂ
		۸۸۲	لاہوت
		۸۸۲	ناسوت
		۸۹۵	اجتماع نقیصین
		۸۹۵	ارتفاع نقیصین
		۸۹۵	تسلل
		۹۶۳	عصرین
		۹۷۰	فصاحت
		۹۷۰	بلاغت
		۹۷۸	صنعت طباق
		۹۹۱	سج
	کلیسانی اصطلاحات		
۹۳-۳۳۳	پاپا یا پوپ		
۷۹۶	اسقف		
۱۰۶۳-۱۰۳	شماس یا ڈیکن		
۹۳	بطریرک یا پیٹرارک		
۱۰۵۶	کارڈینل یا خادم		
۳۲۶	رب اور ربی		
۸۳-۳۱۲	پتھر یا اصطراخ		
۲۲۲	عشکے رنچ		
۶۰۳	طقس		
۱۰۵۶-۶۰۳	قداس		
۶۰۵	شویریت اور سوزیرات		
۶۰۶	نوا فیروالیو رچیا (TURGO)		

صفحہ	اصطلاح	صفحہ	اصطلاح
۸۶۹	آخیرہ ایشیائی	۸۶۹	مطہر (PURGATORY)
۹۲۳	سوختنی شربانی	۱۰۵۹	مغفرت نامے (INDULGENCE)
۱۳۴۰	مارنا	۴۰	صلیب مقدس
۱۳۴۱	اناشیا	۸۴	کیٹ چومینس
۱۵۵۵	پہلوٹے کا حق	۹۲	ربانیت
فرقہ، نسلیت		بائبل کی اصطلاحات	
۲۴۴	سربانی کلیسا		
۳۱۳	سامری فرقہ	۳۰۵	عهد نامہ قدیم
۵۸۲	لوسیونی یا رقیونی فرقہ	۳۰۵	عهد نامہ جدید
۵۸۴	مانی کیز، مانوی فرقہ	۲۶۸	سبت
۵۹۹-۶۳	ایرین یا آریوسی فرقہ	۳۰۶	یسعیر
۶۰۴	بائبل راہب	۸۸	قضاۃ بنی اسرائیل
۶۰۶	طائفہ فارونیہ	۴۰۰	دعوت تمثیلات
۸۴۰	صدوقی فرقہ	۴۰۰	پہاڑی دعوت
۸۹۰	فریسی فرقہ	۴۴۴	نخل کا واقعہ
۸۹۸-۹۵	نسطوری فرقہ	۵۲۴	سردار کاہن
۸۹۸	مکانیہ فرقہ	۵۸۲	ہفتادی ترجمہ (SEPTUAGINT)
۹۹۵	معتزلہ	۴۴۴	خداوند کا دی
۱۰۱۱	معتزلہ	۴۸۱	صدوقی شہادت
۱۰۱۱	شراعت	۴۴۳	خیمہ جستار
۱۱۶۱	امامیہ	۴۰۳	جبر سوم
۱۲۰۴	اشدودین	۸۶۵	ایل بیت ایل
۱۲۰۶	عالمہ	۸۶۶	اسرائیل
۱۲۵۱	عادیق	۸۶۶	فنی ایل

صفحہ	اصطلاح	صفحہ	اصطلاح
۶۰۷، ۹۲	بنقادی کونسل	۱۳۵۱	سکڑا نیٹیں
۶۰۸	مسکونی کونسل	۱۳۷۵	مونٹیسٹ فرقہ
۶۰۸	خلقیدونی کونسل	۱۷۱، ۳۹	ایونی فرقہ یا نصرانی فرقہ
۹۳۱، ۹۲	حقیدۃ اہتہانے شیں	۳۹	بیٹری پیشین فرقہ
۶۵	افس کونسل	۱۱۷	الوگی
۹۱	دورابستار	۶۳	پولس فرقہ
۹۳	عہدہ مجالس، عہدہ مباحثات	۸۹۸، ۹۶	یعقوبی فرقہ
۹۳	تاریک زمانہ	۹۵	آرتھوڈوکس چرچ
۹۳	فتروین دسطنی	۱۳۰	سوزینی فرقہ
۹۷، ۹۵	نفاقی عظیم	۲۷۳، ۹۶	نوفویسی فرقے
۹۶	صلیبی جنگیں	۲۲۸	رومن کیتھولک فرقہ
۹۷	عہدہ سیری بابل	۲۲۷، ۱۵	پروٹسٹنٹ فرقہ
۹۷	ایون پوپ	۱۲۵	یہودی مسیحی
۹۷	رومن پوپ	۱۲۵	غیر اقوام
۹۸	کونسل آف پیرا		عید میں اور تھوار
۹۸	باسل کونسل	۲۳۰	عیدِ فح
۹۸	عہدہ اصلاح	۸۲۵	نئے چاند کی عید
۹۹	عقلیت کا زمانہ	۸۲۹	عیدِ فطیر
۱۰۰	تحریبِ قدس	۸۲۷	عیدِ عیام
۱۰۱	عہدہ احیاء مذہبِ قدیم		کرستافر
۱۳۶	عہدہ شلم کونسل	۱۳۷۱	پینٹی کوسٹ
	زبائین	۷۰	جشنِ دریافتِ صلیب
۲۷۲	عبرانی ۲۷۲		تاریخی مہیلاجات
۳۵۵، ۳۵۱	چالری	۲۳۶	کانٹن کونسل

آؤش بن شینٹ؛ ۶۱۶، ۱۰۷۲

آئرینوس؛ ۹۲، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۶۲، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۴

۱۸۹، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۵۴۷، ۶۰۹، ۶۱۱

... ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۳۷، ۱۷۴

۱۱۳۸، ۱۱۳۵، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۳۰

۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۵، ۱۱۳۲، ۱۵۰۵

آیو جین سافوی، ڈیوک ۱۵۰۵، ۱۶۳۶

ابراہیم علیہ السلام؛ ۱۱۲، ۱۳۵، ۱۷۵، ۲۰۶

۳۲۸، ۳۵۹، ۳۸۲، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹

۶۵۶، ۶۹۲، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹

۷۱۲، ۷۷۲، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۷، ۸۲۷

۸۳۸، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۸

۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۶، ۸۹۰، ۹۰۰، ۹۲۳

۹۵۷، ۹۷۷، ۱۰۷۶، ۱۰۸۵، ۱۰۸۹

۱۱۰۹، ۱۱۵۷، ۱۱۵۹، ۱۱۶۹، ۱۱۷۶، ۱۱۷۸

۱۳۸۳، ۱۳۹۳، ۱۳۹۳، ۱۳۹۳، ۱۳۹۳، ۱۵۰۷

۱۵۳۹، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۳، ۱۵۴۳، ۱۵۴۳

۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۶۱، ۱۵۶۱، ۱۵۶۱، ۱۵۶۸

۱۵۶۹، ۱۶۹۱

ابراہیم سندھی؛ ۱۰۳۹

ابرهیم بن صباح؛ ۱۴۲۵، ۱۴۲۶

ابلیس؛ ۴۲۵، ۵۶۶، ۷۲۹، ۹۲۲، ۹۲۳

۱۰۶۸، ۱۰۷۳، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۱

۱۷۰۳

ابوالخیر، مولانا شاہ؛ ۱۸۳

ابوطالب خانی؛ ۱۰۴۲

ابو الفضل؛ ۱۸۰

ابو لونیوس؛

ابو مکسوم؛

ایبتر؛ ۳۸۰، ۵۲۳، ۵۲۴، ۶۷۷، ۶۷۸

۱۵۸۱

ایبہ؛ ۳۸۸، ۴۵۳، ۴۸۸، ۶۳۸

ابی بن خلف؛ ۱۰۰۴، ۱۰۰۵

آبی بن کعب؛ ۱۱۶۰، ۱۱۶۳، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴

ابی رام؛ ۱۶۰۳

ابی سلوم؛ ۳۸۸، ۳۸۹، ۶۳۰، ۱۵۸۶

۱۵۸۷

ابی شاہ شوحیت؛ ۱۶۸۳

ایچی؛ ۱۵۸۶

ایطال؛ ۱۶۸۱

الی طلیون؛ ۱۱۲۰

ابی ملک؛ ۳۸۰، ۱۰۸۹، ۱۱۶۱۸، ۱۲۲۶

۱۵۴۲، ۱۵۴۵

ایتری؛ ۵۶۴، ۵۶۷

ابی یو؛ ۱۲۳۶

ابی یورد؛ ۳۵۳، ۳۹۰، ۳۹۱، ۴۸۴، ۴۸۹

ایوس؛ ۱۶۱

ایہان؛ دیکھئے ایٹھان ازراخی

ایہانے شینٹ؛ ۶۰، ۶۴، ۸۳، ۹۲، ۱۷۳، ۲۳۵

۳۴۷، ۶۵۱، ۷۱۳، ۷۷۷، ۷۷۹

۱۸۰۲، ۹۳۱، ۹۳۲

اتھیروس؛

اتی؛ ۱۵۸۶

اتانیوس؛ ۱۳۱۵

ایثرجزری، ابن؛ ۱۰۱۰

اجاج؛ ۱۰۹۱

احسن؛ یحییٰ محمد - ۱۱۸۱

احمد ابوالخیر؛ شیخ؛ ۱۱۸۳

احمد اسعد مدنی؛ ۲۰۶

احمد بن حنبل، امام؛ ۱۲۴۷، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶

۱۲۵۷، ۱۳۱۳، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۳

۱۳۶۷

احمد الدین چکوالی؛ ۱۸۳

احمد شریف بن زین العابدین؛ ۴۵۱، ۹۳۰

احمد بن زین دحلان؛ ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۲۳

احمد علی بڈولی؛ مولانا؛ ۱۸۲

احمد علی رامپوری؛ ۱۸۱

احمد علی، قاری؛ ۲۱۱

احمد النجار، شیخ؛ ۱۱۸۳

أحمر ثمود؛ ۱۲۵۵

اخرخ؛ ۳۲۷، ۳۳۱

اخزیاہ؛ ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۸۸، ۳۸۹

۴۸۶، ۶۲۶

اخیوس؛ ۸۹، ۳۰۸، ۳۱۳، ۳۶۲، ۳۶۷

۴۷۲، ۴۷۵، ۴۷۸

اخزوخ؛ دیکھئے حزوک علیہ السلام،

اخیاء، شاہ؛ ۳۸۳

اخیاء علیہ السلام؛ ۷۶۳

اخفی بن بنیامین؛ ۳۲۷، ۶۳۱

اخفی اب؛ ۲۶۹، ۳۰۷، ۳۰۸، ۵۲۷، ۱۰۹۹

۱۱۰۰

اخیم؛ ۳۸۳

اخی ملک؛ ۳۸۰، ۵۲۳، ۶۷۵، ۸۰۰، ۸۵۸

۱۵۸۱

اخی نوعم بن زعلی؛ ۱۶۸۱

اخیو؛ ۳۷۳

ادریس کاندھلوی، مولانا محمد؛ ۱۶۵۸

ارازمس؛ ۶۸۹، ۶۹۱

ارازمس بن ہولٹ؛ ۱۰۷۸

اراستس؛ ۵۲۸

اربافوس (یاربن) دوم؛ ۹۶

اربافوس ششم؛ ۱۵۳۰

اربافوس ہشتم؛ ۷۰۰، ۱۰۳۱

ارتخششتا؛ ۳۰۸

ارخیلاؤس؛ ۴۹۹

ارد؛ ۳۲۷، ۶۳۱

ارد بیل شیعہ؛ ۱۱۷۷

ارد شیر؛ ۲۶۸، ۷۷۲

ارسترخس؛ ۱۳۳

ارستمیدس؛ ۱۳۰۰

اشینگ : ۳۲۶، ۵۳۹، ۷۷۲، ۷۷۳	ارستیدیس : ۱۱۲۹
اسحاق علیہ السلام : ۱۱۳، ۳۰۶، ۶۵۶، ۶۹۸	ارستیس : ۳۷۲
۸۶۸، ۸۶۳، ۸۶۳، ۸۳۸، ۸۲۷، ۶۹۹	ارستینون : ۱۱۲۶
۱۳۸۲، ۱۳۱۷، ۱۳۱۶، ۱۰۸۵، ۸۷۰، ۸۶۹	ارسطو : ۷۳۶، ۱۱۹۹، ۱۳۰۰
۱۱۳۹۴، ۱۵۰۷، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴	ارٹگان ارمنی پادری : ۱۵۲۳
اسحاق بن راہویہ : دیکھئے راہویہ ابن ؛	ارغشذ بن فوح : ۴۵۸، ۵۲۰، ۶۱۸، ۶۱۹
اسحاق موصلی : ۹۸۹	۱۰۷۷
اسحاق نیوٹن : دیکھئے نیوٹن ؛	ارفکسدر : دیکھئے ارغشذ
اسحاق ابن ؛ دیکھئے محمد بن اسحاق ؛	ارمیاہ علیہ السلام : ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۲۱، ۳۲۳
اسحاق برد : ۱۶۵۳	۳۳۵، ۳۳۰، ۳۲۲، ۳۵۴، ۳۵۵
اسد اللہ : ۲۷۲، ۲۷۶	۴۰۳، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۹۶
اسرائیل علیہ السلام : دیکھئے یعقوب علیہ السلام ؛	۴۹۷، ۵۰۰، ۷۲۸، ۷۶۶، ۷۹۰
اسعد الدیان شیخ : ۱۸۴	۹۵۵، ۱۱۲۰، ۱۱۵۶، ۱۳۳۳، ۱۵۷۴
اسکاٹ (مفتربائل) : ۱۹۰، ۲۲۹، ۲۳۰	ازیس بشپ لیس : ۳۶۸
۲۷۸، ۳۴۱، ۳۵۰، ۳۵۵، ۳۸۲	اصاف، آصف بن برخیاہ
۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۷، ۵۴۲، ۵۵۹	اسپینول : ۱۶۲۵
۶۱۵، ۶۱۷، ۶۱۹، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸	اسپان ہمیس : ۱۳۲۲
۶۴۱، ۶۵۳، ۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۵	اسپائن : ۸۰۱
۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۹، ۶۸۱، ۶۸۱	استفالوس : ۱۳۹۵
۶۹۸، ۷۰۲، ۷۰۷، ۷۰۹، ۷۱۵، ۷۱۸	اسٹامڈلن : ۵۳۰
۷۶۲، ۸۳۲، ۱۰۷۸، ۱۰۸۸	اسٹار : ۵۰۹
۱۰۸۹، ۱۰۹۱	اسٹاولن : ۳۶۲، ۳۶۱
اسکاچسیر : ۳۶۸	اسٹاٹن : ۳۵۵، ۵۳۰
اسکٹن پنجم، پوپ : ۱۵۹، ۱۵۰۵	اسٹرلنگ جان : ۱۳۰۳
اسکندر رومی : ۸۹، ۲۵۷، ۳۶۸، ۱۳۳۳، ۱۳۵۱	اسٹریٹ، برنٹ لجن : ۷۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۵۳۳، ۱۵۳۳

- اسکندر ششم؛ پوپ؛ ۶۰۸، ۵۱۹
 اسکندر یانوس؛ ۸۰۰، ۶۹۸، ۶۷۰، ۳۷۲
 اسکی بیکر؛ ۱۰۷۹
 اسلی بیس؛ ۵۵۲
 اسمار بنت ابی بکر؛ ۱۳۵۶، ۱۳۲۱
 اسماعیل علیہ السلام؛ ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۸۲۷، ۱۳۹۳
 ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۸
 ۱۳۲۳، ۱۳۳۲، ۱۳۴۳، ۱۵۰۷
 اسماعیل حق؛ ۲۰۷
 اسماعیل خان، نواب حاجی؛ ۲۱۵
 اسمتہ، صدر دیوانی؛ ۱۸۶، ۱۹۲
 اسمتہ، محقق؛ ۶۹۱، ۱۵۷۳
 اسمتہ، ولیم؛ ۱۲۶۷
 آسیانڈر لیسو؛ دیکھئے بسرو آسیانڈر
 آسیانسم؛ ۷۷۲
 اشییل؛ ۳۳۷، ۶۳۱
 اشیوست، بی ساؤل؛ ۱۶۸۱
 اشر، آچ بشپ؛ ۱۰۷۹
 اشراف علی تھانوی، مولانا؛ ۲۱۸، ۲۱۱، ۱۳۳۳
 اشیاء علیہ السلام؛ دیکھئے شعیانہ امور علیہ السلام
 اشی روس؛ ۷۷۲
 اشمعی، ام؛ ۹۹۳
 اصحاق؛ دیکھئے اصحاق علیہ السلام
 اعشی، شاعر؛ ۹۷۳
 افناح علیہ السلام؛ ۱۵۸۰، ۱۶۱۸
 انزیم بن یعقوب علیہ السلام؛ ۹۳۶، ۱۱۹۷
 ۱۱۹۸، ۱۲۳۰، ۱۳۵۳
 افلاطون؛ ۷۳۶، ۲۹۵، ۱۲۰۰
 اقبال؛ علامہ؛ ۱۷۹
 اقلیدس؛ ۱۲۰۰
 اقیلا، ربی؛ ۷۵۱
 اگال؛ ۳۵۱، ۳۵۲
 اکبر، بادشاہ؛ ۱۸۰، ۱۰۳۸
 اکبر خان، میجر جنرل محمد؛ ۱۶۵۸، ۱۹۷
 اکیمنشیں ششم، پوپ؛ ۱۵۳۰
 اکیدر دومۃ الجندل؛ ۱۲۶۰
 اکبارن؛ دیکھئے ایکبارن
 اگنس؛ ۱۳۴۳
 اگرپا، بادشاہ؛ ۱۰۳
 اگن شیں؛ ۱۹۲، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۹۸
 ۱۵۹۹، ۶۰۱، ۷۲۵، ۷۹۲، ۱۱۲۶، ۱۱۳۳
 ۱۵۳۳
 البرٹوس ارشیدیا کوئوس؛ ۱۶۳۵
 الجن؛ ۷۷۲
 الاعام؛ ۴۵۵
 الفریڈ، ای، نگار فنی؛ دیکھئے محمد فنی
 الفون سوس سال مردن؛ ۱۰۷۹
 افغانی؛ ۳۵۲
 انگزیدر؛ ۵۳۲
 انگزینڈر؛ ۶۶۲، ۱۶۷۶

الگزینڈر بنجم، پوپ؛ ۹۸،

الیاس علیہ السلام؛ ۲۶۹، ۳۰۰، ۳۰۸، ۳۸۱،

۳۸۲، ۵۱۵، ۵۲۶، ۹۵۸، ۱۱۸۶،

۱۱۲۶۸، ۱۱۲۶۹، ۱۳۱۰، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶،

۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳،

۱۳۶۴، ۱۶۱۷، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳،

الیا قیم؛ ۳۸۳،

الیس علیہ السلام؛ ۳۰۸، ۵۹، ۹۵۹، ۱۲۶۸، ۱۳۱۰،

الیعزر؛ ۳۸۴، ۵۸۲، ۱۰۸۶، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲،

الیکسیوس اسپانیولی؛ ۶۰۵،

الیاس؛ جادوگر؛ ۱۳۷۰،

الیہو؛ ۳۴۶، ۵۳۹،

الیہود؛ ۳۸۳،

امام الدین بے، الیس؛ ۱۵۱،

امام بخش مہبانی؛ مولانا؛ ۱۸۳،

امام علی کیرانوی؛ مولانا؛ ۱۸۳،

اماند، ابو؛ ۱۳۳۲،

امجد علی؛ ۲۷۶،

امداد اللہ مہاجر مکی؛ حاجی؛ ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۱۱،

امداد صابری؛ ۳۰، ۱۸۴، ۲۰۵، ۲۱۰، ۲۱۳،

امرو القیس؛ ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۸۴، ۹۹۷،

امیریں؛ ۲۳۲،

امصیاء؛ ۳۸۸،

امنون بن داؤد؛ ۱۰۳۸، ۱۵۸۶، ۱۷۰۹، ۱۷۱۳،

امون؛ ۳۸۸، ۷۸۵،

امیر منشی محمد؛ ۱۹۵،

امیر اللہ مولوی محمد؛ ۱۸۶،

اناسطینوس؛ ۷۳۹،

انبروس؛ ۳۴۷،

انثیروس؛ پوپ؛ ۷۹۳،

انیکس ایسی فانیس • ۳۲۶، ۳۵۳، ۳۶۶،

۴۶۷، ۶۳۴، ۷۸۸، ۷۹۹، ۱۱۲۱، ۱۶۱۳،

۱۶۱۴، ۱۶۱۵،

اندرائوس، واری؛ ۱۶۸، ۱۶۹، ۳۱۰، ۳۳۳،

۷۳۵، ۱۱۲۶، ۱۱۳۶، ۱۳۶۸،

اندریاس ہل دی کیوس؛ ۱۰۷۸،

انس بن مالک؛ ۱۲۰۳، ۱۲۵۵، ۱۲۵۸، ۱۲۹۸،

۱۳۰۴، ۱۳۰۷، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۲۰،

انفا؛ ۱۶۳۷،

انگلن، خامس؛ ۲۵۲، ۵۱۷، ۷۶۷، ۱۱۰۵،

۱۱۴۲، ۱۶۳۹،

انوری، شاعر؛ ۹۷۳،

انوسینٹ سوم؛ ۱۶۲۳،

انوسینٹ چہارم؛ ۹۷،

انیس؛ ۲۶۳، ۹۹۳،

انیس، مرزا؛ ۹۷۳،

انیس؛ ۳۱۸،

اواسی یوس؛ ۴۸۳،

اودون؛ ۶۴۱، ۷۱۴، ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۰۳،

اودوین؛ ۷۱۴،

اوریا؛ ۴۵۵، ۶۳۵، ۷۱۲، ۹۲۰، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹،

ایگزیکٹوز؛ ۱۱۲۹، ۱۱۳۳،	۵۸۸، ۵۸۵، ۵۸۳، ۵۸۲، ۵۷۹
ایفون سوئس سال مردن؛	۱۶۸۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۹،
ایکرس؛ ۷۲۳،	اوریل؛ ۱۵۲۵،
ایکوناس، سینٹ تھامس؛ ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۷۵،	اوری ایل جی؛ ۳۸۸،
۷۷، ۷۹، ۸۱، ۱۰۵۳، ۱۰۵۵، ۱۱۱۱،	اوزاعی، امام؛ ۱۱۳۸،
ایکونیل؛ ۲۹۲، ۷۳۵،	اوکال؛ دیکھئے اتمال،
ایکبارن؛ ۲۹، ۵۵، ۵۶۳، ۵۶۶، ۵۶۸،	اومیس پادری؛ ۷۱۹،
۷۷، ۵۹۰، ۵۹۵، ۷۲۳، ۷۳۳، ۷۵۶،	اونان؛ ۱۵۶۸، ۱۵۷۱،
ایلزبتھ، ملکہ؛ ۱۶۳۳،	اونیاس؛ ۱۳۱۳،
ایل سیرس؛ ۵۱۸،	اصل؛
ایل بن بعشاہ؛ ۳۸۵،	احیلز؛ ۱۰۷۸،
ایل اس دیوس نیروس؛ ۱۰۷۹،	ایڈجیو؛ ۳۶۳، ۷۱۳،
ایلیاہ علیہ السلام؛ دیکھئے الیاس علیہ السلام،	ایب لارڈ؛ ۱۳۱،
ایم فی لوکیس؛ ۶۵۱، ۷۷۲،	ای پین؛
اینٹی کوفوس؛ ۱۱۲۰،	ایپی فانیس، سینٹ؛ ۱۷، ۱۷۱، ۱۷۱۵، ۳۳۵، ۵۱۳،
اینو سنیتوس سوم، دیکھئے آئوینٹ سوم،	۵۶۷، ۵۹۱، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۲۹، ۸۳۲،
ایوب علیہ السلام؛ ۳۰۹، ۳۲۶، ۳۲۳، ۷۰۶،	۱۱۳۵، ۱۱۳۴،
۷۷۰، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۷، ۱۲۳۲،	ایٹھان ازراخی؛ ۳۳۸، ۳۳۷،
۱۳۵۳،	ایٹھانی شیس؛ دیکھئے ایتھانی شیس،
ایوب انصاری، ابو؛ ۱۳۰۳، ۱۳۰۵،	ایٹیل؛ ۳۵۱، ۳۵۲،
ایوبی، صلاح الدین؛ ۹۷،	ایتمین ہارون؛ ۱۱۱۹،
ب	ایکیل؛ ۱۶۸۱،
باجہ جی زادہ، علامہ عبدالرحمن بک؛ ۲۱۵، ۱۳۰۲،	ایڈرین؛ ۳۶۹،
۱۳۰۷،	ایڈورڈ اول؛ ۹۷،
بارو؛ ۶۱۶،	ایڈورڈ چارم؛ ۹۹،

۱۳۰۹، ۱۳۰۸، ۱۳۱۲، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۱۹	باردوخوس؛ ۱۶۳۳
۱۳۲۰، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۶	باروخ علیه السلام؛ ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۰، ۱۱۳۰، ۱۳۰۲
۱۳۶۳، ۱۳۶۶	
بخت خان، جزل؛ ۲۲۲	باری بریوس؛ ۳۶۴
بخت نصر؛ ۱۸۹، ۱۳۲۶، ۲۵۴، ۱۳۰۸، ۳۱۰	باسرودیانان؛ ۵۴۹
۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۵۵	باسرودیان؛ ۸۲۶
۳۰۳، ۳۵۹، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۳	باسیلیوس؛ ۹۳، ۹۴، ۱۱۳۲، ۱۱۳۴
۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۵، ۳۶۵، ۳۶۵، ۳۶۵	۱۱۳۵
۴۵۰، ۴۴۲، ۴۸۶، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۵، ۴۸۵	باسیخ؛ ۶۰۹
۳۳۳، ۳۱۳، ۳۴۹، ۱۳۵۱	باستر، امام محمد؛ ۱۱۴۸
بدرا السلام، مولانا؛ ۱۸۳، ۲۰۵، ۲۰۴، ۲۰۸، ۲۰۸	باطلانی، علامه؛
براکیل بوزی؛ ۳۴۶	بالس؛ ۵۰۵
بربرزدوس؛ ۱۰۶۴	بالش؛ ۴۱۳
برتلمانی (حارری)؛ ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۳۲، ۴۶۶	بالج؛ ۳۲۴، ۶۳۱
۱۶۳۴، ۱۶۳۸	بایزید خال، سلطان؛ ۴۴، ۴۴، ۱۰۰، ۱۴۱۰
برتمانی؛ ۳۰۸	بت سلج؛ ۳۵۵، ۱۵۸۲
برتریند رسل، رسل؛	بتن ایل؛
برطیندر؛ ۳۶۱، ۳۶۲، ۵۴۰	بث استر؛ ۴۰۳
برق علیه السلام؛ ۱۵۸۰، ۱۶۱۸	بجری شاعر؛ ۹۸۶
برکت ۸۲۵	بجربن بکیر؛ ۱۲۶۰
برکت الله، آبیچ ذکین؛ ۱۱۸، ۱۲۶	بجراتی، علامه؛ ۱۱۴۴
برکت، الف، سی؛ ۸۳، ۸۶، ۱۳۴	بجرا، راهب؛ ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۵۳۴
برکیاه؛ ۱۲۰۹	بخاری، امام محمد بن اسماعیل؛ ۵۴۴، ۱۱۴۶، ۱۱۴۸
برناباس، حارری؛ ۶۹، ۹۱، ۱۰۵، ۱۱۳، ۱۳۰	۱۲۳۹، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۵، ۱۳۵۶
۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶	۱۲۵۸، ۱۲۶۱، ۱۲۶۹، ۱۳۰۲، ۱۳۰۴

دای بکرت (۱۳۵۸)	۱۳۷۰، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۵۸
بکر (۳۲۷، ۶۳۱)	۱۶۱، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۹، ۳۶۷، ۳۶۸
بل مورخ (۴۲۸، ۴۶۰، ۹۲۲، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸)	۵۶۱، ۵۶۷، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۱۰، ۵۱۰
بلرم (۷۱۳)	۱۱۱، ۱۵۱۳، ۱۵۱۳، ۱۵۱۳، ۱۵۱۵
بلک (۵۱۸)	۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲
بلنجر (۶۸۹)	۱۵۲۳، ۱۵۲۹، ۱۵۹۸
بنامرن بخت نصر (۱۳۵۱)	برنٹس (۵۶۱)
بنام (۱۱۸۵، ۱۲۱۵)	برنودوس (قدیس) (۷۱۳)
بنام (۴۲۹، ۷۰۲، ۱۰۳۷، ۱۰۶۵، ۱۰۸۳)	برنیا (دیجے برناباس)
۱۵۵۹، ۱۵۶۲، ۱۵۶۷، ۱۶۷۹	بروٹن (۷۵۳)
بیک لاک، ای، ایم (۱۳۲، ۱۵۱۳)	بریٹ، ڈاکٹر (۱۱۳۱)
بیلناس (۱۳۰۰)	بریدہ سلمیٰ (۲۶۳، ۱۳۱۳)
بنسن، ڈاکٹر (۲۹۳، ۵۳۶، ۵۳۹)	بریسود (۱۳۲۵)
بن عتی (۱۵۳۸)	بزار (محدث) (۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹)
بنیامین بن یعقوب (۳۲۷، ۳۷۳، ۶۳۱)	۱۱۴۲۰
بنیامین بن شعبہ (۱۵۳۳)	بروادسیا لڈر (۲۴۲)
بوانرگس (۱۳۶۵)	بن (۶۵۶)
بوچارٹ (۷۷۲)	بشار (۳۸۴، ۳۸۵)
بوخ (۳۰۷، ۳۸۸)	بعل (۲۶۹، ۷۸۴، ۱۶۲۲، ۱۶۳۳)
بونیفیس ہشتم (۱۹۳، ۱۹۷، ۱۵۳۰)	بنوئی، امام (۱۱۹۱، ۱۳۱۷)
بونو کوس (۱۱۳۸)	بقرط (۱۳۰۰)
بی پیس (دیجئے پے پیاس)	بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۱۸۵، ۲۶۳، ۳۶۵)
بیدون بیکر، ڈاکٹر (۶۵)	۱۰۰۰، ۱۰۰۳، ۱۰۰۵، ۱۰۰۷، ۱۱۹۵، ۱۱۹۷
بیروس، پاڈی (۸۵۰)	۱۱۷۳، ۱۱۷۵، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹
بیروم (۵۱۸، ۵۱۹)	۱۲۵۶، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶

بیرا، ۶۹۱

پطرس؛ ۴۰، ۴۳، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۳۷

بیضاوی؛ قاضی؛ ۲۷۰، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۸۹

۱۲۹۵، ۱۲۹۲

بیکن؛ ڈاکٹر؛ ۴۲۳

بیلا جوس؛ فاروی؛ ۱۰۶۳، ۱۰۶۵

بنا، حکیم، عبدالکریم؛

بنسن، بنسن؛

بیوکاتان؛ ۶۷۹

بیٹی؛ امام؛ ۹۸۲، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳

۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹

۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۱، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴

۱۳۱۵، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲

۱۵۳۶، ۱۵۳۷

پ

پارکر؛ ۷۲۳

پاری؛ ۶۲۲

پاکم، مصری؛ ۹۳، ۹۰۳

پال آف سموٹا؛ ۶۲، ۶۳، ۱۷۲

پال ڈی لاگارتھی؛ ۱۷۵

پتیاروس؛ ۳۸۳

پردہ برالوالڈ؛ ۳۶۵

پردہ کوٹیں؛ ۵۳۳، ۱۰۸۶

پریٹس؛ ۷۱۳

پری گزٹس؛ ۴۹

پشپ ہک؛ ۱۰۷۹

۱۷۰۳، ۱۷۰۵

پس، ڈاکٹر؛ ۳۶۳

پلیٹین، ڈاکٹر؛ ۱۰۰

پلین جینی؛ ۸۰۲

پلینی؛ ۱۶۳

پمٹس مارٹر؛ ۷۱۳

پوڈرو، جو شوا؛ ۷۷

پولس؛ ۸۳، ۹۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷

۱۱۶، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹

۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹

ترجائوس؛ دیکھئے تراجان۔

تکامس؛ ۵۸۲۔

تکائی، شاہ؛ ۷۴۷۔

تکلی مینٹ؛ ۷۱۳، ۵۸۸۔

تکرام فارص؛ ۳۴۱، ۸۱۲، ۹۹۹، ۱۰۲۶۔

۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۱۔

تکرب پاروقی؛ ۱۸۲۰۔

تکربنت داؤد؛ ۱۰۴۸، ۱۵۸۶، ۱۷۰۹۔

تکربنت ابی سلوم؛ ۳۸۹۔

تکیم؛ ۲۶۲۔

تکسانی؛ ۳۰۸۔

تکواہوری؛ ۱۶۸، ۱۶۹، ۳۳۳، ۶۳۶، ۱۱۲۶۔

تکوالیدہٹ؛ ۱۰۷۸۔

تکولائی کلاروس؛ ۱۱۲۸۔

تکاس نیوٹن؛ نیوٹن۔

تکاس ایگریاس؛ دیکھئے ایگریاس۔

تکاس انگلس؛ دیکھئے انگلس۔

تکافوی؛ دیکھئے اثر علی مرافا۔

تکیروس اسفٹ؛ ۱۱۲۷۔

تکیفلس؛ دیکھئے تکیوفلس۔

تکیودوس؛ ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷۔

تکیوڈور؛ ۳۲۹، ۳۵۳، ۵۳۹، ۵۵۲۔

۷۷۳، ۷۷۳۔

تکیوڈورٹ؛ ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۶۔

تکیوڈوشن؛ ۳۵۲، ۳۵۱، ۳۹۲، ۷۷۷، ۷۷۷۔

تکیوفلس؛ ۳۱۶، ۵۳۷، ۶۱۰، ۱۱۲۸۔

تکیوفلیکٹ؛ ۶۳۲، ۶۹۱، ۷۱۳۔

تکیاربن مکرم؛ ۱۰۰۳۔

تکیانی العنزر؛ ۳۰۹۔

تکیفیس؛ ۳۱۸، ۵۳۸، ۱۱۲۸، ۱۳۵۲۔

تکیہ تکیہ؛ ۱۲۸۳۔

ط

تاسکر، آراوی جی؛ ۱۵۱۴۔

تاسطون؛ ۳۲۰، ۵۹۱، ۷۱۳۔

تاسمیریں، تبریں؛

تراجان؛ ۱۶۳، ۷۹۲، ۱۱۲۵۔

تراولین؛ ۱۰۷، ۱۶۳، ۳۶۸، ۶۳۳، ۶۹۱، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳۔

ٹورٹن؛ ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۵۷، ۳۵۸، ۴۰۰۔

۵۰۰، ۵۶۳، ۵۶۸، ۶۹۱، ۷۱۵، ۷۱۵۔

۷۷۳۔

ٹینزل، جان؛ ۱۰۵۸۔

ٹی شن؛ ۵۶۲، ۶۰۱، ۷۹۱، ۷۹۷۔

ٹیلر؛ ۶۵۳۔

ث

ٹادریموس؛ ۶۰۸۔

ٹابرسیوس؛ ۱۱۸۲۔

ٹاوفیلس؛ دیکھئے تکیوفلس؛

ٹوبان؛ ۱۲۵۳۔

ٹوری؛ دیکھئے سفیان ٹوری؛

ج

جابر بن عبد اللہؓ؛ ۹۹۲، ۱۲۹۹، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴

۱۳۰۸، ۱۳۱۱، ۱۳۱۳، ۱۳۱۵

جابر بن سمرہؓ؛ ۱۳۵۲

جاد علیہ السلامؓ؛ ۳۷۵، ۷۶۳

جارد بن الصلاحؓ؛ ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۵۳۲

جارجی، ربی؛ ۲۸۲

حالت؛ ۸۸، ۳۰۷، ۶۷۰، ۱۲۰۹

جالیفوس؛ ۱۳۰۰

جامعہ؛ دیکھئے واعظ

جانی بست و سوم؛ ۹۸

جان (شاہ)؛ ۱۶۲۸

جان سالٹر برگ؛ دیکھئے سالٹر برگ

جبرئیل علیہ السلامؓ؛ ۲۶۲، ۲۹۳، ۲۹۳

۵۲۷، ۱۰۱۳، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۲۵۹

۱۲۹۷، ۱۵۲۵

جہانی؛ ابوطی؛ ۹۹۵

جیرین معلمؓ؛ ۹۹۳، ۱۰۲۸، ۱۲۸۳

جدس، ڈاکٹر؛ ۵۵۱

جدعون علیہ السلامؓ؛ ۱۵۸۰، ۱۶۱۸، ۱۶۷۹

۱۶۸۰، ۱۶۸۵

جدو سخن؛ ۳۴۷، ۳۴۸

جدور؛ ۳۷۳

جرارڈ؛ ۳۳۰

جریمج (ابن)؛ ۵۷۵، ۱۱۴۷

جریر، شاعر؛ ۹۸۶

جزیریؓ، علامہ عبدالرحمن؛ ۲۱۶

جشن مارٹر (شہید)؛ ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۱۹۰، ۵۶۳

۵۶۷، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲

جنوبین ابی طالبؓ؛ ۱۲۷۶، ۱۵۳۴

جعفر صادقؓ؛ امام؛ ۱۱۷۷

جعفر طیارؓ؛ ۱۰۲۷

جلال الدین سیوطیؓ؛ دیکھئے سیوطیؓ

جنگ درتھ؛ ۱۱۲۲

جنید بغدادیؓ؛ ۱۱۹۳

جلیل، مولوی محمد؛ ۱۸۳

جوادیں ساہا؛ ۱۶۷۶، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۲۷۰

جولین شاہ؛ ۵۱۱، ۵۱۲

جونا سادو تھ کات؛ ۱۲۲۰

جونس؛ ۵۹۰، ۵۹۱

جونو؛ ۱۲۲۰

جوریل؛ ۵۹۱، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷

جوانیس کلاوریوس؛ ۱۰۷۹

چان؛ ۳۵۳

چانگیر، شہنشاہ؛ ۱۸۱، ۹۸۷، ۱۰۲۸

چیل؛ ۹۹۰، ۱۳۸۴

چیرا؛ ۳۲۷، ۱۶۳۱

جیر سوم بن موسیٰؓ؛ ۷۰۳، ۱۰۸۴

جیروم سینٹ؛ ۹۳، ۱۶۲، ۳۲۰، ۳۳۱، ۳۴۷

۳۵۷، ۳۷۸، ۳۸۲، ۵۲۳، ۵۲۷

۵۹۸، ۶۳۱، ۷۱۱، ۷۱۳، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸

۷۳۵، ۷۳۷، ۷۵۰، ۷۸۰، ۸۰۱، ۸۳۷، ۸۴۳

جیروم، مصلح؛ ۱۹۸، ۳۲۰

جیلا سیوس؛ ۶۰۸

جیلا شیس اول؛ ۱۵۹، ۱۵۲۲

جیس اول؛ ۲۵۲، ۷۵۲، ۱۶۳۲

جیس بروی؛ ۱۱۲۹

جیو پٹر؛ ۱۲۲۰، ۱۳۱۵

جیکب سلیانوس؛ ۱۰۷۸

جیکب سن لی نوس؛ ۱۰۷۹

جیکسن، ایف، جے، فوکس؛ ۱۳۸، ۱۷۷

جیکوبوس کیباوس؛ ۱۰۷۸

جی بیٹشٹ رک کیولس؛ ۱۰۷۸

ج

چارلس نجیم؛ ۱۶۳۷

چارلس ششم؛ ۱۶۲۷

چارلس ڈالین؛ ۳۳۳

چارلس روچر؛ ۱۰۷۸، ۱۰۷۹

چرچ، رچرڈ ولیم؛ دیکھئے ولیم چرچ

چیمبلین، ہوشن اسٹیورٹ؛ ۱۷۶

ح

حاتم طائی؛ ۱۳۲۱

حاجب، (بی) حاجب؛ ۱۲۷۲، ۱۳۹۵

حارث بن ابی اسامہ؛ ۱۲۵۳

حارث بن کلدہ؛ ۹۸۲

حافظ الدین، دجانی مولانا؛ ۱۸۳

حاکم، محدث؛ ۱۹۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۵، ۱۲۵۷

۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۹۰، ۱۳۰۸، ۱۳۱۷

حالی، سید الطاف حسین؛ ۲۰۸

حامد بن نوح؛ ۱۵۳۱، ۱۵۳۲

حامد الجداوی، محمد؛ ۱۸۳

حاج، جان؛ ۱۳۱۱

حقوق علیہ السلام؛ ۳۱۲، ۳۲۳

حبیب الرحمن دیوبندی، مولانا؛ ۱۱۶۵۸

حبیب بن فدیك؛ ۱۳۱۷

حجاج بن یوسف؛ ۱۲۵۶، ۱۲۵۷

حجرت، حافظ؛ ۱۲۹۰

حجی علیہ السلام؛ ۳۰۸، ۳۱۳، ۳۲۶، ۳۷۱، ۶۳۲

حجیت؛ ۱۶۸۱

حذیفہ بن یمان؛ ۱۲۳۹، ۱۲۵۳، ۱۲۷۱، ۱۲۸۹

۱۲۹۰، ۱۳۲۱

حرام بنت ملحان؛ ۱۲۵۷، ۱۲۵۸

حزقیہ؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۲۲، ۳۲۸

۳۳۹، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۸۳

۳۵۷، ۳۵۸، ۳۸۸، ۵۳۹، ۷۶۵

۸۳۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۸۱

حزقیل علیہ السلام؛ ۲۳۶، ۳۱۱، ۳۲۸، ۳۳۱

۳۵۷، ۳۶۳، ۷۲۸، ۷۶۱، ۷۶۷

۸۳۳، ۹۵۷، ۱۰۹۹، ۱۱۵۶، ۱۱۸۶

۱۱۸۷، ۱۳۳۳، ۱۳۹۳، ۸۵۰۰

۱۵۲۲، ۱۵۴۳، ۱۶۱۸،

دین (حزق)؛ ۱۶۲، ۱۵۹۸، ۱۰۸۰،

حسان بن ثابت؛ ۹۷۲،

حدرابہ؛ ۳۸۹،

حسن بن صباح؛ ۱۰۱۱،

حسن عکری؛ ۱۱۷۹،

حسن بن علی؛ ۱۲۵۶، ۱۳۵۸، ۱۲۵۹، ۳۳۵، ۱۵۳۵،

حسن پاشا؛ ۲۷۷،

حسین الخياط، محمد؛ ۱۸۳،

حسین بن علی؛ ۱۲۵۹، ۱۲۲۵، ۱۵۳۵،

حسین بن واقفی علی بن حسین واقفی؛

حسین بن علی، شریف کتہ؛ ۱۸۳،

حسوبہ؛ ۳۸۹،

حسرون، ۳۸۸،

حضرت نور؛ مولوی؛ ۲۰۷،

حفصہ بنت عمر؛ ۱۳۰۸، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸،

حفظ الرحمن سید ہاروی، مولانا؛ ۲۱۸،

حقیقہ، ۳۲۷، ۶۳۱،

حجیم ترمذی؛ ۱۳۲۱،

حلیم انصاری، مولوی محمد؛ ۱۵۰۷،

علیہ سعیدی؛ ۱۳۸۳،

عابد بن سید؛ ۱۱۳۸،

عزیز قافز شمس؛ ۲۰۶،

عمرابی، محمد علی؛

عمودی؛ ۱۲۵۷، ۱۵۳۱،

عموی، یاقوت؛ ۱۳۰۳،

حناء؛ ۵۳۲،

حناء؛ ۳۰۰،

حنایہ؛ ۳۸۹،

حنیاء؛ سردار کاہن؛ ۵۲۵،

حزق علیہ السلام؛ ۵۱۵، ۶۱۶، ۶۱۸، ۱۳۶۷،

۱۲۶۹، ۱۳۵۲،

راوی، حنیفہ، امام؛ ۱۲۵۸،

حوار علیہا السلام؛ ۷۵،

حوی حمور؛ ۱۵۶۵،

حیات، مولانا محمد؛ ۱۸۲،

حیدر علی تشرنی؛ ۱۲۹۶، ۱۵۲۲،

حیدر ویک؛ ۷۲۵،

یحییٰ بن الخطیب؛ ۱۲۹۳، ۱۵۳۵،

خ

خادم علی؛ منشی؛ ۱۸۶،

خالد بن ولید؛ ۱۲۹۰، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۵۰،

خدیجہ، ام المؤمنین؛ ۲۱۱، ۲۶۶،

خولطیفورس، قدیس؛ ۱۰۵۹،

دین (خزیمہ)؛ ۱۳۵۷،

خسرو، دیبچے خویبری،

خلیب بغدادی؛ ۱۳۶۳،

خاندان؛ ۳۳۸، ۸۹۸، ۱۲۷۳،

خلقیہ، کاہن؛ ۳۲۵، ۷۸۵، ۷۸۶، ۱۵۳۳،

خلوے؛ ۱۶۱،

خلیل؛ ۵۷۵،

ذ

ذبی (ذکر)؛ ۲۶۳، ۹۹۳، ۱۳۵۳، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰

(ذکر)؛ ۱۳۵۹

ذوالرقمہ؛ شاعر؛ ۹۸۵

ذوق دہلوی؛ شاعر؛ ۹۷۳

ڈ

ڈاردن؛ ۹۹۵

ڈانٹ؛ شاعر؛ ۱۵۳۱

ڈومیشی؛ ۱۷۷۱

ڈی آگلی؛ ۱۸۷، ۲۳۹، ۴۲۹، ۴۵۲، ۴۷۰

۶۲۷، ۶۶۳، ۶۷۵، ۷۱۵، ۷۱۷، ۷۶۶

۸۱۶، ۸۲۵، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۵۱

۸۳۹، ۸۵۰، ۸۷۴

ڈی شمس؛ ۱۷۹۳، ۱۸۶۰

ڈی فانسو؛ دیکھئے فانسو ڈی،

ڈی کوتنے؛ دیکھئے کوتنے،

ڈینیل ولسن؛ دیکھئے ولسن،

ڈین اسٹائن جوپ؛ ۲۳۹، ۸۲۲، ۸۵۰

ڈیوٹ؛ ۳۹۱

ڈیرڈیٹی؛ ۳۴۰

ڈیوکیلشین؛ ۷۹۳، ۷۹۵، ۷۹۶

ڈیوک ساؤی؛ دیکھئے آویجین ساؤی،

ڈیوین؛ ۸۰۲، ۸۰۳

ر

رابرٹسن؛ جے، ایم؛ ۱۷۱

راحبرس؛ ۳۶۳

راحیل؛ ۵۲۹، ۳۹۷، ۸۱۸، ۸۶۳، ۱۲۲۶

۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳

۱۵۶۴، ۱۶۷۹، ۱۷۱۹

رازی؛ امام فخر الدین؛ ۱۵۸۰، ۱۹۱۷، ۱۹۹۷

۱۲۳۱، ۱۳۳۰، ۱۴۲۰، ۱۶۸۶، ۱۷۳۲

راعوت؛ دیکھئے روت

رافعہ؛ ۳۷۳

رام؛ ۳۸۸

راجندر؛ ۱۲۳۶

راکین؛ پادری؛ ۱۱۳۸۶

(راہ)؛ راہویہ؛ ۱۳۰۲، ۱۳۰۸، ۱۳۱۳

ربیع؛ ۱۲۱۷، ۱۵۵۳

ربیع؛ فبی؛ دیکھئے فبی،

ربعی؛ مانی دیز؛ دیکھئے مانی دیز،

ربیع بن صلیح؛ محدث؛ ۱۱۳۷

رچرڈ؛ بادشاہ؛ ۱۶۲۸

رچرڈ وائسن؛ ۲۷۲

رچرڈ مینٹ؛ ۱۸۷، ۲۳۹، ۲۴۹، ۳۵۲

۴۷۰، ۶۲۷، ۶۶۳، ۷۱۵، ۷۱۷، ۷۶۶

۷۹۶، ۸۱۶، ۸۲۵، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴

۸۳۵، ۸۳۹، ۸۵۰، ۸۷۴

زہری، ام بن شہاب؛ ۱۱۳۷،

زہری، ابی سلمیٰ؛ ۹۷۳،

زید بن جارش؛ ۱۶۷۷، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶،

۱۶۸۷، ۱۶۹۰، ۱۶۹۳،

زیفانریزوس؛ ۱۳۹،

زینب بنت جحش؛ ۱۲۵۹، ۱۳۰۷، ۱۶۷۷،

۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰،

۱۶۹۳، ۱۷۱۹،

س

سار، زوجہ ابیہیم؛ ۶۹۹، ۸۱۷، ۱۰۸۹،

۱۴۳۳، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵،

۱۵۳۶، ۱۵۴۷، ۱۶۷۸، ۱۶۹۱،

سارابنت اشیر؛ ۳۳۳،

سافن، منشی؛ ۷۸۵،

سالزبرگ؛ ۱۰۶۳، ۱۰۶۵، ۱۷۱۳،

سالج؛ ۵۲۰، ۱۰۷۷،

سام بن نوخ؛ ۲۵۸، ۵۲۰، ۶۱۷، ۶۱۸، ۱۵۳۱،

ساؤل؛ ۳۷۳،

ساؤل طاوت؛ دیکھئے طاوت؛

ساؤل پولس؛ دیکھئے پولس،

سائی پرک؛ ۳۶۸، ۶۹۱،

ساترین، اخسیریں؛

سائرل؛ ۸۳، ۸۵، ۸۶،

سامن؛ ۷۱۳،

سکی، تقی الدین؛ ۱۷۳۶،

سکی، عبدالوہاب؛ ۱۲۷۲،

سٹافلیس؛ ۲۶۲، ۵۱۸،

سزارپوس؛ ۳۸۳،

سراق بن مالک؛ ۱۲۵۹،

سرکس، لرونی؛ ۱۰۳۱،

سرل؛ ۷۱۳، ۷۱۴،

سرسنقس؛ ۱۱۷، ۳۶۵، ۵۶۴،

سروخ؛ ۶۱۸،

سلج، کابین؛ ۱۳۶۹،

(ابن) سعد؛ ۱۲۵، ۱۲۵۶، ۱۳۰۸، ۱۳۱۳، ۱۳۲۰،

سعد اللہ، مولانا مفتی؛ ۱۸۲،

سعد اللہ بے؛ ۲۰۶،

سعدی شیرازی؛ ۹۷۳،

سعد بن ابی وقاص؛ ۱۳۵۴، ۱۳۱۶،

سعد، مولانا محمد؛ ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۱۰،

سعد بن جبیر؛ ۹۹۱،

(ابن) سعید خدی؛ ۱۰۰۳، ۱۲۵۵، ۱۳۱۴، ۱۳۲۰،

سعید بن المسیب؛ ۵۷۷، ۱۱۳۷،

(ابن) سفیان بن حرب؛ ۱۳۲۳،

سفیان بن ابی زہیر؛

سفیان ابی ہبیرہ؛ ۱۲۵۱،

سفیان ثوری؛ ۱۱۳۸،

سفیان بن عیینہ؛

سفینہ؛ ۱۳۵۵،

سقراط؛ ۱۴۰۰،

سکم؛ ۱۵۶۵، ۱۵۶۶،

(ابن) السکن؛ ۱۳۱۷، ۱۳۲۰،

سکندر مقدونی؛ دیکھے ہسکندر رومی،

سکندر کیدس، ڈاکٹر؛ ۳۳۰،

سپر جیس؛ ۱۸۹، ۴۳۸، ۴۴۵، ۴۴۵،

سپٹی سیوس؛ ۴۸۳،

سلج؛ دیکھئے سلج،

سلوس؛ ۲۴۵، ۲۴۶، ۳۶۰، ۶۷۱، ۵۶۸،

۵۲۳، ۵۴۱

سلفیہ؛ ۳۵۴،

سلون بن غسوک؛ ۳۸۸، ۳۸۴،

سلطہ بن الاکوٹھ؛ ۱۳۵۲، ۱۳۰۶، ۱۳۱۸، ۱۳۲۴،

رابر سلطہ بن عبدالرحمن؛ ۱۲۵۹،

رام سلطہ؛ ام المؤمنین؛ ۱۰۲۴، ۱۰۲۴، ۱۰۲۴،

سلویت؛ ۴۸۹،

سلوی؛ ۴۲۴،

سلیم؛ مولانا محمد؛ ۱۸۰، ۱۸۳، ۱۸۴، ۳۰۵،

سلیم اللہ؛ مولانا؛ ۲۱۴،

سلیم شہزادہ؛ ۱۸۱،

سلیمان علیہ السلام؛ ۸۸، ۸۹، ۲۳۱، ۲۵۳،

۲۰۴، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۲۳، ۳۳۱، ۳۴۱،

۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴،

۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۵، ۳۸۹، ۳۹۴،

۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰،

۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶،

۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱،

۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶،

۸۱۳، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴،

۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲،

۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵،

۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶،

۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳،

سلیمان جارجی؛ رتی؛ ۶۶۹،

سید سلیمان ندوی؛ ۱۳۰۴، ۱۳۳۳، ۱۳۳۳،

سلیوکس؛ ۶۵۱،

سم، سام بن نوح؛

ساہ؛ ۳۴۴،

سمرقند بن جندب؛ ۳۰۵، ۳۶۳،

سمیاء؛ ۷۴،

سملر، سیلر؛

سمون؛ شمسون؛

سوتیل علیہ السلام؛ ۸۸، ۳۰۴، ۳۳۳، ۳۳۴،

۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹،

۸۳۱، ۱۲۰۴، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵،

۱۵۹۴، ۱۵۹۵،

سیکس؛ ۴۹۲،

سغیرب؛ ۴۱۰،

سنل جانسی؛ ۴۶۴، ۴۶۵،

سویک ربا؛ سوگک؛ ۳۸۱،

سونی بلور؛ ۳۰۹،

سودا، مرزا؛ ۹۸۳،

سوس؛ ۵۴۴،

شافعی، ام، ۱۳۱۳،

شالتیل، سیالتی ایل؛

شالغ، ۶۱۸، ۶۱۹،

شانز، ۵۰۵،

شاهجیان، ۱۸۱،

شجوب، ۶۵۲،

شراپه یا شوشاه، ۳۸۰،

شرعیل جعفری، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰،

شرف الحق صدیقی، مولانا، ۱۸۳،

شعبه بن التجاج؛

شعیان آمروس علیه السلام، ۲۵۰، ۲۵۱،

۳۲۳، ۳۲۴، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶،

۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶،

۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰،

۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹،

۱۲۴۹، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶،

۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱،

۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶،

۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲،

شعی، ام، ۱۲۵۹،

شعبه، ۵۳۳،

شلز، ۵۵۱،

شایا، ۱۱۳۰،

شمار،

شمر بن عطیه، ۱۳۱۸،

سوسانه، ۱۴۰۶،

سوع، ۱۵۶۸،

سوموایوم اتوری، ۲۵۴،

سویروس، ۴۸۳، ۴۹۲،

سہل بن سعد الساعدی، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴،

سیالتی ایل، ۳۹۰، ۴۸۴، ۴۸۹، ۵۱۹، ۵۲۰،

سیالکوٹی، عبدالحمید، ۱۳۳۰،

سید سید احمد خاں، ۱۸۲، ۱۴۰۲، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷،

سیدریس، ۴۸۳، ۴۲۵،

سیدالدین ہاشمی، ۱۲۹۶،

سیریسوس، ۶۰۸،

سی سہیلان، ۴۲۵،

سیل جارج پادری، ۱۳۳، ۹۲۰، ۱۰۵۳،

۱۳۲۳، ۱۵۰۲، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶،

سیلاس، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۵۱۳،

سیل بن یسروا، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹،

سیلر، ۳۴۶، ۳۵۳، ۵۳۹، ۶۹۱، ۷۷۲،

۷۷۳، ۷۷۴، ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۰۳،

سین، ۳۵۳، ۳۵۴، ۵۳۹، ۶۵۰، ۷۷۲،

سیلیکا، ۷۷۲، ۷۷۳،

سیوطی، جلال الدین، ۹۹۰، ۱۰۲۲، ۱۲۵۱، ۱۲۶۰،

۱۳۰۲، ۱۳۲۱،

سین

شارلین، پوپ، ۹۲،

شاشن، ۴۱۲،

شمعون ؛ ۷۰۵، ۸۴۲، ۱۵۴۹، ۱۵۸۰،
 ۱۶۱۵، ۱۶۱۸،
 شمعون ابرص ؛ ۲۳۱،
 شمعون اسقف ؛ ۷۹۲،
 شمعون اسکریونی ؛ ۳۱۶، ۱۰۵۰،
 شمعون پطرس ؛ پطرس،
 شمعون بن پطرس ؛ ۱۱۲۱،
 شمعون دباغ ؛ ۶۸۷،
 شمعون ساحر ؛ ۱۳۳۵،
 شمعون بن شطاه ؛ ۱۱۲۰،
 شمعون صادق ؛ ۳۰۰، ۱۱۲۰، ۱۱۲۲،
 شمعون قانی ؛ ۳۳۲،
 شمعون کرینی ؛ ۳۱۹،
 شمعون بن کلاسیل ؛ ۱۱۲۱،
 شمعون بن هلال ؛ ۱۱۲۰،
 شمعون بن یعقوب ؛ ۱۵۶۵، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱،
 شنیاه ؛ ۱۱۳۰،
 شوستری ؛ فورا شد شوستری ؛
 شولز ؛ ۱۹۱، ۹۳۵، ۹۷۹، ۹۸۵، ۹۸۶،
 ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴،
 شهاب الدین کیرانوی، مولانا ؛ ۱۸۳،
 شبر بانو بنت یزدجرد ؛ ۱۳۲۵،
 شهرستانی، علامه عبد الکبیم ؛ ۸۹۸، ۸۹۹،
 ۹۹۵، ۱۰۱۱، ۱۰۳۹، ۱۱۶۱،
 شیت علیه السلام ؛ ۶۱۶، ۷۰۴، ۷۰۵

ابن ابی شیبہ ؛ ۹۹۲، ۱۳۱۷،
 شیل میشر ؛ ۲۱۲

ص

صادق شیعی ؛ ۱۱۶۲،
 صالح علیه السلام ؛ ۲۹۸،
 صدقیاہ ؛ ۸۹، ۱۳۰۸، ۱۳۱۰، ۱۳۵۴، ۱۷۶۶،
 صدوق کامن ؛ ملک صدوق ؛
 صدوق ؛ ۳۸۲،
 صدوق ربی ؛ ۸۷۰،
 صدیق، محمد ؛ ۲۰۳،
 صفا طرودی ؛ بشپ ؛ ۱۵۳۲،
 صفیہ علی باوری ؛ ۲۱۳،
 صفیاء علیہ السلام ؛ ۳۱۶، ۳۲۵،
 صفوان بن عیمر ؛ ۱۳۵۲،
 صفوت پاشا ؛ ۲۰۷،
 صفیہ بنت یحییٰ، ام المؤمنین ؛ ۱۳۹۳،
 صہیب رومی ؛ ۱۲۵۵،
 صوفیا، سینٹ ؛ ۹۶،
 صولت القسار ؛ ۲۰۲،
 ضامن شہید حافظ ؛ ۱۹۷،
 ضحاک ؛ ۵۷۵،
 ضحاد ادوی ؛ ۲۶۲،
 ضیاء الدین، مولانا ؛ ۲۱۲

۱۳۵۹، ۱۳۰۲، ۱۳۰۶، ۱۳۰۹، ۱۳۰۹، ۱۳۰۹، ۱۳۰۹

۱۶۵۰، ۱۶۴۸

عمر الدسوقي؛ ۲۱۴، ۲۱۴

عمران بن قاسم (روالدوسق)؛ ۳۳۹، ۳۳۹، ۳۳۹، ۳۳۹

۱۰۸۴، ۸۱۸

عمران بن حسین؛ ۱۳۰۱، ۱۳۰۲

عمر بن ثابت؛ ۲۶۴

عمر بن العاص؛ ۱۶۵۰

عمون؛ ۱۵۴۹، ۱۵۵۰

عمی ایل؛ ۳۵۵

عمیر بن الاسود؛ ۱۲۵۸

عمیند اب؛ ۳۸۸

عوبید بن یوسف؛ ۳۰۴، ۳۸۸، ۱۵۴۹

عوج؛ ۶۵۶

عوف بن مالک الشبی؛ ۱۲۵۱

عیاض قاضی؛ ۱۳۱۱

عید و غیب بین؛ ۷۶۴

عیر بن یهودا؛ ۱۵۶۸، ۱۵۷۰

عیسوی اسحاق؛ ۸۶۵، ۱۱۰۲، ۱۱۰۲، ۱۱۰۲، ۱۱۰۲

۱۳۸۴، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۴، ۱۳۹۴، ۱۳۹۴، ۱۳۹۴

عیل کاهن؛ ۸۴۹

غ

قالب، مرزا؛ ۹۷۳

غلام احمد قادیانی؛ ۱۰۰۷

غلام علی شاه

۶۵۸، ۶۵۵، ۶۵۱، ۶۵۰، ۶۳۸

۷۷۱، ۶۶۲، ۷۳۸، ۷۳۸، ۷۳۸

۱۱۲۰، ۱۲۵۹

عزیه (یا عزریاه یا عزریاه)؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۵۵

۷۶۵، ۴۸۹، ۴۸۸

(ابن) عساکر؛ ۱۳۵۵، ۱۳۵۸، ۱۳۶۰، ۱۳۰۲

۱۳۰۶، ۱۳۰۶

عسارات؛ ۱۵۸۹

عساکر؛ ۱۷۳۶

عظیم الدین چودھری؛ ۱۹۷

عصبہ بن عامر؛ ۱۳۲۴

عکرم (یا) مکن؛ ۴۵۵

عکرم؛ ۹۹۰، ۹۹۱

علی بن ابی طالب؛ ۹۹۹، ۱۱۶۶، ۱۱۶۶، ۱۱۶۶

۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶

۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶

علی بے؛ ۲۰۶

رابی علی جانی، دیکھے جانی

علی القوی؛ ۱۰۴۸

علی بن حسین واقع؛ ۲۹۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲

علاء بن یاسر؛ ۱۲۵۵

علاء بن یاسر؛ ۲۵۹، ۳۹۱، ۱۵۲۷

عمر بن الخطاب؛ ۹۶، ۲۶۵، ۵۱۳، ۹۸۰

۱۰۰۸، ۱۱۰۱، ۱۱۰۱، ۱۱۰۱، ۱۱۰۱، ۱۱۰۱

۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶، ۱۱۷۶

غلام محمد بن حافظ صادق،

غلام محمد بھانجا راندیری؛ ۱۳۸۴، ۲۱۴،

غزل قبل کیسکو لک؛ ۶۰۵، ۶۰۴،

ف

فادرکیم؛ دیکھے کیم،

فادرعون؛ دیکھے مرن،

فارض بن یهوداہ؛ ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۸، ۶۹۳،

۱۵۸۱، ۱۹۹۶، ۱۰۴۶، ۱۵۴۰، ۱۵۴۲،

فاروس بیلاجیوس؛ دیکھے بیلاجیوس،

فاشس؛ ۲۴۴، ۳۶۰، ۳۶۹، ۴۱۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۳،

فاطمہ بنت الرسول علیہ السلام؛ ۱۳۵۸، ۳۳۰،

فازار؛ ۱۶۳۷،

فالخ؛ ۶۱۸،

فانڈر سی پی، ایس پادری؛ ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷،

۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲،

۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۴،

۲۱۳، ۲۱۶، ۲۳۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۵۵،

(۳۰، ۵۸۷، ۱۳۹۴)،

فانسو ڈی؛ ۱۶۳۳،

فانی بدایونی؛ ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۷۳،

فخرالدین رازی؛ رازی،

فدایہ؛ ۳۸۹، ۵۲۰،

فرامینو؛ ۱۵۰۵، ۱۵۳۲،

فسردوسی؛ ۹۷۳،

فرش؛ ۳۹۱،

فراڈ، میوریل؛ ۱۰۱،

فرعون (سلیمان)؛ ۳۴۱،

فرعون (یوسف)؛

فرعون ربیعیس؛ ۳۰۶، ۳۳۷، ۳۷۹، ۶۹۲،

۱۰۶۴، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۹۳،

۱۰۹۷، ۱۱۲۷، ۱۵۷۵، ۱۶۰۲،

فرنج، پادری؛ ۱۸۶، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۸۶، ۵۸۷،

فری؛ ۳۹۳،

فضل پاشا؛ ۲۰۷،

فخ؛ ۳۹۳،

قلب چارم؛ ۹۷،

قلب آگشس؛ ۱۶۲۷،

قلب ملاختون؛ ۱۰۷۹،

قلبی بن لیس ملی؛ ۱۶۸۱،

فلک؛ ۵۶۱،

فلو یودی؛ ۳۵۴، ۶۵۰، ۷۰۲، ۷۰۶،

قلیمون؛ ۳۱۸، ۵۴۸،

فانڈر، فانڈر؛

فو،

فوط بن حام؛ ۱۵۴۲،

فیبری شمس؛ ۵۹۱،

فیتون؛ ۳۷۳،

فیثا خورس؛ ۷۳۶، ۱۲۹۵، ۱۳۰۰،

فیض احمد، مولانا، ۱۹۵،

فیض احمد خاں، قواب؛ ۲۰۴،

۱۶۹۳، ۱۶۹۲، ۱۶۹۱، ۱۶۹۰، ۱۶۸۸	کافکا، سردار کاہن؛ ۱۰۵۱، ۵۳۲، ۵۳۰
۱۷۲۲، ۷۱۰	۱۲۳۸، ۱۳۹۱، ۱۵۹۷، ۱۶۰۰
کریر؛ ۱۵۳۲، ۱۵۰۵، ۱۵۰۳	کافکا پطرس؛ پطرس
کری نازین زن؛ ۱۷۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۷۴	کایا لوس؛
کسابین؛ ۷۱۴	وایی کبشہ؛ ۱۲۸۴
کسری بن ہرمز؛ ۱۲۵۹، ۱۳۲۰، ۱۳۴۰	داین (کثیر حافظ؛ ۱۰۰۷، ۱۱۹۱، ۱۵۳۶)
کشبینی؛	کدلا عمر؛ ۱۶۱۸
کعب الاحبار؛ ۵۷۸، ۱۱۹۱، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷	کڈ؛ ۱۰۵۶، ۱۰۵۸
۱۵۳۲	کڈل؛ ۵۲۶
کعب بن مالک؛ ۱۳۱۵، ۱۳۳۲	کرنی؛ ۵۴۸
گلرمن، پادری؛ ۲۴۱	کرمشافر، سینٹ، خریطفورس؛
کلارک، آئی؛ ۷۱۴، ۷۳۸، ۷۷۵	کرچین؛ ۱۸۶
کلارک، جان؛ ۱۱۹۹، ۱۲۴۳، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶	کرسٹیانوس نوکر موٹانوس؛ ۱۰۷۹
۱۲۷۸، ۱۲۸۲	کرشن، اقرار؛ ۱۲۳۶، ۱۲۷۴
کلارک؛ ۱۸۹	کرمائی؛ طلحہ؛ ۹۸۱
کلاروس؛ ۱۱۳۴	کرن زیم؛ ۱۰۷۹
کلودیس؛	کرڈیس، گردشس،
کلوس؛	کری، ڈاکٹر؛ ۲۴۰
کلرک، بی بی ایس؛ ۹۰، ۹۶، ۱۰۰، ۱۲۳۷	کریب، ڈاکٹر؛ ۱۸۹، ۴۷۳، ۷۳۷، ۷۳۸
۴۷۴، ۹۳۱، ۱۰۵۴، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸	۸۰۰، ۷۷۵
۱۳۷۵	کرینڈاسٹم؛ ۳۴۷، ۳۴۵، ۵۹۱، ۹۰۲، ۶۰۳
کلیکاس؛ ۴۸۳	۶۰۳، ۶۹۱، ۷۱۴، ۷۱۹، ۷۴۲، ۷۶۲
کلینٹ رومی، بشپ؛ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰	۷۷۵، ۱۱۶۳، ۱۱۷۳، ۱۱۸۳، ۱۱۹۹
۷۹۱، ۷۹۹	کریسپاخ؛ ۱۹۱، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰
کلینٹش؛ ۱۱۲۳، ۱۱۲۵، ۱۱۲۷، ۱۱۳۴	۶۷۳، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷

گرگوری ہفتم؛ ۹۲،

گرگوریس، رابرٹ؛ ۱۷۷،

گلی ایل؛ ۱۳۲۵،

گنگوی، رشید احمد مولانا؛ دیکھئے رشید،

گورلشپ؛ ۱۱۲،

گولڈسٹیک، پادری؛ ۷۲،

گٹس؛ ۳۵۳،

گروٹس (Grotius)؛ ۳۶۱، ۳۵۳،

۷۱۴، ۶۹۲، ۶۹۱، ۵۲۳، ۳۶۹،

گلیلیو؛ ۱۰۴،

ل

لبن؛ ۱۰۹۰، ۱۳۵۸، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۱،

۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۶۹۵،

لارا؛ ۱۵۲۱،

لارڈز ہفترائیل؛ ۲۳۰، ۳۵۷، ۳۶۲، ۳۶۳،

۵۸۸، ۵۹۱، ۵۹۳، ۵۹۵، ۵۹۸،

۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴،

۷۱۵، ۷۲۹، ۷۳۶، ۷۳۹، ۷۶۰،

۷۹۵، ۸۳۲، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸،

لارنس؛ ۶۸۹،

لارنس یوس کوردو مافوس؛ ۱۰۷۸،

لارڈ قس؛ ۷۷۷،

لاسنڈ پادری؛ ۲۱۳،

لاگارڈے، پال ڈی؛ ۶۹۶،

لاک؛ ۶۱۶،

لامن؛ ۶۸۹،

لانس ڈیل؛ ۱۵۲۱،

لادن، پوپ؛ ۶۰۸،

لاوی بن حلفی؛ ۳۳۵،

لاوی بن یعقوب؛ ۲۴۶، ۳۳۵، ۳۳۹، ۴۰۲،

۶۹۵، ۱۱۲۰، ۱۵۶۵، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱،

لائٹ فٹ؛ ۳۳۰، ۵۲۱،

لبیدین ریچہ؛ ۹۷۲،

لسانیاس؛ ۵۲۲،

لسنک؛ ۵۷۱، ۷۳۳،

لعزر؛ ۱۲۱، ۳۲۱، ۸۹۰، ۱۷۰۵،

لموتیل؛ ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲،

لو آتھروس؛ ۵۶۲،

لو تھرارٹن؛ ۹۸، ۹۹، ۲۲۸، ۲۳۲، ۲۳۳،

۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲،

۵۱۸، ۵۱۹، ۵۳۹، ۵۵۲، ۵۵۳،

۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۸۳، ۷۰۹،

۷۴۹، ۷۷۳، ۱۱۰۴،

لوڈ؛ ۷۷۳،

لوین؛ ۶۳، ۱۷۲،

لو طلیہ السلام؛ ۲۳۱، ۶۳۵، ۶۹۹، ۸۱۲،

۹۳۲، ۱۰۳۶، ۱۰۵۵، ۱۱۰۹، ۱۵۴۸،

۱۵۴۹، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۶۰،

۱۶۰۴، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۲۱، ۱۶۰۸،

۱۷۲۰،

لوتا؛ ۹۱، ۱۳۰، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۷، ۱۴۹،

لیون ولیمز، اے ؛ ۱۳۳۱

م

رابن ماجر

باقی ؛ ۷۷۳

مارس رلیٹن ؛ ۱۳۳، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۵، ۱۶۷

۱۰۷، ۱۶۸

مارسیون (مرقین) ؛ ۳۵۷، ۵۶۳، ۵۸۳

۷۷۶

مارش ؛ ۵۷۱، ۶۸۲، ۷۳۳، ۸۰۲، ۸۰۳

مارٹن لوٹھر، لوٹھر

مارٹیروس ؛ ۶۷۶، ۹۳۱، ۹۳۲

مارٹیوس ؛

مارکس، کارل ؛ ۱۲۸

مارمارونی ؛ ۶۰۶

ماریانوس سکوتوس ؛ ۱۰۷۸

ماریہ قطیہ ؛ ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۷۱۶

مالک ابن انس، امام ؛ ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰

۱۱۳۶۳

مالک، ابن ؛ ۱۲۹۵

مالی ؛ ۵۸۴

مالی سیک ہفت ؛ ۱۱۳۲، ۱۱۸۰

مالی کیز ؛ ۳۶۰

مالہان ؛ ۳۱۴

مناقیس ؛ ۱۴۱۵

منشی حواری ؛ ۱۶۹، ۲۷۲، ۳۱۵، ۳۵۷

۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲

۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸

۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴

۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱

۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷

۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳

۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶

وٹس، سینٹ ؛ ۱۶۲۷

وٹس، یازدہم ؛ ۱۶۳۲

وٹس، چاروہم ؛ ۱۶۳۶

وٹی وینگ، والٹر وون ؛ ۱۴۳، ۱۵۶، ۱۷۵

۱۷۶

ویا ؛ ۳۲۳، ۳۲۹، ۸۱۸، ۸۶۳، ۱۲۲۶

۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳

۱۵۶۵، ۱۶۷۹

لیٹل ؛ ۱۸۶

لیس ؛ ۱۶۸۱

لیکلرک ؛ ۳۳۶، ۳۵۳، ۵۳۹، ۵۷۱، ۵۸۸

۵۹۱، ۵۹۵، ۵۹۶، ۶۹۱، ۷۳۳، ۷۷۲

۷۷۳، ۷۷۴، ۱۰۹۲، ۱۰۹۵، ۲۵۹

لیکوسٹلا ؛ ۷۰۲

لیکارڈے پال ؛ ۱۷۵

لیونہم، پوپ ؛

لیونہم، پوپ ؛ ۱۰۵۷

لیوسن ؛ ۲۳۱

مرقین، مارسیوی؛	۳۹۲، ۳۹۴، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹
مردان؛ ۱۲۵۶	۵۵۰، ۵۵۵، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱
مرتبی، حافظ؛ ۱۲۸۴	۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱
مریک، پادری؛ ۱۶۰۲، ۱۵۱۲	۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹
مریم علیا السلام؛ ۳۲۳، ۲۹۹، ۵۶۰، ۴۴۳	۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳
۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹	۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱
۸۰۰، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳	۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴
۱۰۵۲، ۹۹۱۶، ۸۹۹، ۸۹۸، ۸۹۷	۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹
۱۰۵۳، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹	۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷
۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵	۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵
مریم (اُمّ و سید)؛ ۴۲۳	۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳
مریم (اُخت موسیٰ)؛ ۷۴۳، ۱۰۸۴، ۱۵۷۵	۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱
مریم مَدَنی؛ ۱۲۱، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹	۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹
۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳	۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷
مردار، ابو موسیٰ؛ ۱۰۴۹	۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵
مستلی نوس؛ ۴۸۳	۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳
مسلم؛ ۴۸۹	۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱
مسلم بن الحجاج؛ ۱۱۱، ۱۱۳۶، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹	۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹
۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶	۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷
۱۱۳۵۸، ۱۱۳۵۹، ۱۱۳۶۰، ۱۱۳۶۱، ۱۱۳۶۲، ۱۱۳۶۳، ۱۱۳۶۴	۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵
۱۱۳۰۰، ۱۱۳۰۱، ۱۱۳۰۲، ۱۱۳۰۳، ۱۱۳۰۴، ۱۱۳۰۵	۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳
۱۱۳۱۶، ۱۱۳۱۷، ۱۱۳۱۸، ۱۱۳۱۹، ۱۱۳۲۰، ۱۱۳۲۱، ۱۱۳۲۲، ۱۱۳۲۳	۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱
موتی؛ ۱۶۲۸	۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹
میخ بن سردش؛ ۳۱۵	۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷
مسلم؛ ۷۳۹	۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵

۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۸۳	منوچہر؛ ۸۷۲، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱
۱۰۸۵، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۱۸۸	منیر، مولانا محمد؛ ۱۹۷
۱۱۱۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۲، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۸۳	مویاب؛ ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰
۱۱۸۵، ۱۱۹۱، ۱۲۰۱، ۱۲۰۶، ۱۲۱۴، ۱۲۲۳	مویزان؛ ۱۳۶۹
۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۹۸، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶	موت فاکس؛
۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵	مودودی، سید ابوالاعلیٰ؛ ۱۶۵۸
۱۳۶۱، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴	مورس؛ ۶۹۱
۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۵	موسیٰ علیہ السلام؛ ۸۷، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۷
۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲	۲۴۷، ۲۶۹، ۲۶۸، ۲۶۷، ۲۲۹، ۱۴۹
۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۸۵	۲۷۸، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۲۳، ۳۲۵
۱۵۱۷، ۱۵۲۰، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۴۶، ۱۵۷۲	۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۲
۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷	۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۹، ۳۴۳، ۳۴۷
۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۶۰۰	۳۴۸، ۳۶۰، ۳۷۸، ۳۴۰، ۳۴۷
۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳	۴۷۳، ۴۹۵، ۵۲۴، ۵۳۳، ۵۳۵
۱۶۱۴، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۵۷، ۱۶۸۳	۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۸۵
۱۶۸۵، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰	۶۱۵، ۶۲۰، ۶۲۲، ۶۳۴، ۶۵۱، ۶۵۲
دبر، موسیٰ اشرفی؛ ۱۳۵۷	۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸
دوشیم، مؤرخ؛ ۷۳۶، ۷۵۶، ۷۹۵	۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳
دوشیودی روسی، دیکھے دی روسی،	۶۶۶، ۶۹۵، ۶۹۸، ۷۰۰، ۷۰۳، ۷۰۴
دولک؛ ۱۵۸۹	۷۱۶، ۷۱۸، ۷۴۲، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۳
دون، قادر؛ ۶۹۲، ۱۱۲۲	۷۶۷، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۷
دونٹ، ناکن؛ ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۰۳	۷۸۰، ۷۸۲، ۷۸۸، ۷۸۹، ۸۲۰، ۸۲۱
دون ٹیک؛ ۱۱۴۲	۸۲۴، ۸۲۹، ۸۳۱، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۴۴
دون ٹینس؛ ۱۴۷۵	۸۴۸، ۸۶۰، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱
دونگتر، ناکس؛ ناکس،	۹۰۱، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹

مونسینور سمعانی؛ ۶۰۶

مہدی، ام؛ ۱۱۲۵۵، ۱۳۹۰، ۱۳۲۵، ۱۲۵۲

۱۵۲۷، ۱۳۸۵

مہران؛ ۱۶۳۶

مہر شلال جاشنر؛ ۱۳۶۲، ۱۳۶۳

مہلائیل؛ ۶۱۶

میتوس برول دیوس؛ ۱۰۷۹

میخا علیہ السلام، میکا

میخائیل مشاق؛ ۶۰۲، ۱۰۵۵، ۱۰۵۹، ۱۱۳۵

میر تقی میر؛ ۹۸۲، ۹۸۳

میری، ملکہ؛ ۱۶۳۳

میسرہ؛

میکائیل علیہ السلام؛ ۸۷۸، ۱۰۶۵

میکائیل، بطریق؛ ۹۶

میکائیل متلی نوس؛ ۱۰۷۸

میکائیل؛ ۵۳۶، ۵۳۵، ۵۳۹، ۱۳۳۶

۷۷۲، ۷۳۳، ۷۲۲، ۷۱۴، ۵۷۱

۷۸۰، ۷۸۳، ۷۸۱، ۷۸۰، ۷۷۳

میکائیل علیہ السلام؛ ۳۱۲، ۳۷۳، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰

میکائیل (مکہ)؛ ۳۸۸

میکائی بخش؛ ۵۵۵، ۵۶۲

میک کنن، جمیں؛ ۶۳، ۶۳، ۱۱۸، ۱۳۷

۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹

۱۷۳، ۱۷۶

میکل بنت سادل؛ ۱۶۸۰

میکائیل؛ ۸۳۳

میل، دیکھے مل؛

میمون باطنی؛ ۱۰۱

مینالوس؛ ۸۴۱۳

مینس؛ ۱۲۷۶

مینی، جی ٹی؛ ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۶

۳۲۶، ۳۳۶، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۶

۳۵۰، ۶۰۱، ۶۰۹، ۶۶۵، ۵۲۸

ن

ناتق علیہ السلام؛ ۳۷۵، ۳۷۶، ۷۶۳

۷۶۵، ۱۵۸۳، ۱۵۸۵، ۱۵۸۸، ۱۷۲۹

ناتق بن داؤد؛ ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۵، ۳۹۶

۷۸۰

ناحور؛ ۶۱۸

ناحوم علیہ السلام؛ ۳۱۲

نارکوس اسفت؛ ۱۱۲۸

ناصر الدین، مولانا سید؛ ۹۰۴، ۱۳۸۹

ناصر، مسز کے، ایل؛ ۱۵۱

ناکس، انگیزینڈر؛ ۱۰۱

ناکس، آر، اے؛ ۳۹۸، ۵۰۱، ۶۷۶

۱۰۷۱، ۱۱۰۴، ۱۲۰۹، ۱۲۸۱، ۱۳۲۶

۱۳۲۷، ۱۳۷۰، ۱۳۷۲، ۱۳۷۵، ۱۳۸۱

۱۳۷۹، ۱۵۲۹، ۱۵۹۸، ۱۶۲۱

ناکس، مونگنر؛ ۱۳۰۹، ۱۳۰۷

ناوٹوئی؛ دیکھئے قاسم ناوٹوئی، مولانا محمد

ناتش؛ ۲۹،

نجم؛ ۳۴۳،

نبوذر اوان؛ ۳۶۰، ۳۶۳،

نبو کد نقر؛ بخت نقر،

نقش ایل؛ ۳۱۰،

نهران اریلی؛ ۱۱۲۰،

نخاش، اصمعه؛ ۹۹۹، ۱۰۲۷، ۱۳۲۵، ۱۳۲۵،

۱۳۳۶، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۵۳۴،

دایو، انجم، شاعر؛ ۹۸۵،

نخون؛ ۳۸۷، ۳۸۷،

نخیا؛ ۳۰۸، ۳۲۵، ۳۸۷، ۳۶۸، ۷۶۶،

نرب؛ ۱۲۳۶،

نربث، ایچ، الین؛ ۳۳۳،

نسائی، امام؛ ۱۴۵۵،

نظور احبشی؛ ۱۵۳۳،

نظور یوس؛ ۶۵، ۶۶، ۸۹۸،

نیم بے؛ ۲۰۶،

نصرت پاشا؛ ۲۰۶،

نضر بن الحارث؛ ۱۳۲۳،

نظام ابراهیم بن سید معزلی؛ ۹۹۵، ۱۰۳۹،

نظامی گنوی؛ ۹۷۳،

نعمانی مؤفر؛ ۳۰۹،

نعمان بن بنیامین؛ ۶۳۱،

نعمت علی ہندی، مولانا؛ ۱۲۹۳،

نعم؛ ۲۶۲،

نعم بن حماد؛ ۱۲۵۲،

دابی نعیم؛ ۹۹۲، ۱۲۵۵، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰،

۱۲۹۰، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶،

۱۳۰۷، ۱۳۰۹، ۱۳۱۱، ۱۳۱۳، ۱۳۱۳،

۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱،

۱۳۲۲، ۱۳۲۳،

نکلیتوس؛ ۶۰۸،

نواب علی، سید؛ ۱۱۲۳،

نواس بن سمعان؛ ۱۲۵۵،

نویس؛ ۳۶۸، ۶۹۱،

نوح طایہ السلام؛ ۱۹۰۶، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۰،

۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۸۱۷،

۹۳۳، ۷۷۰، ۱۰۷۷، ۱۱۵۷، ۱۱۵۹، ۱۲۳۴، ۱۲۷۳،

۱۳۷۳، ۱۳۷۵، ۱۳۷۷، ۱۳۸۱، ۱۵۴۱،

۱۶۰۱، ۱۶۰۳، ۱۶۲۱، ۱۷۰۸،

نوح؛ ۳۲۷، ۶۳۱،

نور اللہ شوستری؛ ۱۰۲۸، ۱۱۶۲،

نوشیروان؛ ۱۳۵۱، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹،

نیرو، شاہ؛ ۱۶۲، ۷۹۱، ۱۶۰۳،

نیری؛ ۳۹۰، ۵۱۹، ۵۲۰،

نیکدیس؛ ۸۸۸،

نیکفورس؛ ۶۰۴،

نیکولاس، ابراہیم؛ ۳۸۳،

نیمرو؛ ۷۳۳

نخند؛ فاضل؛ ۳۱۱

نیوشن، اسحق؛ دیکھے اسحق نیوشن،

نیوشن تھامس؛ ۱۲۶۵، ۳۶۷، ۳۶۹، ۵۱۲

۱۱۶۲۹، ۱۱۶۵۰

نیوسن؛ ۳۸۸

نومین، جان ہنری؛ ۱۰۱

و

وانلہ بن اسحق؛ ۱۱۲۵۸

وانسن؛ ۱۸۹، ۲۳۰، ۲۴۳، ۲۵۳، ۵۴۷

۵۵۱، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۴۹

۷۷۵، ۷۷۵، ۷۷۶

وارد کی متوکل؛ ۲۴۱، ۲۵۲، ۳۵۳، ۳۵۷

۳۶۳، ۳۵۵، ۳۵۵، ۳۵۴، ۵۱۱، ۵۱۱

۶۷۶، ۶۷۷، ۶۸۹، ۶۹۱، ۷۳۵

۷۷۵، ۷۷۵، ۷۷۵، ۷۷۵

وارن؛ ۳۵۵، ۵۴۲

واصل بن عطار معزلی؛ ۹۹۵

واسط بن دارود؛ ۳۰۹

واقعی؛ ۱۳۱۷، ۱۳۱۷

والقی روس؛ ۳۸۳

والسن؛ ۷۱۳

وانشل؛ ۳۳۰، ۷۷۲

وانڈر ہوت؛ ۷۷۸

وانی لیکر؛ ۱۸۹، ۵۶۲، ۷۷۵، ۷۷۵

وانی ٹر؛ ۷۷۱

وانی ٹن ٹیوڈورش؛ ۵۵۲

وانڈ؛ ۸۰۰، ۸۰۱

وانڈلی؛ ۸۲۵، ۸۳۱

وانڈ رنگا؛ ۲۵۷

وانڈلٹن؛ ۶۹۰، ۶۹۱، ۷۲۳، ۸۰۰، ۸۰۱

۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵

وانفیلڈ؛ ۶۹۱

وزیر خان، ڈاکٹر محمد؛ ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱

۱۹۳، ۱۹۵، ۲۲۲، ۲۸۵، ۵۸۷

وٹن (یادداشتن)؛ ۳۵۳، ۵۳۹، ۵۹۸

۶۰۰، ۷۷۳

ولریان، شاہ؛ ۷۹۳

ولسن، ڈینیئل؛ ۷۷۲، ۷۷۷

ولید بن مغیرہ؛ ۹۹۰، ۹۹۱

ولیم بادی؛ ۱۳۷۰، ۱۳۷۱

ولیم جرج، رچرڈ؛ ۱۷

ولیم جھٹریٹ؛ ۱۸۶

ولیم اسمتھ؛ ۱۳۶۷، ۱۵۴۰

ولیم شلنگ درتھ؛ ۱۰۰

ولیم گلبن؛ ۱۸۶

ولیم لنک؛ ۱۰۷۸

ولیم میور؛ میور

ولیم ولسن؛ ۲۲۹

ولن سنٹ، اسقف؛ ۱۱۳۳، ۱۱۳۳

پیری سینٹ : ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹

پینا سینٹ : ۷۰

پیام بن غنیہ :

پھرے : ۷۱۹، ۷۵۱، ۷۷۵

پہنڈ ڈاکٹر : ۷۱۳

پہنڈ : ۱۳۶۳

پہنڈ ابو : ۳۶۳

پہنڈ وڈ : پیارو چاراجیہ : ۱۸۲، ۱۸۳

پہنڈی : ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲

۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸

۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۷، ۳۸۹، ۳۹۱

۶۱۵، ۶۱۷، ۶۱۹، ۶۲۱، ۶۲۳، ۶۲۵

۶۳۱، ۶۳۳، ۶۳۵، ۶۳۷، ۶۳۹، ۶۴۱

۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵

۷۱۵، ۷۱۷، ۷۱۹، ۷۲۱، ۷۲۳، ۷۲۵

۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۱

ہنری :

ہنری سوم : ۱۶۲۸

ہنری چارم : ۱۶۳۸

ہنری ہشتم : ۱۶۳۴، ۱۶۳۵

ہنری کوس پونٹافوس : ۱۰۷۸

ہولیس : ۱۰۰۰

ہولیس : ۱۸۹، ۱۹۱، ۲۲۹، ۲۵۸، ۳۴۷

۳۴۸، ۳۵۵، ۳۶۲، ۳۷۱، ۳۸۳، ۳۹۰

۴۰۶، ۴۵۶، ۴۸۱، ۵۲۳، ۵۴۰، ۵۵۱

۵۶۹، ۵۷۱، ۵۷۳، ۵۷۵، ۵۷۷، ۵۷۹

۶۳۸، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵

۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵

۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳

۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲

۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴

۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳

۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸

۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹

۸۸۶، ۸۸۷

ہوسیع شاہ : ۴۵۷

ہوسیع بن پیری طیبہ السلام : ۴۹۳، ۴۹۴

۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹

ہولڈن : ۳۵۰

ہولیس : ۱۰۰۰

ہولیس : ۱۶۶، ۱۶۷

ہیرودیس : ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴

۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵

۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴

۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸

ہیرودیس : ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶

۶۷۲

ہیلز : ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹

۷۷۳

ہیان ادراسی : ۳۳۸، ۳۳۹

حسین لیلین؛ ۶۹۱،

میری کی کینٹ؛ ۶۵۲، ۶۱۵، ۶۲۳، ۶۶۸،

۷۰۳، ۸۰۲، ۸۰۹،

میوٹ، ڈاکٹر؛ ۳۳۰، ۱۵۰۶،

میریل فراڈ؛ فتراڈ ڈی

ی

یاسیطا مطران؛ ۶۰۳،

یازرک، فاضل؛ ۸۳۹،

یانس،

ابو یاسر؛ ۱۳۹۳، ۱۵۳۵،

یاسون؛ ۱۴۱۳، ۱۴۱۴،

یافث بن نوح؛ ۱۵۴۱،

یاقت؛ دیکھے محوی،

یاق، ۳۴۹، ۳۵۱،

یاقوت بن خانی علیہ السلام؛ ۷۶۵،

یاقوت بادشاہ؛ ۱۶۲۳،

یائیر؛ ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴،

یایل؛ ۸۳۱، ۸۳۳، ۸۳۵،

یامیر؛ ۱۵۷۱،

یحییٰ علیہ السلام؛ ۲۳۳، ۲۷۴، ۳۱۵،

۳۱۶، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۹،

۳۱۰، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۲۳، ۳۹۸،

۳۹۹، ۵۲۲، ۵۲۳، ۶۷۲، ۷۲۹،

۹۰۳، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۱۰۵۱،

۱۰۵۴، ۱۱۱۰، ۱۳۳۳، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶،

۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۱، ۱۳۵۵،

۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۵۰۲، ۱۵۳۹، ۱۶۶۰،

۱۶۶۱، ۱۶۹۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۷، ۱۷۲۵،

۱۷۳۶، ۱۷۳۷،

یحییٰ بن حکم غزالی؛ ۹۹۵، ۱۰۲۸،

یدوتون، ہرودتھن؛

یدریل؛ ۳۲۷، ۶۳۱،

یدرجام، یورجم؛

یزدجرد؛ ۱۴۲۵، ۱۴۷۰،

یزید بن ابی عبیدہ؛ ۱۳۱۸،

یزید بن رومان؛ ۱۲۶۰،

یزید بن معاویہ؛ ۱۲۵۶،

یسعیاہ، شعبار علیہ السلام؛

یسی بن عوبیدہ؛ ۳۰۷، ۳۸۸، ۱۲۲۲،

یسوہام بن حکونی؛ ۳۷۶،

یسوع مسیح، مسیح علیہ السلام؛

یسوع؛ ۲۵۴، ۶۵۰،

یسیر بن جابر؛ ۱۲۶۲،

یصہر بن قاسٹ؛ ۳۳۹،

یعقوب علیہ السلام؛ ۸۷، ۱۱۵، ۲۷۲،

۳۳۳، ۳۳۹، ۳۲۹، ۳۸۷، ۵۱۳،

۵۲۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۸۱۳، ۸۱۸، ۸۱۹،

۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹،

۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۶، ۹۴۶، ۹۷۷، ۱۰۴۷،

۱۰۶۵، ۱۰۷۳، ۱۰۸۵، ۱۰۹۰، ۱۰۹۲،

یبریس؛ ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۹، ۴۶۹،

نخل؛ ۶۴۲، ۶۹۲،

نیش؛ ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۹، ۴۶۹،

نوک؛ ۳۴۳، ۳۴۵، ۴۵۸۲، ۴۵۸۳،

۱۵

یواس ۱۱۲۸

یوانه؛ ۶

یوایل علیه السلام؛ ۳۱۱، ۳۹۲،

یوتام؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۸۸،

یوحنی نیش؛ ۳۴۴، ۴۱۳،

یوئی بن یحکان؛ ۱۱۲۰،

یوحنا المعزوی علیه السلام؛

یوحنا الطائی؛ ۸۹۸،

یوحنا بن زبیدی هزاری؛ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸،

۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷،

۴۴۳، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۵۸، ۴۵۹،

۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵،

۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲،

۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸،

۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴،

۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰،

۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶،

۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲،

۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸،

۵۰۹

۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹،

۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶،

۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳،

۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹،

۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵،

۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱،

۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷،

یعقوب (ابو نجار)؛ ۳۲۹، ۳۳۰،

یعقوب برزغانی؛ ۸۹۸، ۸۹۹،

یعقوب بن خلفی (مفر)؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳،

۱۱۲۴،

یعقوب بن زبیدی (هزاری)؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳،

۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹،

۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵،

۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱،

۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷،

یعقوب نانو قوی، مولانا محمد؛ ۲۱۲

یعقوب بن یوسف نجار (بزرگ)؛ ۱۱۳۴، ۱۱۳۵،

۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱،

۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷،

۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲،

یعقوب (ابو نجار)

(ابو یعلی)؛ ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷،

۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲،

یکنیاد، یویا کین؛

یوحنا بزرگ؛ ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۵

۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸

یوحنا مرقس؛ دیکھے مرقس،

یوحنا، مفسر؛ ۳۳۶

یوحنا فم الذمیب، کریزاسٹم،

یوحنا (جد) ۵۱۹

یوحنا بن الیاسب؛ ۶

یورام؛ ۳۸۰، ۳۸۸

یورجام بن نباط؛ ۱۸۹، ۲۵۳، ۳۸۴، ۳۵۳

۶۳۸، ۷۸۳، ۱۰۷۳، ۱۰۷۵

یورفری؛ ۲۸۵

یوحسد؛ ۲۸۹

یوسف علیہ السلام؛ ۳۰۶، ۳۲۹، ۶۹۶

۸۶۵، ۹۳۹، ۱۰۷۳، ۱۱۹۳، ۱۳۵۲

یوسف پادری؛ ۲۷۰

یوسف نابیا، ربی؛ ۷۵۱

یوسف بن محمود شاہ؛ ۹۸۶

یوسف بخار؛ ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۳، ۳۹۶

۳۹۷، ۳۹۹، ۳۸۰، ۳۸۴، ۳۹۴

۳۹۹، ۵۰۳، ۹۴۵، ۱۱۵۱، ۱۱۵۶

۱۱۵۸، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۳۵۰، ۱۳۷۳

یوسف ولعت؛ ۹۳۲، ۹۳۳

یوسی بن یوسیر؛ ۱۱۲۰

یوسیاہ بن اتون؛ ۲۵۳، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۲۵

۳۵۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۸، ۳۸۸

۷۲۰، ۷۶۶، ۷۸۱، ۷۸۵، ۷۸۶

۷۸۷، ۱۱۹۷، ۱۳۴۴، ۱۵۳۳، ۱۵۹۰

لوسی بسین، مؤرخ؛ ۱۱۶، ۱۱۶۲، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۳۳۱

۳۲۷، ۳۶۰، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۷

۳۶۸، ۳۶۹، ۵۵۱، ۵۹۸، ۵۹۹

۶۰۱، ۶۴۸، ۶۵۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۳

۷۱۵، ۷۱۶، ۷۳۷، ۷۶۱، ۷۹۵، ۸۰۰

۸۰۱، ۱۱۲۴

یوسیس؛ ۳۲۴

یوسیف، مؤرخ؛ ۱۶۶، ۳۵۶، ۳۸۷

۳۵۶، ۳۶۱، ۳۶۶، ۳۷۲، ۳۸۳

۳۸۴، ۳۹۶، ۳۹۹، ۴۱۷، ۴۱۹

۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۲

۴۷۷، ۴۸۹، ۴۸۹، ۴۸۹، ۴۸۹

۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸

یوش علیہ السلام؛ ۷۸۷، ۳۰۷، ۳۳۰، ۳۳۲

۳۴۳، ۳۹۴، ۵۴۱، ۶۵۷، ۶۵۹

۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۵، ۶۶۶

۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۶۹، ۷۷۳

۱۱۲۰، ۱۱۲۲، ۱۲۰۶، ۱۲۳۲، ۱۲۷۶

۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۵

۵۳۱، ۶۱۴

یوش بن برخیا؛ ۱۱۲۰

یوکیدرام (یوسی)؛ ۶۹۵، ۷۰۰، ۸۱۸، ۱۰۸۴

یوناہ، یونس،

پوشاه بن عزریال، ربی؛ ۷۵۷،

یونس علیه السلام؛ ۴۹۹، ۳۱۲، ۵۰۳، ۵۰۴

۵۰۵، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷

یوایل علیه السلام؛ ۱۱۳۰،

یهوآخز، اخزیاہ؛

یهود؛ ۷۷۳،

یهوداہ بن یعقوب؛ ۴۴۳، ۴۵۰، ۴۵۳، ۴۸۸،

۸۱۲، ۸۱۹، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۶۵، ۸۹۷، ۸۹۸

۱۲۴۰، ۱۳۵۴، ۱۳۱۳، ۱۵۹۸،

۱۵۶۹، ۱۵۷۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳،

یهوداہ، اکریوتی؛ ۱۶۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۶۹،

۳۱۹، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۳۰، ۳۳۱،

۴۳۲، ۴۳۳، ۴۴۱، ۴۴۳، ۵۱۴،

۵۲۴، ۵۶۹، ۷۵۷، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰،

۱۰۵۱، ۱۰۶۱، ۱۳۷۳، ۱۳۷۵، ۱۵۰۷

۱۵۰۸، ۱۵۹۵،

یهوداہ، تیاوس خاری؛ ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۸،

۱۶۹، ۳۱۹، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۷،

۳۶۸، ۳۳۵، ۷۳۶،

یهوداہ بن دوش، ربی؛ ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳،

یهوداہ گلیل؛ ۱۳۲۵، ۱۳۲۶،

یهوداہ مکالی؛ ۸۹،

یهوداہ بن یحییٰ؛ ۱۱۲،

یهودیت؛ ۳۵۳،

یهورام؛ ۳۷۶، ۹۲۵،

یوسف؛ ۳۸۸، ۷۹۵،

یوحنا؛ ۳۷۴،

یونان؛ ۳۷۴،

یویاکین؛ ۳۵۴، ۳۷۶، ۳۹۰، ۴۵۴،

۴۵۷، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۸۳، ۴۸۵،

۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۵۲۰،

۶۳۹، ۶۵۰، ۷۲۰،

یوحنا؛ ۱۲۰۹،

یوحنا بن یسایہ؛ ۳۵۴، ۳۹۵، ۴۰۳،

۴۰۴، ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۵،

۴۸۶، ۴۸۸، ۵۵۴، ۷۲۰، ۷۲۱،

مقامات

آرام؛ ۴۵۴، ۴۹۳، ۶۳۰، ۶۶۱، ۱۶۱۶،	آرمینیا؛ ۶۵، ۲۴۹،
اروب؛	آستان؛ ۴۶۲،
اردن؛ ۴۸۱، ۶۶۴، ۱۴۲۵،	آشیا؛ ۵۰۵،
اردن، بحر؛ ۲۰۶، ۳۱۰، ۶۲۲، ۱۳۵۵،	آشیلیا،
اردون؛ ۶۵۸،	آسنه؛
ارنجا؛ ۳۰۸، ۴۲۱، ۵۴۸،	آسیه؛ ۳۱۸، ۵۴۸، ۵۴۹،
ازهر، جامع؛ ۷۷۹، ۱۱۴۴،	آگره؛ ۱۸۹، ۱۹۵، ۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۴،
آسینول؛ ۱۶۲۵، ۱۶۲۷،	۲۵۱، ۲۸۵، ۳۵۵، ۴۷۱،
اسپانیہ، اندلس؛	آزلیتہ؛ ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۷۰۳،
اسپرک؛ ۵۶۲،	البحین؛ ۵۲۲،
استنبول، قسطنطنیہ؛	اقریہ؛ ۵۲۲،
استیا، دریائے؛ ۲۳۵،	اٹلی؛ ۹۹، ۳۱۶، ۶۰۹، ۷۹۳، ۷۹۹،
اشاربرگ؛ ۴۴۵، ۵۳۹،	۱۶۳۶،
اسرائیل؛ ۸۹، ۳۸۴، ۴۵۷، ۴۹۳،	اجنادین؛ ۱۶۴۷،
۵۴۰، ۶۲۶، ۶۲۸، ۷۶۵، ۷۸۳،	احمد؛ ۲۶۴، ۱۰۰۵، ۱۰۱۰، ۱۰۳۹،
۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۶۸۲،	۱۶۵۸،
اسکاٹ لینڈ؛ ۷۵۴، ۱۶۴۳،	اکر، بحر؛ ۳۳۷، ۶۹۶،
اسکانشیا؛ ۱۶۸،	الحمہ؛ ۶۱۰، ۱۳۵۴،
اسکندریہ؛ ۶۴، ۱۱۳، ۲۰۶، ۳۱۵، ۳۶۱،	اودوم؛ ۳۱۳، ۴۰۷، ۴۵۱، ۶۳۰، ۶۵۱،
۳۷۴، ۵۸۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۹۳۱،	۱۰۸۷، ۱۳۳۳، ۱۳۸۴،
اسور؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۴، ۴۵۷، ۶۲۳،	اڈیشا؛ ۱۶۸، ۳۴۰، ۷۲۴،
۱۶۰۲،	اراراط؛ ۳۷۹،
اشدود؛ ۱۲۰۴،	ارافون؛ ۱۶۳۴،

بروتی؛	١٦٦٢
بروت؛ ٢٢٩، ٢٥٠، ٣٣٨، ٥٢٦، ٨٦١	١٨٢؛
١٠٥٥، ٨٦١، ١٣٠٣، ١٣٠٤، ١٣٨٦	برطانیہ؛ ٩٣، ٩٤، ٣٤٢، ٣٨٦، ٤٥٢
١٥٩٩، ١٦٣٠	٤٨٨، ١٠٠٠، ١٠٣٣، ١٠٥٣
بیت ایل، بیت المقدس؛	برکس، ٣٣١
بیت حسدا؛	برا؛
بیت شمس؛ ٦٦٨، ١٩٠٣	بریا؛ ٤١٣
بیت صیدا، بیت حسدا؛ ١٣٦٩، ١٥٠٣	بزمیرس؛ ١٦٢٦
بیت عنیاہ یا بیت عین؛ ٣٢١، ٣٢٠، ٣٢١	بلوایت؛ ٩٣١
بیت فحم؛ ٢٥٨، ٢٥٩، ٣٠٤، ٣٩٨، ٣٩٩	لبن؛ ٦٥٢، ٦٥٣
٣٥٣، ٣٩٠، ٣٩٥، ٣٩٦، ٤٢٢، ٤٢٣	بصرہ؛ ١١٣٨
بیت المقدس؛ ٨٨، ٨٩، ٩٠، ٩٢، ٩٦، ١٠٣	بصری؛ ٩٩٩، ١٢٦٠
١٠٥، ١٢٥، ١٢٦، ١٣٦، ١٣٥، ١٣٦؛	بطاہ؛
١٣٤، ١٣٨، ١٤٠، ١٤١، ١٤٢، ١٤٣، ١٤٤	بعلبک؛ ٨٩٤
١٥١، ١٥٤، ١٥٨، ١٦٠، ١٦١، ١٦٢، ١٦٥	بغداد؛
١٦٩، ١٧٤، ١٧٩، ٢٢٣، ٢٢٦، ٢٢٧، ٢٥٣	بلقان؛ ٩٣
٢٥٨، ٣٠٨، ٣١٠، ٣١٢، ٣٢٦، ٣٣٠	بنارس؛ ١٨٦، ١٢٤٠
٣٣١، ٣٦٢، ٣٦٩، ٣٨٢	بنی یعقوب؛ ١٠٨٦، ١٠٨٤
٣٨٣، ٣٨٤، ٣٨٩، ٣٩٩، ٤٠٠	بواط؛ ١٣٠٠
٤٠١، ٤٢١، ٤٣١، ٤٣٨، ٤٥٤، ٤٥٥	بوشتن؛ ٣٥٤، ٥٦٣، ٤١٦
٤٥٩، ٤٦٠، ٤٦٣، ٤٦٤، ٤٦٦	بورینیا؛ ٢٣٥
٤٩٠، ٤٩٦، ٥٠١، ٥٠٩، ٥١٢، ٥١٣	پیار؛ ١٨١
٥٣٣، ٥٤١، ٥٨٢، ٦٢٠، ٦٢٥	پیرسج؛ ٨٦٣
٦٢٣، ٤١٥، ٤٤٠، ٤٨٢، ٤٨٥	پیرنی، روتی؛ ١٣٥٤
٤٨٨، ٤٩٠، ٥٢٢، ٥٢٣، ٨٦٣	

ترکی: ۱۸۰، ۳۱۷، ۳۳۷، ۸۹۸، ۱۳۷۷،	۸۶۵، ۸۶۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۳۹،
ترنٹ: ۱۰۶۱، ۱۰۹۰، ۱۱۰۲، ۱۱۲۱، ۱۱۳۲،	
تردائن: ۵۴۸،	۱۱۲۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۲۰۹، ۱۲۱۹،
تقوع: ۳۱۱،	۱۲۳۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۷، ۱۲۷۰،
تمنت: ۱۵۶۸،	۱۳۲۴، ۱۳۳۳، ۱۳۰۲، ۱۳۱۴، ۱۳۲۳،
تعمیم: ۱۲۶۱،	۱۳۴۳، ۱۳۵۴، ۱۵۰۱، ۱۵۰۳، ۱۵۱۲،
توموس: ۱۶۲۶،	۱۵۱۵، ۱۵۱۷، ۱۵۸۲، ۱۵۹۰، ۱۶۰۶،
تہامہ: ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۵۰، ۱۶۸۲،	
تھاد بھون: ۱۹۷، ۲۱۲،	۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۷۲۵،
تھیلینگ: ۳۱۷،	پافس: ۱۳۳۵،
تھواتیرہ: ۱۳۷۰،	پامی کلاٹ والنس: ۷۰،
ٹرلو: ۳۲۱، ۶۳۷،	پانی پت: ۱۸۰، ۱۸۱، ۲۰۰، ۲۱۱،
ٹرنٹ: ۳۲۱، ۶۳۷، ۷۳۵،	ٹیمالہ: ۱۸۲،
ٹیر دوریا: ۳۱۶،	پریمکال: ۱۰۶۳،
ٹنیات الوداع: ۳۳۲،	پردشیا: ۱۵۰۳،
ٹور، فار: ۱۰۲،	پلاس: ۱۹۶،
ٹولوس: ۱۶۳۴،	پفولیر: ۱۵۱۳،
جات: ۳۸۰،	نجیٹھ: ۱۹۸،
جامع بایزیر: ۳۶۲،	پنٹس: ۳۱۸، ۵۸۳،
جھون: ۱۲۴۲، ۱۲۷۶، ۱۵۹۲،	پیرس: ۵۹۵، ۷۹۹، ۱۶۳۷،
جھن: ۱۱۲،	پسیا: ۱۶۳۷،
جڑہ: ۱۸۳، ۱۹۹، ۲۰۶، ۱۰۱۲،	تبوک: ۱۳۰۰، ۱۳۰۲، ۱۳۰۶، ۱۳۳۲،
جدرجودہ: ۱۰۸۶،	ترغنی تس: ۱۰۶، ۱۰۳،
جرار: ۱۰۸۹، ۱۵۴۴، ۱۵۵۳،	ترسسن: ۱۰۶، ۱۰۳،
جرمنی: ۹۹، ۹۹۲، ۱۰۹، ۱۵۶۸، ۱۵۷۰،	ترضہ: ۳۸۴، ۳۸۵،

حلوان ؛ ۱۲۷۵	جرتیزم ؛ رکوہ ؛ ۳۱۳، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲
حنین ؛ ۱۲۹۸، ۱۳۲۳	۱۰۷۷
حوب ؛ ۱۰۸۶، ۷۸۲	حسزہ ؛ ۳۳۱
حون بجد جاد ؛ ۱۰۸۷	جلدار ؛ ۳۳۳، ۱۰۹۹، ۱۵۶۲
حومل ؛	جلجال ؛ ۱۲۶۸
حدوت یا تیر ؛ ۱۰۵۳، ۱۰۵۲	جنت البقیع ؛
حیرہ ؛ ۱۲۵۲	جنت البعل ؛ ۲۱۱
خانقاہ غلام علی شاہ ؛	جنیوا ؛ ۲۳۰، ۵۶۲
خلقیدونیہ ؛ ۱۰۰۸	جوب ؛ ۱۰۵۲، ۱۰۵۳
الخلیل ؛ جبل ، شقیر ؛	جود پور ؛ ۱۹۹
خوارزم ؛ ۹۶۰	جے پور ؛ ۱۹۹
خوب ؛ ۱۶۱۷	چین ؛ ۵۸۹، ۹۲۲، ۹۹۹، ۱۰۳۳، ۱۲۷۵
خوفون ؛ ۱۰۸۷	۱۲۷۷، ۱۲۷۹، ۱۲۸۱
خیبر ؛ ۱۰۹۹، ۱۱۰۱، ۱۲۵۲، ۱۳۱۸، ۱۳۹۳	حاران ؛ ۸۶۳
۱۲۱۶	حبرون ؛ ۶۵۹، ۶۶۱، ۱۵۳۱
خیمہ اجناح ؛	جلشہ ؛ ۹۳، ۲۶۳، ۲۶۴، ۹۹۹، ۱۰۲۷
دان ؛ ۶۵۹، ۶۶۰، ۱۶۱۷	۱۰۲۸، ۱۰۵۲، ۱۲۲۵، ۱۳۳۵، ۱۴۷۶
دناقل ؛ ۲۱۵	حجاز ؛ ۱۰۰۳، ۲۱۱، ۲۶۳، ۱۲۵۲
دجلہ ؛ ۱۳۶۹	۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۲۵
دخول ؛	حدیبیہ ؛ ۱۰۰۱، ۱۱۷۲، ۱۲۹۹
دشت صین ؛ دیکھئے صین دشت ،	حزہ ؛ ۱۲۶۱
دکی ؛ ۱۸۱	حرمہ ؛
دمشق ؛ ۹۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۳۶، ۱۳۶۳، ۱۳۶۶	حشونہ ؛ ۱۰۸۷
۱۲۲۷، ۹۰۵، ۷۷۳، ۹۹۹، ۱۶۱۷	حصیرات ؛ ۶۶۱
دومۃ الجندل ؛ ۱۲۶۰	حسوم ؛ ۳۸۱

دصل؛ ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۹، ۲۱۳، ۲۲۲، ۲۵۱	روم بکیر؛ ۹۱، ۲۵۳، ۱۵۳۵، ۱۶۳۸
۱۶۸۲، ۱۹۳۱، ۱۵۸۰، ۱۵۴۹، ۲۹۹، ۲۸۵	۱۶۸۲
دھیرج؛	روحانی؛ ۱۱۱۷
دیندھب؛ ۶۶۱	رہبان؛
دیوبند؛ ۱۹۶	زبولون؛ ۱۳۵۵، ۱۳۵۶
ڈیلین؛	زوراء؛ ۱۲۹۸، ۱۲۹۹
ڈری؛ ۱۱۳۹، ۱۶۳۳	زیمون جبل؛ ۵۰۹، ۵۱۳، ۵۶۹، ۷۵۶
ڈیانا؛ ۳۱۷	۱۳۷۲
رائج؛ ۱۶۶۰	سارو؛ ۸۹، ۳۱۳، ۳۵۷، ۶۲۰، ۱۲۳۵
رائج، جفر؛	سان؛ ۱۳۶۹
رامات جٹوار؛ ۱-۹۹	سدوم؛ ۶۹۹، ۱۹۳۲، ۱۱۷۷، ۱۱۵۹، ۱۲۰۵
رائدر؛ ۳۹۷	۱۲۱۳، ۱۶۰۲، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۲۱
رایمون؛ ۱۶۳۳	سرودینیا؛ ۱۶۳۵
رتج؛ ۳۳۳، ۱۶۵۶، ۱۶۶۶	سرل؛ ۳۶۳
روپین دلیمون؛ ۱۶۳۷	سریا؛
روم؛ ۹۰، ۹۲، ۹۵، ۹۷، ۱۰۳، ۱۵۷، ۱۶۲	سکم؛ ۱۲۱۸، ۱۵۶۳
۱۶۳، ۱۶۲۹، ۲۳۳، ۲۳۵، ۳۱۶	سلج؛ ۱۰۲، ۱۱۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳
۲۶۸، ۳۶۶، ۴۷۹، ۵۲۱، ۵۳۳	سرقند؛ ۱۴۰۴
۵۸۶، ۵۸۸، ۶۰۳، ۶۰۹، ۷۱۲	سمرن؛ ۳۵۹، ۵۲۸
۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۴، ۷۹۹، ۸۹۸	سمرکند؛
۹۳۱، ۹۸۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۴، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸	سن؛ ۱۴۰۴
۱۰۲۸، ۱۰۵۴، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸	سنود؛ ۱۴۳۰
۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵	سنوپ؛ ۵۸۳
۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹	سورت؛ ۱۹۹
۱۶۳۲	سوریا؛ ۸۹، ۱۳۲، ۱۶۳، ۲۷۷، ۳۵۷

صایو عجم : ۶۹۹	۴۶۳، ۴۱۳، ۴۱۴، ۱۵۱۳
صقلیه : ۹۴	سوریا، نهر : ۳۳۴
صنعاء : ۱۲۲۵	سوت : ۶۵۸
صور : ۹۲، ۹۳، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۸	سومات : ۱۸۰
۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۳۱۸	سوئی (وادی) : ۱۶۱۸
صین : دشت، ۱۰۸۴، ۱۵۴۸	سوئزرلینڈ : ۹۹
صیون :	سویز، نهر : ۲۰۶
ضفر : ۱۵۴۸	سہارنپور : ۴۸۰
ضکوئہ : ۱۰۸۴	سینا، جبل : ۳۰۶، ۴۰۰، ۴۴۴، ۱۱۱۸، ۱۳۰۱
ضویاہ : ۱۶۱۶	۱۲۰۲، ۱۳۰۵، ۱۳۰۸
طائف : ۱۸۳، ۱۰۰۲	سینا، صحرا : ۳۰۶، ۳۰۹، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۶، ۱۳۰۶
طابور، جبل : ۱۵۲۹	شام : ۱۶۶، ۹۴، ۹۶، ۲۶۶، ۵۱۳، ۵۲۱، ۵۸۴
طنجہ :	۱۸۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۱۳۸
طفت (کرطبہ) : ۱۲۵۹	۱۲۵۱، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۸، ۱۲۶۲
طلیطلہ : ۱۶۳۰	۱۲۴۵، ۱۳۰۱، ۱۳۰۵، ۱۳۲۵، ۱۳۳۲
طنجہ : ۱۲۵۴	۱۳۳۳، ۱۳۴۰، ۱۳۴۹، ۱۳۴۷، ۱۶۴۷
طور : ۳۳۷، ۳۳۹، ۱۰۶۹، ۱۰۸۵، ۱۱۱۶	۱۶۵۰
۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۲	شاملی : ۱۹۴
طوقل : ۶۶۱	شاہجہاں آباد : ۲۱۲
طاحورہ، عمورہ :	شظیم : ۴۲۸
عباسیہ، کوہ : ۱۵۴۸	شعیر، کوہ : ۱۶۵۶، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷
عبرونہ : ۱۰۸۴	۱۳۰۵، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸
مدن :	شمشاطہ : ۶۳
عراق : ۱۰۸۴	شور : ۱۵۴۳
عراق : ۱۲۵۱	شور، ۶۰۶، ۶۰۵

۱۰۰۳، ۱۰۰۵، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۸،
 ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۷، ۱۲۴۹، ۱۲۸۱،
 ۱۳۲۵، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹،
 ۱۶۳۶، ۱۶۴۷

قالش؛ ۳۳۸، ۶۹۶،

قدان ارام؛ ۳۳۴، ۸۶۷،

قزات؛ ۲۵۷، ۱۰۸۵، ۱۲۳۹، ۱۲۵۹،
 قزاس؛ ۹۳، ۹۷، ۲۳۰، ۷۲، ۹۸۵، ۱۱۳،
 ۱۱۴۵، ۱۲۸۶، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷،
 ۱۶۳۰، ۱۶۳۳، ۱۶۳۵، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸،

فردگيه؛ ۵۴۸،

فريجيا؛ ۷۹۳،

فريگفرت؛ ۶۸۴،

فلتي؛ ۳۱۷، ۱۳۵۴،

فلسطين؛ ۵۸۷، ۵۸۸، ۹۰۰، ۹۶، ۲۵۸،

۲۷۲، ۳۱۳، ۳۳۸، ۳۳۹، ۵۸۴،

۶۵۳، ۶۵۹، ۷۵۹، ۸۴۴، ۹۳۳،

۱۰۸۹، ۱۱۲۸، ۱۲۰۳، ۱۲۰۶، ۱۲۰۹، ۱۵۷۹،

۱۵۸۰،

فلورنس؛ ۳۲۱، ۶۴۷،

فليمنگ؛ ۱۶۳۷،

فونون؛

قادس؛ ۸۷، ۳۸۴، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۷، ۱۵۴۴،

قارسيه؛ ۳۳۸،

قائے محيل؛ ۵۰۳، ۱۷۱۷،

عرب؛ ۱۰۰، ۱۳۶، ۱۳۷، ۳۶۳، ۳۶۴،
 ۳۸۲، ۵۱۳، ۷۷۲، ۸۰۰، ۹۹۱، ۱۰۱۶،
 ۱۰۱۹، ۱۰۳۴، ۱۰۹۲، ۱۲۵۰، ۱۳۳۲،
 ۱۳۳۳، ۱۳۳۸، ۱۳۴۰، ۱۵۴۴،

۱۶۳۵، ۱۶۹۳،

عرو غير؛ ۳۴۳، ۶۶۶،

عميون جابر؛ ۱۰۸۷،

عليه گنده؛ ۲۱۵،

عمان؛ ۱۳۲۵،

عمواس؛

عموره؛ ۶۹۹، ۱۲۰۵، ۱۲۱۳، ۱۶۰۲، ۱۶۱۷،
 ۱۶۲۱،

عوض؛ ۳۰۹، ۷۷۲، ۷۷۳، ۱۲۳۲،

عيبال؛ ۶۲۱، ۶۲۲، ۱۰۷۷،

علي؛ ۳۸۷،

عينيم؛ ۱۵۶۸،

غده؛ ۶۸۶، ۱۵۷۹،

غسا؛ ۱۶۲۷،

غلاطيه، مقلتيه؛

غوطه، عوض؛

قاران؛ ۹۴، ۱۰۲، ۱۰۶۱، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲،

۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸،

قارس؛ ۹۴، ۱۶۸، ۳۰۸، ۳۱۴، ۳۳۵،

۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۷، ۳۷۵، ۵۱۳،

۷۷۲، ۸۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲،

کاپورہ؛ ۱۳۴۱	قاپورہ؛ ۱۲۳۳، ۱۲۱۷، ۱۱۹۷، ۱۱۸۱، ۱۱۳۹
کاشفس؛ ۱۹۸، ۲۳۶	۱۲۸۹، ۱۵۳۹، ۱۶۷۳
کپڑکیہ؛ ۳۱۸	قبرص؛ ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۵۸، ۱۵۱۳
کپرس، قبرص؛	قریت اریخ، جبرون؛
کراچی؛ ۱۱۴۷، ۱۱۹۳، ۱۳۶۳، ۱۴۰۲، ۱۴۶۳	قریعتہ؛ ۱۲۶۱
کرپا؛ دیکھئے طفت،	تسلطنیہ؛ ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۸۶
کرمان؛ ۱۰۲۸	۱۱۹۶، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹
کرمین؛	۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۳۱۹، ۵۸۲
کرناٹ؛ ۱۹۹، ۲۱۱	۶۰۲، ۶۰۳، ۸۹۸، ۱۰۲۸، ۱۱۲۹
کرنٹس (کرنٹھیہ)؛ ۱۱۶۲، ۱۲۷۰، ۱۳۱۶، ۱۳۸۱	۱۱۴۱، ۱۱۶۳، ۱۱۶۳۲، ۱۱۶۷۱، ۱۱۶۷۲
۱۵۸۸، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۴، ۱۶۵۲	۱۱۶۷۶
کربت؛ ۱۳۱۸، ۱۳۸۱	متلزم، احمربھر؛
کریک؛	قلیس؛ ۱۴۴۵
کریملین؛ ۱۶۳۴	قورج؛
کدرستان؛ ۳۵۵، ۳۵۷	قوریشٹوس؛ کرنٹس؛
کفرناحوم؛ ۲۷۲، ۳۰۱، ۴۴۵	قمیدار؛
کلتے؛ ۲۷۲	قروان؛ ۳۱۹، ۹۹۹
کلتہ؛ ۱۴۷۳	قیشون، وادی؛ ۲۶۹
کلیہ؛ ۱۱۳۲، ۱۵۱۳	قصرۃ؛ ۱۰۶، ۹۰۴
کھیرمونٹ؛ ۹۶	قینقاع؛ ۱۳۹۴
کنعانی؛ ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۴، ۳۵۹	کابل؛ ۱۴۴۰
۱۹۵۷، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۷۷۲، ۸۶۲	کارنیج؛ ۱۸۲، ۳۲۰، ۳۶۸، ۳۷۷، ۶۴۷
۸۶۵، ۱۰۵۹، ۱۱۸۱، ۱۱۸۷، ۱۲۰۲	۸۰۱، ۷۹۲
۱۶۹۷، ۱۵۷۸	کارمونیا؛ ۱۶۳۵
کوپلی؛ ۵۸۲	کالابریا؛ ۱۶۳۶

کوفہ؛ ۱۳۹، ۱۱۳۸، ۱۲۵۹	لیبیا؛ ۱۱۳، ۱۱۳۵
کون؛	لیٹن؛
کیرام؛ ۱۸۰، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹	لیس؛ ۶۵۹، ۶۶۰
۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۸	لیون؛ ۳۵۹
گال؛ ۶۸	مادی، صوبہ؛ ۳۶۲، ۱۳۵۱
گتسن؛ ۹۳۸	مارنیر ٹوٹاؤس؛
گلٹیہ؛ ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۷، ۳۱۷	متوسط، بحر؛
۵۳۸، ۳۱۸	مجلس علی کراچی؛
گلیل؛ ۴۱۰، ۴۲۵، ۴۳۵، ۴۹۸، ۴۹۹	مداقن؛ ۱۲۹۰
۱۳۵۵، ۱۳۵۶	مدراس؛ ۱۸۳، ۲۱۲
لائن؛ ۶۶۱	مدین؛ ۳۷۸، ۵۵۱، ۱۶۲۲
لاہور؛ ۱۵۳، ۱۷۷، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۰	مدینہ طیبہ؛ ۲۶۳، ۲۶۴، ۱۰۱۳، ۱۱۷۷، ۱۱۵۲
۱۰۳۸، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸	۱۷۷۱، ۱۲۵۲، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۳۹۴
لبنان؛ ۳۶۳، ۶۰۵، ۶۰۰، ۱۰۸۰	۱۳۳۱، ۱۳۳۲
لبنان، کوفہ؛ ۱۰۸۵	مراکش؛ ۲۱۴
لکھنؤ؛ ۱۸۲، ۲۰۸، ۲۸۴، ۳۷۰، ۹۳۲	مرزا پور؛ ۱۲۸۷، ۱۵۴۰
گلڈنی بنادرم؛ ۱۳۰۴	مریہ؛
لندن؛ ۷۲، ۱۳۷، ۲۱۵، ۲۲۹، ۲۴۲، ۲۴۳	مصر؛ ۸۷، ۹۳، ۹۴، ۱۶۴، ۲۱۴
۴۶۷، ۴۹۸، ۵۱۲، ۶۷۶، ۷۱۹، ۷۲۳	۲۱۵، ۳۱۰، ۳۳۶، ۳۳۹، ۳۹۸
۷۹۹، ۸۶۱، ۱۱۹۹، ۱۳۰۲، ۱۳۷۱	۳۹۹، ۴۲۹، ۴۴۰، ۴۵۰، ۴۶۵
۱۵۲۷، ۱۵۲۹، ۱۶۲۹، ۱۶۳۱، ۱۶۳۴	۴۸۳، ۴۹۴، ۵۱۳، ۶۹۳، ۶۹۵
۱۶۸۲، ۱۶۷۶	۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۳۷، ۷۷۹
لوتھرین؛	۷۸۰، ۷۸۲، ۷۹۲، ۷۹۳، ۸۲۷
لوڈیشیا؛ ۲۷۴، ۳۲۰، ۳۷۰، ۶۴۷، ۸۰۱	۸۵۲، ۸۶۰، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۹۷، ۹۹۹
لوز؛	۱۰۲۶، ۱۰۸۱، ۱۰۸۷، ۱۰۹۷، ۱۱۱۹

تاپس، سامرو؛	۱۱۲۸، ۱۱۳۰، ۱۱۳۲، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷
تاس، نیتیا؛	۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۸، ۱۲۹۵
ناصرہ؛ ۳۹۹، ۳۹۸، ۳۹۷، ۳۹۵، ۳۹۹	۱۳۳۳، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۱۳
۰۷۹	۱۴۲۵، ۱۵۳۵، ۱۵۴۳، ۱۵۷۲
نطریہ؛ ۱۳۷	۱۵۷۳، ۱۵۷۵، ۱۶۰۲، ۱۶۱۲، ۱۶۱۵
نبتور؛ کوہ؛	۱۶۲۱، ۱۶۶۳، ۱۶۷۳
جو، کوہ؛ ۱۱۲، ۱۵۷۸	موسط، بحر؛ دیکھتے روم، بحر؛
نجد؛ ۲۶۴	منظر، بحر؛ ۱۸۲
نجران؛ ۲۶۳، ۱۵۳۶	مقدونیہ؛ ۲۳۵، ۳۱۷، ۱۴۵۳، ۱۴۷۰
نرم، برگ؛ ۵۵۴	مکدنیہ، مقدونیہ؛
نضیر؛ ۱۳۹۳	مکہ مکرمہ؛ ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۹۶، ۲۰۳
نفتان؛ ۱۳۵۵، ۱۳۵۶	۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰
نمسا؛	۲۱۱، ۲۲۳، ۲۶۳، ۲۸۹، ۹۹۸، ۹۹۹
نوب؛ ۱۵۲۳، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱	۹۹۹، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶
نئے طس؛ ۹۷	۱۱۳۷، ۱۱۹۲، ۱۲۷۰، ۱۳۰۳، ۱۳۰۵
نیتیا؛ ۶۳، ۹۲، ۱۷۳، ۲۷۳، ۳۱۹	۱۳۰۶، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۵
۱۳۷۰، ۱۳۷۶، ۱۳۷۹، ۱۳۸۱	۱۳۲۶، ۱۳۵۸
نیل، دریائے؛ ۱۳۶۶	طیبار؛ ۱۳۸۳
نینوا؛ ۳۱۲، ۵۰۵، ۱۳۳۳	مواکب؛ ۷۶۲، ۱۸۵۰، ۱۵۷۸، ۱۶۱۳
نموت؛	موسیرہ؛ ۱۰۸۶، ۱۰۸۷
نویارک؛ ۱۶۶، ۲۷۸، ۱۵۳۳	موسیرہ؛ ۵۴۹
دابیب؛	موسى، وادی؛ ۱۳۳۲
داتنا؛ ۱۵۰۵	میت، بحر؛ ۳۰۹، ۷۶۲، ۹۳۲
دایالانہ، ۷۹۱	میگینا کریشیا؛ ۱۱۲۸
دشن، برگ؛ ۶۸۴	میلنس؛ ۵۴۸

دکتر: ۱۱۲۸	یرجوارجا:
وہیرج: ۱۸۲	یغزیر: ۳۲۳
۲۷۸	۱۳۲۵، ۱۳۰۴، ۱۲۵۱، ۹۹۹، ۲۶۳
۱۰۰	۱۵۲۳، ۱۳۳۶
۵	۵۳۶، ۳۱۷، ۲۱۴، ۱۰۹، ۹۹۱
پندرہ سالانہ	۱۲۷۸، ۱۲۵۳، ۱۰۶۰، ۹۳۳، ۷۸۰
۱۸۵، ۱۸۲، ۱۸۰، ۱۶۸	۱۵۵۲، ۱۳۳۷
۳۲۳، ۳۲۱، ۳۱۸، ۲۰۷، ۲۰۱، ۱۹۹	۱۰۸۷، ۱۰۸۷
۵۸۹، ۵۷۹، ۵۱۷، ۲۸۷، ۲۳۳	یونان: ۱۱۲۸، ۵۹۵، ۵۸۹، ۹۳
۱۲۷۳، ۱۰۶۳، ۱۰۳۴، ۹۲۳، ۶۵۴	یہوداہ یا یہودیہ: ۱۲۷۹، ۱۸۹، ۱۸۸
۱۲۷۹، ۱۲۸۴، ۱۲۸۱، ۱۲۷۷، ۱۲۷۵	۲۵۳، ۲۵۹، ۲۶۹، ۳۱۰، ۳۱۱
۱۲۳۹، ۱۵۵۲، ۱۳۳۰، ۱۳۲۵، ۱۳۷۷	۳۱۲، ۳۳۳، ۳۳۹، ۳۸۴، ۳۹۸
۱۶۹۳	۳۵۹، ۳۵۶، ۳۵۴، ۳۵۳، ۳۹۹
جوازق: ۱۰۰	۳۹۹، ۳۹۸، ۳۹۳، ۳۶۱، ۳۶۰
پور: ۱۵۳۸، ۱۰۸۷	۵۲۱، ۵۲۲، ۵۳۰، ۶۲۶، ۶۶۷
ہیبرک: ۶۸۴	۷۸۳، ۷۸۴، ۱۱۲۰، ۱۳۳۳، ۱۳۵۵
یافا: ۱۳۷۰	۱۵۹۰، ۱۶۸۲، ۱۷۲۵
یردق، اردن:	یہوداہ پری: ۱۳۵۸
یرک: ۱۶۲۷	یہوداہ نئی: ۱۳۶۱
یرموک: ۱۶۴۷	
یروشلم: دیکھئے بیت المقدس،	

کتابیں

- آثار القنادیر؛ ۱۸۲،
 آجور، کتاب؛ ۳۵۰،
 آداب صلوة پطرس؛ ۷۲۵،
 آداب صلوة مثنیٰ؛ ۷۲۶،
 آداب صلوة مرقس؛ ۷۲۶،
 آداب صلوة یعقوب؛ ۷۲۶،
 آداب صلوة یوحنا؛ ۷۲۶،
 آستر؛ ۳۱۶، ۳۲۰، ۳۲۳، ۳۵۴،
 ۶۵۰، ۶۴۸، ۶۴۷، ۶۴۶، ۳۷۰،
 ۷۷۴، ۷۵۹، ۷۵۵، ۷۳۲، ۶۷۰،
 آشور؛ ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۶۲،
 آکسفورڈ پبلیکیشنز کنکارڈنس؛ ۱۳۰۲، ۱۳۰۱،
 ۱۳۰۳، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸،
 آن دی ٹرنٹی؛ ۱۷۳، ۳۵،
 آن اور جنرل سن؛ ۷۹، ۸۲، ۱۳۰،
 ایرازالمی؛ ۲۱۳،
 اپوکریفا؛ ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷،
 الاتقان؛ ۹۹۰، ۱۰۲۲،
 ایوبہ الخلیفین علی الباطل تغلیبهم؛ ۶۰۲، ۶۰۳،
 ایوبہ الخافرة للقرانی؛ ۱۳۰۱،
 احبار، کتاب؛ ۳۰۶،
 اخیلا، کتاب؛ ۷۶۳،
 اولہ البقیہ؛ ۲۱۷،
 الادب العسری و تاریخ؛ ۹۹۳،
 ارض العسکران؛ ۱۳۳۳،
 ارمیاہ؛ دیکھئے یرمیاہ،
 ازاد الاولیام؛ ۱۸۵، ۱۸۴، ۲۱۲، ۲۵۱، ۹۵۸،
 ۱۳۹۰، ۱۳۹۳،
 ازاد الشوک؛ ۲۱۲، ۲۵۹، ۲۹۵، ۲۹۸،
 ۲۹۹، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳،
 ۱۵۳۶، ۱۵۳۷،
 استبشار؛ ۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۷۷،
 استنساخ کتاب؛ ۳۰۶،
 استفسار؛ ۲۴۲، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳،
 ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰،
 ۱۳۷۷، ۱۳۹۳، ۱۳۹۵، ۱۵۷۴،
 اسیر، دیکھئے آستر،
 استعمال دین عیسوی؛ ۱۸۳،
 سٹریٹز ان کریسچین ڈاکٹرین؛ ۳۳، ۵۹،
 ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۷۹،
 اشاعت مسووم، ۱۶۵۸،
 اشعار، دیکھئے یرمیاہ،
 الاعتقادیہ؛ ۱۱۶۰،
 اہماز العسکران؛ باقلانی؛ ۹۹۲،
 احبار عیسوی؛ ۲۱۳، ۲۷۹، ۲۸۸، ۲۹۰،
 ۷۹۱، ۱۵۱۲،

الاعلام بما فی دین التصاریف من الادبام؛ ۵۸۰،
۵۸۳

احمال ادرکلاس؛ ۴۶۰، ۱۱۵۸،

احمال اندریاس؛ ۴۲۵،

احمال برتلمائی؛ ۱۶۸،

احمال پطرس؛ ۴۲۵،

احمال پولس؛ ۳۶۴، ۴۲۴،

احمال قوما؛ ۱۶۸، ۴۲۶،

احمال تہکار؛ ۴۲۴،

احمال الخوارزمی؛ ۱۹۱، ۱۰۳، ۱۰۳۶، ۱۱۶، ۱۱۶،

۳۱۶، ۳۶۵، ۴۶۶، ۵۴۶، ۵۴۹، ۵۴۹،

۱۱۸۱، ۱۳۲۶، ۱۳۶۱،

احمال فیلپس؛ ۴۲۶،

احمال متیا؛ ۴۲۶،

احمال یحشا؛ ۴۲۵،

افشیں؛ ۶۰۲، ۶۰۳،

اکبر نامہ؛ ۱۸۲،

اکلیل شرح ملاک استنزل؛ ۲۸،

اکس پرور؛ ۵۸۹، ۴۴۳، ۴۲۴، ۵۴۳، ۵۴۳،

اگزہ رکنیہ؛ ۵۳۲،

امثال سلیم؛ ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۵۲، ۵۳۹،

۸۸۱، ۵۹۲،

الاول الشائق؛ ۲۱۲،

الانی کشن پولس؛ ۴۲۴،

انجیل ادرستی؛ ۵۶۳، ۵۶۴،

انجیل اندریاس؛ ۴۲۵،

انجیل برتلمائی؛ ۴۲۶،

انجیل برتلمائی؛ ۱۶۹، ۱۵۹، ۴۲۴، ۵۰۳،

۵۰۵، ۵۰۷، ۱۵۰۷، ۱۵۱۹، ۱۵۱۹،

۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹،

۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳،

انجیل پطرس؛ ۴۲۵، ۴۲۵،

انجیل قوما؛ ۴۲۶،

انجیل تھیوڈورشن؛ ۴۲۴،

انجیل ٹے شے؛ ۵۶۳، ۱۰۳،

انجیل آسبیس؛ ۵۸۴،

انجیل مرتضیٰ؛ ۵۶۳،

انجیل الطولانیہ؛ ۴۲۶،

انجیل فیلپس؛ ۴۲۶،

انجیل لوقا؛ ۲۴۳، ۲۴۵، ۳۵۶، ۳۶۳،

۵۶۵، ۵۶۹، ۵۸۳، ۵۸۶، ۶۱۰،

۶۳۳، ۶۱۴، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۱،

۵۳۹، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۹۶،

انجیل مارسیون لوقا مرتضیٰ؛ ۵۶۳،

انجیل مصری؛ ۴۲۶،

انجیل ابن دیمان؛ ۵۸۴،

انجیل ماتی؛ ۵۸۴،

انجیل متی؛ ۲۴۲، ۲۴۳، ۳۵۶، ۳۵۶،

۳۶۲، ۳۶۴، ۳۹۸، ۵۴۰، ۵۶۵،

۵۶۹، ۵۴۳، ۵۸۳، ۵۸۳، ۵۸۳،

۵۸۲، ۵۳۲، ۴۹۹، ۴۶۳، ۴۳۳

۴۹۱، ۴۲۳، ۴۱۲، ۴۰۴، ۳۹۰، ۵۸۶

۴۳۹، ۴۰۴، ۳۳۱، ۳۹۸، ۴۹۳، ۴۹۲

۱۰۵۹، ۱۰۵۵، ۱۰۵۴، ۱۰۵۳، ۱۰۵۲، ۱۰۵۰

۱۵۲۲، ۱۰۴۳، ۱۰۹۰، ۱۰۵۹، ۱۰۵۸، ۱۰۵۴

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایٹھکس؛ ۳۱،

۱۹۵، ۹۰، ۹۰، ۳۴، ۱۳۲

انسائیکلو پیڈیا یاجینی؛ ۳۳۰،

انسائیکلو پیڈیا ریس؛ ۵۴۲، ۵۴۱، ۵۴۸،

انسیتیوشن؛ ۳۹۴،

اوضح الاطریث؛ ۲۱۳

ایام، تواریخ،

ایتنوئیک ترجمہ؛ ۴۰۸، ۴۰۴،

ایوب، کتاب؛ ۳۸، ۳۴۵، ۳۴۹، ۳۵۳،

۵۳۹، ۴۳۲، ۴۵۱، ۴۵۹، ۴۴۰،

۴۴۳، ۴۴۱

ایسڈریس، ۳۱۵،

ایک جگہ مہار؛ ۸۰، ۸۳، ۸۵، ۱۹۴،

۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۱۵،

ایوی ڈیسنز آف کریجنٹی؛ ۴۲، ۴۴،

باشتر؛ ۳۶۴،

باروخ، کتاب؛ ۳۳، ۳۲۰، ۳۲۳، ۳۴۰،

۵۳۸، ۶۳۶، ۶۳۴،

العتش شریف؛ ۸۶، ۱۹۵، ۱۹۶،

البدایۃ والہنایۃ؛ ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۲۹،

۴۲۸، ۴۱۸، ۴۱۷، ۴۱۶، ۴۱۵، ۴۱۳

۴۰۸، ۴۰۵، ۴۰۴، ۴۰۳

انجیل متیاء؛ ۴۲۶،

انجیل مرقس؛ ۲۴۲، ۳۱۵، ۳۵۶، ۳۵۴،

۳۶۳، ۵۶۵، ۵۶۹، ۵۸۳، ۵۸۶،

۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۲، ۱۱۳۹، ۱۱۸۱،

انجیل مسیح؛ ۵۶۳، ۵۴۳، ۵۴۹، ۵۸۰، ۵۸۵،

۴۳۲، ۴۳۳،

انجیل یوحنا؛ ۵۹، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹،

۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹،

۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳،

۳۶۶، ۳۶۹، ۳۷۰، ۵۶۵، ۵۶۷، ۵۸۳،

۵۹۱، ۵۹۸، ۶۲۵، ۶۲۸، ۶۲۹،

۱۵۳۲

انجیل یعقوب؛ ۴۲۶،

ان جریدین؛ ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸،

۴۹، ۸۰، ۸۲،

انسائیکلو پیڈیا امریکانا؛ ۱۵۹، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴،

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا؛ ۳۱، ۳۳، ۴۱، ۶۲،

۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰،

۸۲، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱،

۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۳، ۱۵۴،

۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۳،

۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۲۲۸، ۲۳۰،

۳۲۶، ۳۳۰، ۳۵۴، ۳۵۹، ۳۶۱،

- البراهین السابطیة؛ ۶۷۶،
 برتانیکا؛ دیکھے انسا بیکلو پیڈیا برتانیکا،
 بروق لامعہ؛ ۲۱۳،
 بعل اور اردو؛ ۳۱۵،
 بلیف ان کرست؛ ۱۲۲،
 بیان ہستہرآن؛ ۱۰۰۹، ۲۱۸،
 بیک رائٹنگس آف آگسٹائن؛ ۵۴، ۱۱۶،
 ۲۷۸، ۹۲۶، ۱۱۱۱،
 بیک رائٹنگس آف تھامس ایویناس؛
 ۲۶، ۳۳، ۱۱۰۵، ۱۱۱۱،
 بیضاوی، تفسیر؛
 پال، ہرولڈ ایڈورڈس؛ ۱۳۳، ۱۵۶، ۱۷۸،
 پرسلز آف کریسچن ورشپ؛ ۱۸۲،
 پریشٹ ربا، ۳۸۲،
 ہندو کلیسا؛ ۳۱۵، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۴۰، ۵۳۸، ۶۴۶،
 پیدائش؛ ۳۰۶، ۵۵۱،
 پیدائش صغیر، نکوین صغیر،
 پیری سبت پطرس و پولس؛ ۴۲۷،
 پی ش برابر؛ ۲۶،
 تاریخ ابن خلدون؛
 تاریخ ابن عساکر؛ ۱۶۴۷،
 تاریخ ابن خیل ریو؛ ۷۱۵،
 تاریخ انگریزی؛
 تاریخ بائبل؛ ۳۶۹،
 تاریخ بل؛ ۷۲۸، ۷۶۰، ۹۳۲،
 تاریخ جادو غیب بن؛ ۷۶۳،
 تاریخ سوئیل؛ ۷۶۳،
 تاریخ مصحف سادی؛ ۱۱۳۳،
 تاریخ طبری؛ ۱۶۳۷، ۱۶۳۸،
 تاریخ فرشتہ؛ ۱۲۸۳،
 تاریخ کلیسا، میور؛ ۲۷۶، ۱۱۲۵،
 تاریخ موشیم؛ ۷۳۶،
 تاریخ معتزلی؛
 تاریخ ناتن؛ ۷۶۳، ۷۶۵،
 تاریخ یوسفیس؛ ۷۳۲،
 تالمود؛ ۳۵۳، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۲۲،
 تائید المسلمین؛ ۱۲۹۶،
 تجرید الکلام طوسی؛ ۱۰۲۸،
 تحفہ بیہیمہ؛ ۱۲۹۶،
 تحقیق الایمان؛ ۲۱۳،
 تحقیق الدین الحق؛ ۲۱۳، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۸،
 تجلیل من حروف الانجیل؛ ۵۷۸، ۱۳۷۹،
 تدوین حدیث؛
 تذکرہ؛ ۵۶۴،
 ترجمہ قرآن سبیل؛
 ترک چانگیری؛ ۱۸۱،
 تعلیم پطرس؛ ۷۲۵،
 تفسیر انجیل یوحنا گریزاٹم؛ ۶۰۴،
 تفسیر ابن کثیر؛ ۱۱۹۱، ۱۵۳۶، ۱۶۶۳،
 تفسیر بیضاوی؛ ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۹۸، ۱۱۹۱،

تاریخ الیم الثالث؛ ۷۶۶،	۱۲۸۹، ۱۲۹۱، ۱۲۹۳، ۱۲۹۶،
تورات (۲)، ۵۴۳، ۵۸۵،	۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹،
تواریخ سلیمان سے روئے الکبریٰ؛ ۹۰، ۶۰۲۳۶،	تفسیر حسینی؛ ۱۲۹۲، ۱۳۳۰، ۱۶۷۲،
۱۰۵۴، ۶۰۸،	تفسیر حقانی؛ ۱۳۰۷،
تیرہ رسالے (کتاب ثلاث عشرہ رسالہ)؛ ۵۳۶،	تفسیر غزالیہ جدید کس؛ ۳۹۸، ۵۰۱، ۶۷۶،
۶۰۷، ۱۰۵۶، ۱۰۶۳، ۱۵۹۹، ۱۶۳۰،	۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۲۸۱، ۱۳۲۷، ۱۳۷۰،
۱۷۵۳، ۱۷۵۳،	۱۳۷۳، ۱۳۷۵، ۱۵۲۹، ۱۵۶۸، ۱۶۲۱،
تین بچوں کا گیت؛ ۳۱۵، ۵۳۸،	تفسیر کبیر رازی؛ ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱،
تائمر؛ لندن،	۱۳۳۱، ۱۳۳۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶،
ٹشمنٹ؛ ۷۳۳، ۷۳۵،	۱۶۸۶،
ٹی ٹی، (یا) ٹی آف میری؛ ۱۲۱۹،	تفسیر کشاف؛ ۱۲۸۹، ۱۲۹۳، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳،
جامعہ؛ دہلی؛	۱۶۷۵،
جلالین تفسیر؛ ۲۹۶، ۸۹۱، ۱۲۹۱، ۱۶۷۲،	تفسیر منہری؛ ۵۷۵،
۱۷۱۶، ۱۷۳۳،	تفسیر القرطبی؛ ۱۱۹۱،
بح الفوائد؛ ۹۸۲، ۹۹۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۵،	تفسیر متقی؛
۱۰۱۲، ۱۰۲۷، ۱۱۳۶، ۱۱۴۷، ۱۲۰۳،	تغلب الطاعن؛ ۲۱۳، ۵۷۴،
۱۲۳۹، ۱۲۵۳، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۸۳،	تکشیف التلخیص؛ ۵۳،
۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵،	تکوین، پیدائش؛
۱۳۰۶، ۱۳۱۲، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۲۰،	تکوین صغیر؛ ۳۲۳، ۳۷۲، ۷۳۵،
۱۳۲۳، ۱۳۶۷،	تلمود، تلمود؛
الجهاد فی الاسلام؛ ۱۶۵۸،	تلمودان؛ ۷۴۷،
جیون کنفیشنز؛ ۸۷،	التمثیلات والخط؛ ۷۲۵،
جیمز الیاس ٹکریڈیا؛ ۱۵۹، ۱۵۲۲،	تنبیہات؛
جغریہ، کتاب؛ ۳۱۲،	تواریخ اول؛ ۳۰۸، ۵۷۱،
جی، کتاب؛ ۳۱۳،	تواریخ ثانی؛ ۳۰۸، ۵۷۱،

- غزل الغزلات؛ ۳۹، ۳۵۲، ۵۳۹، ۵۵۹، ۷۶۲، ۷۷۲
- الفارق بین المخلوق والخالق؛ ۱۳۰، ۳۱۵
- فرام کرسٹ ٹو کانسٹنٹائن؛ ۹۲، ۱۱۸، ۱۶۳
- فرانسیس انسا ایکلو پیڈیا؛ ۱۲۳
- فرنگیوں کا جال؛ ۱۸۲، ۲۱۳، ۲۲۲
- فور کا سیلس؛ ۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۵۳
- القاموس المحیط؛ ۱۳۳۲
- قدامت و اصلیت المناجیل اربعہ؛ ۱۱۸، ۱۱۹
- ۱۱۶
- قرطبی تفسیر القرطبی؛
- قصص لہترآن؛ ۲۱۸
- قضاة؛ ۳، ۳۱۳، ۳۴۲، ۳۵۶، ۵۰۹
- ۷۱۵، ۷۵۱
- قوانین سلطنت؛ کتاب، ۷۶۲
- الکافی للکلینی؛ ۱۱۶۲
- کامل ابن اثیر؛ ۱۰۱، ۱۶۲
- الکافی اشاف فی تخریج احادیث الکشاف؛ ۱۳۹
- کتاب الاعتصام؛
- کتاب الاسرار؛ ۳۲۳، ۷۳۵
- کتاب آداب الصلوة؛ ۶۸۲
- کتاب الاخلاق کنفیوٹس؛ ۵۸۹
- کتاب الاخلاط؛ ۶۷۵، ۶۸۹
- کتاب الاقرار؛ ۳۲۳، ۷۳۵
- کتاب الاسناد؛ ٹورن؛ ۵۶۲
- کتاب الاسناد؛ لارڈنر؛ ۳۶۰، ۳۶۱
- کتاب الثلاث عشرة رسالة تیرورسالی،
- کتاب الصلوة جوادین سابط؛ ۹۳، ۹۳۱، ۹۳۲
- کتاب الصلوة العاقبة؛ ۲۷۲، ۶۸۲، ۷۷۳
- کتاب العجائب للکرماتی؛ ۹۸۱
- کتاب الفصول؛ ۱۱۷۸
- کتاب فاف؛ ۷۵۶
- قیاس بطرس؛ ۷۲۵
- کتاب المعراج؛ ۳۲۲، ۷۳۵
- کتاب المقابین اول؛ مقابین،
- کتاب المقابین ثانی؛ مقابین،
- کتاب مکاشفہ؛ مکاشفہ،
- کتاب لتظہیر؛ ۲۹۹
- کتاب لمیسیر؛ ۷۶۲
- کریمین ریلین دی؛ ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۱۳۴
- کروسیڈ اور جہاد؛ ۹۷، ۱۶۵۸
- کشاف؛ ۲۷۰
- کشف الآثار فی قصص بنی اسرائیل؛ ۵۱۲، ۱۶۱
- ۱۶۲۲
- کشف الاسرار؛ ۲۸۲، ۹۳۳، ۱۴۹۲
- کشف الظنون؛ ۵۸۲
- کشف النعمۃ؛ ۱۱۷۷
- الکفارة؛ ۷۲

- کلیات لارڈنز؛ ۱۲
 کلیسائی پند و نصائح؛ پند کلیسا،
 کلیله و دمنه؛ ۹۹۳
 کمرابیل؛ ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵
 کمرابیر و شلم؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳
 کنشروی آن ایچش؛ ۱۳۲
 کنز العمال؛ ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶
 ۱۲۵۸، ۱۲۶۰، ۱۲۶۳، ۱۳۱۳، ۱۳۱۵
 ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۶۳
 کوڈکس اسکندر یانوس؛ ۳۴۲، ۶۹۸، ۷۹۹
 ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶
 کوڈکس افراسی؛ ۷۹۹، ۸۰۳، ۸۰۴
 کوڈکس لارڈ یانوس؛ ۷۹۸
 کوڈکس دلیچیکانوس (دینی کن)؛ ۷۰۴، ۷۰۸
 ۷۹۹، ۸۰۲، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶
 کوک فرانکن؛ ۱۶۳۲
 کیتھولک بیرلڈ؛ ۲۳۳، ۳۳۵، ۳۶۱، ۳۶۵
 ۶۵۱، ۱۱۰۴، ۱۱۳۲، ۱۱۳۱
 گنتی؛ ۳۰۶
 لاف آف سینٹ پال؛ ۱۳۸، ۱۷۷
 لاف ویکل؛ ۱۰۶۲
 لب التوارخ؛ ۱۳۷۶
 لمونیل؛ کتاب؛ ۳۵۰
 لندن شامز؛ ۲۱۵
 دوکارشم؛ ۱۸۲
 مباحثہ پطرس وائی پین؛ ۷۲۵
 مباحثہ مذہبی؛ ۱۹۵
 مباحثہ محرفہ؛ ۳۷۵
 مبادی الوصول الی علم الاصول؛
 غنوی مولانا روم؛
 مجمع البیان، تفسیر؛ ۱۱۶۰
 مجموع المجامع؛ ۱۶۳۱
 مختصر ابن حاجب؛
 مراسلات مذہبی؛ ۱۹۵
 مرآة الصدق؛ ۲۵۲، ۵۱۷، ۷۶۷، ۱۱۰۵
 ۱۱۳۲، ۱۶۳۹
 مرتبہ ارمیا؛ ۲۰
 مرتبہ ارمیا؛ ثانی؛ ۷۶۶
 مرشد الطالبین؛ ۲۳۰، ۳۳۸، ۳۶۲، ۴۷۲
 ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۹۲، ۶۹۹، ۸۷۹، ۸۳۱۴
 مریم و ظہرا؛ ۷۲۵
 مسافرت پطرس؛ ۷۲۵
 مسافرت یوحنا؛ ۷۲۱
 مسافرت یوحنا؛ ۷۲۵
 مسقط رأس مسیح؛ ۷۲۵
 مسقط رأس مریم؛ ۷۲۵
 مسلم البتوت؛ ۱۸۲
 مسیر الطالبی؛
 مشاہدات ایلینا؛ ۶۳۱
 مشاہدات اشعیا؛ ۳۲۳، ۷۶۵

- مشاہدات پطرس؛ ۴۲۷،
 مشاہدات پطرس؛ ۴۲۵، ۳۶۷،
 مشاہدات قوما؛ ۴۲۶،
 مشاہدات موسیٰ؛ ۳۲۳، ۴۳۵،
 مشاہدات یوحنا؛ مکاشفہ یوحنا؛
 مشاہدات عید و غیب یحییٰ؛ ۴۶۲،
 مشکوٰۃ المصابیح؛ ۲۹۹، ۱۱۹۳،
 مشنایہ؛ ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲،
 مصائب التواصب؛ ۱۱۶۲،
 الطالب العلیہ؛ ۵۸۰،
 مطلع الانجار؛ ۱۸۶، ۱۹۲،
 معالم التنزیل؛ ۵۷۵،
 معجزات المسیح؛ ۴۲۵،
 معجم البلدین حموی؛ ۱۳۴۲، ۱۳۴۳،
 معدل الحجاج المیزان؛ ۲۱۳، ۲۵۹، ۲۶۰، ۱۳۷۷،
 معراج الشعیار؛ ۳۲۳،
 معیار التحقیق؛ ۲۱۳،
 معراج الاسرار؛ ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۸۲، ۲۹۲،
 ۲۹۳، ۳۰۰، ۳۲۸،
 مقابین اول؛ ۱۸۹، ۳۱۵، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۵۰،
 ۵۳۸، ۶۳۶، ۶۳۹،
 مقابین ثانی؛ ۳۱۵، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۷۰،
 ۵۳۸، ۶۳۶، ۶۳۹،
 مقدمہ انجیل برنابا؛ ۱۵۹، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۵۴۲،
 مقدمہ ابن خلدون؛ ۲۳۳، ۳۲۸، ۳۳۹،
 ۷۹۱، ۷۹۲، ۸۹۸،
 مکاشفہ یوحنا؛ ۲۷۵، ۳۲۱، ۳۶۳، ۳۶۴،
 ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۰،
 ۵۳۰، ۵۵۳، ۵۵۵،
 مکاشفہ یوحنا دوم؛ ۴۲۵،
 مکتوبات امدادیہ؛ ۳۱۱،
 ملاکی؛ ۳۱۳،
 محفوظات حقوق؛
 الملل و النحل ابن حزم؛ ۶۲، ۸۹۸،
 الملل و النحل شہرستانی؛ ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۹۵،
 ۱۰۱، ۱۰۳۹، ۱۱۶۱،
 النجفی لعلوم؛ ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵،
 ۶۰۶، ۶۰۸،
 منشی کی دھار؛ ۳۱۵،
 المواعد والاعتبار للقرنی؛ ۱۲۷۲،
 مؤطا امام مالک؛ ۳، ۱۱، ۱۳۰،
 ہما بھارت؛
 میخاء، میکاہ؛
 میکاہ؛ ۳۱۲،
 میرزا بدرسالہ؛ ۱۸۲،
 میزان الحق؛ ۱۸۵، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۳۲،
 ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۷،
 ۲۷۱، ۲۷۰، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱،
 ۲۹۲، ۳۰۰، ۳۵۶، ۳۱۳، ۳۶۱،

- وفاتِ مریم یعقوب؛ ۴۲۶، ۸۹۴، ۹۸۰، ۵۴۹، ۳۹۲، ۳۶۲
 مسیح کا تذکرہ؛ ۴۲۵، ۱۲۸۸، ۱۱۱۳، ۱۰۰۵، ۹۳۳، ۹۳۳
 ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصارى؛
 ۱۱۳۰، ۱۰۵۸۵، ۱۳۴۴، ۱۳۲۶، ۱۳۲۴، ۱۳۲۴، ۱۳۲۴، ۱۳۲۴
 ہسٹری آف کریسچینٹی (رابرٹسن)؛ ۱۱۴۱، ۱۵۴۳، ۱۳۹۲، ۱۳۴۱، ۱۳۹۸، ۱۳۹۳
 ہجاری کتب مقدسہ؛ ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۵، ۱۵۵، ۱۵۵
 ۳۵۰، ۳۳۶، ۳۳۴، ۳۳۱، ۳۲۶، ۳۵۶، ۳۶۸، ۳۵۶، ۳۵۴، ۳۵۲
 ۶۶۵، ۶۰۹، ۶۰۱
 یسوع؛ ۳۱۱، ۵۸۲، ۸۹، ۳۵۶، ۳۰۹
 یا ہوسیفیہ، کتاب؛ ۴۶۵، ۳۵۴، ۳۲۹، ۳۲۸، ۳۲۱، ۳۱۰
 ۶۴۴، ۳۵۶
 یسعیہ؛ ۳۱۰، ۳۵۵، ۵۳۰، ۴۵۱
 یسعیہ، کتاب ثانی؛ ۴۶۵، ۳۲۲، ۳۴۱، ۳۳۹، ۳۱۴، ۳۰۴
 ۴۴۳، ۶۶۶، ۶۱۵، ۴۴۳
 یوناہ؛ ۳۱۲، ۳۳۵
 یوایل؛ ۳۱۱
 یہودیت؛ ۲۴۴، ۳۱۴، ۳۲۱، ۳۴۰
 ۶۴۴، ۶۴۶، ۵۳۸
- ناسورم؛ ۳۱۲
 نحمیہ؛ ۳۰۸، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۲۵، ۳۵۶
 ۴۴۲، ۶۴۰، ۵۲۹
 نسلِ مریم و الخاتمِ سلیمانی؛ ۴۲۵
 نشید الانشاد، غزل لغزلات؛
 نوح؛ ۳۵۶، ۳۰۹
 نوید جاوید؛ ۱۳۸۹، ۹۰۲، ۱۳۳
 نبی البلاغہ؛ ۱۱۴۸، ۱۱۴۶
 نیز بن گاہل ری اسٹورڈ؛ ۱۴۴
 واعظ؛ ۳۰۹، ۳۵۲، ۵۳۹
 والی، آئی، ایم ناٹ، اے کریمین؛ ۱۰۰
 واٹ از کریسچینٹی؛ ۱۰۰، ۱۰۹، ۱۱۱
 وجیۃ الایمان؛ ۱۲۹۳
 ورلڈ فیل انسا ئیکلو پیڈیا؛ ۶۶
 وزن پولس؛ ۴۲۴
 وعظ پطرس؛ ۴۲۵
 وعظ پولس؛ ۴۲۴
 وفاتِ مریم یوحنا؛ ۴۲۵